حافظ مہر محمد میانوالوی کے "شیعہ حضرات پر سو سوالات" کا جواب

جوابِ لاجواب

○ جلد اوّل ○

مؤلفہ

السید غلام عباس
صدر مدرس
جامعہ آلِ عمرانؑ ○ بھکر

باسمہٖ تعالیٰ

توکلت علی اللہ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

حافظ مہر محمد میانوالوی کے "شیعہ حضرات پر سو سوالات"

کا

مسکت و دندان شکن جواب

جوابِ لاجواب

مؤلفہ:

السیّد غلام عباس

صدر مدرّس، مدرسہ دینیہ جعفریہ

جامعۂ آلِ عمرانؑ، بھکّر

وجہ تالیف

الحمد للہ رب العٰلمین و الصلوٰۃ والسلام علیٰ محمد رسول اللہ سید المرسلین و علیٰ آلہ الطاھرین الطیبین۔

عزیزی شاہ مردان سلمہ اللہ تعالیٰ خلف الرشید مولانا سعید الرحمٰن رحمہ اللہ تعالیٰ میرے ذہین تلامذہ میں سے ہیں۔ ایک دن حافظ مہر محمد میانوالوی کا مصنفہ رسالہ "شیعہ حضرات سے سو (۱۰۰) سوالات" میرے پاس لایا اور کہنے لگا: "دیکھئے قبلہ! یہ رسالہ ہزاروں کی تعداد میں چھپ کر نشر و شائع ہو چکا ہے اور غالباً اس وقت تک کسی شیعہ عالم نے اس کا جواب نہیں لکھا۔" میں نے اسے سمجھایا کہ "شیعہ علماء کے اس رسالہ کے نظر انداز کرنے کی یہ وجہ نہیں کہ ان کا جواب دینا مشکل یا محال ہے بلکہ وجہ یہ ہے کہ ان میں سے اکثر سوالات عامیانہ، کچھ جاہلانہ اور کچھ شیعوں پر بہتان و افتراء ہیں، صرف چند ہی سوالات قابلِ بحث ہیں اور ان سوالات کے جوابات بیسیوں دفعہ شیعہ علماء کی طرف سے دیئے جا چکے ہیں۔" کہنے لگا: "خواہ کچھ ہو، عوام تو یہی سمجھیں گے کہ شیعہ علماء سے ان کا جواب نہیں بن پڑتا۔"

گو میں جانتا ہوں کہ ان سوالات کے جواب دینے کی میری کوشش کو میرے ہم عقیدہ علماء پسند نہیں کریں گے اور یہی کہیں گے کہ جواب دے کر خواہ مخواہ ان لایعنی سوالات کو اہمیت دی۔ مگر میں نے عزیزم موصوف کی بات میں وزن محسوس کیا اور اسے کہا: "مجھ بیاسی سالہ بڈھے میں اتنی ہمت و طاقت نہیں کہ کئی کتب کا مطالعہ کر کے حوالہ جات فراہم کروں۔ میں تمہیں کتب مہیا کرتا ہوں۔ مطالعہ کر کے مواد فراہم کرو۔ پھر جوابات لکھ دیئے جائیں گے۔"

چنانچہ عزیز موصوف نے اور میں نے بھی (حسب مقدور) کتب کا مطالعہ شروع کر دیا لیکن عزیزم موصوف صرف چند ماہ ہی میرا ساتھ دے سکے۔ پھر انہیں مزید تعلیم کے لئے پہلے

شام اور پھر کویت و ایران جانا پڑا اور یہ بوجھ میرے ضعیف کندھوں پر ڈال گئے۔ مجھے اس کتاب کے لکھنے میں جس جانفشانی اور مشقّت سے کام لینا پڑا وہ ے

خدا داند من دانم و داند دل من

مجھے اعتراف ہے کہ اکثر جواب ابھی تشنۂ بیان ہیں۔ لیکن اس کی وجہ میری کوتاہی نہیں۔ انتہائی اختصار کو مدِّنظر رکھنے کی مجبوری ہے۔ اگر ہر سوال پر سیر حاصل بحث کی جاتی تو اس کے لئے کم ازکم بارہ سو صفحات کی کتاب لکھنا پڑتی۔ جو میری جسمانی و مالی استطاعت سے باہر امر تھا۔

بہر کیف میری یہ حقیر محنت قوم کے پیش خدمت ہے۔ اگر قوم کی پسند قبولیت کو سکی تو اسے اپنی خوش قسمتی سمجھوں گا۔

مؤلف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

سوال نمبرا۔ شیعہ کسے کہتے ہیں؟ ایسی جامع تعریف کریں کہ کوئی ناجی فرد اس سے خارج نہ ہو اور نجات کا غیر مستحق اس میں شامل نہ ہو۔ واضح رہے کہ شیعہ دسیوں فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں اور اصولی اختلاف کی وجہ سے ہر فرقہ دوسرے کی تکفیر کرتا ہے۔

جواب: شیعہ کی تعریف کتب فقہ کے مطابق حسب ذیل ہے۔

شرح لمعہ۔ کتاب الوقف: وشیعة من شایع علیاً علیہ السلام ای اتبعہ وقدمہ علی غیرہ فی الامامة وان لم یوافق علی امامة باقی الائمة بعدہ فید خل فیہم الامامیة والجارودیة من الزیدیة والاسماعیلیة غیرا لملاحدة منہم والواقفة والفطحیة وغیرہم.... والامامیة ہم الاثنا عشریة۔ ترجمہ: شیعہ وہ شخص ہے جو حضرت علی علیہ السلام کی شایعت یعنی اتباع کرے، اور امامت میں تمام دوسروں پر اسے مقدم سمجھے چاہے وہ ان سے بعد والے آئمہ کی امامت پر متفق نہ ہو پس ان میں (یعنی کہ شیعوں میں) امامیہ، جارودیہ زیدیوں میں سے۔ ملاحدہ کے علاوہ دیگر اسماعیلیہ۔ واقفہ اور فطحیہ وغیرہ شامل ہیں.... لیکن امامیہ سے وہ مراد ہیں جو بارہ اماموں کے قائل ہوں۔

۔ علماء اہل سنت نے بھی شیعہ کی یہی تعریف کی ہے۔ صواعق محرقہ۔ دیباچہ۔ ص۵۔ قال ابن حجر العسقلانی ان التشیع ھو محبة علیؓ وتقدیمہ علی الصحابة فمن قدمہ علی ابی بکر وعمر فھو غالٍ والا فشیعی (مقدمہ فتح الباری) ترجمہ: ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ تشیع علیؓ سے محبت رکھنا اور اسے تمام صحابہ سے مقدم (افضل) سمجھنا ہے پس جس نے ابوبکرؓ اور عمرؓ سے بھی مقدم جانا وہ غالی ہے ورنہ شیعہ ہے (فتح الباری)

سائل کا یہ مطالبہ ہے کہ ایسی جامع مانع تعریف پیش کروں کہ "(ناجی شیعہ فرقہ) کا کوئی فرد خارج نہ ہو اور غیر مستحق نجات شامل نہ ہو" یہ ایک تکلیف مالایطاق اور امر دین میں ناجائز تفسیر بالرائے کی جرأت ہوگی جبکہ خود حضور (صلعم) نے اسلام کے تہتر فرقوں میں بٹ جانیکا ذکر فرمایا لیکن اس ناجی فرقہ کی کوئی ایسی جامع مانع تعریف اور تصریح نہیں فرمائی تو ہمیں کہاں یہ حق پہنچا ہے کہ اپنی رائے سے فرقۂ ناجیہ کے حدود و وسعت معین کریں حضور (صلعم) کے افتراق کا ذکر کرکے تعریف و تصریح نہ فرمانے میں وہی حکمت ہے جو لیلۃ القدر کا ذکر کرکے تصریح نہ فرمانے میں ہے۔ مقصود یہ کہ ایک حق کا طالب تمام عمر حق کی جستجو اور تلاش میں رہے البتہ جسطرح لیلۃ القدر کی بعض علامات بتلا دیں اسیطرح فرقۂ ناجیہ کی بعض علامات بیان فرما دیں۔

۲۔ اہل سنت کی بعض کتب میں اس حدیث افتراق (یعنی ستفترق امتی ثلثة وسبعین فرقة۔ کلھم فی النار الا واحدة) کے بعد یہ اضافہ ملتا ہے۔ وھی علی ما انا علیہ واصحابی۔ یعنی وہ ناجی فرقہ وہ ہے جو اس مذہب و مسلک پر ہوگا جس پر میں اور اصحاب کرام ہیں مگر ظاہر ہے یہ اضافہ بھی باعث تصریح نہیں کیونکہ اگر اس سے وہ مسلک و مذہب مراد ہے جس پر حضور (صلعم) اور حضورؐ

کے صحابہ حضور (صلعم) کے زمانہ میں گامزن تھے تو اس وقت اسلام کے اندر کوئی اور فرقہ ہی نہ تھا کہ اس مسلک سے دوسرے غیر ناجی فرقہ کے مسلک کو تمیز کرے اور آج افتراق کے ظہور کے بعد اسلام کے ہر فرقہ کا یہی دعویٰ ہے کہ ہم ہی اس مسلک پر ہیں جس پر حضور (صلعم) اور جس پر حضور (صلعم) کے زمانہ میں صحابہ گامزن تھے اور اگر اس اضافہ (ماانا علیہ واصحابی) سے مراد وہ مسلک ہو جو حضور (صلعم) کے بعد صحابہ کا مسلک رہا تو صحابہ حضور (صلعم) کے بعد ایک ہی مسلک پر متفق ہی نہ رہے تھے۔ ابھی حضور (صلعم) کی تجہیز وتکفین بھی نہ ہو چکی تھی کہ اختلاف رونما ہو چکے تھے، بعض کا قول کہ علی مقدم اور بعض نے حضرت ابوبکر کو مقدم تسلیم کیا بعض احادیث میں (ماانا علیہ واصحابی) کے اضافہ کی بجائے (وھی الجماعۃ) کا اضافہ ہے یعنی ناجی فرقہ جماعت ہوگی تو یہ بھی مفید یقین وتصریح نہیں کیونکہ جماعت کے معنی ومفہوم میں علماء اسلام کا اختلاف ہے، بعض اس سے مراد کثرت لیتے ہیں اور بعض "علماء دین وسنت" کا گروہ لیتے ہیں (جیسا کہ آئندہ ذکر ہوگا)

ھاں! فریقین کی کتب میں ایسی احادیث موجود ہیں جو واضح الفاظ میں بتاتی ہیں کہ افتراق کی صورت میں حق علی علیہ السلام اور اہل بیت نبی (صلعم) کیساتھ ہوگا اور یہ کہ نجات کی واحد صورت دامن اہل بیت کو تھام لینا ہوگا۔

۱۔ کنز العمال، ج ۔ ۶ (مطبوعہ حیدرآباد دکن) ص۱۵۵ قال النبی (صلعم) سیکون بعدی فتنہ فاذا کان ذالک فالزموا علی ابن ابی طالبؑ فانہ الفارق بین الحق والباطل۔ **ترجمہ۔** حضور (صلعم) نے فرمایا "میرے بعد فتنہ (اختلاف) ہوگا، جب یہ صورت ہو تو علی ابن ابی طالب کے دامن کو تھامنا، کیونکہ وہ حق وباطل میں فرق کرنیوالا ہے"۔

۲۔ **ایضاً ص۱۵۷** : تکون بین الناس فرقۃ واختلاف فیکون ھذا واصحابہ علی الحق یعنی علیاً "**لوگوں میں فرقہ بندی اور** اختلاف ہوگا، یہ (یعنی علی) اور اس کے ساتھی حق پر ہوں گے"۔

۳۔ انی تارک فیکم الثقلین، کتاب اللہ واھل بیتی عترتی۔ ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی۔ حضور (صلعم) نے فرمایا "میں تم میں دو وزنی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں قرآن اور اہل بیت اپنی عترت اگر دونوں کا دامن تھاما تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے (نتیجہ یہ کہ ایک سے تمسک ہرگز گمراہی سے نہیں بچا سکتا) (دیکھو سوال نمبر ۱۹)

۴۔ مثل اھل بیتی کمثل سفینۃ نوح۔ من رکبھا نجی ومن تخلف عنھا ھلک وھویٰ میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوحؑ کی مثال ہے کہ جو بھی اس پر سوار ہوا نجات پا گیا اور جو اس سے پیچھے ہٹا ہلاک اور گمراہ ہو گیا۔ یعنی جسطرح طوفان نوحؑ کے وقت نجات کی صرف واحد صورت نوحؑ کی کشتی پر سوار ہونا تھا اب بھی گمراہی اور ہلاکت سے بچنے کی صرف واحد صورت اہل بیت کے دامن سے متمسک ہونا ہے۔ (صواعق محرقہ۔ باب ۱۱ فضائل اہل بیت۔ الحدیث الثانی ص۱۸۶)

مذکورہ بالا احادیث کی بناء پر کہا جا سکتا ہے کہ ناجی فرقہ وہی فرقہ ہے جس نے نبی کریم (صلعم) کے بعد علیؑ اور اہل بیت علیہم السلام کی کماحقہ اتباع واطاعت کی اور انہیں اپنا ہادی ورہبر بنایا۔

سائل "حافظ صاحب" کا یہ کہنا کہ شیعوں کے دسیوں فرقے ہیں اور سب ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں یا تعصب پر یا جہالت پر مبنی ہے، شیعہ کسی مسلمان پر یا کسی اسلامی فرقہ پر کفر کا فتویٰ نہیں لگاتے جب تک وہ توحید، نبوت، قیامت اور کتب سماوی کا انکار نہ کرے جب تک توحید ونبوت میں شرک کا قائل نہ ہو جائے اور جب تک ضروریات دین یعنی دین کے مسلمہ احکام (نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ) کا منکر نہ ہو جائے یا اپنے زمانہ کے امام حق منصوص من اللہ کے خلاف خروج یا نصب عداوت نہ کرے، ہم شیعہ فرقوں میں سے غالیہ مفوضہ

اور مجسمہ کے علاوہ کسی فرقہ کو کافر نہیں کہتے اور سنی فرقوں میں سے خارجی، ناصبی اور مجسمہ کے سوا کسی کو کافر نہیں کہتے۔

سوال نمبر ۲ — اثنا عشری فرقہ کب سے وجود میں آیا؟ اسکے آنے سے سابقہ تمام فرقے کیسے جھوٹے ہو گئے؟ ایرانی شیعہ مرزا ابو الحسن شعرانی لکھتے ہیں بخاری اور مسلم کے زمانہ میں ہمارا (تیسری صدی میں) فرقہ اثنا عشریہ کے نام سے معروف نہ تھا (مقدمہ کشف الغمہ) اگر بارہویں امام کی آمد پر شیعی اسلام کی تکمیل ہوئی تو سابق ناقص الاسلام اصحاب علیؓ و اصحاب حسنینؓ کا کیا ان سے کم رتبہ ہوا۔ اگر یہ خیال ہو کہ ۱۲ آئمہ کا اجمالی عقیدہ پہلوں کا بھی تھا تو اگلے پچھلے سب شیعہ ایک قوم ہوئے تو ہم کہتے ہیں کہ حضور (صلعم) کا عقیدہ سابقہ اقوام کا بھی جزو ایمان تھا پھر اب مسلم یہود نصاریٰ کی تفریق ختم کر کے ایک قوم کہلانا چاہیئے اگر یہود و نصاریٰ اتباع رسول (صلعم) نہ کرنے سے غیر مسلم تو آمد امام (عصر) مہدی کے عقیدہ کے باوجود اتباع نہ کرنے سے شیعہ کیسے اثنا عشری ہوئے۔ ۲۔

جواب؛ قولہ: فرقہ اثنا عشری کب سے وجود میں آیا۔

اقول: اگر کب سے وجود میں آیا سے سائل کی مراد یہ ہے کہ یہ عقیدہ یا یہ مذہب کب سے وجود میں آیا تو میرا جواب یہ ہوگا کہ جب انسان عالم وجود میں آیا یہ مذہب بھی وجود میں آیا کیونکہ تمام عالم انسانیت کے لیئے اللہ تعالیٰ نے اسلام کو دین و مذہب قرار دیا (الدین عند اللہ الاسلام) اور شیعیت (توحید الٰہی۔ نبوت محمد (صلعم) اور ولایت علی علیہ السلام ہی صحیح اسلام ہے۔

۱ یہی وہ دین ہے جسکا وعدہ روز میثاق (یوم الست) میں روحوں سے لیا گیا تھا۔

المودۃ القربیٰ۔ المودۃ الرابعہ: عن ابی ھریرۃ قال قیل یا رسول اللہ متیٰ وجبت لک النبوۃ، قال قبل ان یخلق اللہ آدم و نفخ الروح فیہ وقال اذ اخذ اللہ من بنی آدم من ظھورھم و ذریتھم و اشھدھم علیٰ انفسھم الست بربکم قالت الارواح بلیٰ فقال اللہ انا ربکم و محمد نبیکم و علی امیرکم۔ (ترجمہ) ابوہریرہ سے روایت ہے اس نے کہا کہ کہا گیا کہ اے رسول اللہؐ آپ پر نبوت کب واجب ہوئی؟ تو آپ (صلعم) نے فرمایا کہ اس سے بھی پہلے کہ اللہ تعالیٰ آدمؑ کو پیدا کرے اور اس میں روح پھونکے اور حضور (صلعم) نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی پشتوں سے انکی ذریت کو نکالا اور انکو اپنے نفسوں پر گواہ بنا کر فرمایا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں، روحوں نے کہا ہاں تو ہمارا رب ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تمہارا رب ہوں، محمد (صلعم) تمہارا نبی ہے اور علیؑ تمہارا سردار اور امیر ہے۔

۲۔ یہی وہ دین ہے جسکی تبلیغ کا تمام انبیاء علیہم السلام کو حکم ہوا۔ ینابیع المودۃ الباب السادس والخمسون ص ۲۳۸:۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ (صلعم) لما اسری بی فی لیلۃ المعراج ناجتمع علی الانبیاء فی السماء فاوحی اللہ تعالیٰ الیٰ سئلھم یا محمد بماذا بعثتم فقالوا بعثنا علیٰ شھادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ وعلی الاقرار بنبوتک والولایۃ لعلی ابن ابی طالب۔ (ترجمہ) ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضور (صلعم) نے فرمایا کہ معراج کی رات جب مجھے لیجایا گیا تو آسمان میں تمام انبیا میرے پاس جمع ہوئے اللہ تعالیٰ نے مجھے وحی فرمائی۔ اے محمدؐ! ان سے پوچھ کہ وہ کس امر پہ بھیجے گئے تھے؟ پس انبیاءؑ نے کہا کہ ہم اس امر کی شہادت کیساتھ کہ اللہ وحدہٗ کے سوا کوئی معبود نہیں اور تیری نبوت اور علی بن ابی طالب کی ولایت کی شہادت کیساتھ بھیجے گئے تھے (حافظ ابو نعیم)

۳ یہی وہ دین ہے جسکا اعلان حضور (صلعم) نے اپنی بعثت کیوقت کیا، اپنی نبوت کے اعلان کیساتھ علی کی ولائت کا بھی اعلان فرمایا

۱۔ کامل (ابن اثیر) ج۔۱۔ ذکر امر اللہ نبیہ (صلعم) باظہار دعوتہ ص۶۳۔ (۲) کنز العمال ج۔۱۳۔ کتاب الفضائل علیؓ حدیث نمبر ۳۶۳۷۱ و ۳۶۴۱۹

عن علیؓ لما نزلت ھذہ الایتہ "انذر عشیرتک الاقربین" دعانی رسول اللہ (صلعم) فقال یا علی ان اللہ امرنی ان انذر عشیرتی الاقربین نضقت بذالک ذرعاً وعرفت انی مہما انذرتہم بہذا الامرارٰی منہم ما اکرہ فصمت علیہا حتی جاء جبریل فقال یا محمدؐ انک ان لم تفعل یعذبک ربک .... ثم تکلم رسول اللہ (صلعم) فقال یا بنی عبد المطلب انی واللہ ما اعلم شاباً جاء قومہ بافضل ماجئتکم بہ قد جئتکم بخیر الدنیا والاخرہ وقد امرنی اللہ تعالیٰ ادعوکم الیہ فایکم یؤازرنی علی ھذا الامر علیٰ ان یکون اخی و وصیی وخلیفتی فیکم فاحجم القوم عنہا جمیعاً وقلت و انی الاحدثہم سناً وارمصہم عیناً واعظمہم بطناً واحمشہم ساقاً۔ انا یا نبی اللہ اکون وزیرک علیہ۔ فاخذ برقبتی ثم قال ان ھذا اخی ووصیی وخلیفتی فیکم فاسمعوا لہ و اطیعوا۔ قال فقام القوم یضحکون ویقولون لابی طالب قد امرک ان تسمع لابنک وتطیع۔

(ترجمہ) حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت" وانذر عشیرتک الاقربین) نازل ہوئی تو رسول اللہ (صلعم) نے فرمایا" اے علی! اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو (غلط دین کے خطرات سے) ڈراؤں لیکن میں گھبرا گیا اور جانتا تھا کہ میں نے اگر انہیں ڈرایا تو انکی طرف سے وہ سلوک دیکھونگا جو مجھے ناپسند ہے پس خاموش رہا یہاں تک کہ جبرائیل (علیہ السلام) آیا اور کہا کہ اگر تو نے ایسا نہ کیا تو اللہ تعالیٰ تجھے عذاب دیگا ... (اس کے بعد اقربین کی دعوت وضیافت کا ذکر ہے یہ کہ جب مدعوین کھانا کھا چکے تو) .... پھر رسول خدا (صلعم) نے کلام فرمایا، لیس فرمایا کہ عبد المطلب کی اولاد بخدا میں نہیں جانتا کہ کوئی جوان اپنی قوم کے پاس اس سے بہتر چیز لایا ہو جو میں تمہارے پاس لایا ہوں میں تمہارے لیئے دنیا و آخرت کی بھلائی اور بہتری لایا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں (اسکی طرف دعوت دوں تم میں سے کون ہے جو اس امر میں میرا مددگار ہو اس شرط پر کہ وہ میرا بھائی ہو گا میرا وصی ہو گا اور تم میں میرا جانشین ہو گا۔ تمام قوم نے اس امر سے گریز کیا اور میں نے کہا حالانکہ میں ان سب میں کم عمر، آشوب زدہ آنکھوں والا (کمزوری کی وجہ سے) بڑھے ہوئے پیٹ والا اور پتلی پنڈلیوں والا تھا۔ میں نے کہا اے اللہ کے نبی میں اس امر میں آپ کا وزیر ہوں گا پس نبی کریم (صلعم) نے میری گردن کو پکڑا اور فرمایا" یہ ہے میرا بھائی، میرا وصی اور تم میں میرا جانشین" اسکی بات کو سنو اور اسکی اطاعت کرو پس قوم اٹھی اور وہ ہنس رہے تھے اور ابو طالبؑ سے کہہ رہے تھے کہ اس نے تجھے حکم دیا ہے کہ اپنے بیٹے کی بات سن اور اسکی اطاعت کر۔"

۴:۔ یہی وہ دین ہے جسکی تلقین حضور (صلعم) نے اپنے زمانۂ رسالت میں کی۔ (الف) کسبھی فرمایا: صواعق محرقہ۔ الباب التاسع الفصل الثانی فی فضائلہ۔ الحدیث الخامس والعشرون ص۱۲۴ اخرج الترمذی والحاکم عن عمران بن حصین ان رسول اللہ (صلعم) قال ما تریدون من علی۔ ما تریدون من علی (ثلاثا) ان علیاً منی وانا منہ وھو ولی کل مومن بعدی۔

(ترجمہ): ترمذی اور حاکم نے عمران بن حصین سے روایت درج کی ہے کہ رسول اللہ (صلعم) نے فرمایا تم علی سے کیا چاہتے ہو (تین مرتبہ فرمایا) علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اور وہ میرے بعد ہر مومن کا سردار اور راہنما ہے۔

(ب) کسبھی فرمایا صواعق محرقہ، باب وفصل مذکورہ بالا۔ الحدیث الحادی والثلاثون ص۱۲۵۔ اخرج الحاکم عن جابرؓ

ان النبی (صلعم) قال علیؓ امام البررۃ وقاتل الفجرۃ منصور من نصرہ مخذول من خذلہ (ترجمہ) حاکم نے جابرؓ سے روایت درج کی ہے کہ نبی کریم (صلعم) نے فرمایا علی نیک لوگوں کا امام۔ فاجرین کا قاتل ہے وہ شخص مدد کیا ہوا ہوگا جو اس کی مدد کریگا اور وہ بے یار و مددگار ہوگا جو اسکی مدد سے روگردانی کریگا۔[۴]

۵۔ یہی وہ دین ہے جسکی تلقین حضور (صلعم) نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں حجۃ الوداع کے موقع پر بمقام غدیر خم فرمائی۔

۱۔ کنز العمال۔ ج ۱۳۰ (مطبوعہ بیروت) حدیث نمبر ۳۶۴۲۰ و ۳۶۴۳۸ (مسند البراء بن عازب) قال انا مع رسول اللہ (صلعم) فی سفرہ فنزلنا بغدیر خم فنودی الصلاۃ الجامعۃ وکسح لرسول اللہ (صلعم) تحت شجرۃ فصلی الظہر فاخذ بید علی فقال الستم تعلمون انی اولی بکل مومن من نفسہ۔ قالوا بلی فاخذ بید علی فقال اللھم من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ فلقیہ عمر بعد ذلک فقال ھنیئاً لک یا ابن ابی طالب اصبحت وامسیت مولیٰ کل مومن ومومنۃ (ش طب) (ترجمہ) مسند براء ابن عاذبؓ میں ہے کہ ہم نبی کریم (صلعم) کے ساتھ ان کے سفر میں تھے پس ہم غدیر خم پر اترے تو الصلوٰۃ الجامعہ کی ندا دی گئی اور رسول اللہ (صلعم) کے لئے ایک درخت کے نیچے جگہ صاف کی گئی پس حضور (صلعم) نے ظہر کی نماز پڑھی، پھر علیؓ کا ہاتھ پکڑ لیا پھر فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ میں ہر مومن پر اسکے نفس سے بھی زیادہ اختیار رکھتا ہوں، سب نے کہا، ہاں "ایسا ہی ہے" پس علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا اے اللہ جسکا میں مولا ہوں اسکا علی بھی مولا ہے۔ اے اللہ! تو اس سے محبت کیجیو جو علی سے محبت کرے اور اسے دشمن سمجھیو جو اس سے دشمنی کرے۔[۳]

۶۔ یہی وہ دین ہے جسکی وصیت حضور (صلعم) نے بوقت وصال (انتقال) فرمائی۔ فتح الباری (شرح بخاری) باب ۱۹ باب اخر ما تکلم بہ النبی (صلعم) (پہلی حدیث کی شرح کے ضمن) ص ۱۱۴، جلد ۸ (مطبوعہ مصر) عن ابی ھریرۃ انا سلمان انہ قال یا رسول اللہ (صلعم) ان اللہ لم یبعث نبیاً الا بیّن لہ من یلی بعدہ فھل بیّن لک قال نعم علی بن ابی طالب ومن طریق جریر بن عبد الحمید من اشیاخ قومہ عن سلمان قلت یا رسول اللہ من وصیک قال وصیی وموضع سری وخلیفتی علی اہل وخیر من اخلفہ بعدی علی بن ابی طالب وعن ابی بریدۃ عن ابیہ رفعہ لکل نبی وصی وان علیاً وصیی وولدی ومن ابی ذر رفعہ انا خاتم النبیین وعلی خاتم الوصیین۔ (ترجمہ) ابوہریرہؓ نے سلمانؓ سے روایت کی ہے کہ سلمانؓ نے کہا یا رسول اللہ (صلعم) اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی نہیں بھیجا مگر یہ کہ واضح فرمادیا کہ اُس نبی کے بعد کون اس (امر دین) کا والی وسرپرست ہو کیا اللہ تعالیٰ نے آپکے لئے بھی سے واضح فرما دیا، حضور (صلعم) نے فرمایا ہاں! علی بن ابیطالب کو۔ اور جریرؓ بن عبد الحمید کے طریق سے اس نے اپنی قوم کے بزرگوں سے سلمانؓ سے روایت کی ہے کہ سلمانؓ نے کہا، میں نے رسول اللہ (صلعم) سے کہا کہ یا رسول اللہ (صلعم) آپکا وصی کون ہے؟ حضور (صلعم) نے فرمایا! میرا وصی میری حقیقت (راز) کے علم کا مقام، میری اہل پر میرا خلیفہ اور میرے بعد میں جنہیں چھوڑے جاتا ہوں سب سے بہتر علیؓ ابن ابیطالب ہے۔ ابو بریدہ نے اپنے باپ سے مرفوعاً روایت کی کہ ہر نبی کا وصی ہوتا ہے اور بلاشک علی میرا وصی، میرا بیٹا ہے۔ اور ابو ذرؓ نے مرفوعاً روایت کی ہے کہ حضور (صلعم) نے فرمایا کہ میں خاتم النبیین ہوں اور علیؓ خاتم الوصیین۔ مرکب

۴۔ مشکوٰۃ۔ باب مناقب علی فصل ثالث۔ ص

(ب) مودۃ القربیٰ۔ المودۃ سابعۃ۔ قال سلمان دخلت علی رسول اللہ (صلعم) وھو فی غمرات الموت فقلت یا رسول اللہ (صلعم) ھل اوصیت قال یا سلمان اتدری من الاوصیاء قلت اللہ و رسولہ اعلم قال آدم و وصیہ شیث وکان افضل من ترک بعدہ من ولدہ وکان وصی نوح سام وکان افضل من ترک بعدہ وکان وصی موسیٰ یوشع وکان افضل من ترکہ وکان وصی سلیمان آصف بن برخیا وکان افضل من ترکہ وکان وصی عیسیٰ شمعون بن فرخیا وکان افضل من ترک بعدہ وانی اوصیت الی علیؑ وھو افضل من اترک بعدی۔

ترجمہ۔ سلمانؓ نے کہا میں رسول اللہ (صلعم) کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ رسول (صلعم) کا آخری وقت تھا، میں نے کہا یا رسول اللہؐ آپ نے وصیت فرمائی؟ حضور (صلعم) نے فرمایا سلمان کیا جانتے ہو وصی کون ہوتے ہیں؟ میں نے کہا اللہ اور اسکا رسول بہتر جانتے ہیں حضور صلعم نے فرمایا کہ آدمؑ کا وصی شیثؑ تھا اور وہ اسکے بعد رہ جانیوالی اسکی اولاد میں سب سے افضل تھا، نوحؑ کا وصی سام تھا اور وہ ان سب میں سے افضل تھا جنہیں نوح علیہ السلام نے اپنے بعد چھوڑا، موسیٰ علیہ السلام کا وصی یوشع تھا اور وہ ان سب سے افضل تھا جنہیں حضرت موسیٰؑ نے اپنے بعد چھوڑا۔ سلیمانؑ کا وصی آصف بن برخیاء تھا اور وہ ان سب سے افضل تھا کہ جنہیں سلیمانؑ اپنے بعد چھوڑ گئے۔ عیسیٰؑ کا وصی شمعون بن فرخیا تھا اور وہ ان سب سے افضل تھا کہ جنہیں عیسیٰ علیہ السلام اپنے بعد چھوڑ گئے اور میں نے علیؑ کو وصی کیا اور وہ ان سب سے افضل ہے کہ جنہیں میں اپنے بعد چھوڑے جارہا ہوں۔

۷ — یہی وہ دین ہے جسکی پرسش قبر میں ہوگی۔ کتاب الازمنۃ والامکنۃ (علی المرزوقی) ج ۲۔ صفحہ ۲۸۰:۔ ان النبی (صلعم) دفن فاطمۃ بنت اسد وکان اشعرھا قمیصاً لہ وھو یقول ابنک ابنک فسئل فقال انھا سئلت عن ربھا فاجابت وعن نبیھا فاجابت وعن امامھا فلجلجت فقلت ابنک ابنک۔

ترجمہ۔ نبی کریم صلعم نے فاطمہ بنت اسد (والدہ علی علیہ السلام) کو جب دفن کیا اور آپ نے انہیں اپنی قمیضوں میں سے ایک قمیض (بطور کفن) پہنائی تھی اور آپ فرما رہے تھے "تیرا بیٹا، تیرا بیٹا"؟ جب اس کے متعلق جناب سے پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اس سے اپنے رب کے متعلق سوال ہوا تو اسکا درست جواب دیا اس سے اپنے نبی کے متعلق سوال ہوا تو درست جواب دیا اور اس سے اپنے امام کے متعلق سوال ہوا تو اسکی زبان لڑکھڑانے لگی، پس میں نے کہا تیرا بیٹا، تیرا بیٹا" (مطلب یہ کہ میرا امام میرا بیٹا علیؑ ہے یہ کہو)

۸ — یہی وہ دین ہے جسکی پرسش قیامت کے دن ہوگی۔ صواعق محرقہ، باب فضائل اہلبیت۔ الذکیۃ الرابعہ ص ۱۴۹۔
قولہ تعالیٰ: وقفوھم انھم مسئولون: اخرج الدیلمی عن ابی سعید الخدری ان النبی (صلعم) قال وقفوھم انھم مسئولون ای عن ولایۃ علی واھل البیت۔

ترجمہ۔ دیلمی نے ابو سعید خدری کی روایت درج کی ہے کہ نبی کریم صلعم نے فرمایا "انہیں ٹھہراؤ، بیشک ابھی وہ پرسش کیئے جانیوالے ہیں۔ (یعنی علیؑ اور اہلبیت کی ولائیت کے متعلق)"

سمجھے جناب حافظ صاحب! کہ یہ دین تشیع (یعنی تصدیق توحید، نبوت اور ولائیت علی) کب سے ہے۔ حافظ جی! یہی وہ دین الٰہی ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو مکلف کیا ہے۔ ہمیشہ سے ہے اور قیامت تک رہیگا۔

آپ حافظ جی کا سوال ہوگا کہ ان روایات سے تو صرف تشیع (ولائیت علی) ثابت ہوتی ہے۔ اثنا عشریت ثابت نہیں ہوتی؟

تو میں یہ کہوں گا کہ سنۃ الہیّہ یہی رہی ہے کہ ہر نبی اپنے بعد کے ہادیانِ دین کی بشارت دیتے رہے ہیں۔ حضور صلعم نے اپنے بعد
آنیوالے ہادیانِ دین آئمہ حق کی تعداد بارہ بتلائی ہے۔ تیسیرالوصول ج ۲۔ کتاب الخلافۃ والامارۃ ص۳۲ ، عن جابرؓ بن
سمرۃ قال قال رسول اللہ (صلعم) لایزال ھذا الدین عزیزاً منیعاً الی اثنی عشر خلیفۃ کلھم من
قریش قیل ثم یکون ماذا قال ثم یکون الھرج (اخرجہ الخمسۃ الا النسائی الی قولہ "من قریش" اخرج
باقیہ ابوداؤد "الی الھرج")۔

ترجمہ: جابر بن سمرۃ سے روایت ہے اس نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ دین برابر غالب اور محفوظ رہے گا
یہاں تک کہ بارہ خلیفے ہوں گے وہ سب قریش سے ہونگے۔ کہا گیا کہ پھر کیا ہوگا فرمایا کہ ھرج (بدنظمی) ہوگی۔ ۳

پھر ان بارہ اماموں کی نص فرمادی کہ وہ بارہ امام میری اہلِ بیت میں سے اور حسین علیہ السلام کے بعد اسکی اولاد میں
سے ہوں گے۔: مودۃ القربیٰ۔ مودۃ التاسعہ: عن اصبغ بن نباتہ عن عبداللہ بن عباس قال سمعت
رسول اللہ یقول انا و علی والحسن والحسین وتسعۃ من وُلدِ الحسین مطھّرون معصومون۔

ترجمہ: عبداللہ بن عباس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلعم کو کہتے ہوئے سُنا کہ میں اور علی اور حسن اور حسین اور اولادِ
حسینؑ میں نو خود پاک ہیں اور معصوم ہیں۔ ۳

۲۔ ینابیع المودۃ۔ الباب السادس والخمسون ص۲۵۸: عن سلیم بن قیس الھلالی عن سلیمان الفارسی قال
دخلت علی النبی (صلعم) والحسین (علیہ السلام) علی فخذیہ وھو یقبل عینیہ ویقبل فاہ ویقول
انت سید بن سید انت امام ابن امام انت حجۃ بن حجۃ انت ابو حجج تسعۃ تاسعھم قائمھم۔

ترجمہ: سلیمان فارسی سے روایت ہے کہ میں نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ درآنحالیکہ حسینؑ ان کے زانو مبارک پر تھے
حضور (صلعم) اسکی آنکھوں کو بوسہ دیتے اور منہ کو بوسہ دیتے اور فرماتے تھے تو سید کا بیٹا سید، تو امام کا بیٹا امام تو حجت (خدا) کا
بیٹا حجت اور تو نو حجتوں کا باپ ہے جن کا نواں قائم (مہدی) ہوگا۔ ۷

حافظ جی آیا خیال شریف میں امامیہ اثناعشریہ دین ہی حقیقی دینِ اسلام ہے۔ اثناعشریہ فرقہ اسلام بجا طور پر یہ دعوے
کرسکتے ہیں کہ نبی کریم (صلعم) نے اسلام کے تہتر فرقوں میں سے جس ایک فرقہ کو ناجی فرمایا تھا وہ ہمارا فرقہ ہے کیونکہ تمام فرقِ اسلام میں سے
صرف یہی ایک فرقہ ہے جو حضور (صلعم) کی اس مسلمہ متواتر حدیث (کہ میرے بارہ خلفاء برحق ہونگے) پر عمل پیرا ہے۔ اس حدیث کے متواتر
ہونیکے متعلق تاریخ خلفاء (سیوطی) کی مندرجہ ذیل عبارت کو پڑھیئے۔ تاریخ الخلفاء۔ ص۷ (تمہید) قال عبداللہ بن احمد
حدثنا محمد بن ابی بکر المقدمی حدثنا یزید بن ذریع حدثنا ابن عون عن الشعبی عن جابر بن سمرۃ
عن النبی (صلعم) قال لایزال ھذا الامر عزیزاً ینصرون علی من ناواھم وعلیہ اثنا عشرۃ
خلیفۃ کلھم من قریش اخرجہ الشیخان وغیرھما ولہ طرق والفاظ۔ منھا لایزال ھذا الامر
صالحاً ومنھا لایزال الامر ماضیاً رواھما احمد ومنھا عند مسلم لایزال امر الناس ماضیاً ما ولیھم
اثنا عشر رجلاً ومنھا عندہ ان ھذا الامر لا ینقضی حتی یمضی لہ فیھم اثنا عشرۃ خلیفۃ ومنھا

عند البزار لا یزال امر امتی قائما حتی یمضی اثنا عشرة خلیفة کلهم من قریش منها عند ابی داؤد زیادة فلما رجع الی منزله اتته قریش فقالوا ثم یکون ماذا قال ثم یکون الهرج منها عنده لا یزال هذا الدین قائما حتی یکون علیکم اثنا عشر خلیفة کلهم تجمع الامة علیه و عند احمد والبزار بسند حسن عن ابن مسعود انه سئل کم یملک هذه الامة فقال سألنا عنها رسول اللہ (صلعم) فقال اثنا عشر کعدة نقباء بنی اسرائیل ۔

ترجمہ : جابر بن سمرا نے نبی کریمؐ سے روایت کی حضور (صلعم) نے فرمایا کہ یہ امر "دین" ہمیشہ غالب رہیگا اور "مسلمان" ہر اس شخص پر غالب رہیں گے جو ان کے مقابل ہوگا جبکہ اس امر پر بارہ خلیفے ہوں گے اور وہ سب قریش سے ہونگے۔ اسے شیخین (بخاری مسلم) اور غیرہما نے بیان کیا ہے اور اس روایت کی مختلف اسناد اور مختلف الفاظ ہیں۔ بعض میں ہے (یہ امر درست اور ٹھیک ٹھاک رہیگا) بعض میں ہے کہ (یہ امر جاری رہیگا)۔ ان دونوں کو احمد نے روایت کیا ہے اور مسلم کے نزدیک (یہ لفظ) "لوگوں کا معاملہ جاری رہیگا جب تک کہ بارہ مرد ان پر حاکم ہونگے"، اسی مسلم کے نزدیک یہ بھی کہ یہ امر ختم نہیں ہوگا یہاں تک کہ ان میں سے بارہ خلیفے گذر جائیں گے جو سب قریش سے ہوں گے اور ابوداؤد میں اس پر یہ الفاظ زائد ہیں کہ "جب حضور (صلعم) اپنے مکان پر واپس تشریف لائے تو قریش انکے پاس آئے اور کہا کہ پھر کیا ہوگا تو فرمایا پھر ہرج (فساد) ہوگا۔ بعض میں یہ الفاظ ہیں ابوداؤد کے نزدیک کہ "یہ دین ہمیشہ قائم رہیگا حتی کہ تم پر بارہ خلیفے ہونگے، امت ان سب پر اجماع کریگی اور احمد اور بزار کے نزدیک ابن مسعود سے حسن سند کیساتھ یہ الفاظ ہیں کہ کہ اس (ابن مسعود) سے پوچھا گیا کہ اس امت پر کتنے خلیفہ حکومت کریں گے تو اس نے کہا کہ ہم نے یہ بات حضور (صلعم) سے دریافت کی تھی تو حضور (صلعم) نے فرمایا۔ بارہ — نقباء بنی اسرائیل کی تعداد کے برابر۔ ۲

۲ اس میں شک نہیں کہ اہل سنت اس حدیث متواتر کی طرف متوجہ ضرور ہوئے، یہ خیال ضرور آیا کہ ہم حدیث کی تعمیل نہیں کر رہے۔ لہٰذا ہمیں ان بارہ خلفاء کا پتہ لگانا چاہیئے جن کے متعلق حضور (صلعم) نے پیشگوئی فرمائی کہ میرے صحیح جانشین خلیفہ بارہ ہونگے۔ اس مقصد کیلئے کبھی تو اجماع کو معیار بنایا اور کہا کہ چونکہ بعض احادیث میں لفظ "تجتمع علیه الامة" آیا ہے لہٰذا جن خلفاء پر تمام امت کا اجماع ہوا وہی خلیفہ برحق ہیں۔

عبارت تاریخ الخلفاء صفحہ "۷"

قال القاضی عیاض لعل المراد بالاثنی عشر فی هذه الاحادیث و ماشابهها انهم یکونون فی مدة عزة الخلافة وقوة الاسلام واستقامة اموره و الاجتماع علی من یقوم بالخلافة و ایضاح ذالک ان المراد بالاجتماع انقیادهم لبیعته والذی وقع ان اجتمعوا علی ابی بکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی الی ان وقع امر الحکمین فی صفین تسمی معاویة یومئذٍ بالخلافة ثم اجتمع الناس علی معاویة عند صلح الحسن ثم اجتمعوا علی ولده یزید ولم ینتظم للحسین امر بل قتل قبل ذالک ثم لما مات یزید وقع الاختلاف الی ان اجتمعوا علی عبدالملک بن مروان بعد قتل ابن الزبیر ثم اجتمعوا علی اولاده الاربعة الولید ثم سلیمان ثم یزید ثم هشام و تخلل بین سلیمان و یزید عمر بن عبد العزیز فهؤلاء سبعة بعد الخلفاء الراشدین والثانی عشر هو الولید بن

یزید بن عبد الملک۔

ترجمہ : قاضی عیاض نے کہا کہ شاید ان احادیث اور ان کے مشابہہ احادیث میں بارہ سے مراد وہ خلفاء ہیں جو خلافت کے غلبے اسلام کی قوت، اسکی استقامت اور خلافت پر قائم ہونیوالے شخص پر اجتماع کی مدت میں گذرے اور اسکی تشریح یوں ہے کہ اجتماع سے مراد بیعت کیلئے سب کا ٹھیک جاننا ہے اور یہ اجتماع ابوبکرؓ اور پھر عمرؓ پر، پھر عثمان پر، پھر علیؓ پر صفین میں حکمین کے واقعہ تک ہوا۔ پھر معاویہ نے اپنے آپکو خلیفہ کہلوایا اور حسن سے صلح کے بعد معاویہ پر اجتماع ہوا پھر اس کے بیٹے یزید پر اجتماع ہوا اور حسین علیہ السلام کیلئے امر خلافت منتظم نہ ہوسکا بلکہ اس سے قبل قتل کر دیئے گئے۔ پھر جب یزید مرا تو اختلاف ہوا یہاں تک کہ عبدالملک بن مروان پر اجتماع ہوا، ابن زبیر کے قتل کے بعد۔ پھر اس کے (عبدالملک) کے چار بیٹوں ولید پھر سلیمان پھر یزید پھر ہشام پر اجتماع ہوا۔ گو سلیمان اور یزید کے درمیان عمر بن عبدالعزیز نے کچھ وقفہ ڈالا بس یہ سات خلفاء ہوئے، خلفائے راشدین کے بعد اور بارہواں (خلیفہ) وہ ولید بن یزید بن عبدالملک ہے۔

مختصر یہ کہ اس اصول کے ماتحت اہلِ سنّت کے خلفاء حق مندرجہ ذیل قرار پاتے ہیں۔ ۱۔ ابوبکرؓ۔ ۲۔ عمرؓ۔ ۳۔ عثمانؓ ۴۔ علیؓ۔ ۵۔ معاویہ۔ ۶۔ یزید۔ ۷۔ عبدالمالک۔ ۸۔ ولید۔ ۹۔ سلیمان۔ ۱۰۔ یزید بن عبدالمالک۔ ۱۱۔ ہشام۔ ۱۲۔ ولید بن یزید بن عبدالمالک۔ لیکن جب دیکھا کہ اسطرح تو یزید بن معاویہ اور ولید بن یزید جیسے فاسق و فاجر[۲۷] بھی خلفاء حق میں شامل ہوئے جاتے ہیں تو پینترا بدلا۔

تاریخ الخلفاء میں مذکورہ بالا عبارت کے متصل یہ عبارت ہے۔

قیل المراد اثنی عشر خلیفۃ فی جمیع مدۃ الاسلام الی یوم القیامۃ یعملون بالحق وان لم تتوال ایامھم ویؤید ھذا ما اخرجہ مسدد فی مسند الکبیر عن ابی الخلد انہ قال (صلعم) لاتھلک ھذہ الامۃ حتی یکون منھا اثنی عشر خلیفۃ کلھم یعمل بالھدیٰ و دین الحق منھم رجلان من اھل بیت محمد صلعم۔ قلت علی ھذا فقد وجد من الاثنی عشر الخلفاء الاربعۃ والحسن والمعاویۃ وابن الزبیر وعمر بن عبد العزیز ھؤلاء ثمانیۃ ویحتمل ان یضم الیھم المھتدی من العباسیین لانہ فیھم کعمر بن عبدالعزیز فی بنی امیۃ وکذالک الظاھر لما اوتیہ من العدل وبقی الاثنان المنتظران احدھما المھدی لانہ من اہل بیت محمد صلعم۔

ترجمہ : کہا گیا ہے کہ بارہ خلیفہ سے مراد یہ ہے کہ قیامت تک اسلام کے زمانہ میں بارہ ہونگے جو حق پر عمل کریں گے چاہے انکی خلافت کے زمانے متواتر ایک دوسرے کے متصل نہ ہوں اور اس خیال کی تائید مسدد کی وہ روایت کرتی ہے جو کہ اس نے اپنی مسند کبیر ابو خلد سے روایت کی ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا کہ یہ امت ہلاک نہیں ہوگی یہاں تک کہ اس امت سے بارہ خلیفے ہونگے جو سب ہدایت اور دین حق پر عمل کریں گے ان میں سے دو افراد اہل بیت سے ہونگے۔ میں کہتا ہوں کہ وہ بارہ اس طرح ہوئے کہ پہلے چار خلفاء حسنؓ اور معاویہ اور ابن زبیر اور عمر بن عبدالعزیز۔ یہ آٹھ ہوئے اور احتمال ہے کہ کہ عباسیوں میں سے مہتدی کو شامل کیا جائے کیونکہ وہ عباسیوں میں ایسا ہی تھا جیسے عمر بن عبدالعزیز بنی امیہ میں اور اسی طرح

۲۷۔ یزید بن معاویہ کے فسق و فجور کا ذکر سوال نمبر ۳۰ کے جواب میں بالتفصیل کیا جائیگا اور یہ معلوم کرنے کے لیئے کہ ولید بن یزید کیسا شخص تھا، تاریخ الخلفاء کی یہ عبارت پڑھیئے ؛ ذکر ولید بن یزید بن عبدالملک منہ کانا فاسقا شریباً للخمر منھتکا حرمات اللہ اراد الحج لیشرب فوق ظھر الکعبۃ۔ **ترجمہ** : فاسق اور شراب کا رسیا اور حرمات اللہ کی ہتک کرنیوالا تھا حج کا ارادہ کیا تا کہ خانہ کعبہ کی چھت پر بیٹھ کر شراب پیئے۔

(عباسیوں میں سے) طاہر کو شامل کیا جائے کہ وہ عدل کی صفت دیا گیا تھا باقی دو ابھی منتظر ہیں ایک ان میں مہدی (آخرالزمان) ہوں گے کیونکہ وہ اہلِ بیتِ محمدؐ (صلعم) سے ہے۔

۳ مگر سیوطی کی بیان کردہ یہ فہرست بھی حدیثِ مذکورہ کے معیار پر پوری نہیں اترتی کیونکہ حدیث میں ہے کہ ان بارہ میں سے صرف دو اہلِ بیت سے ہونگے اس فہرست میں حضرت علیؑ، حضرت حسنؑ اور مہدی آخرالزمانؑ (اور بقول اہلِ سنت) مہدی عباسی اور طاہر عباسی پانچ اہلِ بیت کے افراد شامل ہیں۔

مختصر یہ کہ اہلِ سنت نے ہر چند چاہا کہ اس حدیث شریف پر عمل کرتے ہوئے بارہ کی تشخیص کر کے اثنا عشری بن جائیں مگر افسوس کہ بارہ۱۲ کی معرفت حاصل نہ ہوئی اور اثنا عشریہ نہ بن سکے۔ حافظ جی! اگر ان حالات میں کوئی یہ کہے کہ اہلِ سنت (من مات ولم یعرف امام زمانہ) کے مصداق ہیں تو کیا یہ غلط ہوگا (بقول حافظ جی، دلائل سے واضح کریں)

حافظ جی! آپ شیعوں سے سو سو سوالات کرتے پھر رہے ہیں لیکن کوئی آپ سے یہ سوال کر دے کہ "کیا حضور (صلعم) نے فرمایا تھا کہ میرے بارہ۱۲ خلیفے ہونگے؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو بارہ خلیفے (وہ) کون سے ہیں؟ تو حافظ جی اور انکے ہم خیال عمر بھر اسکا جواب نہ دے سکیں گے۔ اثنا عشری فرقہ کو چھوڑ کر باقی تمام فرقِ اسلام کے متبعین سے میری التماس ہے کہ اگر کسی کو اس سوال کا جواب معلوم ہو تو براہِ مہربانی مطلع فرمائیں۔

قولہ: اس کے آنے سے سابقہ تمام فرقے جھوٹے کیسے ہو گئے؟ ؟

اقول: کونسے سابقہ فرقے؟ کس امت یا کس مذہب کے سابقہ فرقے؟ کاش سائل کم از کم سوال کرنا ہی جانتا ہوتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسئلہ خود سائل کے دماغ میں صاف نہیں ہے۔

قولہ: ایرانی شیعہ عالم ...... تیسری صدی میں اثنا عشری کے نام سے معروف نہ تھا۔

اقول۔ اگر حافظ جی کی اس سوال سے کہ "اثنا عشری کب وجود میں آیا"، سے مراد یہ ہے کہ اس مذہب کا نام کب سے اثنا عشری ہوا تو اسکا جواب یہ ہے کہ جب اسلام حضور صلعم کے بعد مختلف فرقوں میں تقسیم ہوا تو علیؑ کے متبعین کا نام شیعہ ہوا یہ نام بھی حضور (صلعم) نے علی کے پیروکاروں کو عطا فرمایا تھا اور شیعوں کے اوصاف اور درجات مختلف مواقع پر بیان فرما کر اپنی امت کو تشیع کی ترغیب و دعوت فرمائی۔ کر

اثباتِ ترغیبِ تشیع تذکرۃ الخواص (سبط ابن جوزی۔ الباب الثانی، عشر فی ذکر الائمۃ علیہم السلام ص ۳۳۲: قال احمد فی الفضائل

عن زید بن علی بن الحسین بن علی عن ابیہ عن جدہ قال شکوت الی الرسول اللہ صلعم حسد الناس ایای فقال اما ترضیٰ ان تکون رابع اربعہ اول من یدخل الجنۃ انا وانت والحسن والحسین وامہاتہما وذریتنا من خلفنا وشیعتنا من ورائنا۔ **ترجمہ۔** زید بن علی بن حسین بن علی علیہم السلام نے اپنے باپ سے انہوں نے اپنے دادا (علی بن ابیطالب) سے روایت کی انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے لوگوں کے مجھ سے حسد کرنے کی شکایت کی تو حضور صلعم نے فرمایا کہ کیا اس امر کو پسند نہیں کرتا کہ تم ان چار کا چوتھا ہو جو سب سے پہلے جنت میں جائیں گے۔ میں۔ تو۔ حسن اور حسین اور انکی ماں اور ہماری اولاد ہمارے پیچھے ہوگی اور ہمارے شیعہ ہم سب کے

پیچھے ہوں گے۔

۲۔ مودۃ القربیٰ (المودۃ الثانیہ) عن علی قال قال رسول اللہ (صلعم) توضع یوم القیامۃ منابر حول العرش لشیعتی وشیعۃ اہل بیتی المخلصین فی ولایتنا ویقول اللہ ھلموا یا عبادی انشر علیکم کرامتی اوذیتم فی الدنیا۔

ترجمہ۔ علیؑ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میرے شیعوں اور میری اہل بیت کے مخلص شیعوں کیلئے عرش کے گرد منبر رکھے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا "آؤ میرے بندو! میں تم پر اپنی عنایات پھیلاؤں۔ تم دنیا میں بہت دکھ دیئے گئے ہو۔"

۳۔ مودۃ القربیٰ (المودۃ التاسعہ من ابن عباس در منثور تفسیر آیت اولئک ھم خیر البریۃ ص۳۷۹ ج۶۔ واخرج ابن عساکر عن جابر بن عبد اللہ قال کنا عند النبی (صلعم) فاقبل علی فقال النبی (صلعم) والذی نفسی بیدہ ان ھذا وشیعتہ لھم الفائزون۔

ترجمہ۔ جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم (صلعم) کے پاس تھے کہ علیؑ آئے پس حضور (صلعم) نے فرمایا، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تحقیق یہ شخص اور اس کے شیعہ ہی کامیاب ہیں۔

۴۔ ینابیع المودۃ۔ الباب الثامن والخمسون ص۲۷۰۔ عن ابی رافع ان النبی (صلعم) قال یا علی انت وشیعتک تردون علی الحوض رواء مرویین مبیضۃ وجوھھم وان عدوک یردون عن الحوض ظماء مقمحین اخرجہ الطبرانی فی الکبیر۔

ترجمہ۔ ابو رافع سے روایت ہے کہ نبی کریم (صلعم) نے فرمایا اے علی تم اور تمہارے شیعہ حوض (کوثر) پر وارد ہو گے تروتازہ سیراب کیے ہوئے اور تمہارے دشمن حوض سے لوٹائے جائیں گے پیاسے اور ذلیل کیے ہوئے۔

۵۔ ینابیع المودۃ۔ الباب الثامن والخمسون ص۳۰۱ اخرج الحافظ جمال الدین محمد بن یوسف الزرندی المدنی۔ عن ابن عباس قال ان ھذہ الآیۃ (اولئک ھم خیر البریۃ) لما نزلت قال رسول اللہ (صلعم) لعلیؓ یا علی انت وشیعتک خیر البریۃ تاتی یوم القیامۃ انت وشیعتک راضین مرضیین ویاتی عدوک مقمحین فقال من عدوی قال من تبرأ منک ولعنک۔

ترجمہ۔ ابن عباس سے روایت ہے اس نے کہا جب آیت "اولئک ھم خیر البریہ" نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے علیؑ سے فرمایا، اے علیؑ تو اور تیرے شیعہ خیر البریہ ہو قیامت کے دن تم اور تمہارے شیعہ اللہ سے راضی اور اللہ تعالیٰ کے پسند کیے ہوئے ہوں گے (تیرا دشمن ذلیل (سر جھکائے ہوئے) ہوگا۔ پس علیؑ نے کہا کہ میرا دشمن کون ہے؟ حضور صلعم نے فرمایا کہ جس نے تجھ سے بیزاری اختیار کی اور تجھ پر لعنت کی۔

اور پھر جب شیعہ مختلف فرقوں میں تقسیم ہو گئے بعض نے چھٹے امام (حضرت جعفر صادقؑ) پر سلسلۂ امامت کو ختم سمجھ لیا اور بعض نے تا قیامت جناب اسمٰعیل بن جعفر صادق علیہ السلام کی اولاد کو جاری سمجھا اور بارہ کی تعداد سے انکار کیا تو شیعہ کے اس فرقہ کا نام اثنا عشریہ ہوا۔ گو نام مختلف وقتوں میں پہچان کی غرض سے مختلف ہوئے (یعنی۔ اسلام۔ امامیہ۔ اثنا عشریہ۔ شیعہ) لیکن دین وہی دین ہے جسے اللہ تعالیٰ

نے اپنے تمام بندوں پر فرض کیا اور جو از آدم تا قیامت رہیگا۔ ١

یہی مطلب ہے اس شیعہ عالم ابوالحسن شعرانی کے اس فقرہ کا کہ "تیسری صدی یا مسلم و بخاری کے زمانہ میں یہ فرقہ اثنا عشریہ کے نام سے معروف نہ تھا" اس زمانہ میں جب کہ ابھی بارہویں امام اس دنیا میں تشریف ہی نہیں لائے تھے[۵] اور بارہ[۱۲] آئمہ کی تعداد ہی بارہ نہیں ہوئی تھی جنکی تصدیق و اطاعت اس فرقہ کا جزو ایمان ہے تو یہ فرقہ اثنا عشریہ کے نام سے معروف کسطرح ہوتا اسکا مطلب یہ نہیں کہ یہ دین یہ مذہب تیسری صدی میں وجود میں آیا۔ ٣

حافظ جی! شیعوں پر اس سوال کے کرنے سے پہلے آپ نے اس امر پر بھی نظر ڈال لی تھی کہ مذہب اہل سنت کب سے ہے؟ اگر نظر نہیں ڈالی تو اب شرح فقہ الکبیر (مجتبائی) ص ۸۹ ۔ ٢۔ شرح عقائد نسفی کے مقدمہ پر نظر ڈالیے ص ۵ ۔ معظم خلافیاته مع الفرق الاسلامیة خصوصاً المعتزلة لانهم اول فرقة اسسوا قواعد الخلاف مما ورد به ظاہر السنة وجری الصحابة رضوان الله علیهم اجمعین فی باب العقائد وذلك لان رئیسهم واصل بن عطاء اعتزل عن مجلس الحسن البصری رحمه الله یقرران من ارتکب الکبیرة لیس بمومن و لا کافر و یثبت المنزله بین المنزلتین فقال الحسن قد اعتزل عنا فسمو المعتزله.... شاع مذهبهم بین الناس الی ان قال الشیخ ابوالحسن الاشعری لاستاذه ابی علی الجبائی ما تقول فی ثلثه .... فبهت الجبائی وترک الاشعری مذهبه فاشتغل هو ومن اتبعه بابطال رای المعتزلة واثبات ما ورد به السنة ومضی الجماعة فسموا اهل السنة و الجماعة۔

ترجمہ ۔ اس مذہب کے بڑے بڑے اختلافات دوسرے فرق اسلام کے ساتھ ہیں خصوصاً معتزلہ کے ساتھ ہیں کیونکہ یہی وہ پہلا فرقہ ہے جس نے جو کچھ ظاہر سنت میں یعنی احادیث میں ہے جس پر صحابہ رضی اللہ عنہم عمل پیرا تھے اس سے اختلاف کے قواعد کی بنیاد رکھی اور یہ اسطرح کہ انکے رئیس واصل بن عطا نے حسن بصری رحمہ اللہ کی مجلس کو چھوڑ دیا اور یہ گناہِ کبیرہ کرنیوالے کے متعلق کہتا تھا کہ وہ نہ مومن ہے نہ کافر۔ بلکہ ان دونوں کے درمیان ایک مقام کا قائل تھا۔ پس حسن رحمہ اللہ نے کہا کہ اعتزل عنا (ہم سے الگ ہو گیا)، پس انکا نام معتزلہ پڑ گیا۔ یہاں تک کہ شیخ ابوالحسن اشعری نے اپنے استاد ابو علی جبائی سے کہا کہ آپ ایسے تین اشخاص کے متعلق کیا کہتے ہیں.... ابو علی مبہوت و حیران رہ گیا (کوئی جواب نہ بن پڑا) پس اشعری نے اسکا مذہب ترک کر دیا اور معتزلہ کی رائے کے ابطال اور جو احادیث میں وارد ہوا تھا اسکے اثبات میں وہ اور اسکے پیروکار مشغول ہو گئے اور ایک جماعت نے اسے اختیار کیا پس اہلسنت کے نام سے موسوم ہوئے۔

٢ ۔ عقائد نسفی کی عبارت سے ظاہر و بین ہے کہ سنی فرقہ ابوالحسن اشعری کے زمانہ سے نہ صرف اہل سنت کے نام سے معروف ہوا بلکہ اس عقیدے کا موجد بھی ابوالحسن اشعری ہے گویا یہ مذہب اشعری کے زمانہ ۲۶۰-۳۳۰ھ میں وجود میں آیا۔ ٣

---

۵ بارہویں امام علیہ السلام کی ولادت ۲۵۵ھ میں ہوئی اور ۳۲۹ھ تک غیبت صغریٰ میں رہے جبکہ صرف مخصوص اشخاص حاضر ہو سکتے تھے اس کے بعد غیبت کبریٰ میں کوئی بھی حاضر نہ ہو سکتا تھا۔

۵ وفیات الاعیان ۔ جلد ٣ ۔ ذکر نمبر ۴۲۹ ص ۲۸۵ ابوالحسن الاشعری ۔ مولدہ سنتہ سبعین وقیل ستین و مأتین بالبصرة وکوفی سنته نیف و ثلاثین وثلثمائة ۔ (ترجمہ) پیدائش ہوئی ۲۶۰ھ اور وفات ۳۳۰ھ

قولہ: اگر بارہویں امام کی آمد پر شیعی اسلام کی تکمیل ہوئی تو سابق ناقص الاسلام اصحاب علیؑ اور اصحاب حسینؑ کا کہاں سے کم رتبہ تھا؟

اقول ۔ خدا معلوم سائل نے یہ مفروضہ (بارہویں امام کی آمد پر شیعی اسلام کی تکمیل ہوئی) کس بناء پر اور کہاں سے قائم کیا ہے شاید یہ حضرت ۔ امام اور نبی کے فرق سے بھی بے خبر ہیں۔ کس شیعہ اثنا عشری نے کہا کہ ہمارا دین بارہویں امام کی آمد پر مکمل ہوا۔ حافظ جی! امام نبی کیطرح نیا دین نہیں لاتا، نہ ہی کسی دین میں ترمیم، تنسیخ یا توسیع و تکمیل کرتا ہے بلکہ امام ایک نبی یا رسول کے لائے ہوئے دین کی صرف تاویل و تفسیر اور تعلیم کا کام کرتا ہے۔ دین کی صحیح تاویل و تفسیر کا علم امام کو ہوتا ہے۔ امام حق کی تعلیم کے بغیر قرآن و سنت کی صحیح تفسیر و تاویل معلوم نہیں کی جا سکتی۔ ۲

کنز العمال جز ۶ ۔ ص ۱۵۵ حدیث ۲۵۸۵ عن ابن سعید الحذری قال قال رسول اللہ (صلعم) ان منکم من یقاتل علی تاویل القران کما قاتلت علیٰ تنزیلہ فاستشرف لہا القوم وفیہم ابوبکر و عمر قال ابوبکر انا ھو قال لا قال عمر انا ھو قال لا لکن خاصف النعل یعنی علیاً قال ابو سعید الحذری فاتینا فبشرناہ فلم یرفع راسہ کانہ قد کان سمعہ من رسول اللہ صلعم۔

ترجمہ ۔ ابو سعید حذری سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ فرمایا رسول کریم (صلعم) نے کہ تم میں وہ شخص بھی ہے جو قرآن کریم کی تاویل پر (یعنی صحیح تفسیر پر) جہاد کریگا جیسے میں نے اسکی تنزیل پر جہاد کیا بس ایک جماعت نے جن میں ابوبکر و عمر بھی تھے سر اٹھائے (یا نگاہ بلند کی) ابوبکر نے کہا کیا وہ میں ہوں حضور صلعم نے فرمایا نہیں۔ عمر نے کہا کہ کیا وہ میں ہوں حضور (صلعم) نے فرمایا نہیں بلکہ وہ جوتیاں گانٹھنے والا ہے۔ حضور صلعم کی مراد علیؑ سے تھی۔ ابو سعید حذری نے کہا ہم اسکے (علیؑ کے) پاس گئے اور بشارت دی انہوں سر تک نہ اٹھایا گویا وہ پہلے ہی رسول کریم (صلعم) سے سن چکے تھے۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ تنزیل کی تبلیغ رسول کریم صلعم سے مخصوص تھی اور تفسیر کا سمجھانا امام علیؑ سے مخصوص ہے۔ پس دین کی تکمیل تو اسوقت ہوگئی جب خلاق عالم کیطرف سے حضور صلعم کو "الیوم اکملت لکم دینکم" کی بشارت ملی حضور صلعم کے بعد دین کے سمجھانے پڑھانے کیلئے امام بھیجے گئے۔ حضور صلعم نے ہدایت کر دی کہ دیکھو تم دین کو سمجھنے کیلئے امام کے محتاج ہو جس نے امام سے دین نہ سیکھا اور صرف قرآن کو کافی سمجھتے ہوئے دین پر کاربند ہونے کی کوشش کی تو فمن مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ الجاھلیۃ ۔ تو جاہلیت کی موت مریگا

پس ہر امام کے زمانہ کے جن لوگوں نے اپنے زمانہ کے امام کو پہچانا اور اس سے دین حاصل کیا اس سے پہلے اماموں کی تصدیق کی، سب نے فلاح پائی خواہ وہ پہلے امام کے زمانہ کے لوگ ہوں یا آخری کے، سب ہم مرتبہ فلاح و نجات یافتہ ہیں، کیونکہ ایک ہی دین ایک ہی کتاب "قرآن کریم" کی تعلیم لی۔ ۲

حافظ جی! اگر مختلف لوگ، مختلف زمانوں میں مختلف کامل اساتذہ سے ایک ہی علم، ایک ہی کتاب کا علم حاصل کریں تو تم بعد کے زمانہ والوں کو افضل اور کامل العلم کہو گے اور پہلے زمانہ والوں کو مفضول اور ناقص العلم کہو گے۔ کیا آج کا ایم۔ اے، ۱۹۰۰ء میں ایم۔ اے۔ کرنیوالوں سے افضل اور کامل ہوگا۔ سنہ ۱۹۰۱ء کا ایم۔ اے ناقص ایم۔ اے۔ (بریں عقل و دانش باید گریست)

قولہ: اگر یہ خیال ہو کہ بارہ ۱۲ آئمہ کا اجمالی عقیدہ .... شیعہ اثنا عشری کیسے ہوئے؟

اقول ۔ اگلے پچھلے شیعہ صرف اسوجہ سے ایک جماعت ایک قوم یا ایک ملت نہیں کہ اجمالی یا تفصیلی عقیدہ بارہویں امام

ہ حضرت اسوقت حضور (صلعم) کی جوتیاں گانٹھ رہے تھے۔

کا رکھتے تھے۔ بلکہ اس لیئے بھی ایک جماعت ایک ملت ہیں کہ پہلوں پچھلوں سب کے اصول و فروعِ دین، سب کے احکامِ عبادات و معاملات ایک ہیں (بارہ[۱۲] اماموں) میں سے جو پہلے کا مذہب ہے وہی سب کا مذہب ہے۔ دیکھئے اصول کافی جلد اوّل کتاب فضل العلم۔ باب روایۃ الکتاب والحدیث ص۵۲ عن ھشام بن سالم وحماد بن عثمان وغیرہ۔ قالوا سمعنا ابا عبداللّٰہ علیہ السّلام یقول حدیثی حدیث ابی حدیث جدّی وحدیث جدّی حدیث الحسین وحدیث الحسین حدیث الحسن وحدیث الحسن حدیث امیر المومنین علیہ السّلام وحدیث امیر المومنین حدیث رسول اللّٰہ (صلعم) وحدیث رسول اللّٰہ صلعم قول اللّٰہ عزّ وجلّ۔

ترجمہ — ہشام بن سالم اور حماد وغیرہ سے روایت ہے کہ ہم نے ابوعبداللہ (جعفر صادق ؑ) کو کہتے ہوئے سنا کہ میری بات میرے باپ کی بات ہے میرے باپ کی بات میرے دادا کی بات ہے (حسین ؑ کی) اور حسین ؑ کی بات حسن ؑ کی بات اور حسن ؑ کی بات امیرالمومنین علیہ السّلام کی بات ہے اور امیرالمومنین کی بات رسول اللہ صلعم کا ارشاد اور رسول اللہ صلعم کا ارشاد اللہ جل شانہٗ کا۔

۲ — فروع کافی۔ جلد ۲۔ کتاب المواریث۔ باب علۃ کیف صار للذکر سھمان ص۸۵ عن اسحٰق بن محمد النخعی قال سأل الفھفکی ابا محمد علیہ السّلام مابال المرأۃ المسکینۃ الضعیفۃ تاخذ سھماً ویاخذ الرجل سھمین فقال ابو محمد ؑ المرأۃ لیس علیھا جھاد ولا نفقۃ ولا علیھا معقلۃ انما ذالک علی الرجل فقلت فی نفسی قد کان قیل لی ان ابن ابی العوجاء سأل اباعبداللّٰہ علیہ السّلام عن ھذا المسئلۃ فاجابہ بھذا الجواب فاقبل ابو محمد علیہ السّلام علیّ فقال نعم ھذہ المسئلۃ سألہ ابن ابی العوجاء والجواب منّا واحد ان کان معنی المسألۃ واحد اجری لاخرنا ماجری لاولنا واولنا واخرنا فی العلم سواء ولرسول اللّٰہ (صلعم) وامیر المومنین علیہ السّلام فضلھما۔

ترجمہ — اسحاق بن نخعی سے روایت ضھفکی نے امام ابومحمدؑ (یعنی آٹھویں امام علی رضا ؑ) علیہ السّلام سے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے کہ مسکین و ضعیف عورت تو (ترکۂ متوفی) سے ایک حصہ لیتی اور مرد دو حصے لیتا ہے تو ابو محمد ؑ نے فرمایا اس لیئے کہ عورت پر نہ جہاد ہے نہ کسی دوسرے کا نفقہ نہ دیت۔ یہ تمام امور مرد پر واجب ہیں میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہی مسئلہ ابن ابی العوجاء نے ابوعبداللہ (جعفر صادق ؑ) علیہ السّلام سے دریافت کیا تھا اور انہوں نے بھی یہی جواب دیا تھا تو ابو محمد علیہ السّلام میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ہاں یہی مسئلہ ابن ابی العوجاء نے دریافت کیا تھا اور ہم (سب) کا جواب ایک ہی ہوتا ہے جبکہ سوال کا معنی مفہوم ایک ہو۔ ہمارے آخری کیلئے وہی حکم و علم جاری ہوا ہے جو ہمارے اوّل کیلئے ہے ہمارا اوّل اور ہمارا آخر سب علم میں برابر ہیں لیکن جو فضیلت رسول کریم (صلعم) اور امیرالمومنین ؑ کو حاصل ہے وہ انہیں کیلئے ہے۔

اھلِ سنّت کے محدّثین بھی اس امر کی گواہی دیتے ہیں۔ دراسات اللبیب (بیان جمع بین الصلوتین) ص۲۴۹ ممن یحمل جواز الجمع فی الحضر علی ادنی حاجۃ واتخذہ مذھباً من غیر عذر راساً الامام الحق الصدیق الصادق علیہ السّلام و مذھب واحد منھم مذھب باقیھم کما قال ابوہ محمد الباقر علیہ السّلام علی مانقلہ ابن الھمام فی فتح القدیر (شرح ہدایۃ) لما سئل فی مسئلۃ ھل یوافقہ فیہ علی بن ابی طالب قال لا یصدر عن اھل بیتہ الا ان رایہ۔

ترجمہ — جمع بین الصلوتین کے بیان میں۔ اور ہیں وہ شخص جو حضر میں بھی دونوں نمازیں اکٹھی پڑھنے کو جائز قرار دیتے ہیں ...

ضرورت کے وقت بھی اور بغیر عذر کے (جمع بین الصلوٰتین) کو اپنا مذہب قرار دیا ہے وہ امام حق صدیق صادق علیہ السلام ہیں ان میں سے ہر ایک کا مذہب باقی آئمہؑ کا مذہب ہے جیسا کہ ان کے امام (امام صادق کے) والد محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا جیسا کہ ابن الہمام نے فتح القدیر میں ان سے نقل کیا ہے جب ان سے ایک مسئلہ کے متعلق پوچھا گیا کہ کیا اس مسئلہ میں حضرت علیؑ ابن ابیطالبؑ ان کے موافق (حکم) فرماتے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ علیؑ کے اہل بیت سے کوئی حکم صادر نہیں ہوتا مگر وہ جو انکی رائے کے موافق ہو۔

< حافظ جی! اگر امامانِ حق حقیقی عالمانِ قرآن و سنت بارہؑ ہوں تو بھی متفق القول والحکم ہوں گے لیکن جو حقیقی معنوں میں عالمانِ قرآن و سنت نہ ہوں تو چار بھی متفق القول نہ ہونگے۔ بلکہ ہر ایک کا مذہب دوسروں کے مذہب سے مختلف ہوگا۔

بلاشک تمام انبیاء ماسلف نے سابقہ امتوں کو ایک ہی دین یعنی دینِ اسلام کی دعوت دی تھی اور سب حضور (صلعم) کی بعثت و رسالت کا عقیدہ بھی رکھتے تھے لیکن مسلم، یہود و نصاریٰ کی تفریق ختم کر کے ایک قوم نہیں کہہ سکتے کیونکہ اب آخری نبی حضرت محمد (صلعم) کی تشریف آوری کے بعد انہوں نے حضور (صلعم) کی نبوت کا انکار کر دیا (اور انکار کرنیوالے اور اقرار کرنیوالے دو الگ الگ فرقے ہوگئے)

ھاں! اگلی امتوں کے وہ لوگ جنہوں نے اپنے زمانے کے نبی کی اتباع کی اور حضور (صلعم) کی رسالت کے بھی قائل تھے لیکن حضور صلعم کی بعثت سے قبل ہی اس دنیا سے گذر گئے اور انہیں حضور (صلعم) کی رسالت پر ایمان لانے کا موقع ہی نصیب نہ ملا تو وہ یقیناً مومن و مسلم ہیں۔ قرآنِ کریم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک ایسے ہی امتی کا مومن کی صفت سے ذکر کرتا ہے

"قال رجل مومن من آل فرعون یکتم ایمانہ اتقتلون رجلاً ان یقول ربی اللہ" پ ۲۴ ع ۹

اسی طرح بارہویں امام کی آمد سے قبل گیارہ امامانِ حق میں ہر ایک زمانہ کے جو لوگ اپنے امامِ زمانہ کی صحیح معنوں میں اتباع کرتے رہے اور اماموں کے بارہ۱۲ ہونے اور بارہویں امام پر بھی یقین و ایمان رکھتے تھے وہ شیعانِ اثنا عشری میں شامل اور مومن ہیں لیکن جنہوں نے آئمہ حق کے بارہ۱۲ ہونے سے یا بارہویں امام کی تشریف آوری کے بعد انکی امامت سے انکار کر دیا تو وہ شیعہ اثنا عشریہ جماعت سے خارج ہیں چاہے وہ بارہویں امام کا اجمالی عقیدہ بھی رکھتے رہے ہوں۔<

سوال نمبر ۳ ۔ کیا شیعہ مذہب کے داعی پیغمبر (صلعم) تھے کوئی شیعہ انکا قائل نہیں اگر ایسا ہوتا تو آپ کے تمام صحابہ و پیروکاروں کو شیعہ مرتد و منافق کہنے کی بجائے مومن و شیعہ مانتے۔ کیا حضرت علیؑ و حسینؑ مذہبِ شیعہ کے داعی تھے، کوئی شیعہ اثنا عشری مذہب کے اصول و فروع ان سے ثابت نہیں کر سکتا تبھی تو ان پر تقیہ کا الزام شنیع لگاتے ہیں البتہ اپنے مذہب کا معلّمِ اوّل حضرت جعفر صادقؑ کو مانتے ہیں اور جعفری کہلاتے ہیں تو جو مذہب پیغمبرؐ اور صحابہ اہل بیتؑ سے ثابت نہ ہو وہ سب مسلمانوں پر کیسے حجت ہو سکتا ہے اور اسکے انکار پر کفر کیسے لازم آتا ہے۔

جواب قولہ ۔ کیا شیعہ مذہب کے داعی پیغمبرؐ تھے کوئی شیعہ اسکا قائل نہیں۔ <

اقول ۔ خدا معلوم یہ حافظ صاحب کس دنیا میں رہتے ہیں، شیعہ مذہب کا بنیادی مسئلہ ہی یہی ہے کہ حضور (صلعم) نے حضرت علیؑ پر اپنے بعد امام ہونے کی نص فرمادی تھی، اس لیئے شیعہ حضرت علیؑ کو امامِ اوّل بلافصل مانتے ہیں۔ حضور (صلعم) نے ابتدائے بعثت سے لیکر زندگی کے آخری لمحوں تک بیسیوں دفعہ مختلف انداز میں بار بار فرمایا کہ میرے بعد علیؑ کو اپنا ہادی و رہبر بنانا۔ پھر کس طرح کوئی عقل اندھا یہ کہہ سکتا ہے کہ علیؑ کی امامت (جو شیعہ مذہب کی بنیاد ہے) کے داعی پیغمبر علیہ السلام نہیں تھے

سوال نمبر ۲ ملاحظہ ہو کہ پہلی حضور (صلعم) نے فرمایا کہ علیؑ میرے بعد خلیفہ ہوگا (دعوتِ ذوالعشیرہ جیسا کہ ذکر ہوا) کبھی فرمایا میں علی سے ہوں علی مجھ سے ہے، علی میرے بعد ہر مومن کا ولی ہے کبھی فرمایا ہر نبی کا وصی ہوتا ہے اور علی میرا وصی ہے (مودۃ القربیٰ مودۃ الثانیہ) کبھی فرمایا علیؑ کے شیعہ (پیروکار) کامیاب ہیں، خیر البریہ ہیں (الدیلمی کمانی ینابیع ص۱۸۱ وعن ذاتہ ینابیع ص۳۰)

خم غدیر میں صاف فرمایا جو مجھے ولی و مولی مانتا ہے علیؑ کو مانے (کنز العمال، جلد ۳ اسند براء) جیسا کہ سوال نمبر ۲ کے جواب میں مذکور ہوا البتہ اہلِ سنت کے داعی یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ ان کے مذہب کے داعی پیغمبر (صلعم) تھے کیونکہ اہلِ سنت کے نزدیک حضور (صلعم) نے کسی کے ہادی یا امام ہونے کی نص نہیں فرمائی۔

قولہ ۔ اگر ایسا ہوتا تو آپؑ کے تمام صحابہ کو شیعہ، مرتد و منافق کہنے کی بجائے مومن و شیعہ ملتے۔

اقول ۔ پیغمبر (صلعم) کے داعی ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضورؐ کے تمام صحابہ کو مومن شیعہ تسلیم کر لیا جائے بلکہ تمام صحابہ کے اس دعوت کو قبول کر لینے سے یہ لازم آتا ہے کہ تمام کو شیعہ مان لیا جائے لیکن بدقسمتی سے تمام صحابہ نے اس دعوت کو قبول نہیں کیا۔ حافظ جی کا یہ کہنا کہ نعوذ باللہ شیعہ تمام صحابہ کو مرتد و منافق کہتے ہیں ایک ایسا افتراء و بہتان ہے جس کی ہم اللہ کی درگاہ میں فریاد کرتے ہیں (مفصل بحث کیلئے دیکھئے سوال نمبر ۴۳ اور ۵۳)

قولہ ۔ کیا علیؑ و حسنینؑ مذہب شیعہ کے داعی تھے کوئی شیعہ ان سے اثنا عشری مذہب کے اصول ثابت نہیں کر سکتا تبھی تو ان پر تقیہ کا الزام تشیع لگاتے ہیں

اقول ۔ واہ جی حافظ جی! آپ کی الٹی کھوپڑی پر قربان۔ کیا بات کہی ہے "حضرت علیؑ شیعہ مذہب کے داعی نہ تھے" حافظ جی اگر حضرت علیؑ شیعہ مذہب کے داعی نہ تھے تو وہ شیعہ کہاں سے آ گئے جن کی تعریف حضور (صلعم) فرماتے ہیں کہ والذی نفسی بیدہ ان ھذا (اے علیاً) وشیعتہٗ ھم الفائزون ۔ **ترجمہ** ۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میرا نفس ہے یہ شخص اور اس کے شیعہ ہی کامیاب ہیں جن کے متعلق شاہ ولی اللہ تحفہ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں۔ اول کسے کہ شیعہ ملقب شد جماعۃ از مہاجرین و انصار و تابعین ایشاں اند کہ شایعت و متابعت حضرت مرتضیٰ نمودند۔

۲۔ اگر حسن علیہ السلام شیعہ مذہب کے داعی نہ تھے تو امیر معاویہ کے ساتھ ہونے والے معاہدہ میں ایک شرط یہ کیوں رکھی تھی کہ ہمارے شیعوں کو ایذا نہ دی جائے۔

۳۔ اگر امام حسین علیہ السلام شیعہ مذہب کے داعی نہ ہوتے تو بقول آپ حضرات کے کہ کوفہ کے منافقین کے اس طرح دعوت دینے پر کہ "ہم آپؑ کے شیعہ ہیں" دعوت قبول کرتے ہوئے کوفہ تشریف نہ لے جاتے۔

حضرت علیؑ اور حسنینؑ کے تقیہ کی بھی خوب کہی۔ کیا یہ حضرت علیؑ کا ناکثین، قاسطین، مارقین سے جنگ تقیہ تھا! کیا امام حسن علیہ السلام کا باپ کے بعد جنگ جاری رکھنا اور مجبور ہو کر اور یہ کہہ کر مجبوراً صلح کرنا کہ (ان معاویۃ دعانا الی امر لیس فیہ عزولا نصفۃ فان ودتم رددناہ و خاصمناہ الی اللہ تعالیٰ وان ابیتم قبلناہ فناداہ الناس من کل جانب البقیہ البقیہ۔

ترجمہ ۔ معاویہ نے ایسے امر کی طرف بلایا ہے جس میں نہ عزت ہے نہ انصاف۔ اگر تم میرا ساتھ دو تو ہم اسکی بات رد کر دیں۔ اور اللہ کی خاطر اس سے جنگ کریں اور اگر تم ساتھ دینے سے انکار کر دو تو اسکی بات قبول کر لیں۔ ہر طرف سے لوگ پکارے

اٹھے۔ باقی رہ جانے والوں کو بچالو (تذکرۃ الخواص الامۃ الباب الثامن ص۱۱۳) کیا یہ تقیہ تھا۔ کیا امام حسین علیہ السلام کا بہتر ۷۲ جاں نثاران کیساتھ شہید ہو جانا تقیہ تھا؟

قولہ - البتہ شیعہ اپنے مذہب کا معلم اول حضرت جعفر صادقؑ کو مانتے ہیں اور جعفری کہلاتے ہیں۔

اقول - سائل صاحب! اگر یہ آپ کسی شیعہ عالم مجتہد کے قول کی بناء پر کہہ رہے ہیں تو ذرا اس مجتہد عالم یا امام کا نام لیں یا یہ آپکو الہام ہوا ہے تو یہ آپکو شیطان کیطرف الہام ہوا ہے یا آپ یہ اس بناء پر کہہ رہے ہیں کہ چونکہ شیعہ جعفری بھی کہلاتے ہیں لہذا انکا معلم اول حضرت جعفرؑ۔ اگر یہ بات ہے تو حنفیوں کا معلم اول حضرت ابو حنیفہ۔ حنبلیوں کے احمد بن حنبل وغیرہ قرار پائیں گے خصوصاً جبکہ ابو حنیفہ کے فتاویٰ اکثر و بیشتر صحاح ستہ کی احادیث کیخلاف ہیں۔ دیکھو کتاب ظفر المبین فی رد المقلدین جو اہلحدیث نے حنفیوں پر طعن کرتے ہوئے لکھی ہے اس میں پورے ایک سو مسائل کو ارشادات رسالت کیخلاف ثابت کیا ہے۔ شیعہ اپنے مذہب کا شارع اور معلم اول حضور نبی کریم (صلعم) ہی کو مانتے ہیں جنکے بعد انکی تعلیم معصوم بارہ ۱۲ اماموں کے ذریعہ متصلاً بالترتیب ہم تک پہنچی ان سب کی تعلیم یک جیسی ہے۔ اسی لیے امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "ہم اہل بیت سے کوئی بات صادر نہیں ہوتی مگر حضرت علیؑ کی رائے کیمطابق (جیساکہ سوال نمبر ۲ میں بیان ہوا) نیز جناب صادق علیہ السلام کا یہ ارشاد "ما جاء به علی آخذ به" جو کچھ علیؑ روایت میں لائے ہیں وہ اختیار کرتا ہوں۔ اسی امر کیطرف اشارہ ہے کہ میرا ہر فتویٰ حضرت علی علیہ السلام کے ارشادات کیمطابق ہے۔ (سائل مصنف نے اپنے سوال نمبر ۱۳ میں اسی روایت کا ذکر کیا ہے)

۳ **قولہ** - بھلا بتائیے جو مذہب پیغمبر اور صحابہؓ اہل بیت سے ثابت نہ ہو وہ سب مسلمانوں پر کیسے حجت اور اسکے انکار پر کفر کیسے لازم آسکتا ہے؟

اقول - اسے کہتے ہیں سہ خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد۔ یہ ہے دیدہ دلیری اور خیرہ چشمی کی انتہا۔ وہ دین جو ان معصوم ہادیانِ دین سے جنہیں حضور (صلعم) نے اپنی امت مع صحابہ کیلئے اپنے بعد باعثِ ہدایت بتایا تھا (یعنی اہل بیت اور قرآن) ہم تک پہنچا۔ جو دین ایک امام سے دوسرے امام تک بسلسلہ متصلہ ہوتا ہوا ہم تک پہنچا وہ تو حجت نہیں ہو سکتا لیکن وہ دین جو ایک خود ساختہ امام نے جو حضور (صلعم) تک کوئی سلسلۂ اتصال نہیں رکھتا قیاس کی بناء پر حضور (صلعم) کے ذیڑھ سو سال بعد پیش کیا وہ تمام مسلمانوں کیلئے حجت ہو (حدیث ثقلین اور عبد اللہ بن عباس کی حدیث جسکا سوال نمبر ۱ کے ضمن میں ذکر ہوا ان حضرات کے ہادی اور معصوم ہونیکی گواہ ہیں۔ یہ صحابہؓ اہل بیت کی ترکیب سو سوالات کے سائل کی ایجاد بندہ ہے ورنہ حدیث ثقلین سے ظاہر ہے کہ صحابہ ہدایت کے محتاج اور اہل بیت انکے ہادی ہیں۔

سوال نمبر ۴ - کیا امامت علیؑ کا پرچار صحابہؓ کرام سے بیزاری انکی بدگوئی کرنا اور ایمان سے خارج ماننا شیعہ مذہب میں ضروری ہے اگر یہ باتیں شیعہ کا عین ایمان ہیں تو انکے موجد حضرت جعفر صادق علیہ السلام نہ تھے ایک دشمنِ اسلام یہودی تھا شیعہ کے معتمد عالم کشی رقمطراز ہیں "بعض اہل علم کا بیان ہے کہ عبد اللہ بن سبا یہودی تھا" مسلمان بن کر حضرت علیؑ سے محبت کرنے لگا وہ اپنی یہودیت کے دوران بھی غلو سے کہتا تھا، حضرت یوشع حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصی ہیں تو دوران اسلام بھی حضرت علیؑ کے متعلق وصی و امام بلافصل ہونیکا دعویٰ کیا یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے حضرت علیؑ کی امامت کو فرض (جزو ایمان) بتایا، آپ کے سیاسی مخالفین سے تبرا کیا، انکی خوب توہین کر کے انکو کافر تک بتایا، یہیں سے مخالفین شیعہ کہتے ہیں۔ اصل الرفض ماخوذ من الیہودیۃ۔ کہ مذہب شیعہ کی بنیاد یہودیت سے لی گئی ہے۔

جواب قولہ - کیا امامت علیؑ کا پرچار شیعہ مذہب میں ضروری ہے۔

اقول ۔ بلاشک امامتِ علیؑ کا پرچار نہ صرف شیعہ مذہب والوں کیلئے ضروری ہے بلکہ ہر مسلمان پر لازم و واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "تم بہترین امت ہو لوگوں کو اچھائی کا امر کرتے ہو اور برائی سے روکتے ہو" اور امامتِ علیؑ کو قبول کرنا اور علیؑ کی اطاعت امرِ خیر ہے کیونکہ حضور (صلعم) نے فرمایا "جس نے علیؑ کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے علیؑ کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی" پس مسلمانوں کو نبی کریم (صلعم) کی نافرمانی سے بچنے کیلئے ضرور ہر مسلمان کا فرض ہے کہ علیؑ کی اطاعت کا اور امامت کا پرچار کرے۔

قولہ ۔ صحابہ کرام سے بیزاری۔ انکی بدگوئی کرنا اور ایمان سے خارج ماننا شیعہ مذہب میں ضروری ہے۔

اقول ۔ عیاذاً باللہ صحابہ سے بیزاری، انکی بدگوئی تو کفر و نفاق ہے، صحابۂ رسول سے محبت رسول (صلعم) سے محبت کی علامت ہے۔ کوئی بھی مسلمان صحابہ سے بیزاری کا اظہار نہ کرتا ہے نہ کر سکتا ہے صرف فرق یہ ہے کہ حافظ صاحب اور انکے ہم خیال ہر درباری رسول (صلعم) کو صحابی رسول سمجھتے ہیں اور ہم شیعہ قرآنِ کریم کے ارشادات (سورۂ منافقین اور دیگر آیات) کے تحت حضور (صلعم) کے درباریوں کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ کچھ ان میں سے صحابی تھے اور کچھ منافق۔ صحابی قابلِ محبت و احترام ہے اور منافق قابلِ نفرت و بیزاری ہیں بکثرت احادیث بتاتی ہیں کہ علیؑ سے محبت کرنے والا مومن (پس صحابی) اور علیؑ سے بغض رکھنے والا منافق ہے۔ پس حضور صلعم کے درباریوں میں سے جسکو علیؑ کا محب دیکھتے ہیں اسے صحابی قابلِ احترام اپنا آقا تسلیم کرتے ہیں چاہے وہ حبشہ کا حبشی ہو یا فارس و ایران کا فارسی۔ جسے حضرت علیؑ سے بغض رکھتے ہوئے دیکھتے ہیں اُسے منافق اور اس سے بیزاری کو اپنا جزوِ ایمان سمجھتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

"اے ایمان والو! میرے دشمن اور اپنے دشمن کو دوست نہ بناؤ" (۶۰-۱)

قولہ ۔ علامہ کشی رقمطراز ہیں کہ عبداللہ بن سبا یہودی تھا.... علیؑ کے متعلق وصی و امام (بلا فصل) کا دعویٰ کیا۔

اقول ۔ حضرت یوشع کو موسیٰ علیہ السلام کا وصی عبداللہ بن سبا نے نہیں بلکہ خود رسول کریم (صلعم) نے فرمایا ہے۔ سلمان فارسی سے روایت ہے کہ میں حضور (صلعم) کے آخری وقت انکی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ آپ نے بھی کسی کو وصی بنایا۔ حضور (صلعم) نے فرمایا، سلمان جانتے ہو وصی کون ہوتے ہیں، میں نے کہا اللہ اور اسکا رسولؐ بہتر جانتے ہیں، حضور (صلعم) نے فرمایا کہ آدمؑ کا وصی شیث تھا اور وہ آدم علیہ السلام کے بعد رہ جانیوالوں میں سے سب سے افضل تھا، نوحؑ کا وصی سام تھا اور وہ نوحؑ کے بعد رہ جانیوالوں میں افضل تھا، موسیٰؑ کا وصی یوشع تھا اور وہ موسیٰؑ کے بعد رہ جانیوالوں میں سب سے افضل تھا، عیسیٰؑ کا وصی شمعون تھا اور وہ عیسیٰؑ کے بعد رہ جانیوالوں میں سب سے افضل تھا میں نے علیؑ کو اپنا وصی بنایا اور وہ میرے بعد والوں میں سب سے افضل ہے"

(ینابیع المودہ۔ المودۃ الرابعہ ص۲۵۳) مودۃ القربیٰ مطالب السئول۔ سیرتِ حلبیہ میں علی علیہ السلام کے وصی ہونیکا ذکر کیا گیا ہے ابن سبا کا غلو یہ نہ تھا کہ اس نے جناب یوشع کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اور حضرت علی علیہ السلام کو حضور نبی کریم (صلعم) کا وصی کہا تھا بلکہ غلو یہ تھا کہ دونوں کو خدا کہہ دیا تھا۔ اب رجال کشی کی اصل عبارت دیکھئے اُس میں یہ نہیں کہ غلو سے وصی کہا تھا۔ رجال کشی میں ہے:- وذکر بعض اهل العلم ان عبداللہ بن سبا کان یهودیاً فاسلم و والی علیاً علیہ السلام وکان یقول و هو یهودیا فی یوشع بن نون وصی موسیٰ علیہ السلام بالغلو فقال فی اسلامہ بعد بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ فی علی علیہ السلام مثل ذالک۔ **ترجمہ** ۔ بعض اہل علم نے مشہور کیا ہے کہ عبداللہ بن سبا یہودی تھا، پھر اسلام لایا اور علی علیہ السلام سے محبت کرنے لگا اور وہ جب یہودی تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصی یوشع بن نون کے بارے غلو کرتا تھا (اسے خدا

۱؎ چاہے وہ کوئی ہو نبی کریمؐ کا رشتہ دار، ساتھی یا کوئی اور ہو۔ ۲؎ متن سوال نمبر ۲ کے جواب میں مذکور ہے۔

کہتا تھا) اور اسلام میں آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کی وفات کے بعد حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں ایسا کہنے لگا (دنیا جانتی ہے کہ اس نے حضرت علیؑ کو خدا کہا تھا)

قولہ ۔ یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے حضرت علیؑ کی امامت کو فرض (جزو ایمان) ایمان بتایا آپ کے سیاسی مخالفین سے تبرا کیا انکی خوب توہین کر کے انکو کافر تک بنایا، یہیں سے مخالفین کہتے ہیں ۔ الخ

اقول ۔ حافظ صاحب نے یہاں رجال کشی کی عبارت کا ترجمہ دھوکا دینے کیلئے غلط کیا ہے۔ کشی کی عبارت یہ ہے، وکان اوّل من اشھر بالقول بفرض امامۃ علی و اظھر البرأۃ من اعدائہ کاشف مخالفیہ وکفرھم فمن ھٰذا قال من خالف الشیعۃ ..... الخ۔ **ترجمہ** ۔ اور وہ پہلا شخص تھا جس نے حضرت علیؑ کی امامت کے فرض ہونیکے قول کو مشہور کیا اور اس کے دشمنوں سے تبرا کا اظہار کیا اور مخالفوں کے کفر کو کھولا۔

اس عبارت میں کہیں نہیں کہ اس نے پہلے پہل (علیؑ کی امامت کو فرض بتایا) بلکہ یہ ہے کہ مشہور کیا ۔ اسی طرح یہ نہیں کہ اس نے سب سے پہلے تبرا کیا بلکہ یہ ہے کہ تبرا کا اظہار کیا۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ علیؑ کی امامت کو فرض تو نبی کریم (صلعم) ہی نے بتایا تھا مگر مخالفین کے غلبہ کی وجہ سے شیعانِ علیؑ اسکو شہرت نہیں دیتے تھے نہ دشمنان علیؑ سے تبرا کا اظہار کرتے تھے مگر اس نے یہ دونوں باتیں کر ڈالیں ۔ اگر اس امر کا اندازہ لگانا ہو کہ اسوقت ان امور کا اظہار کسقدر پر خطر تھا تو اہلِ سنت کے دو بزرگوں کے اقوال پر نظر ڈالیں۔

۱۔ حسن بصری ۔ تہذیب (حافظ جمال المزنی) و تہذیب التہذیب (کمال) عن یوسف بن عبید قال سألت الحسن البصری یا ابا سعید (کنیۃ) انک تقول قال رسول اللہ وانک لم تدرکہ قال یا ابن اخی سألتنی من شئ ما سألنی عنہ احد ولولا منزلتک عندی ما اخبرتک انی فی زمان کما تری (وکان فی العمل الحجاج) اذا سمعتنی اقول قال رسول اللہ فھو من علی غیر انی فی زمان لا استطیع ان اذکر علیاً۔

ترجمہ ۔ یوسف بن عبید سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ میں نے حسن بصری سے پوچھا اے ابو سعید (یہ اسکی کنیت ہے) تم کہتے ہو کہ رسول اللہ (صلعم) نے فرمایا حالانکہ تم نے رسول اللہ صلعم کا زمانہ نہیں پایا۔ اس نے (حسن بصری نے) کہا بھتیجے تو نے مجھ سے وہ بات پوچھی جو مجھ سے کسی نے نہیں پوچھی اگر میرے نزدیک تیرا ایک مقام نہ ہوتا تو میں تجھے کبھی نہ بتاتا، میں اس زمانے میں ہوں جسے تو دیکھ رہا ہے (وہ حجاج کی حکومت کا زمانہ تھا) جب تو مجھ سے سنے کہ میں کہہ رہا ہوں ——— کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا تو حقیقت میں وہ "حدیث" علیؑ سے ہوتی ہے اس کے سوا نہیں کہ میں ایسے زمانہ میں ہوں کہ علیؑ کا ذکر نہیں کر سکتا۔

۲۔ امام شافعی ۔ ینابیع المودۃ ۔ الباب الثانی والستون ص ۳۵۵ نقل الامام فخر الدین الرازی ان المزنی قال قلت للشافعی انک لتوالی اھل بیت فلو عملت فی ھٰذا الباب ابیاتاً فقال ؎

ما زال کتمانیک حتی کاننی ؛ برد جواب السائلین لاعجم ؎ واکتم ودی مع صفا مودتی ؛ لتسلم من قول الوشاۃ واسلم ۔

ترجمہ ۔ امام فخر الدین رازی نے نقل کیا ہے کہ مزنی نے کہا کہ میں نے شافعی سے کہا کہ تو اہلِ بیت سے محبت کرتا ہے کاش تو اس بارے میں اشعار کہتا تو اس نے کہا کہ ؎ میں تم سے یہ امر ہمیشہ پوشیدہ رکھتا رہا ہوں یہاں تک کہ گویا میں پوچھنے والوں کو

جوب دینے سے گونگا ہوں میں باوجود اپنی خالص محبت کے اسے چھپاتا ہوں تاکہ تو بھی بچا رہے اور میں بھی بچا رہوں

قول: حضور سیاسی مخالفین سے تبرا کیا۔

اقول: حضور صلعم کے اس امر خلافت و امامت کو حافظ صاحب اور ان کے ہم خیال محض ایک سیاسی کھیل اور اس امر میں اہل بیت کے مخالفین کو انکے سیاسی مخالفین سمجھتے ہوں تو یہ انکا اپنا نظریہ ہے ہم امامت کو احکام دین میں سے ایک اہم حکم اور امام کے مخالف کو دین کا مخالف سمجھتے ہیں اگر امامت صرف ایک سیاسی ضرورت ہے تو حضور صلعم کی اس متفق علیہ مسلم متواتر حدیث کا کیا مطلب ہوگا کہ من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ الجاھلیۃ (جو اپنے زمانہ کے امام کو پہچانے بغیر مرگیا وہ کفر کی موت مرا) جب امامت ایک سیاسی امر ہے تو نہ پہچاننے والا کفر کی موت کیوں مرا؟

قولہ۔ تبرا کیا۔

اقول۔ معلوم ابن سباء کسطرح تبرا کرتا تھا اور نہ معلوم حافظ جی تبرا سے کیا مراد لیتے ہیں۔ ہمارے نزدیک تبرا سے مراد بیزاری (کسی قسم کا تعلق نہ رکھنا) کسی شخص کے اعمال و افعال کو اچھا نہ سمجھنا، اسے ہم دشمنانِ اہل بیت سے فروری اور فرض سمجھتے ہیں کیونکہ قرآن کریم کا یہی حکم ہے کہ " اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لانے والے اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی کرنے والوں سے محبت نہیں کرتے چاہے وہ ماں، باپ، اولاد اور اقرباء ہی کیوں نہ ہوں (۵۸-۲۲)

قولہ: توھین کی۔

اقول۔ ہم ابن سبا کے اس فعل کو نفرت سے دیکھتے ہیں کسی کو زبان سے برا کہنا یا توہین کرنا ہمارے نزدیک غیر مستحسن فعل ہے ہمارا عمل تو حضرت علیؑ کے اس ارشاد پر ہے (کتاب صفین ص۱۱۵) کرھت انی تکونو العانین تشتمون تلعنون ولکن لو وصفتم مساوی اعمالھم وقلتم من سیرتھم کذا وکذا ومن اعمالھم کذا وکذا کان النسب قولاً۔

ترجمہ۔ (جب معاویہ اور اس کے لشکر والوں نے حضرت علیؑ پر۔ عیاذاً باللہ۔ لعن کیا اور حضرت علیؑ کے لشکر والوں نے جواباً معاویہ پر لعن کیا تو حضرت علیؑ نے اپنے لشکر والوں کو فرمایا) میں پسند نہیں کرتا کہ تم لعنت کرنیوالے ہو۔ گالیاں اور لعنت کرو لیکن اگر تم انکی سیرت بیان کرو اور کہو کہ انکی سیرت ایسی ہے اور انکے اعمال ایسے ایسے ہیں تو یہ مناسب بات ہے۔

قولہ۔ کافر تک کہا۔

اقول۔ یہ سبا ملعون کا غلو ہے ہم منکر امامت علیؑ کو کافر نہیں کہتے۔ ضال و مضل کہتے ہیں ہمارے نزدیک توحید کا منکر مشرک، نبوت کا منکر کافر اور امامت کا منکر ضال و مضل (یعنی گمراہ اور گمراہ کرنے والا) ہے

سوال نمبر ۵ ۔ کیا شیعہ عقیدہ میں حضرت علیؑ ما فوق الاسباب مشکل کشاء، حاجت روا، روزی رساں، مختار کل عالم الغیب اور اوصاف بشر سے بالا بہت کچھ تھے۔ اگر جواب اثبات میں ہے تو حضرت علیؑ کے رب اور مشکل کشا ہونیکی تعلیم اسی یہودی نے دی۔ حضرت امام جعفر صادق فرماتے ہیں "عبداللہ بن سبا پر اللہ کی لعنت ہو اس نے امیرالمومنینؑ میں اوصاف ربوبیت کا دعویٰ کیا۔ اللہ کی قسم حضرت علیؑ اللہ کے عاجز و طائع بندے تھے جو ہم پر جھوٹ باندھے اس پر تباہی ہو۔ ایک قوم (شیعہ) ہمارے متعلق وہ کچھ کہتی ہے جو ہم اپنے متعلق نہیں کہہ سکتے۔ ہم ان سے بیزار ہیں ہم اللہ کیطرف رجوع کرتے ہیں۔ (رجال کشی ص۷۱)

جواب قولہ ۔ کیا شیعہ اعتقاد میں۔۔۔۔ حضرت علیؑ

اقول ۔ نوٹ :۔ واضح رہے کہ حافظ جی نے حسب عادت ترجمہ میں تحریف کی ہے ۔ اصل عبارت میں ادعی الربوبیۃ ہے حافظ جی نے اوصافِ ربوبیت لکھا ہے اصل عبارت میں "عبد طالع" ہے حافظ جی نے عاجز و طالع دونوں لکھے خطوط و حوانی میں شیعہ ایزاد کیا ۔ }

حافظ جی ! اعتراض وارد کرنیکا یہ طریقہ نہیں ہوتا کہ "کیا تمہارے اعتقاد میں ۔۔۔ ہے" ؛ بلکہ پہلے آپکو شیعہ عقیدہ کہنا چاہیئے تھا اور پھر اعتراض وارد کرتے یہ ابن سبا کے باطل ہونیکی دلیل ہے ۔ یہی جناب صادق علیہ السلام کا قول ہے جسکا ذکر خود آپ نے اعتراض میں کردیا ۔ آپ پہلے محمدؐ و آلِ محمدؑ علیہم الصلوٰۃ و السلام کے متعلق شیعہ عقیدہ سمجھ لیجئے پھر اپنے سوال پر غور کیجئے ۔

ہمارا عقیدہ ہے ۔ رحمت کا مالک رحمٰن اللہ تعالیٰ ہے اور اسکی رحمت کے امین و خزینہ دار محمدؐ و آلِ محمدؑ ہیں (وما ارسلنک الا رحمۃ للعٰلمین)

ہر فیض و ہر عطا اللہ تعالیٰ کیطرف سے ہے لیکن محمدؐ و آلِ محمدؑ کی وساطت اور ان کے وسیلے سے ہے جب تک اللہ تعالیٰ نہ دے یہ کچھ نہیں دے سکتے لیکن جب تک ان کے دروازہ تک نہ آیا جائے انہیں وسیلہ نہ بنایا جائے اللہ تعالیٰ عطا نہیں کرتا ۔ سب سے زیادہ اجابت و قبولیت کے قرین دعا توبہ و استغفار کی دعا ہے لیکن توبہ و استغفار قبول نہیں جب تک انکے دروازہ پر نہ آئیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ وانہم اذ ظلموا جاءوک فاستغفروا اللہ واستغفر لہم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما ۔ س۵ / ۶۴

ترجمہ ۔ اور تحقیق وہ جب ظلم کر بیٹھیں پس تیرے پاس آئیں اور اللہ سے استغفار کریں اور رسول بھی ان کے لیئے استغفار کرلے تو اللہ کو توبہ قبول کرنیوالا اور رحیم پائیں گے ۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ جب تک حضور صلعم کے دروازے پر نہ جائیں مغفرت نہ ہوگی ۔ اب شیعہ عقیدہ کی تصدیق اہلِ سنت کی کتابوں میں دیکھئے ۔

۱۔ محمدؐ و آلِ محمدؑ رحمتِ خداوندی کے خزین (خزینہ دار) ہیں ۔

(ل) مدارج النبوۃ ۔ شاہ عبدالحق دہلوی صفحہ ۱۲۰ ۔ رزق ہمہ در کف اقتدار وے سپرد و قوت تربیتِ ظاہر و باطن ہمہ بوے داد ۔ چنانکہ مفاتیح غیب در دستِ علم الٰہی است نے داند مگر وے مفاتیح خزائن رزق و قسمت آں در دست ایں سید کریم نہادہ قولہ (صلعم) انما انا قاسم و المعطی ھو اللہ ۔ **ترجمہ** ۔ رزق سب اس کے قبضۂ قدرت میں رکھ دیا اور سب (مخلوق) کی ظاہری اور باطنی تربیت اسکے حوالے کردی چنانچہ مفاتیح غیب علمِ الٰہی کے ہاتھ میں ہیں کوئی بھی غیب نہیں جانتا سوائے اسکی ذات کے اور رزق اور رزق کی تقسیم کے خزانوں کی مفاتیح (کنجیاں) اس سید کریم کے ہاتھ میں دے دیں حضور (صلعم) کا قول ہے میں تو تقسیم کرنے والا ہوں عطا تو کرنیوالا وہ اللہ ہے ۔ ۔

(ب) الانوار المحمدیہ (شیخ نبہانی مصری) صفحہ ۱۹۹ (مطبوعہ مصر) انہ اعطاہ مفاتیح الخزائن قال بعضہم ھی خزائن اجناس العالم لیخرج لہم بقدر ما یطلبونہ لذواتہم فکل ما ظہر من رزق العالم فان الاسم الالٰہی لا یعطیہ الا عن ید محمد (صلعم) الذی بیدہ المفاتیح ۔ **ترجمہ** ۔ اس (اللہ تعالیٰ) نے

اُس (حضرت محمدؐ (صلعم) کو خزانوں کی کنجیاں عطا کر دیں بعض علماء نے کہا کہ وہ اجناس عالم کے خزانے ہیں تاکہ انکے لیئے آسایاں لائے جتنا وہ اپنے لیئے طلب کرتے ہیں پس جو بھی دنیا والوں کو رزق پہنچتا ہے اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم عطا نہیں کرتا مگر محمدؐ (صلعم) کے ہاتھ سے جس کے ہاتھ میں کنجیاں ہیں۔

۲- ہر فیض اور ہر عطا ان ہی کی بدولت ہے۔ مودۃ القربیٰ۔ المودۃ الثانیہ :- عن جابر قال کان رسول اللہ صلعم یقول توسلو بمحبتنا الی اللہ واستشفعوا بنا فان بنا تکرمون وبنا تحیون وبنا ترزقون فاذا غاب مناغائب فهجنونا امنائنا غداً کلهم فی الجنۃ۔ **ترجمہ۔** جابر سے روایت ہے کہ نبی کریم صلعم فرمایا کرتے تھے کہ ہماری (محمدؐ وآل محمدؐ کی) محبت کو وسیلہ بناؤ اور ہمیں اپنا شفیع بناؤ۔ پس تحقیق ہماری بدولت تم رزق دیئے جاتے ہو ہماری بدولت تمہیں اکرام و عزت حاصل ہے ہماری بدولت تم زندگی بسر کرتے ہو جب ہمارا غائب ہونیوالا (مہدیؑ) غائب ہوگا تو ہمارے محب ہمارے امین ہونگے۔ وہ سب جنتی ہیں۔

قولہ : کیا حضرت علیؑ مافوق الاسباب ----

اقول۔ معلوم اس (مافوق الاسباب) کے لفظ سے حافظ صاحب کی کیا مراد ہے اگر انکی مراد اس سے "کسی امر کو بغیر عادی اسباب کے استعمال کے واقع کرنا ہے"، جیسے کسی بیمار کو بغیر ادویات وغیرہ اسباب کے تندرست کر دینا یا جیسے آگ کو بغیر پانی مٹی وغیرہ بجھانے والے اسباب کے استعمال کے بغیر محض ہاتھ کے اشارہ سے بجھا دینا وغیرہ۔ جسے خرق عادت بھی کہتے ہیں، تو اس خرق عادت کا ظہور اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں سے بھی ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہیگا۔ اور شیطان کے مریدوں برے انسانوں سے بھی ہوا ہے اور ہوتا رہیگا۔ اگر یہ خرق عادت (یا بقول حافظ صاحب مافوق الاسباب کسی نبی سے تحدّی کے مقابل ہو تو معجزہ۔ بغیر تحدی کے ہو تو ارہاص۔ کسی امام یا ولی سے ہو تو کرامت اور اگر یہ خرق عادت کسی برے بندے سے ہو تو سحر یا جادو کہلاتا ہے۔ اب جبکہ اللہ تعالیٰ کے ایک نیک بندے سے بھی کرامت (بقول حافظ مافوق الاسباب) کا اظہار ہو سکتا ہے تو حضرت علیؑ جو نفس نبی کریم صلعم ہیں ان سے اسکا اظہار کیوں محال ہے۔

اور اگر مافوق الاسباب سے مراد حافظ صاحب کی کوئی اور امر ہے تو وضاحت پر جواب دیا جا سکتا ہے۔ اگر مافوق الاسباب سے مراد حافظ کی یہ ہے کہ کچھ نہ ہو اور ایک چیز وجود میں آجائے یعنی عدم محض سے وجود میں لانا تو یہ خاصہ خدا وندی ہے کسی مخلوق کے لیئے بھی یہ امر ثابت نہیں۔

قولہ : مشکل کشا، حاجت روا، روزی رساں ہیں۔

اقول۔ جیسا کہ پہلے وضاحت کر چکا ہوں حقیقی مشکل کشاء، حاجت رواء، روزی رساں، اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے حضور نبی کریم (صلعم) اور اہل بیت اس مشکل کشائی، حاجت روائی، روزی رسانی کا واسطہ اور وسیلہ ہیں اگر انہیں مجازی معنوں میں مشکل کشا، حاجت روا، روزی رساں کہہ دیا جائے تو لغت عرب اور اصول اسلام کے نہ خلاف ہے نہ گناہ۔ دیکھیئے اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خالق، نافع۔ روح بمبرئی الاکمہ والابرص فرما رہا ہے۔ و اذ تخلق من الطین کھیئۃ الطیر باذنی فتنفخ فیھا فتکون طیراً باذنی وتبرئ الاکمہ والابرص باذنی واذ تخرج الموتیٰ باذنی۔ **ترجمہ۔** جب تو مٹی سے پرندے

کی شکل کو میرے اذن سے خلق کرتا تھا اور اس میں روح پھونکتا اور وہ میرے اذن سے پرندہ ہوجاتا اور تو مادر زاد اندھے اور برص کو میرے اذن سے تندرست کردیتا اور جب تو مردہ کو میرے اذن سے زندہ کردیتا تھا۔ دیکھیئے کہ حقیقی معنوں میں خالق نافخ روح۔ مبرئ محیٰی اللہ تعالیٰ ہے لیکن سب کام (باذن اللہ) حضرت عیسٰی علیہ السلام کیطرف منسوب فرما رہا ہے کیونکہ حضرت عیسٰی درمیان میں وسیلہ اور واسطہ ہیں۔ اسی طرح ہم حضرت علیؑ کو مجازاً مشکل کشاء باذن اللہ۔ حاجت روا باذن اللہ کہتے ہیں۔ (کیونکہ یہ ان امور کا واسطہ اور وسیلہ ہیں) نہ کہ ہم انہیں حقیقی معنوں میں مستقلاً مشکل کشاء اور روزی رساں کہتے ہیں۔

قولہ: مختار کل۔ عالم الغیب ہیں....

اقول۔ ہم شیعان ذوات مقدسہ کے مختار کل۔ عالم الغیب ہونیکے قائل نہیں ہیں۔ علی کل شئ قدیر اور عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے۔

حافظ صاحب نے اپنے سوالات میں ایک عجیب ترکیب (ٹیکنیک) سے کام لیا ہے کہ جسے میں نرم سے نرم لفظ میں شعبدہ بازی یا بازی گری ہی کہہ سکتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ سوال میں کچھ تو ہمارے عقیدہ کے موافق باتیں اور کچھ خلاف عقیدہ اکٹھی کردیتا ہے تاکہ جواب ہاں یا نہ میں ممکن نہ ہو۔ مجبوراً مجھے ایک ایک سوال کا جواب الگ الگ دینا پڑ رہا ہے۔

آپ شیعہ عقیدے پر نظر ڈالیئے تو واضح ہوجائیگا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابن سبا ملعون کے جس عقیدہ کیطرف اشارہ فرمایا ہے ہم اس کے معتقد نہیں بلکہ علیؑ کو اللہ کا طائع بندہ۔ بندوں اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطہ اور وسیلہ جانتے ہیں جو نبی کریم اور آئمہؑ کے فرمان کے عین مطابق ہے۔

سوال نمبر ۶۔ اگر یا علیؑ مدد کے نعرے۔ آپ کو غیب دان ماننا۔ مختار کل۔ نور من نور اللہ ماننے میں کفر و شرک اور یہودیت و نصرانیت کے ساتھ ہمرنگی نہیں تو حضرت زین العابدینؑ یوں کیوں فرماتے ہیں۔ یہود نے حضرت عزیرؑ سے محبت کی تو ان کے متعلق بہت کچھ کہنے لگے حضرت عزیرؑ کا نہ ان سے کچھ تعلق ہے نہ ان کا آپؑ سے۔ نصاریٰ نے حضرت عیسٰی علیہ السلام سے محبت کی تو انہوں نے آپکے حق میں بہت کچھ کہا حضرت عیسیٰؑ کا ان سے اور ان کا آپ سے کچھ تعلق نہیں بلاشبہ ہم اہلبیت سے بھی یہی معاملہ ہوگا۔ ہمارے شیعہ کی ایک قوم ہم سے محبت کریگی تو ہمارے حق میں وہی باتیں کہے گی جو یہود نے حضرت عزیر اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰؑ کے حق میں کیں نہ وہ ہم میں سے ہیں نہ ہمارا ان سے کوئی تعلق ہے۔

جواب قول۔ اگر یا علی مدد کے نعرے....

اقول۔ حضور (صلعم) کا ارشاد جو شیعہ وسنی دونوں کی کتب میں ہے۔

ینابیع المودۃ۔ الباب الثالث۔ فی بیان دوام الدنیا بدوام اہل بیتؑ ص ۱۹۔

اخرج احمد فی المناقب عن علی کرم اللہ وجہہ قال قال رسول اللہ (صلعم) النجوم امان لاھل السماء فاذا ذھبت النجوم ذھب اہل السماء واھل بیتی امان لاھل الارض فاذا ذھبت اھل بیتی ذھب اھل الارض۔ **ترجمہ**۔ تیسرا باب اس بیان میں کہ دنیا اہل بیت کے وجود کی بدولت قائم ہے۔ احمد نے مناقب

میں لکھا ہے کہ ستارے آسمان میں (رہنے) والوں کیلئے امان ہیں جب ستارے نہ رہے تو آسمان والے بھی نہ رہیں گے اور میری اہل بیتؑ زمین والوں کیلئے امان ہیں جب میری اہل بیت نہ رہیگی تو زمین والے بھی نہ رہیں گے۔

دوسری روایت۔ ینابیع المودۃ ص۲ فی نوادر الاصول۔ عن سلمہ بن الاکوع والصواعق قال قال رسول اللہ صلعم النجوم امان لاھل السموات واھل بیتی امان لامتی (اخرجہ جماعۃ) **ترجمہ:** کتاب نوادر الاصول میں سلمہ بن اکوع سے اور صواعق میں بھی کہ اس نے کہا کہ رسول اللہ (صلعم) نے فرمایا کہ ستارے آسمان والوں کے لیئے امان اور میری اہل بیت میری امت کے لیئے امان ہیں۔ (اسے ایک جماعت نے روایت کیا ہے)

حافظ صاحب! اہل بیت ہمارے لیئے امان ہیں تو امان طلب کرنیکے لیے "یا علیؑ مدد" کا نعرہ لگانا ہی پڑیگا۔ یہ ہم یا علیؑ مدد کہنے والوں کا احسان جانیئے کہ امان حاصل ہو رہی ہے اگر آپ کی طرح سب خدانخواستہ اس امان کے منکر ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ یہ امان اٹھالیگا اور آپ نہ رہیں گے نہ دنیا۔

قولہ: آپ کو مختار کل اور غیب دان ماننا...

اقول۔ سوال نمبر ۵ کے جواب میں لکھ چکا ہوں کہ ہمارے نزدیک عالم الغیب اور علیٰ کل شیئ قدیر صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے ہم محمدؐ و آل محمدؑ (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کو عالم الغیب نہیں کہتے اگر کہا جائے کہ "جب یا علیؑ مدد" کہنا جائز جانتے ہو تو گویا تم اقرار کرتے ہو کہ حضرت علیؑ تمہاری پکار سنتے ہیں یہ موجود و حاضر نہ ہوتے ہوئے پکار سننا علم غیب کو تسلیم کرنا ہی تو ہے تو میرا جواب ہوگا کہ جب اللہ تعالیٰ نے خود یہ حکم دیا ہے کہ حضور (صلعم) سے اپنے لیئے استغفار کی التجا کرو (جیسا کہ سابقاً ذکر ہوا) یہ حکم صرف حضور (صلعم) کے زمانہ والوں کیلئے نہیں تھا۔ آیت کا حکم عام ہے تو ہمیں بھی اپنے لیئے استغفار کی التجا حضور (صلعم) سے کرنا ہوگی اور یہ التجا ضرور حضور (صلعم) تک پہنچے گی اور کیونکہ اگر التجا حضور (صلعم) تک نہ پہنچتی ہو اور حضور (صلعم) ہمارے لیئے استغفار نہ کر سکتے ہوں تو یہ التجا کرنا فعل عبث ہوگا اور اللہ تعالیٰ کا کسی فعل عبث کیلئے حکم کرنا محال ہے اسیطرح جب حضور (صلعم) نے اہل بیتؑ کو ہمارے لیئے امان قرار دیا ہے تو ہماری یہ طلب امان ان تک ضرور پہنچتی ہے اب یہ کہ یہ التجا اور یہ طلب ان تک کسطرح پہنچتی ہے اسکے بارے ہمیں کچھ نہیں بتایا گیا۔

البتہ اہل سنت کی کتب حدیث میں ہماری آواز کے حضور (صلعم) تک پہنچنے کی ایک صورت کا ذکر ہے۔

سنن ابو داؤد۔ کتاب الحج۔ باب زیارۃ القبور۔ ان رسول اللہ قال ما من احد یسلم علیّ الا رد اللہ علیٰ روحی حتی ارد علیہ السلام۔ **ترجمہ**۔ کوئی شخص بھی مجھ پر سلام نہیں کہتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح کو لوٹاتا ہے تاکہ میں اسکے سلام کا جواب دے سکوں۔

مگر ہم اس کے قائل نہیں ہیں۔ نیز التاج الجامع للاصول فی احادیث الرسول (صلعم) تالیف شیخ منصور علی ناصف۔ جلد ۲۔ ص ۱۸۹ میں ہے وقال رسول اللہ (صلعم)۔ ..... وصلوا علیّ فان صلاتکم یبلغنی حیث کنتم۔ **ترجمہ**۔ میرے اوپر صلوٰۃ بھیجو۔ تمہاری صلوٰۃ مجھ تک پہنچتی ہے چاہے تم جہاں بھی ہو۔

پس جسطرح یہ سلام و صلوٰۃ حضور (صلعم) تک پہنچتے ہیں اسیطرح ہماری التجا، استغفار، طلب امان محمدؐ و آل محمدؑ

علیہم الصلوٰۃ والسلام تک پہنچتی ہے

قولہ ۔ نور من اللہ مانتے ہیں.....

اقول ۔ بلاشبہ ہم محمدؐ و آل محمدؐ کو بشر نورانی اور نور من اللہ مانتے ہیں اور اس امر کی تصدیق تو اہل سنت کی کتب سے بھی ہوتی ہے ۔

(۱) مودۃ القربیٰ المودۃ الثامنۃ ۔ عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلعم کنت انا و علی نوراً بین یدی اللہ معلقاً وکان ذلک النور قبل ان یخلق اللہ آدم باربعۃ عشر الف عام ۔ (الحدیث) **ترجمہ** جابرؓ سے روایت ہے اس نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ میں اور علیؑ نور تھے اللہ تعالیٰ کے سامنے معلق تھے اور یہ نور اللہ تعالیٰ کے آدمؑ کو خلق کرنے سے چودہ ہزار سال پہلے تھا..... تا آخر حدیث ۔ ا

(۲) ینابیع المودۃ ۔ باب اول ص۱۱ اخرج الحموینی بسندہ عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال سمعت رسول اللہ (صلعم) یقول لعلی خلقت انا و انت من نور اللہ عزوجل ۔ **ترجمہ** ۔ حموینی نے اپنی سند سے سعید بن جبیر سے اور اس نے ابن عباس سے روایت کی ہے ، اس (ابن عباس) نے کہا کہ میں نے سنا کہ رسول اللہ (صلعم) حضرت علیؑ سے فرماتے تھے کہ ہمیں اور تو اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں ۔

قولہ ۔ کفر و شرک اور یہودیت و نصرانیت کیساتھ ہمسنگی نہیں ۔

اقول ۔ جو کچھ ہم آئمہ علیہم السلام کے متعلق عقیدہ رکھتے ہیں نہ کفر و شرک ہے نہ یہودیت و نصرانیت کے ساتھ ہمرنگی ۔ یہودی عقیدہ تھا " عزیر ابن اللہ " اور نصرانی عقیدہ تھا عیسیٰؑ ابن اللہؑ ہم نہ تو علیؑ کو ابن اللہ کہتے ہیں نہ اللہ ۔ تو ان سے ہمرنگی کیسے ہوئی ۔ ہم حضرت علیؑ کے بارے وہی کچھ کہتے ہیں جو حضور صلعم نے ان کے بارے میں کہا ۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے جس فرقہ سے بیزاری کا اعلان فرمایا وہ غالیوں کا فرقہ ہے جو حضرت علیؑ کو نعوذ باللہ خدا کہتے ہیں ۔

سوال نمبر ۷

بالفرض اگر مان بھی جائے کہ مذہب شیعہ حضرت جعفر کی تعلیم سے ہے تو ان سے کس نے روایت کر کے ہم تک پہنچایا ۔ ظاہر ہے کہ بعد والے بالترتیب چھ امام نہیں نہ پنجسالہ غائب ہونیوالے بارہویں امام مہدی العصر نے کسی کو کہا تاکہ اثنا عشری اصول پر دین کا ماخذ بارہواں امام ہوتا ۔ یہیں سے اثنا عشریہ اسماعیلیہ ۔ واقفہ (امام جعفرؒ کے بعد کسی کو امام نہ ماننے والے) عملاً ایک نظر آتے ۔ شیعہ بن کر حضرت صادق پر لوگوں نے ہزاروں احادیث افترا کیں جیسے مقدمہ دجال کشتی میں ہے " آنشہ بھی ان لوگوں سے بچ نہ سکے ، جنہوں نے آپ کو اصحاب آئمہ میں گھس کر ان پر جھوٹ گھڑنا شروع کر دیا من گھڑت احادیث آپ سے روایت کیں بہت سی بدعتیں اور گمراہ عقائد ایجاد کیے حتیٰ کہ ان میں سے بعض دجالوں نے ہزاروں احادیث بنائیں اور اس امام کیطرف منسوب کیں جس نے انکا ایک حرف بھی منہ سے نہ نکالا (تقدیم ص۳ بقلم سید احمد الحسینی)

سوال یہ ہے کہ آئمہ معصومین سے وہ کونسے معصوم راوی یا علماء جرح تعدیل ہیں کون سے معصوم مؤلفین ہیں جنکی روایت یا تحقیق پر اعتماد کر کے مذہب شیعہ کو سچا مانا جائے اگر جواب نفی میں ہے تو کیا یہ بہتر نہیں کہ پیغمبر اکرم (صلعم) کے تمام ارشادات کو عادل صحابۂ کرام .... جو قرآن کے بھی جامع راوی ہیں کے توسط سے ثقہ مؤلفین صحاح ستہ کی کتب سے ثابت اور واجب العمل سمجھا جائے جن کی ثقاہت و دیانت پر تمام لوگوں کا اتفاق رہا ہے۔

جواب - قولہ : ظاہر ہے کہ بعد والے چھ امام بالترتیب نہیں۔

اقول : جی حافظ صاحب! یہ چھ امام اس تعلیم کے کیوں راوی نہیں کیا یہ امام خدانخواستہ قوت گویائی سے محروم تھے یا وہ اس کرۂ ارض کی بجائے کسی اور دنیا میں رہتے تھے کہ ان تک اس دنیا والوں کو اور ان آئمہ علیہم السلام کو ان تک رسائی ناممکن تھی۔ حافظ صاحب جس ڈھٹائی سے دن کو رات کہہ رہے ہیں اغلباً اسکی مثال قارئین کرام کو دنیا بھر میں نہیں ملے گی۔ اگر حافظ صاحب کو شیعہ کتب پڑھنے سے عار ہے تو اپنی ہی کتاب کو ذرا بغور پڑھتے تو انہیں انکے بعد کے چھ اماموں سے مروی روایات مل جاتیں۔ ۱۔ کنز العمال (باب خلافت و امامت) جلد ۵ حدیث نمبر ۱۳۶۹۷، (گیارھویں امام حسن عسکری علیہ السلام سے راوی روایت کرتا ہے)

لقد حدثنی محمد بن احمد بن قضاعہ قال اشهد باللّٰہ و اشهد اللّٰہ لقد حدثنی الحسن بن علیؑ قال اشهد باللّٰہ و اشهد اللّٰہ لقد حدثنی ابی علیؑ بن محمدؑ قال اشهد باللّٰہ و اشهد اللّٰہ لقد حدثنی ابی محمدؑ بن علیؑ قال اشهد باللّٰہ و اشهد اللّٰہ لقد حدثنی ابی علیؑ بن موسیٰؑ قال اشهد باللّٰہ و اشهد اللّٰہ لقد حدثنی ابی موسیٰؑ ابن جعفرؑ قال اشهد باللّٰہ و اشهد اللّٰہ لقد حدثنی ابی جعفرؑ بن محمدؑ قال اشهد باللّٰہ و اشهد اللّٰہ لقد حدثنی ابی علیؑ بن الحسینؑ قال اشهد باللّٰہ و اشهد اللّٰہ لقد حدثنی ابی علیؑ بن ابی طالبؑ قال اشهد باللّٰہ و اشهد اللّٰہ لقد حدثنی رسول اللّٰہ صلعم قال حدثنی جبریل قال یا محمد ان مدمن الخمر کعابد وثن۔ (ابو نعیم)

ترجمہ ۔ محمد بن احمد بن قضاعہ نے کہا میں اللہ تعالیٰ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ بیان کیا مجھ سے حسنؑ بن علیؑ نے انہوں نے کہا خدا گواہ مجھ سے بیان کیا میرے باپ علیؑ بن محمدؑ نے انہوں نے کہا خدا گواہ مجھ سے بیان کیا میرے باپ محمدؑ بن علیؑ نے انہوں کہا کہ خدا گواہ مجھ سے بیان کیا مجھ سے میرے باپ علیؑ بن موسیٰؑ نے، کہا خدا گواہ مجھ سے بیان کیا میرے باپ موسیٰؑ بن جعفرؑ نے انہوں نے کہا خدا گواہ مجھ سے بیان کیا میرے باپ محمدؑ بن علیؑ نے انہوں نے کہا خدا گواہ مجھ سے بیان کیا میرے باپ علیؑ بن حسینؑ نے انہوں نے کہا مجھ سے بیان کیا حسینؑ بن علیؑ نے انہوں نے کہا مجھ سے بیان کیا رسول اللہ صلعم نے، انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے بیان کیا جبرئیلؑ نے کہ اے محمد (صلعم) شراب پینے کا عادی بتوں کے پوجنے والے کی طرح ہے۔ **۲** - ساتویں امام سے راوی روایت کرتا ہے کنز العمال - جلد ۵ - حدیث نمبر ۱۳۶۹۸ - لقد حدثنی قال اشهد باللّٰہ و اشهد اللّٰہ لقد حدثنی عبد السلام بن صالح قال اشهد باللّٰہ و اشهد اللّٰہ لقد حدثنی ابی موسیٰؑ بن جعفرؑ

قال اشہد باللہ و اشہد اللہ حدثنی ابی جعفر بن محمدؑ قال اشہد باللہ و اشہد اللہ لقد حدثنی ابی محمد بن علیؑ قال اشہد باللہ و اشہد اللہ لقد حدثنی ابی علیؑ بن الحسینؑ قال اشہد باللہ و اشہد اللہ لقد حدثنی ابی حسین بن علی قال اشہد باللہ و اشہد اللہ لقد حدثنی ابی علی بن ابیطالب قال حدثنی رسول اللہ قال حدثنی جبریل .... (الحدیث)

غور فرمایا حافظ صاحب یہ ہے ہمارے ہاں کی احادیث کی سند۔ یہی وجہ ہے کہ جب راویوں کا سلسلہ کسی امام علیہ السلام تک پہنچ جاتا ہے تو سند کو مرسل کر دیتے ہیں کیونکہ ہر ایک کے نزدیک مسلم ہے کہ آگے سلسلہ عن امام عن ابیہ عن جدہؑ عن علی بن ابی طالب عن رسول اللہ صلعم .. ہی ہوگا۔

قولہ : نہ بچپنا غائب ہونیوالے بارہویں امام مہدی العصر نے کسی کو کہا سنایا۔

اقول ۔ حافظ جی ! یہ آپ اس لئے کہہ رہے ہیں کہ آپکو امام معصوم کی معرفت نہیں ان ذوات مقدسہ کے بچپن کو ایک عام انسان کے بچپن پر قیاس نہیں کرنا چاہیئے، یہ بچے ہوں تو بھی عالم۔ اپنی کتب میں دو واقعات بطور مثال ملاحظہ کریں۔

نوٹ :- امراء بنی عباس نے جب مامون کو امام محمد تقی علیہ پر مہربان پایا تو مامون کے دربار میں امام علیہ السلام کا مناظرہ قاضی یحیٰی بن اکثم سے کرایا جبکہ امام علیہ السلام کی عمر نو سال تھی۔

ثم تواعدوا ان یرسلوا الیہ من یختبرہ فارسلوا الیہ یحیٰی بن اکثم و وعدوہ بشئی کثیر ان قطع لہم محمداً فحضروا الخلیفۃ ومعہم ابن اکثم وخواص الدولۃ فامر المامون بفرش حسن لمحمد فجلس علیہ فسئالہ یحیٰی مسائل فاجابہ عنہا باحسن جواب و اوضحہ فقال لہ الخلیفۃ احسنت اباجعفر فان اردت ان تسال یحیٰی ولو مسألۃ واحدۃ فقال لہ ما تقول فی رجل نظر الی امرأۃ اول النہار حراماً ثم حلت لہ ارتفاعہ ثم حرمت علیہ عند الظہر ثم حلت عند العصر ثم حرمت علیہ المغرب ثم حلت لہ العشاء ثم حرمت علیہ نصف اللیل ثم حلت لہ الفجر۔ فقال یحیٰی لا ادری۔

ترجمہ ۔ پھر باہم وعدہ کیا کہ اسکی طرف کسی کو بھیجیں جو اسکا امتحان لے پس انہوں نے یحیٰی بن اکثم کو اسکی طرف بھیجا اور بہت مال دینے کا وعدہ کیا اگر وہ اسے لاجواب کر دے۔ پس یحیٰی امراء دربار کیساتھ خلیفہ کے پاس حاضر ہوئے۔ مامون نے امام محمد تقی کیلئے عمدہ فرش بچھانے کا حکم دیا، پس وہ اس پر بیٹھے پس یحیٰی نے بہت سے مسائل پوچھے انہوں نے بہترین اور واضح جواب دیئے، خلیفہ نے کہا بہت خوب' اب آپ چاہیں تو چاہیے ایک ہی سوال پوچھیں، پس امام نے اس سے کہا (فرمایا) کہ اس مرد کے متعلق کیا کہتے ہو کہ اس نے شروع دن ایک عورت کو دیکھا جو اس پر حرام تھی پھر دن چڑھے حلال ہو گئی پھر ظہر کے وقت حرام اور پھر عصر کیوقت حلال ہو گئی۔ پھر مغرب کیوقت حرام' اور عشاء وقت حلال ہو گئی، پھر آدھی رات کو حرام اور فجر کیوقت حلال ہو گئی ؟ یحیٰی نے کہا میں نہیں جانتا۔

(ب) صواعق محرقہ (ذکر ابو محمد الحسن الخالص) ص ۱۲۳ و قوع البہلول معہ وھو صبی یبکی والصبیان یلعبون فظن انہ یتحسر علی مافی ایدیہم فقال اشتری لک ما تلعب بہ۔ فقال یا قلیل

العقل ما للعب خلقنا فقال لہ فلماذا خلقنا. قال للعلم والعبادة فقال لہ من این لک ذلک قال من قول اللہ

أفحسبتم انما خلقناکم عبثاً وانکم الینا لاترجعون ۔

ترجمہ : امام ابو محمد حسن عسکری کیساتھ بہلول کو واسطہ پڑا جب کہ وہ بچے تھے اور رو رہے تھے اور دیگر بچے کھیل رہے تھے بہلول نے خیال کیا کہ دوسرے بچوں کے ہاتھوں کھلونے ہونے اور اپنے پاس نہ ہونے کی وجہ سے رو رہا ہے کہا کہ میں آپکو خرید دوں جس سے تو کھیلے تو انہوں نے کہا کم عقل ہم کھیل کیلئے پیدا نہیں کئے گئے ۔ اس نے کہا کہ پھر کس لئے پیدا کیئے گئے ۔ اس نے کہا (یعنی امام علیہ السلام نے) علم اور عبادت کیلئے ۔ بہلول نے کہا یہ کہاں سے معلوم کیا آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان سے (کہ وہ فرماتا ہے) کہ کیا تم نے یہ گمان کرلیا کہ ہم نے تمہیں عبث (بے مقصد) پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف نہیں لوٹو گے

دیکھا حافظ جی ! بچپن میں حامل قرآن، عالم تفسیر و تاویل، ہادی دین متین ہوتے ہیں ان کے بچپن کو ایک عام انسان کے بچپن پر قیاس کرتے ہوئے یہ نہیں کہہ سکتے کہ " نہ پنجسالہ غائب ہونیوالے امام نے کسی کو کہا یا سنا " یہ پانچ سال کی عمر میں دین حق کے متعلق سب کچھ کہہ اور سنا سکتے ہیں ۔

علاوہ ازیں حافظ جی ! کتب احادیث و تاریخ گواہ ہیں کہ بارہویں امام اپنے والد محترم امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات کے بعد امامت پر فائز ہونیکے بعد (پانچ سال کی عمر میں اس طرح غائب نہیں ہوئے تھے کہ کسی کو بھی ان تک رسائی نہ ہو بلکہ ۲۶۰ھ میں امام حسن عسکری علیہ السلام کی شہادت کے بعد امامت پر فائز ہوئے جبکہ آپکی عمر مبارک پانچ سال تھی اور ۳۲۹ھ تک (تقریباً ستر سال) تک جناب کی غیبت صغریٰ کا زمانہ رہا اس مدت میں چند خاصان بارگاہ امامت کو امام علیہ السلام تک رسائی حاصل تھی اور وہ امام علیہ السلام سے احکام حاصل کرکے عوام تک پہنچاتے تھے ان حالات میں یہ کہنا کہ بارہویں امام علیہ السلام نے نہ کسی کچھ کہا نہ سنایا ۔ ایک بے اصل و یا در ہوا سخن سے زیادہ نہیں ۔

قولہ ۔ بہیں سے اثنا عشریہ ، اسماعیلیہ ، واقفہ .... عملاً ایک نظر آتے ہیں ۔

اقول ۔ ان فرقوں کا عملاً ایک نظر آنا اس وجہ سے نہیں کہ بعد کے چھ اماموں نے کچھ ارشاد ہی نہیں فرمایا اور سب فرقے صرف امام جعفر صادق علیہ السلام کے ارشادات پر ہی عمل کرتے ہیں بلکہ اس کی وجہ وہ ہے جو آٹھویں امام علی رضا علیہ السلام نے بیان فرمائی ۔

رجال کشی (واصول کافی) ص۱۹۶ ذکر مغیرہ بن سعید ۔ عن یونس عن ابی الحسن الرضا قال لی ان ابا الخطاب کذب علی ابی عبد اللہ (علیہ السلام) وکذالک اصحاب ابی الخطاب یدسون ھذہ الاحادیث الی یومنا ھذا فی کتب اصحاب ابی عبد اللہ علیہ السلام فلا تقبلوا علینا خلاف القرآن فانا ان تحدثنا حدثنا بموافقة القرآن وموافقة السنة اما عن اللہ وعن رسولہ ۔ نحدث ولا نقول قال فلان عن فلان فینا قض کلامنا . ان کلام آخرنا مثل کلام اولنا وکلام اولنا مصدق کلام آخرنا واذا اتاکم من یحدثکم بخلاف ذلک فردوہ علیہ وقولوا انت اعلم وما جئت بہ فان مع کل قول منا حقیقة وعلیہ نور فما لا حقیقة لہ معہ ولا نور علیہ فذالک قول الشیطان ۔

ترجمہ ۔ یونس نے ابو الحسن رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے امام نے فرمایا کہ ابو الخطاب نے ابو عبد اللہ علیہ السلام

پر جھوٹ باندھا (انکی طرف جھوٹی روایات منسوب کیں) اور اسیطرح ابوالخطاب کے ساتھیوں نے آج تک ان احادیث کو ابوعبداللہ علیہ السلام کے اصحاب کی کتب میں شامل کر دیا پس جو امر قرآن کریم کیخلاف ہماری طرف منسوب ہو اسے قبول نہ کرو کیونکہ جب ہم کوئی حدیث بیان کرتے یا اللہ سے یا اس کے رسولؐ سے بیان کرتے ہم نہیں کہتے کہ فلاں فلاں نے بیان کیا کہ ہمارے کلام میں تناقض ہو (ایک کا کلام دوسرے کے کلام کیخلاف ہو) ہمارے آخری کا کلام ہمارے اوّل کی شل ہوتا ہے اور ہمارے اوّل کا کلام ہمارے آخری کے کلام کی تصدیق کرنیوالا ہوتا ہے پس جب کوئی تمہارے پاس آکر اس کے خلاف بیان کرے تو اسے رد کر دو اور کہو کہ جو لایا ہے اسے تو ہی خوب جانتا ہے ہمارے ہر قول کیساتھ ایک حقیقت ہے اور اس پر نور ہے پس جسکی کوئی حقیقت نہ ہو اور اس پر نور (ہدایت) نہ ہو وہ شیطان کا قول ہے۔

تو حافظ صاحب! ان کے عملاً ایک نظر آنیکی وجہ یہ ہے کہ ان معصوموں کا کلام حقیقت پر مبنی ہے اور جو پہلا کہتا ہے وہی آخری

قولہ: شیعہ حضرت صادق پر لوگوں نے .... ایک حرف بھی منہ سے نہ نکالا۔

اقول - وہ کونسا معصوم ہے جس پر کذابوں نے افترا نہ باندھا ہو، کیا معصوم کُل کائنات کیطرف ہزاروں جھوٹی احادیث منسوب کی گئیں۔ اگر جھوٹی احادیث نہیں گھڑی گئیں تو جناب اسمٰعیل بخاری کو چھ لاکھ احادیث میں سے چند ہزار کیوں انتخاب کرنا پڑیں[۵]۔ لالی مصنوعہ۔ الفوائد المجموعہ جیسی کتابیں جھوٹی احادیث (من گھڑت) حدیثوں کو بتلانے کیلئے کیوں لکھی گئیں۔

قولہ - سوال یہ ہے آئمہ معصومین وہ کون راوی .... **تمام لوگوں کا اتفاق رہا ہے۔**

اقول - ہر راوی کیلئے معصوم ہونا ضروری نہیں، راوی کا عادل ہونا ضروری ہے۔ راوی اگر غیر عادل ہے تو اسکی روایت کو رد کر دیا جائیگا اور عادل ہے تو اسکی روایت کو قبول کر لیا جائے گا، چاہے معصوم نہ ہو۔ لیکن امام کا معصوم ہونا ہمارے نزدیک امام حق کیلئے شرط ہے جیسا کہ آگے چل کر وضاحت کروں گا۔ اب بارہ آئمہ ہدیٰ کے معصوم ہونے کی شہادت اہل سنت کی کتب سے بھی مل سکتی ہے۔

دیکھئے مودۃ القربیٰ (المودۃ التاسعہ) **شہادت آئمہ برحق کے معصوم ہونیکی از کتب اہلسنت**

مودۃ القربیٰ (المودۃ التاسعہ) عن اصبغ بن نباتہ عن عبداللہ بن عباس قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انا وعلی والحسن والحسین وتسعۃ من ولد الحسین مطہرون معصومون

ترجمہ - عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمایا کرتے تھے کہ میں اور علیؑ اور حسنؑ، حسینؑ اور حسینؑ کی اولاد میں نو۹ پاک اور معصوم ہیں۔" حافظ جی! ہم اپنے مذہب کے ہم تک پہنچنے کا سلسلہ یوں قائم کرتے ہیں۔ ہم عادل مجتہد راویوں سے لیتے ہیں یہ عادل مجتہد راوی امام سے لیتے ہیں۔ امام رسول کریم (صلعم) سے لیتا ہے اور رسول کریم صلعم اللہ تعالیٰ سے

قولہ: اگر جواب نفی میں ہے تو کیا یہ بہتر نہیں کہ پیغمبر معصوم کے تمام ارشادات کو عادل صحابہ کرام ...

جواب - اگر جواب راویوں کی معصومیت کی نفی ہے، ہو تو پیغمبر کے ارشادات کو عادل صحابہ سے لینا کیوں بہتر ہوگا جبکہ بقول آپ کے کہ وہ بھی معصوم نہیں بلکہ صرف عادل ہیں جب معصومیت کی دونوں طرف سے نفی ہے تو ایک کو دوسرے پر ترجیح کیوں اور پھر ذرا حافظ صاحب یہ بھی تو واضح فرماتے جائیے کہ یہ کونسی حدیث یا کونسی آیت میں یہ نص وارد ہوئی کہ ثقہ مؤلفین صرف حنفی کے ہم مذہب اور وہ بھی صرف صحاح ستہ کے مؤلفین ہیں، باقی مذہب اسلام کے مؤلفین ثقہ نہیں ——— حضرت حافظ! شیعہ و سنی مذاہب کا بنیادی فرق یہ

---

۵ تیسیر الوصول ج ۱ ص ۔ نیز ابوداؤد نے ......۵ پانچ لاکھ میں سے ... ۴۸ چار ہزار آٹھ سو کو قابل اعتماد پایا اور اپنی کتاب میں درج کیں۔ ص

ہے کہ سنی اپنا مذہب ثقہ مؤلفین - ثقہ مؤلفین صحابہ کرامؓ سے اور عادل صحابہ نبی کریم صلعم سے لیتے ہیں اور شیعہ اپنا مذہب ثقہ مؤلفین ثقہ مؤلفین معصوم آئمہ سے اور معصوم آئمہ حضور نبی کریم صلعم سے لیتے ہیں۔ فرق ثقہ مؤلفین اور حضور نبی کریم صلعم کے درمیانی واسطہ میں ہے۔ سُنی درمیانی واسطہ عادل صحابہ کو قرار دیتے ہیں اور شیعہ درمیانی واسطہ آئمہ معصومین کو بناتے ہیں۔ اب اہل انصاف سے انصاف طلب یوں کہ کونسا واسطہ بہتر ہے

قولہ: عادل صحابہ کرام

اقول - گو اہل سُنت کا عقیدہ یہی بتایا جاتا ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا تھا کہ اصحابی کلھم عدول" لیکن نہ عقل اسے تسلیم کرتی ہے کہ کوئی معاشرہ یا کمیونٹی یا جماعت (ملت) ایسی ہوسکتی ہے جس کے تمام افراد نیک اور عادل ہوں نہ کوئی ایسا معاشرہ ہوسکتا ہے جس کے تمام افراد بدکار ظالم ہوں اور نہ ہی واقعات اس امر کی تصدیق کرتے ہیں کہ تمام اصحابہ عادل تھے۔

تمام صحابہ عادل نہ تھے۔ شرح مقاصد تفتازانی / جلد ۲ / صہ ۳۰۶ / بحوالہ تفسیر کبیر جلد ۴ - آیت لو انفقت ما فی الارض ما الفت بین قلوبہم کی تفسیر) نیز شرح فقہ اکبر / صہ ۹۹ / مطبوعہ لاہور۔

ان ما وقع بین الصحابۃ من المحاربات والمشاجرات علی الوجہ المسطور فی کتب التاریخ والمذکور علیٰ لسان الثقاۃ یدل بظاہرہ علیٰ ان بعضہم قد حاد عن طریق الحق و بلغ حد الظلم والفسق وکان الباعث لہ الحقد والعناد والحسد واللداد و طلب الملک والریاسۃ والمیل الی اللذات والشہوات اذ لیس کل صحابی معصوماً ولا کل من لقی النبی بالخیر موسوماً۔

ترجمہ: "بلا شک صحابہ کے درمیان جھگڑے اور لڑائیاں واقع ہیں جیسا کہ کتابوں میں لکھا ہوا ہے اور ثقہ لوگوں نے ذکر کیا ہے جو بظاہر اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ صحابہ راہ حق سے ہٹ گئے تھے اور فسق اور ظلم کی حد تک پہنچ گئے تھے اور اسکا سبب کینہ۔ دشمنی حسد۔ ضد۔ جاہ طلبی شہوتوں اور لذتوں کیطرف میلان تھا کیونکہ تمام صحابہ نہ تو معصوم ہیں اور نہ ہر ایسا شخص جو نبی کریم سے ملا ہو نیک کہا جاسکتا ہے۔"

لہذا صرف صحابہ کو حضورؐ کے ارشادات معلوم کرنیکے لیئے واسطہ نہیں بنایا جاسکتا۔ اسی لیئے حضور صلعم نے فرمایا تھا کہ من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ الجاھلیہ۔ ترجمہ: "جو اپنے زمانہ کے امام کو پہچانے بغیر مرا وہ جاہلیت کی موت مرا" یعنی رشد و ہدایت سے بیگانہ رہا پھر یہ فرما کر کہ علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اور وہ میرے بعد ہر مومن کا ولی ہے۔ ینابیع المودۃ۔ الباب السادس و الخمسون صہ ۲۰۶ ذکر الترمذی۔

عن عمران بن حصین فی حدیث طویل ان علیا منی وانا منہ وھو ولی کل مومن بعدی۔ واضح کیا کہ میرے بعد امام علی علیہ السلام ہیں۔ دوسری حدیث میں (جیسا اسی سوال کے جواب میں ذکر ہوا) دیگر آئمہ معصومین کا ذکر فرمایا۔ پس حافظ صاحب! تو کیا یہ بہتر نہیں کہ پیغمبر معصوم کے تمام ارشادات کو آئمہ معصومین کے توسط سے ثقہ مؤلفین کی کتب ثابت اور واجب العمل جانا جائے۔

قولہ: جو قرآن کے بھی جامع اور راوی ہیں۔

اقول کاش! مشہور ضرب المثل کیمطابق کہ حب الشئی یعمی و یصم - صحابہ کی محبت نے تمہاری آنکھوں

باندھ دی ہوتی۔ تم یہ دعویٰ کرکے کہ جامع قرآن صحابہ رضوان اللہ علیہم ہیں بعض صحابہ کے لامد و صفات میں اضافہ تو کر دیتے ہو لیکن نہیں دیکھتے کہ اس طرح تم قرآن کریم کے متواتر ہونیکے عقیدہ کو ٹھیس پہنچا رہے ہو کیونکہ تمہاری روایات یہ بتاتی ہیں کہ یہ قرآن کریم دو عادلوں کی گواہی پر لکھا گیا بلکہ بعض آیات کو قرآن میں شامل کرنیکے لیئے ایک ثقہ ترین کو کافی سمجھ لیا گیا۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ قرآن کریم حضور صلعم ہی کے زمانہ میں حضور صلعم کی ہدایات و املا کے مطابق جمع ہو چکا تھا (خیر یہ ایک الگ بحث ہے)

سوال نمبر ۸

امام جعفر صادق (ع) سے شیعہ مذہب کے مرکزی اور ہزاروں احادیث کے راوی چار ہیں۔ ۱۔ زرارہ بن اعین۔ ۲۔ ابو بصیر مرادی۔ ۳۔ محمد بن مسلم۔ ۴۔ برید بن معاویہ عجلی۔ امام جعفر صادق (ع) کی طرف منسوب ہے آپ نے فرمایا "میں ان چار کے سوا کسی کو نہیں پاتا کہ جس نے ہمارا ذکر اور میرے باپ کی احادیث کو زندہ کیا ہو اگر یہ نہ ہوتے تو کوئی شخص دین کا مسئلہ نہ جان سکتا یہ وہ حفاظ حدیث اور خدا تعالیٰ کے حلال و حرام پر امین ہیں جو دنیا و آخرت میں ہمارے سابقوں سے ہیں۔ (رجال کشی ص۹۰-۹۱) اب ذرا انکی مذہبی پوزیشن (حالت) ملاحظہ ہو۔

۱۔ زرارہ (زرارہ) امام باقر (ع) کو رحمۃ اللہ کہتا اور امام صادق سے منحرف تھا کیونکہ حضرت صادق (ع) نے اسکی رسوائیوں کا پردہ چاک کیا تھا۔ امام ابوالحسن کہتے ہیں" استطاعت میں زرارہ کا مذہب بالکل غلط تھا۔ (رجال کشی ص۹۶)

بروایت ابو بصیر امام صادق فرماتے ہیں" جو بدعتیں زرارہ نے نکالیں اور کسی نے نہیں نکالیں، اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ دوسری روایت میں ہے کہ امام صادق (ع) نے اس پر تین دفعہ لعنت کی۔ (رجال کشی ص۱۰۱)

ایک روایت میں فرمایا زرارہ یہود و نصاریٰ سے بدتر ہے اور ان سے بھی جو تین خدا مانتے ہیں (رجال کشی ص۱۰۱)

۲۔ ابو بصیر امام کو لالچی اور شکم پرست جانتا تھا ایک مرتبہ حضرت صادق نے اندر آنے کی اجازت نہ دی تو بولا کہ" اگر ہمارے پاس حلوے کا تھال ہوتا تو اجازت مل جاتی، اسی اثنا میں کتے نے ابو بصیر کے منہ میں پیشاب کر دیا۔ ایک غیر محرم عورت کو قرآن پڑھاتا تھا ایک دفعہ ہاتھ کے اشارے سے شرمناک مذاق کیا تو امام نے روک دیا۔ (رجال کشی ص۱۱۶)

۳۔ محمد بن مسلم کے متعلق امام صادق نے فرمایا کہ" اللہ اس پر لعنت کرے، یہ کہتا ہے کہ خدا کسی چیز کو نہیں جانتا جب تک واقع نہ ہو جائے" نیز فرمایا کہ" اپنے دین میں فریب کرنیوالے ہلاک ہو گئے۔ زرارہ برید۔ محمد بن مسلم و اسماعیل جعفی (رجال کشی ص۱۳۳)

۴۔ یزید بن معاویہ عجلی کے متعلق امام نے فرمایا" یزید پر اللہ کی لعنت ہو۔ (رجال کشی ص۱۵۶)

فرمائیے ایسے کذاب، ملعون، بد اعتقاد یہود و نصاریٰ سے بدتر لوگوں سے جو دین مروی ہو وہ کیسے سچا ہوگا۔

جواب

قولہ: (امام جعفر صادق (ع) سے شیعہ مذہب کے مرکزی راوی ... جو دنیا و آخرت میں ہمارے سابقوں سے ہیں

اقول - بیلا شک ہم ان بزرگوں کے متعلق یہی عقیدہ رکھتے ہیں امام علیہ نے مختلف جگہوں پر انکی تعریف فرمائی ہے اسی رجال کشی میں ایک دوسرے مقام پر ہے۔ رجال کشی (ذکر ابو جعفر الاحول) عن عمر بن یزید عن ابی عبد اللہ (ع) قال زرارہ و برید بن معاویہ و محمد بن مسلم و الاحول احب الناس الیّ احیاءً و امواتاً لکنّھم یجیئونی فیقولون لی فلا اجد بدًّا

بن اقول۔ **ترجمہ** ۔ ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا " زرارہ۔ برید بن معاویہ محمد بن مسلم اور احول اپنی زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی مجھے تمام لوگوں سے عزیز ہیں لیکن لوگ میرے پاس آتے ہیں اور ان کے خلاف کہتے ہیں پس میں بھی لاچار کہتا ہوں۔

قولہ : ــــــ اب ذرا انکی مذہبی پوزیشن واضح ہو۔

اقول : مذہبی پوزیشن تو اسی روایت سے واضح ہو چکی جو حافظ صاحب جی نے خود رجال کشی سے نقل کی کہ (وہ حفاظ حدیث اور خدا کے حلال و حرام پر امین ہیں) اب اگر کہیں امام علیہ السلام نے انکی مذمت میں کچھ فرمایا ہے تو ہم پرواہ نہیں کرتے کیونکہ امام علیہ السلام نے ایسے اقوال کے متعلق (بصورت کلیہ) وجہ علت بیان فرمادی ہے۔ اصول کافی / جلد اول / مطبوعہ ایران / باب اختلاف الحدیث / ص ۸۹۔

عن ابی خثعمی قال سمعت اباعبد اللہ علیہ السلام یقول من عرف انا لا نقول الا حقا فلیکتف بما یعلم منا فان سمع خلاف مایعلم فلیعلم ان ذالک دفاع منا عنہ۔ **ترجمہ** ۔ ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا "جو یہ معرفت رکھتا ہے کہ ہم بغیر حق کے کوئی بات نہیں کہتے تو وہ اسے کافی سمجھے جسکا اسکو ہم سے علم ہوا۔ اگر جو وہ جانتا ہے اس کے خلاف سنے تو جان لے وہ ہم نے اسکا دفاع کرنے کیلئے کہا ہے ـــــ شیعہ امام سے انکی تعریف میں کلام معلوم کرکے انکی مذمت کے الفاظ کو ان سے دفاع کی خاطر یقین کرتے ہیں۔

قولہ : زرارہ امام باقر کو رحمۃ اللہ ... پردہ چاک کیا تھا۔

اقول : رجال کشی میں مذکور اصل روایت ملاحظہ ہو۔ رجال کشی / ذکر زرارہ بن اعین / ص ۱۳۱

عن ابن مسکان قال سمعت زرارہ یقول رحم اللہ ابا جعفر و اما جعفر فان فی قلبی علیہ لفتۃ فقلت لہ وما حمل زرارۃ علی ھذا قال حملہ علی ھذا ان ابا عبد اللہ اخرج مخازیہ ۔ **ترجمہ** ۔ ابن مسکان سے روایت ہے اس نے کہا کہ میں نے سنا کہ زرارہ کہتا تھا اللہ تعالیٰ ابوجعفر پر رحمت نازل کرے لیکن جعفر (علیہ السلام) انکی طرف سے میں اپنے دل میں بے رخی پاتا ہوں (بے رغبتی پاتا ہوں) میں نے کہا کہ زرارہ کو کس امر نے اس بات پر آمادہ کیا تو اس نے کہا کہ اسکو اس پر اس چیز نے آمادہ کیا کہ ابوعبداللہ (ع) نے اسکے عیوب کو ظاہر کیا تھا۔

حافظ جی! "لفتۃ" سے مراد منحرف نہیں بلکہ محبت و عقیدت میں کچھ کمی کے معنی ہیں۔ آئمہ علیہم السلام کو اپنے متبعین کے متعلق اور متبعین کو آئمہ علیہم السلام بعض اوقات حفاظت جان و عزت و مال کی خاطر لفتۃ جیسے الفاظ کہنے پڑجاتے تھے۔ جیسا کہ آگے چل کر ذکر کرونگا۔

قولہ : امام ابوالحسن کہتے ہیں کہ استطاعت میں زرارہ کا مذہب بالکل غلط تھا۔

اقول : ہم زرارہ (ر ح) کو معصوم نہیں مانتے اور کسی مسئلہ میں غلطی پر ہونا (عیاذاً باللہ) مذہبی پوزیشن کو مخدوش نہیں بنا دیتا جیسا مسلم کے بعض بلند مرتبہ صحابہ میں بعض مسائل میں اختلاف تھا اور ایک دوسرے کو غلط کہتے تھے۔ دیکھئے مسلم / جلد اول / کتاب النکاح / باب النکاح المتعۃ / ص ۴۵۲ ۔ قال ابن شہاب اخبرنی عروۃ ابن الزبیر ان عبداللہ بن الزبیر قام وقال ان بمکۃ اناسا اعمی اللہ قلوبھم کما اعمی ابصارھم یفتون بالمتعۃ یعرض برجل فناداہ فقال انک لجلف جاف لعمری لقد کانت المتعۃ تفعل فی عھد امام المتقین۔ **ترجمہ** ۔ ابن شہاب نے کہا مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ عبداللہ بن زبیر مکہ میں (تقریر کرنے) اٹھے، کہا کہ کچھ لوگ جن کے دلوں کو بھی اللہ نے اسی طرح اندھا کیا ہے جیسا کہ انکی آنکھوں کو، وہ متعہ کا فتویٰ دیتے ہیں، وہ ایک شخص پر چوٹ کر

رہے تھے، اس آدمی نے اسے پکارا اور کہا تم تو بدتمیز اور گنوار ہو، متعہ تو امام المتقین (رسول کریم صلعم) کے زمانہ میں کیا جاتا تھا۔

حضرت علیؑ حج تمتع کے متعلق حضرت عثمانؓ کے مذہب کو غلط اور خلاف سنت کہتے ہیں۔ نسائی / جلد ۲۔ کتاب الحج / نص القرآن / ص۱۳ و ص۶۰ ۔ عن مروان ان عثمانؓ نهى عن المتعة اى يجمع الرجل بين الحج والعمرة فقال علىؓ لبيك بحجة وعمرة فقال أتفعلها وانا انهى عنها فقال على لم اكن لادع سنة رسول الله صلعم الاحد۔

ترجمہ ۔ مروانؓ سے روایت ہے کہ عثمانؓ نے متعہ یعنی حج اور عمرہ کو جمع کرنے سے منع کیا تو علیؓ نے کہا "لبیک حج و عمرہ (دونوں) کے لیئے" پس اس نے (عثمانؓ نے) کہا، کیا تم ایسا کرو گے جبکہ میں اس سے منع کرتا ہوں۔ علیؓ نے کہا "میں وہ نہیں کہ کسی شخص کی خاطر سنت رسول صلعم کو چھوڑ دوں۔

قولہ : بروایت ابوبصیر امام صادق فرماتے ہیں ...... تین مرتبہ لعنت کی۔

اقول : حافظ جی! افسوس کہ چند سطور ان روایات سے آگے پڑھنے میں آپکی بینائی کیوں ناکام ہوگئی اگر چند سطور اور پڑھ لیتے تو امام کے اس لعنت کرنیکی مجبوری اور حکمت کو واضح پالیتے۔ رجال کشی / ذکر زرارہ بن عین / ص۱۳۶

عن عبدالله بن زرارة قال لى ابو عبدالله (ع) اقرء منى على والدك السلام وقل له انا اعيبك دفاعاً منى عنك فان الناس والعدو ويسارعون الى كل من قربناه وحمدنا مكانه لادخال الاذى فيمن نحبه ونقربه ويرمونه لمحبتنا وقربه ودنوه منا ويرون ادخال الاذى عليه وقتله۔ ويحمدون كل من عبناه نحن۔ فانما اعيبك لانك اشتهرت بنا ولميلك الينا فاحببت ان اعيبك ليحمد امرك فى الدين بعيبك ونقصك ويكون بذالك منا دافع شرهم منك۔ يقول الله عزوجل اما السفينة فكانت لمساكين يعملون فى البحر فاردت ان اعيبها وكان وراءهم ملك ياخذ كل سفينة غصباً۔

ترجمہ ۔ عبداللہ بن زرارہ سے روایت ہے کہ مجھے ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنے باپ کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ میں تیری عیب جوئی کرتا ہوں تم سے دشمنوں کے دفاع کیلئے، کیونکہ لوگ اور دشمن ہر ایسے شخص کیطرف ایذا رسانی کیطرف دوڑتے ہیں جنکو ہم قرب بخشیں اور جن کے مقام کی تعریف کریں اور ہماری محبت کی وجہ سے اور قرب کی وجہ سے اس پر افترا و بہتان باندھتے ہیں اسے ایذا دینا اور اسکا قتل جائز قرار دیتے ہیں اور ہر ایسا آدمی جسکی ہم عیب جوئی کریں وہ اسکی تعریف کرتے ہیں میں صرف اس لیئے تیری عیب جوئی کرتا ہوں کہ تو ہمارے ساتھ (نسبت میں) اور ہماری طرف رغبت رکھنے میں مشہور ہوگیا ہے پس میں نے پسند کیا کہ تیری عیب جوئی کروں تاکہ وہ (مخالفین) تیرے معاملہ کی تعریف کریں اسطرح دین (تشیع) میں) تیرے عیب اور ناقص ہونیکی وجہ میری طرف سے دشمن کے شر کو دفع کرنیوالہ ذریعہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "لیکن کشتی مسکینوں کی تھی جس پر وہ سمندر میں کام کرتے تھے پس میں نے ارادہ کیا کہ اسے عیب دار کردوں جب کہ انکے پیچھے ایک بادشاہ تھا جو کشتی کو زبردستی لے رہا تھا۔ (جسطرح حضرت خضر علیہ السلام کا کشتی کو عیب ناک کرنا مساکین کے فائدہ کیلئے تھا۔ اسیطرح میرا تجھے عیب ناک ظاہر کرنا تیرے فائدہ کیلئے ہے۔

قولہ۔ ابوبصیر امام کو لالچی .... پیشاب کر دیا۔

اقول :. سب سے پہلے تو یہ ملحوظ خاطر رہے کہ رجال کشی اہل تشیع کی حدیث کی کتاب نہیں بلکہ جرح و تعدیل (رجال) کی

کتاب ہے لہذا مصنف نے اس کتاب میں پوری تحقیق و تفتیش سے روایات نقل نہیں کیں یہی وجہ ہے کہ علامہ حلی رح نے اپنی کتاب "رجال کبیر" میں اسکی مخرجہ روایات پر کڑی تنقید کی ہے جیسا کہ علامہ مجلسی نے اپنی کتاب حق الیقین میں کہا ہے کہ (افسوس یہ کتاب یہاں پاکستان میں جہاں تک میرا علم ہے کہیں دستیاب نہیں) بفرض محال اگر یہ روایت درست بھی ہو تو :

۱۔ زرارہ معصوم نہیں ہو سکتا ہے، شدتِ رنج و افسوس کی بناء پر اس سے یہ کلمہ سرزد ہوا ہو تو ایسے گناہِ صغیرہ کی بناء پر کسی لغزش بھی اسکی مذہبی پوزیشن داغدار نہیں ہوتی - روایت سے یہ ظاہر نہیں ہوتا ہے کہ یہ کلمہ زرارہ رح نے عیاذاً باللہ امام کیلئے طالبِ دنیا ہونے کے وہم پر کہا یا اپنی ناداری پر متاسف ہوتے ہوئے کہا کیونکہ نبی کریم صلعم (ع) اپنے امتیوں اور آئمہ اپنے متبعین سے ہدایا قبول فرماتے اور پسندیدگی کا اظہار فرماتے کیونکہ ہدایا پیش کرنا کرانا حسن عقیدت کی علامت ہے بعض اوقات اس قدر خوشی کا اظہار فرماتے کہ بعض بے بصیرتوں کو طالبِ دنیا ہونیکے گمان گذرنا بعید از قیاس نہیں ذیل کی عبارت ملاحظہ فرمائیں ۔

مسلم (ترجمہ وحید الزمان) جلد ۵ ۔کتاب الاشربہ/ باب ما یفعل الضیف اذا تبعہ غیر من دعاہ ص ۲۶۹ ۔ عن انس رض ان جاراً لرسول اللہ (صلعم) فارسیاً کان طیب المرق فصنع لرسول اللہ ثم جاء یدعوہ فقال وھذہ لعائشہ - فقال لا - فقال رسول اللہ صلعم لا فعاد یدعوہ، فقال رسول اللہ صلعم وھذہ قال لا - قال رسول اللہ صلعم لا - ثم عاد یدعوہ فقال رسول اللہ صلعم وھذہ فقال نعم فی الثالثۃ فقاما یتدافعان حتی اتیا منزلہ ۔

ترجمہ - انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم کا ایک فارسی پڑوسی تھا جو شوربا بہت عمدہ بناتا تھا پس اس نے رسول خدا (صلعم) کیلئے شوربا تیار کیا پھر حضور صلعم کو بلانے آیا۔ حضور صلعم نے عائشہ کے متعلق فرمایا اور یہ بھی ۔ اس نے کہا نہیں۔ حضور صلعم نے فرمایا نہیں (یعنی میں بھی نہیں آتا) وہ پھر لوٹ کر واپس آیا اور دعوت دی حضور صلعم نے فرمایا اور یہ بھی اس نے کہا نہیں حضور صلعم نے فرمایا "نہیں" وہ پھر لوٹ کر واپس آیا اور دعوت دی، حضور ص نے فرمایا اور یہ بھی؟ اس نے تیسری مرتبہ کہا "ہاں" تو دونوں حضور صلعم اور عائشہ لگے ایک دوسرے کو ہٹاتے ہوئے یہاں تک کہ اس کے مکان پر پہنچے ۔

دیکھا حافظ جی ! حضور صلعم اور جناب عائشہ نے اس دعوت پر کس قدر خوشی کا اظہار کیا یہ انتہائی خوشی کا اظہار اس لیئے فرماتے کہ دعوت دینے والا یا ہدیہ پیش کرنیوالا خوش اور مطمئن ہو جائے کہ میرا تحفہ حضور صلعم کو بہت پسند آیا ہے ۔

یہی صورت آئمہ علیہم السلام کی تھی لہذا ممکن ہے کہ زرارہ رحمۃ اللہ نے یہ کلمہ متاسف ہوتے ہوئے کہا ہو کہ کاش مجھ میں ہدیہ پیش کرنیکی طاقت ہوتی تو امام علیہ السلام کی خوشنودی حاصل کرتے ہوئے اذنِ حاضری پاتا ۔

• بہر کیف میرا یہ منصب نہیں کہ اس روایت پر جرح و تنقید کروں یا (عیاذاً باللہ) تردید کروں کشی رح کے علاوہ کسی اور محدث و مورخ نے اس روایت کا ذکر نہیں کیا، لہذا صرف یہی کہہ سکتا ہوں کہ جیسا کہ امام ع کے فرمان سے ظاہر ہے ^زرارہ کا مرتبہ^ اس سے بہت بلند ہے کہ وہ امام ع السلام کو طالبِ دنیا یا طالبِ حظِ نفس جانتے ہوں ۔ ۱

ے گناہِ صغیرہ اس لیئے جائز ہے کہ جائز مقاصد کیلئے جائز ذرائع سے طلبِ دنیا عصمت کے منافی نہیں ۔ دیکھئے سلیمان علیہ السلام دنیاوی حکومت کی تمنا کرتے ہیں۔ وھب لی ملکا لا ینبغی لاحد

قولہ: ایک محرم عورت کو ..... تو امام نے روک دیا۔ (فرماتے)

اقول - اولاً میں اس روایت کی عبارت کو ملاحظہ اور حافظ جی کی تحریف معنوی کی داد دیجئے۔ رجال کشی۔ ذکر ابو بصیر لیث بن البختری ص۱۵۲ عن ابی بصیر قال کنت اقراء امرأۃ کنت اعلمها القرآن قال فقدمت علی ابی جعفر (ع) قال فقال لی یا ابا بصیر ای شئ قلت للمرأۃ قال قلت بیدی هکذا و غطا وجهه قال فقال لی لا تعودن الیها۔

ترجمہ: خود ابو بصیر سے روایت ہے کہ اس نے کہا میں ایک عورت کو پڑھاتا تھا اسے قرآن کریم کی تعلیم دیتا تھا۔ اس (ابو بصیر) نے کہا میں ابو جعفر (امام باقر ع) کی خدمت میں حاضر ہوا تو امام نے فرمایا "اے ابو بصیر تو نے اس عورت سے کیا کہا تھا" تو ابو بصیر نے کہا میں نے اپنے ہاتھ کے (اشارہ) سے اسطرح جواب دیا اور پھر شرمندگی سے اپنا منہ ڈھانپ لیا تو امام نے فرمایا کہ پھر اس عورت کی طرف لوٹ کر نہ جانا۔

حافظ جی! اس نفس امارہ کی گمراہیوں سے معصومین کے بغیر کون محفوظ ہے۔ یہ نفس امارہ وہ بلا ہے کہ انبیاء اس سے پناہ مانگتے تھے حضرت یوسف علیہ السلام کے اس قول کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے "میں اپنے نفس کو پاک صاف نہیں کہتا کیونکہ نفس امارہ انسانوں کو برائی سکھاتا رہتا ہے مگر یہ کہ میرا پروردگار رحم کرے۔ (پ ۱۳ ع ۱ - ترجمہ مولانا فتح محمد)

حافظ جی! تمام انبیاء و اوصیاء کے صحابہ سے حضرت محمد صلعم کے صحابہ افضل ہیں لیکن حضور صلعم کے صحابہ ایسی لغزشوں سے نہ بچ سکے تو دوسرا کون بچ سکے گا۔

۱ - البدایہ والنہایہ (مطبوعہ دار الفکر العربی) / جلد ۶ / فصل فی الاخبار بغیوب ماضیہ و مستقبلہ ص۲۱۶ - ٥ عن قیس بن ابی شہم قال مرت بی جاریۃ بالمدینۃ فاخذت بکشحها۔ قال و اصبح الرسول (صلعم) یبایع الناس قال فاتیته فلم یبایعنی فقال صاحب الجبیذۃ قال قلت واللہ لا اعود۔ قال فبایعنی (رواہ نسائی)

ترجمہ: قیس بن شہم سے روایت ہے اس نے کہا مدینہ منورہ میں میرے پاس سے ایک نوجوان لڑکی گذری، میں نے اسے کمر سے پکڑ لیا اس نے کہا جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلعم لوگوں سے بیعت لینے لگے میں بھی انکے پاس آیا تو مجھ سے بیعت نہ لی اور فرمایا تم جبیذہ والے ہو (یعنی زور سے اپنی طرف کھینچنے والے ہو) اس نے کہا، میں نے کہا کہ پھر نہیں کرونگا۔ پس مجھ سے بیعت لی۔ (نوٹ) بیعت کے لفظ سے گمان نہ گذرے کہ شاید بیعت اسلام ہو اور راوی نے یہ حرکت کفر کی حالت میں کی ہو، کیونکہ بیعت اسلام کیوقت کفر کی حالت میں ایسے گناہوں کی بازپرس نہیں بلکہ حضور صلعم مختلف مواقع پر مختلف مقاصد کیلئے صحابہ سے بیعت لیتے تھے جس طرح حدیبیہ کے موقع پر جنگ سے نہ بھاگنے کی بیعت لی۔

۲ - مسلم[۱] / جلد ۵ / کتاب التوبۃ / باب قولہ تعالیٰ ان الحسنات یذهبن السیئات / ص۲۶۹ : ٥ عن عبد اللہ رض قال جاء رجل الی النبی صلعم فقال یا رسول اللہ انی عالجت امرأۃ فی اقصی المدینۃ وانی اصبت منها ما دون ان امسها فانا هذا فاقض فی ما شئت فقال له عمر لقد سترک اللہ لو سترت نفسک فلم یرد النبی (صلعم) فقام الرجل فانطلق فاتبعه النبی (صلعم) رجلا دعاہ وتلا علیه هذه الایة " اقم الصلوۃ طرفی النهار - الایه۔

ترجمہ: عبد اللہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم (صلعم) کے پاس آیا اور کہا کہ یا رسول اللہ صلعم، میں نے دور مدینہ میں (یا شہر میں) ایک عورت کو پکڑ لیا اور اس سے جماع[۲] کرنے کے علاوہ سب کچھ کیا۔ اب یہ میں حاضر ہوں میری بابت حکم دیں جو آپ چاہیں بس

---

[۱] مترجمہ وحید الزمان۔ [۲] کوئی یہ نہ کہے کہ حدیث میں لفظ "امسها" ہے جسکے معنی چھونا ہیں اور میں نے اسکا ترجمہ جماع کرنا کیا ہے کیونکہ عربی میں چھونے کیلئے "لمس (لمس)" کا لفظ ہے جسکے معنی جسم سے جسم لگانا ہیں۔ نووی نے اپنی شرح میں یہی معنی لئے ہیں۔ اصبت منها دون ان امسها ای تناولتها و استمتع بها والمراد بالمس الجماع معناہ استمتعت بها بالقبلۃ والمعانقۃ۔ یعنی مس سے مراد جماع ہے اسکے معنی یہ ہیں کہ میں نے صرف اسے بوسہ دیا، گلے لگایا۔

عمرؓ نے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھ پر پردہ ڈالا۔ تو بھی اپنے آپ پر پردہ ڈالتا اور نبی کریم صلعم نے اسے کوئی جواب نہ دیا پس وہ مرد اٹھا اور چل پڑا نبی کریمؐ نے اسکے پیچھے ایک آدمی بھیجا اور اسے بلایا اور اسکے سامنے یہ آیت تلاوت فرمائی " اقم الصلاۃ طرفی النھار۔ الاٰیۃ۔

سو حافظ جی! یہ لغزشیں بڑے بڑوں سے سرزد ہوئیں آپ نے مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی سے "تخصص فی علوم حدیث" کی سند تو حاصل کی لیکن آپ نے سنن نبوی پر غور و خوض کیا ہوتا تو آپکو معلوم ہوتا کہ ایسے مومنین جن سے ایسی لغزشیں ہوئیں اور وہ ان پر نادم اور تائب ہوئے، وہ قابلِ مذمت نہیں بلکہ قابل تعریف ہیں۔ انکی دینی مذہبی پوزیشن داغدار نہیں بلکہ وہ کامل الایمان ہیں۔ آیات و احادیث سے واضح ہے کہ توابین کا درجہ صالحین سے بلند ہے۔ پ۲ ع۲ : اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِینَ وَیُحِبُّ الْمُطَّھِّرِیْنَ۔ بیشک خدا توبہ کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے اور پاک صاف رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔" اور حدیث شریف میں ہے۔ بحوالہ مسلم / مترجمہ وحید الزمان / جلد ۴ / کتاب التوبہ / فضیلۃ استغفار / ص ۳۱۷ ۝ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلعم والذی نفسی بیدہ لو لم تذنبوا لذھب اللّٰہ بکم و لجاء بقوم یذنبون فیستغفرون فیغفر لھم۔ ترجمہ : ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول صلعم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ تمہیں "روئے زمین" سے مٹا دیتا اور ایک ایسی قوم لاتا جو گناہ کرتے پھر استغفار کرتے اور اللہ تعالیٰ انہیں مغفرت کرتا۔"

قولہ : محمد بن مسلم کے متعلق امام صادق .... واقع نہ ہو جائے۔

اقول : سوال کے جواب کے شروع میں واضح کر چکا ہوں کہ امام علیہ السلام اپنے محبوب ترین صحابہ کے متعلق ایسے الفاظ کیوں استعمال کرتے تھے۔ حافظ جی آپ ان مشکلات و خطرات کا اندازہ ہی نہیں کر سکتے جن کا مقابلہ کر کے شیعان آئمہؑ نے اپنے دین کی حفاظت کی۔ ؎

کجا دانند حال ما سبکساران ساحلہا۔ آئمہ کو متبعین سے اور متبعین کو ایک دوسرے سے بیزاری و ناواقفیت کا اظہار کرنا پڑتا تھا اور عیب جوئی بھی۔

قولہ : نیز فرمایا اپنے دین میں فریب .... اسمٰعیل جعفی۔

اقول : اصل عبارت ملاحظہ ہو۔ رجال کشی / ذکر محمد بن مسلم / ص ۱۵۱ ۝ عن ابن الصباح قال سمعت اباعبد اللّٰہ یقول یا ابا الصباح ھلک المستریبون (وفی بعض النسخ ھلک المترئیسون) فی ادیانھم۔ منھم زرارہ و برید و محمد بن مسلم و اسمٰعیل جعفی۔ ترجمہ : ابن صباح سے روایت ہے کہ میں نے ابوعبد اللہ علیہ السلام کو سنا فرماتے تھے کہ اے ابوصباح! اپنے دین میں شک کرنیوالے (بعض نسخوں میں: اپنے دین میں ریاست (سرداری) چاہنے والے ہلاک ہوئے، زرارہ، برید، محمد بن مسلم اور اسمٰعیل جعفی انہیں سے ہیں۔ حافظ جی نے جس کتاب سے یہ روایت نقل کی ہے اسمیں لفظ "مستریبون" ہے جسکا معنی "فریب دینے والا کیا ہے" اور یہ معنی کم فہمی یا ناسمجھی کی بنا پر نہیں بلکہ کجروی اور ناانصافی کی بنا پر کیا ہے ورنہ ناممکن ہے کہ حافظ جیسا فاضل و عالم شخص مستریبون کا معنی نہ جانتا ہو، جبکہ عربی زبان کا ایک مبتدی بھی جانتا ہے کہ مستریبون ریب کے باب استفعال (استرابہ) سے اسم فاعل کا صیغہ ہے اور ریب کا معنی "شک" ہے فریب نہیں لیکن حافظ جی کو اپنا مذہب کھلی چھٹی دیتا ہے کہ اپنا مذہب درست ثابت کرنیکے لیئے تاویل کریں، تحریف کریں۔ وغیرہ۔

حقیقت میں امام علیہ السلام بعض آئمہ اسلام کے اس فتویٰ کی تردید فرما رہے ہیں کہ کسی مومن مسلمان کو یہ نہیں کہنا چاہیئے کہ بیشک میں مسلمان ہوں بلکہ کہنا چاہیئے کہ "اِنشاءاللہ میں مسلمان ہوں"۔ اس فقرہ میں کہنے والے کے متعلق یہ ظن پیدا ہوتا ہے کہ شاید اسے اپنے دین میں ریب

و شک ہے تو فرماتے ہیں کہ" اپنے دین کے متعلق شک رکھنے والے ہلاک ہوئے۔ سیاق کلام سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ غالباً ان بزرگوں نے کسی وقت ایسے ہی خیالات کا اظہار فرمایا اور امام علیہ السلام نے مترددین کہتے ہوئے ایسے خیالات کی تردید فرمائی۔

قولہ : فرمائیے ایسے کذّاب .... وہ کیسے سچا ہوگا۔

اقول : حافظ جی! جس طرح آپ نے شیعہ راویانِ حدیث میں سے چار کا ذکر کیا ہے میں بھی آپکے رواۃ میں چار کے متعلق جرح و تعدیل کرنے والوں کے خیالات نقل کرتا ہوں۔

۱۔ ابوهریره

(ل) جناب عائشہ انہیں موضوع احادیث بیان کرنیوالا جانتی تھیں۔ اصابہ/جلد ۴/ذکر الکنی/ذکر ابوہریرہ۔ ○ عن سعید بن عمرو بن العاص قال قالت عائشہ لابی ھریرۃ انک لتحدث بشئی ما سمعتہ قال اماہ طلقتھا وشغلک عنھا المکحلۃ والمرأۃ وما کان لیشغلہ عنھا شئی۔ **ترجمہ :** سعید بن عمرو بن عاص سے روایت ہے اس نے کہا کہ عائشہ نے ابوہریرہ سے کہا کہ تو کچھ ایسی احادیث بیان کرتا ہے کہ میں نے نہیں سنیں؛ اس نے کہا اے ماں تو نے ان احادیث کو چھوڑا جبکہ آپ سرمہ دانی اور آئینہ میں (یعنی شیشہ کنگھی کرنے) میں مشغول ہوتیں تھیں (راوی کہتا ہے) اور اُس (ابوہریرہ) کو ان احادیث سے کوئی چیز مشغول کرنیوالی نہ تھی۔

ب۔ مسلم/جلد ۲/کتاب الفضائل/باب من فضائل ابوہریرہ ○ عن عروہ بن الزبیر ان عائشہ قالت الا یعجبک ابو ھریرۃ جاء فجلس الی جانب حجرتی یحدث عن النبی صلعم یسمعنی ذلک وکنت اسبح فقام قبل ان اقضی سبحتی ولو ادرکتہ لرددت علیہ ان رسول اللہ (صلعم) لم یکن یسرد الحدیث کسردکم۔ **ترجمہ :** عروہ سے روایت ہے کہ عائشہ نے کہا کیا تو حیران نہیں ہوتا کہ ابوہریرہ آیا، میرے حجرے کے پاس بیٹھ گیا اور نبی کریم صلعم سے احادیث بیان کرنے لگا؛ میں تسبیح پڑھ رہی تھی اور وہ اس سے پہلے کہ تسبیح ختم کروں، وہ اٹھ گیا، ورنہ میں اسے جھٹلاتی (بات رد کرتی) کہ نبی کریم صلعم نے ایسی احادیث بیان نہیں کیں جیسی تم بیان کرتے ہو۔

ج۔ ابوهریره رض حدیث بیان کرکے مکر جاتے تھے۔

مسلم مع نووی نولکشور/۱۲۸۵ھ/کتاب السلام/باب لا عدوی و طیرہ/ص ۲۳۰ ○ عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمٰن بن عوف ان رسول اللہ (صلعم) قال لا عدوی و یحدث لا یورد ممرض علی مصح قال ابو سلمہ کان ابو ھریرۃ یحدثھما عن رسول اللہ ثم صمت ابو ھریرۃ عن قولہ لا عدوی و اقام علی لا یورد ممرض علی مصح قال فقال الحارث بن ابی ذباب لابی ھریرۃ کنت اسمعک یا ابا ھریرۃ تحدثنا مع ھذا الحدیث حدیثا آخر سکت عنہ کنت تقول قال رسول اللہ (صلعم) لا عدوی فابی ابو ھریرۃ ان یعرف ذلک وقال لا یورد ممرض علی مصح فماراہ الحارث فی ذالک حتی غضب ابو ھریرہ فرطن بالحبشۃ فقال للحارث اتدری ما قلت قال لا قال ابو ھریرۃ انی قلت ابیت۔ قال ابو سلمۃ لعمری لقد کان ابو ھریرۃ یحدثنا ان رسول اللہ (صلعم) قال لا عدوی فلا ادری انسی ابو ھریرۃ او نسخ احد القولین الاخر۔ **ترجمہ :** ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلعم) نے فرمایا کہ چھوت (بیماری کا ایک دوسرے کو لگ جانا) نہیں ہے اور یہ حدیث بھی بیان کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ بیمار جانور کو تندرست کے پاس نہ لایا جائے۔ ابوسلمہ نے کہا کہ ابوہریرہ یہ دونوں حدیثیں رسول اللہ سے روایت کرتا تھا، پھر اس کے بعد اس قول سے کہ "لا عدوی (چھوت نہیں)" سے خاموش ہو گیا۔ اس قول پر کہ "مریض کو تندرست کے پاس نہ لایا جائے" پر قائم رہا۔ (ابوسلمہ) نے کہا کہ حارث بن ابی ذباب نے ابوہریرہ رض سے کہا کہ اے

ہے ابوہریرہ کہ میں تم سے سنا کرتا تھا کہ تو اس حدیث کیساتھ ایک اور حدیث بیان کیا کرتا تھا اَب تو اس سے خاموش ہوگیا ہے تو کہا کرتا کرتا تھا کہ رسُول اللہ صلعم نے فرمایا کہ چھوت نہیں ہے؛ ابوہریرہؓ نے اس حدیث سے واقف ہونے سے انکار کر دیا اور کہا کہ مریض کو تندرست کے پاس نہ لایا جائے۔ حارث نے اس پر اس سے جھگڑا کیا یہاں تک کہ ابوہریرہ غصے ہوئے اور حبشہ زبان میں کچھ کہا اور پھر حارث سے کہا جانتے ہو میں نے کہا کیا اس نے کہا نہیں۔ ابوہریرہ نے کہا کہ میں نے کہا ہے کہ میں انکار کرتا ہوں، ابوسلمہ نے کہا کہ مجھے اپنی زندگی کی قسم کہ ابوہریرہ ہم سے بیان کیا کرتا تھا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ چھوت نہیں میں نہیں جانتا کہ ابوہریرہ بھول گئے یا ایک قول نے دوسرے قول کو منسوخ کر دیا

۲۔ عمران بن خطان

میزان الاعتدال (ذکر عمران بن حطان) عمران بن حطان السدوسی البصری الخارجی قال ابوداؤد لیس من اھل الاھواء اصح حدیثاً من الخوارج۔ ترجمہ: عمران بن حطان سدوسی، خارجی ہے اور ابوداؤد نے کہا کہ بدعتی فرقوں میں خارجی سے بڑھکر کوئی صحیح حدیث بیان کرنیوالا نہیں ہے۔

۳۔ عکرمہ (عبداللہ بن عباسؓ کا غلام)

میزان الاعتدال (ذکر عکرمہ مولیٰ ابن عباس) جریر عن یزید بن ابی زیاد عن عبداللہ بن الحارث قال دخلت علی علی بن عبداللہؓ بن عباسؓ فاذا عکرمۃ فی وثاق عند باب الحسن فقلت لہ الا تتقی اللہ فقال ان ھذا الخبیث یکذب علی ابی۔ ترجمہ: عبداللہ بن الحارث نے کہا میں علی بن عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہم) کے پاس گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ عکرمہ بیڑیوں میں بندھا ہوا حسنؓ کے دروازے کے پاس پڑا ہوا ہے، میں نے (علی سے) کہا، کیا آپ خدا سے نہیں ڈرتے؟ تو اس نے کہا کہ یہ خبیث میرے والد کیطرف جھوٹی حدیثیں منسوب کرتا ہے۔

۴۔ مروان بن الحکم

صواعق محرقہ / المقصد الخامس / الباب الاول / ص ۱۸۱۔ الحدیث الذی صححہ الحاکم ان عبدالرحمن بن عوف قال کان لایولد لاحد مولود الا اتی بہ النبی (صلعم) فیدعو لہ فادخل علیہ مروان بن الحکم فقال ھذا الوزغ بن الوزغ الملعون ابن الملعون۔ ترجمہ: عبدالرحمن بن عوف نے کہا کہ کسی شخص کا کوئی بچہ پیدا نہیں ہوتا تھا مگر اسے نبی کریم صلعم کے پاس لایا جاتا پس حضور صلعم اسکے لیے دعا کرتے چنانچہ مروان بن الحکم بھی لایا گیا تو حضور صلعم نے فرمایا کہ تو گرگٹ کا بیٹا گرگٹ، ملعون کا بیٹا ملعون ہے۔ کیوں حافظ جی! آپ اجازت دیتے ہیں کہ آپ ہی کے الفاظ میں کہوں کہ "ایسے کذاب، ملعون، بداعتقاد خوارج لوگوں سے جو دین مروی ہو وہ کیونکر سچا ہوسکتا ہے۔"

سوال نمبر ۹

اگر حضرت صادق اور آپکے اصحاب پر اللہ تعالیٰ نے دین کی نص کردی تھی تو کیا وجہ ہے کہ آپکے راوی اصحاب عصمت تو کجا اعلیٰ عدالت، راست گوئی اور تقویٰ سے مشرف نہ ہو سکے، صرف تین ۳ شہادتیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) ایک سچے آدمی شریک بن مفضل نے حضرت صادق سے سُنا کہ "مسجدمیں کچھ لوگ ہیں جو امام اور خود کو شیعہ مشہور کرتے

لیکن یہ لوگ نہ ہم سے ہیں نہ ہم ان سے۔ میں ان سے چھپ کر پردہ پوش ہوتا ہوں وہ میری پردہ دری کرتے ہیں کہتے ہیں امام۔ امام۔ خدا کی قسم میں اسکا امام ہوں جو میرا فرمانبردار ہو جو نافرمان ہو اسکا امام نہیں ہوں کیوں میرا نام لیتے ہیں خدا ان کو اور مجھے ایک جگہ جمع نہ کرے۔ (روضہ کافی ص ۲۲۴)

۲۔ ابو یعفور نے امام صادق سے کہا میں لوگوں سے ملتا ہوں تو مجھے ان لوگوں پر بڑا تعجب ہوتا ہے جو آپکو امام نہیں مانتے اور فلاں فلاں (ابو بکر۔ عمر) کو امام مانتے ہیں یہ بڑے امانتدار سچے اور وفادار ہوتے ہیں اور جو آپ لوگوں سے تولا رکھتے ہیں ان میں امانت، وفاداری اور راست گوئی نہیں۔ امام سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور غضب ناک ہو کر کہنے لگے جو امام جائر کو خلیفہ مانے اسکا نہ کوئی دین ہے نہ وہ خدا کا کچھ لگتا ہے۔ اور جو امام عادل کو مانے اس پر (ان گناہوں کی وجہ سے) کسی قسم کی گرفت نہیں۔ (سبحان اللہ) اصول کافی جلد نمبر ۱۔ ص ۲۷۵

۳۔ رجال کشی ص ۲۱۰ پر ہے کہ شیعوں نے امام صادق سے ایسا آدمی مانگا جو دین و احکام میں مرجع ہو۔ ان کے اصرار پر آپ نے مفضل کو بھیجا کیونکہ یہ اللہ پر سچ بولے گا، کچھ زیادہ مدت نہ گذری تھی کہ لوگوں نے اس پر اور اسکے ساتھیوں پر یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ نماز نہیں پڑھتے، شراب پیتے ہیں، حمام میں بے پردہ عورت ننگے نہاتے ہیں ڈاکہ زنی کرتے ہیں۔ در مفضل ان کے ساتھ اور قریب ہوتا ہے۔

جواب قولہ: اگر حضرت اور آپ کے اصحاب .... صرف تین شہادتیں ملاحظہ ہوں۔

اقول: کیوں حافظ جی! اگر جناب صادق (ع) کے تمام اصحاب راوی اطاعت عدالت تقوی کی صفات سے مشرف نہ ہو سکے ہوں تو یہ نفس ہی باطل ہو جاتی۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ نے حضور صلعم اور اسکی امت پر تبلیغ دین کی نص کر دی ہے حضور صلعم کے متعلق فرمایا کہ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا (پ ۲۲ ع ۹) اور حضور صلعم کی امت کی نسبت فرمایا۔ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ (پ ۴ ع ۳) سو کیا وجہ کہ حضور صلعم کے امتی عصمت تو کجا اطاعت عدالت تقویٰ سے بھی مشرف نہ ہو سکے۔ امتی تو بجائے خود حضور (صلعم) کے تمام راوی اصحاب ان اوصاف سے مشرف نہ ہو سکے۔ مندرجہ ذیل شواہد ملاحظہ ہوں۔

۱۔ اطاعت

(ا) مسلم / جلد اول / ص ۳۹۰ ۔ عن عائشة انها قالت قدم رسول الله صلعم مكة لاربع مضين من ذي الحجة او خمس فدخل علي وهو غضبان فقلت من اغضبك يا رسول الله ادخله الله النار قال ما شعرت اني امرت الناس بامر فاذا هم يترددون۔ **ترجمہ:** عائشہ سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ رسول اللہ (صلعم) مکہ آئے جبکہ ذی الحجۃ کے چار یا پانچ دن گذر چکے تھے! اور آپ غضبناک تھے پس میں نے کہاکہ آپکو کس نے غضبناک کیا اللہ اسے دوزخ میں ڈالے تو فرمایا تو نے محسوس نہیں کیا کہ میں نے لوگوں کو ایک امر کا حکم دیا اور وہ پس و پیش کر رہے ہیں۔

(ب) تیسیر الوصول / جلد نمبر ۳ / کتاب الغزوات / غزوہ حدیبیہ / ص ۱۹۱ ۔ فلما فرغ من قضية الكتاب قال (صلعم) لاصحابه رض قوموا فانحروا ثم احلقوا فوالله ما قام منهم رجل حتى قال ذالك ثلاث مرات فلما لم يقم منهم احد دخل على ام سلمة رض فذكر لها مالقي من الناس۔ فقالت يا نبي الله اتحب ذلك؟ اخرج ولا تكلم منهم احداً حتى تنحر بدنك وتدعو حالقك فيحلقك۔ فخرج فلم يكلم احداً منهم حتى فعل ذلك: نحر بدنه ودعا حالقه فحلقه فلما رأوا ذلك قاموا فنحروا۔ **ترجمہ:** جب عہد نامہ لکھنے سے فارغ ہوئے تو حضور صلعم نے صحابہ رض کو کہا۔ اٹھو۔ نحر کرو اور حلق کرو، خدا کی قسم کہ ان میں سے ایک شخص بھی نہ اٹھا حتیٰ کہ حضور صلعم نے یہی بات تین مرتبہ کہی، جب کوئی نہ اٹھا تو ام سلمہ رض کے پاس آئے اور لوگوں کا جو سلوک دیکھا تھا بیان فرمایا پس

اس نے (ام سلمہؓ نے) کہا اگر آپؐ اسے پسند فرماتے ہیں تو تشریف لے جائیے اور اپنی قربانی نحر فرمائیں اور حلق کرنیوالے کو بلا کر حلق کرائیے تک کسی سے بات نہ کریں، پس آپؐ اٹھے کسی سے کلام نہ کی، اپنی قربانی نحر کی، حالق کو بلا کر حلق کرایا جب صحابہ نے یہ دیکھا تو اٹھے اور اپنی قربانیاں نحر کیں۔

۲۔ عدالت

(۱) تذکرۃ الخواص (لسبط ابن الجوزی) باب ذکر خلافۃ علیؑ / فی مسیر عائشہؓ الی البصرۃ / ص۴۲ / ص۴۳۔ ۲۔ مروج الذہب جلد ۲ / ذکر موقعۃ الجمل / ص۲۵۴ / مطبوعہ دار الاندلس بیروت۔ و اللفظ المروج الذہب۔

و سار القوم نحو البصرۃ فی ستمائۃ راکب فانتھوا فی اللیل الی ماء لبنی کلاب یعرف بالحوأب علیہ ناس من بنی کلاب فعوت کلابھم علی الرکب فقالت عائشۃ ما اسم ھذا الموضع فقال لھا السائق لجملھا الحوأب فاسترجعت و ذکرت ما قیل لھا فی ذلک فقالت ردونی الی حرم رسول اللّٰہ (صلعم) لاحاجۃ لی فی المسیر فقال الزبیر باللّٰہ ماھذا الحوأب لقد غلط فیما اخبرک بہ وکان طلحۃ فی ساقۃ الناس فلحقھا فاقسم ان ذلک لیس بالحوأب وشھد معھما خمسون رجلاً ممن کان معھم فکان ذالک اول شھادۃ زور اقیمت فی الاسلام۔ **ترجمہ**: اور یہ قوم (جماعت) بصرہ کیطرف چلی، چھ سو سواروں کی صورت میں پس وہ رات کیوقت ایک پانی پر پہنچے بنی کلاب کے جو حوأب کے نام سے معروف تھا اور وہاں بنی کلاب کے کچھ لوگ تھے۔ پس ان کے کتے سواروں پر بھونکے۔ عائشہؓ نے کہا کہ اس جگہ کا نام کیا ہے؟ اسکے اونٹ چلانے والے نے کہا حوأب۔ پس عائشہؓ نے انا للّٰہ پڑھا اور کہا مجھے حرم رسول اللہ (صلعم) کیطرف واپس لے جاؤ، مجھے جانے کیضرورت نہیں ہے، زبیرؓ نے کہا اللہ کی قسم یہ حوأب نہیں غلط ہے جو آپکو خبر دی گئی ہے اور طلحہ پچھلے دستہ فوج میں تھے وہ بھی آملے اور قسم کھائی کہ یہ حوأب نہیں ہے اور ان دونوں کیساتھ لشکر والوں میں سے پچاسؓ آدمیوں نے بھی گواہی دی، یہ اسلام میں پہلی جھوٹی گواہی تھی (دو عشرہ مبشرہ میں سے اور پچاس دیگر صحابی قسم کھا کر جھوٹی گواہی دے رہے ہیں۔ یہ ہے بعض صحابہ کی عدالت)

۳۔ راستگوئی

تیسیر الوصول / جلد ۴ / کتاب الکذب / ص۱۳۰

عن اسماء بنت یزید قالت قال رسول اللّٰہ صلعم یا ایھا الناس ما یحملکم علی ان تتابعوا علی الکذب کتتابع الفراش فی النار۔ الکذب کلہ علی ابن آدم حرام الا فی ثلاثۃ خصال۔ رجل کذب علی امرأتہ لیرضیھا و رجل کذب فی الحرب فان الحرب خدعۃ و رجل کذب بین مسلمین لیصلح بینھما۔ **ترجمہ**: اسماء بنت یزید سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اے لوگو تمہیں کیا چیز اس امر پر آمادہ کرتی ہے کہ تم جھوٹ پر اس طرح گرتے پڑتے ہو جسطرح پروانے آگ میں گرتے ہیں۔ ہر جھوٹ آدم کی اولاد پر حرام ہے سوائے ان تین صورتوں کے ایک یہ کہ کوئی شخص بیوی سے جھوٹ کہے تاکہ وہ خوش ہو جائے دوسرے جنگ میں جھوٹ کیونکہ جنگ فریب ہے، تیسرے دو مسلمانوں میں صلح کرانے کیلئے۔

۴۔ تقویٰ

تیسیر الوصول / جلد اول / کتاب التفسیر / سورۃ الحجر / ص۱۴۳۔

عن ابن عباسؓ کانت امرأۃ تصلی خلف رسول اللّٰہ صلعم، حسناء من احسن الناس فکان بعض القوم یتقدم حتی یکون فی الصف الاول لئلا یراھا ویتاخر بعضھم حتی یکون فی الصف الاخیر حتی یراھا۔ فاذا رکع نظر من

تحت الحلقۃ فانزل اللّٰہ : ولقد علمنا المستقدمین منکم ولقد علمنا المستاخرین۔ **ترجمہ** : عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ خوبصورت ترین لوگوں میں سے ایک خوبصورت عورت رسول اللہ صلعم کے پیچھے نماز پڑھتی تھی کچھ لوگ آگے بڑھتے تاکہ پہلی صف میں ہوں اور اسے نہ دیکھیں اور کچھ پیچھے ہٹتے تاکہ آخری صف میں ہوں اور اسے دیکھ سکیں جب رکوع کرتے تو بغل کے نیچے سے اسے دیکھتے، اس پر یہ آیت اتری " ہم نے آگے جانے کی خواہش کرنیوالوں کو جان لیا ہے اور ہم نے پیچھے ہٹنے کی خواہش کرنیوالوں کو جان لیا ہے "

قولہ : ایک سچے آدمی مفضل .... ایک جگہ جمع نہ کرے۔

اقول : اصل عبارت ملاحظہ ہو ! فروع کافی / جلد نمبر ۸ / الروضہ / فصل انا امام من اطاعنی / ص ۳۷۲ ● عن القاسم بن شریک المفضل وکان رجل صدق قال سمعت ابا عبداللّٰہ علیہ السّلام یقول حلق فی المسجد یشھرونا ویشھرون انفسھم اولئک لیسوا ولانحن منھم انطلق فاواری واستر فیھتکون ستری ھتک اللّٰہ ستورھم یقولون امام ماانا بامام الا لمن اطاعنی فامامن عصانی فلست لہ بامام۔ لم یتعلقون باسمی الا یکفون اسمی من افواھھم لا یجمعنی اللّٰہ وایاھم فی دار۔ **ترجمہ** : مفضل جو ایک سچا آدمی ہے اس سے روایت ہے کہ میں نے ابوعبداللہ علیہ السلام کو کہتے ہوئے سنا کہ مسجد میں کچھ حلقہ ہائے (مذاکرات علمی) ہیں جو ہماری تشہیر کرتے ہیں اور اپنے آپکو مشہور کرتے ہیں، اللہ انکی پردہ دری کرے، کہتے ہیں " امام " آگاہ رہو، اللہ کی قسم میں صرف اسکا امام ہوں جو میری اطاعت کرے لیکن جو میری نافرمانی کرے اسکا امام نہیں، یہ لوگ صرف ہمارے نام سے ہی کیوں واسطہ رکھتے ہیں، ہمارا نام لینے سے منہ بند کیوں نہیں رکھتے، اللہ مجھے اور انہیں کسی ایک گھر میں اکھٹا نہ کرے۔ یہ ہے اصل عبارت اور اسکا ترجمہ جسکو مفید مطلب بنانے کے لئے اس میں کئی تحریفات کی گئی ہیں۔

(ل) حَلَقٌ (حلقہ ہائے) کو خلقٌ (مخلوق) بنا کر کچھ لوگ ترجمہ کیا ہے، امام علیہ السلام کی مراد حلقہ ہائے علمی ہیں جن میں بعض افراد اپنے آپکو استاد امام ظاہر کرتے تھے اور اپنے شاگردوں، پیروکاروں کو لیکر بیٹھتے تھے اور (اہل دالنت میں) انہیں تعلیم دیتے اور مشکلات کے حل کیلئے امام کی خدمت میں پہنچتے تھے وہ کون لوگ تھے، ملاحظہ فرمائیے۔ صواعق محرقہ / ذکر جعفر الصادق / ص ۲۰۱ ● کان خلیفتہ ونقل الناس عنہ من العلوم ماسارت بہ الرکبان وانتشر صیتہ فی جمیع البلدان روی عنہ الائمہ الاکابر کیحیٰی بن سعید وابن جریح والسفیان وابی حنیفہ وشعبہ وایوب السجستانی۔ **ترجمہ** : اور اس طرح یہ انکے (امام باقر علیہ السلام) کے جانشین تھے لوگوں نے ان سے بعض علوم نقل کیئے جنہیں قافلے لیکر چلے اور تمام علاقوں میں آپ کی (امام علیہ) شہرت پھیل گئی۔ بڑے بڑے آئمہ نے ان سے روایت کی، جیسے یحیٰی بن سعید ابن جریح اور دونوں سفیان اور ابوحنیفہ (امام اعظم) اور شعبہ اور ایوب سجستانی۔

یہ ہیں وہ لوگ جنکا امام علیہ ذکر کر رہے ہیں کہ امام کی اطاعت کرنے کی بجائے خود کو امام بھی کہلاتے اور امام علیہ السلام سے استفادہ علمی بھی کرتے اور زبان سے "امام" امام " بھی کہتے، انہیں سے امام چھپتے ہوئے دور رہنا چاہتے مگر یہ پھر بھی پہنچ جاتے۔ مندرجہ ذیل روایت ملاحظہ ہو۔

تذکرۃ الخواص / الباب ثانی عشر فی ذکر الائمہ علیہم السلام / ذکر جعفر الصادق / ص ۳۵۲ ● عن ابی حازم السھازنی قال کنت عند جعفر الصادق بن محمد فجاء سفیان الثوری فقال لہ جعفر (ع) انت رجل یطلبک السلطان وانا اتقی السلطان فقال سفیان حدثنی حتی اقوم فقال حدثنی ابی عن جدی عن ابیہ عن علی (ع) قال قال رسول اللّٰہ صلعم من انعم اللّٰہ علیہ نعمۃ فلیحمد اللّٰہ۔ ومن استبطاء الرزق فلیستغفر اللّٰہ ومن حزنہ امر فلیقل لاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ۔ **ترجمہ** : ابوحازم مازنی سے روایت ہے اس نے کہا میں جعفر صادق بن محمد (ع) کے پاس تھا کہ سفیان ثوری

آیا۔ جعفرؑ (۴) نے اسے کہا تو ایک ایسا شخص ہے کہ مجھے اکثر بادشاہ بلاتا رہتا ہے اور میں بادشاہ سے خائف ہوں (لہٰذا تو میرے پاس نہ آیا کر) سفیان نے کہا کہ مجھ سے ایک حدیث بیان کر دیجئے پھر میں اٹھ جاؤنگا (امام نے) کہا مجھ سے میرے باپ نے انہوں نے میرے دادا نے انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے علی (۴) سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جسے اللہ تعالیٰ کوئی نعمت عطا کرے وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کرے جو اپنے رزق میں دیر محسوس کرے وہ استغفار کرے، جسے کوئی امر غمزدہ کر دے وہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہے۔

ب۔ حافظ جی نے لیشہرونا ولیشہرون الفضلھم کا ترجمہ کیا ہے "جو ہم کو امام اور خود کو (شیعہ) مشہور کرتے ہیں" حالانکہ صرف عربی دان ہی نہیں اردو پڑھے لکھے بھی جانتے ہیں کہ تشہیر (جس سے لیشہرونا ہے) ایسے امر کو پھیلانا اور نشر کرنا ہے جس سے منسوب الیہ کو نقصان پہنچتا ہو اور اشہار (جس سے لیشہرون ہے) یعنی شہرت دینا ایسے امر کو پھیلانا اور نشر کرنا ہے جسکا عام کرنا منسوب الیہ کیلئے مفید اور باعث عزت ہو۔ یہاں شیعہ مشہور کرنا تو مراد ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ تاریخ کے اوراق پکار پکار کر کہہ رہے ہیں امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانہ میں جبکہ منصور دوانقی خلیفہ تھا، امام کا اپنے آپکو امام ظاہر کرنا اور شیعوں کا اپنے آپکو شیعہ مشہور کرنا موت کو دعوت دینا تھا۔ دیکھئے۔ مطالب السؤل / الباب السادس / فی ذکر ابی عبداللہ جعفر بن محمد الصادق / ص۲۷۶ ۔ ⊖ حدثنا عبد اللہ بن الفضل عن ابیہ قال حج ابو جعفر المنصور سنۃ سبع واربعین ومائۃ فقدم المدینۃ قال للربیع ابعث الی جعفر بن محمد یاتینا متعبا قتلنی اللہ ان لم اقتلہ۔ فتغافل عنہ الربیع ثم ارسل الی الربیع رسالۃ قبیحۃ اغلظ فیہ وامرہ ان یبعث من یحضر جعفراً ففعل فلما اتاہ قال لہ یا ابا عبد اللہ اذکر اللہ فانہ ارسل الیک الی مالا دافع لہ غیر اللہ قال جعفر۴ لاحول ولاقوۃ الا باللہ ثم الربیع اعلم المنصور بحضورہ فلما دخل جعفر (۴) علیہ دعّدہ واغلظ وقال ای عدو اللہ اتخذک اھل العراق اماماً یجبون الیک زکوٰۃ اموالھم۔ تلحد فی سلطانی تبغیہ الغوائل قتلنی اللہ ان لم اقتلک فقال لہ امیر المومنین ان سلیمان اعطی فشکر وان ایوب ابتلی فصبر وان یوسف ظلم فغفر فانت من ذالک السنخ فلما سمع المنصور کلامہ فقال الیّ وعندی ابا عبد اللہ البری الساحۃ السلیم الناحیہ۔

ترجمہ: عبداللہ بن فضل نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ ابو جعفر منصور (دوانقی خلیفہ دوم بنی عباس) نے سن ایک سو پینتالیس (۱۴۵ھ) میں حج کیا اور مدینہ منورہ آیا تو (اپنے وزیر) ربیع کو کہا جعفر بن محمد (ع) کو بلا بھیج اللہ مجھے قتل کرے اگر میں اسے قتل نہ کروں تو پس ربیع نے اسے ٹال دیا۔ منصور نے پھر سخت اور برے الفاظ میں اسے پیغام بھیجا اور حکم دیا کہ کسی کو بھیج جو جعفر کو حاضر کرے، پس اس نے ایسا ہی کیا، جب (امام ۴) اسکے پاس آیا تو اس نے کہا۔ اے ابو عبداللہ اللہ کو یاد کرو، کیونکہ جس امر کیلئے اس نے آپکو بلا بھیجا ہے، اسے سوائے خدا کے کوئی اور آپ سے ٹال نہیں سکتا، جعفر۴ نے کہا کوئی امداد کوئی طاقت نہیں سوائے اللہ، پھر ربیع نے منصور کو آپکے آنیکی اطلاع دی پس جعفر۴ اسکے پاس گئے تو اس نے دھمکیاں دیں، سخت کلامی کی اور کہا ہاں! اے دشمن خدا تجھے عراق والوں نے اپنا امام بنا رکھا ہے اور اپنے اموال کی زکوٰۃ تجھے بھیجتے ہیں، تو میری حکومت میں تباہیاں اور بے دینی پھیلانا چاہتا ہے اگر تجھے قتل نہ کروں تو خدا مجھے قتل کرے، پس آپ نے اس سے کہا، اے امیر المومنین اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام پر بخشش کی اس نے شکر ادا کیا، ایوب علیہ السلام کو سرداری کے بعد آزمائش میں ڈالا، اس نے صبر کیا۔ یوسف پر (بھائیوں کیطرف سے) ظلم کیا گیا اس نے (سرداری ملنے پر) معاف کر دیا، تو بھی (انہیں سرداروں) کی صف کا فرد ہے جب منصور نے آپکا یہ کلام سنا تو کہا اے ابو عبداللہ! میری طرف، میرے پاس

آؤ، تم ہر طرح بری الذمہ ہو اور صاف دامن۔

دیکھا حافظ جی! یہ ہے روایت کی حقیقت جسے آپ امام کے راوی صحابہ (رحمہم اللہ) کے مرعوب رہے ہیں۔ امام علیہ السلام کی مراد اپنے شیعہ و صحابی نہیں بلکہ آپکے وہ اکابر آئمہ ہیں جو امام علیہ السلام کے دعوئے امامت کی تشہیر کر کے امام (ع) کو شہید اور اپنی امامت کو شہرت دیکر اپنے بازار امامت کو شہرت دینا چاہتے تھے۔ جسے مجھے مدلل و مفصل لکھنا پڑا تاکہ کسی کو شک نہ رہے **نوٹ**: اس روایت میں امام (ع) نے حضرت سلیمان (ع) حضرت ایوب (ع) اور حضرت یوسف (ع) کا ذکر کر کے چند امور و رموز کیطرف اشارہ فرمایا ہے جنکا ذکر باعث تطویل ہوگا۔

قارئین کرام شاید ان روایات کو اس خیال سے ضعیف اور ناقابل اعتماد خیال کرنے لگیں کہ کسطرح ممکن ہے کہ منصور دوانقی کے زمانہ میں کئی اور امام اور انکے متبعین و مقلدین تھے وہ اپنی امامت اور تقلید کا اظہار بھی کرتے تھے اور انہیں کوئی خطرہ نہ ہو اور یہ جان کا خطرہ صرف شیعوں اور شیعوں کے امام کو ہو تو اسکی وجہ امامت کے متعلق بنیادی اختلاف ہے۔

امامت کے متعلق شیعہ عقیدہ

۱۔ امام منصوص من اللہ بنص رسول کریم صلعم ہوتا ہے۔ ۲۔ ہر زمانہ میں صرف ایک امام حق ہوتا ہے۔ ۳۔ ہر فرد بشر پر امام کی اطاعت واجب ہے، چاہے وہ بادشاہ وقت بھی ہو۔

امامت کے متعلق سُنی عقیدہ

۱۔ امام منصوص من اللہ نہیں ہوتا، بلکہ جو بھی کسی فن یا علم میں اپنے ہمعصروں سے بڑھ جائے وہی اس فن یا علم میں امام ۲۔ ایک وقت میں کئی امام ہو سکتے ہیں ہر علم کے کئی امام ہو سکتے ہیں مثلاً آئمہ فقہ، آئمہ حدیث، آئمہ ادب وغیرہ ۳۔ کوئی امام مفترض الطاعۃ نہیں صرف اس علم میں اسکے فتویٰ پر عمل لازم و واجب ہے سوائے ایک امام کے اور وہ سیاست مدن کا امام، جو امور سیاست میں سب پر غالب آجائے یعنی سلطان یا خلیفہ۔ اس کی اطاعت دوسرے آئمہ پر بھی واجب ہے چاہے وہ جابر۔ ظالم اور فاسق ہو۔ مندرجہ ذیل احادیث پر غور فرمائیے۔

۱۔ کنز العمال / جلد ۶ / کتاب الامارہ والخلافۃ / حدیث نمبر ۱۴۸۳۔ ○ ستکون بعدی آئمۃ لا یھتدون بھدی ولا یستنون بسنتی وسیقوم رجال قلوبھم قلوب شیاطین فی جسمان انسان قال حذیفۃ کیف اصنع ان ادرکنی ذلک قال اتبع الامیر الاعظم وان ضرب ظھرک واخذ مالک (ابن سعد) **ترجمہ**: حضور صلعم نے فرمایا) میرے بعد ایسے امام (امام سیاست) ہونگے جو میری ہدایت پر نہ چلیں گے اور میری سنت کو ادا نہیں کریں گے۔ ایسے مرد حاکم ہونگے کہ جن کے انسانی جسموں میں شیطانی دل ہوں گے۔ حذیفہ نے عرض کیا کہ اگر مجھ پر ایسا وقت آن پڑے تو کیا کروں۔ فرمایا امیر اعظم (بادشاہ) کا حکم مان، چاہے وہ تیری پیٹھ ادھیڑ دے، چاہے وہ تیرا مال لے لے۔

۲۔ کنز العمال / جلد ۶ / باب ایضاً / حدیث نمبر ۱۴۵۸۱ ○ السلطان ظل اللّٰہ فی الارض یاوی الیہ کل مظلوم فان عدل کان لہ اجر وکان علی الرعیۃ الشکر ان جار او خان او ظلم کان علیہ الوزر وعلی الرعیۃ الصبر۔

ترجمہ: بادشاہ اللہ تعالیٰ کا سایہ ہے جس کے پاس ہر مظلوم پناہ لیتا ہے اگر وہ عدل کرے تو اس کے لیئے اجر اور رعایا پر شکر لازم ہے اور اگر جور یا خیانت یا ظلم کرے تو یہ اس پر بوجھ (عذاب) ہے اور رعایا پر صبر لازم ہے (گویا پھر بھی بادشاہ کی مخالفت درست نہیں)

یہ وجہ ہے کہ بادشاہ سنی آئمہ اور ان کے مقلدین سے کسی قسم کا خطرہ محسوس کرتے تھے نہ ان کے درپے ہوتے تھے، بلکہ ان کی پرورش اور ہمت افزائی کرتے تھے۔ بخلاف اسکے منصور جیسے ظالم و جابر خلیفے ہمیشہ شیعوں سے خائف اور انہیں مٹانے کے درپے

رہتے تھے۔ **قولہ:** ابو الیعفور نے امام صادق ..... گرفت نہیں۔

اقول: اصل عبارت اور ترجمہ ملاحظہ فرمائیے اور حافظ کی دیانت کی داد دیجئے۔ اصول کافی / جلد اوّل / کتاب الحجۃ / باب فیمن دان اللہ عزوجل بغیر امام من اللہ / ص ۳۷۵۔ ○ عن عبد اللہ بن ابی یعفور قلت لابی عبد اللہ علیہ السلام انی اخالط الناس فیکثر عجبی من اقوام لایتولونکم ویتولون فلانا وفلانا لہم امانۃ وصدق ووفا واقوام یتولونکم ولیس لہم تلک الامانۃ ولا الوفاء والصدق۔ قال فاستوی ابو عبد اللہ علیہ السلام فاقبل علیّ کالغضبان ثم قال لا دین لمن دان اللہ بولایۃ امام جائر لیس من اللہ ولا عتب علیٰ من دان اللہ بولایۃ امام عادل من اللہ قلت لا دین لاولئک ولا عتب علیٰ ھولاء قال نعم لا دین لاولئک ولا عتب علیٰ ھؤلاء ثم قال الا تسمع لقول اللہ عزوجل: "اللہ ولی الذین آمنوا یخرجھم من الظلمات الی النور" یعنی من ظلمات الذنوب الی نور التوبۃ والمغفرۃ لولایتھم کل امام عادل من اللہ وقال "والذین کفروا اولیاءھم الطاغوت یخرجونھم من النور الی الظلمات" انما عنی بھذا انھم کانوا علیٰ نور الاسلام فلما تولوا کل امام جائر لیس من اللہ عزوجل خرجوا بولایتھم من نور الاسلام الی ظلمۃ الکفر فاوجب اللہ لھم النار مع الکفار فاولئک اصحاب النار ھم فیھا خالدون **ترجمہ:** عبد اللہ بن ابی یعفور سے روایت ہے کہ میں نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے کہا کہ میں لوگوں سے ملتا جلتا ہوں تو مجھے تعجب ہوتا ہے بعض ایسے افراد جو تم (آئمہ ؑ) سے تولیٰ (اقرار امامت) نہیں رکھتے اور فلاں اور فلاں سے تولیٰ کرتے ہیں اور ان میں امانت، وفا اور سچائی کے اوصاف ہیں اور بعض ایسے افراد جو آپ (آئمہ حق) سے تولیٰ کرتے ہیں اور ان میں امانت، وفا اور سچائی نہیں ہے۔ راوی نے کہا ابو عبد اللہ علیہ السلام سیدھے ہو بیٹھے اور میری طرف اس طرح رخ کیا جیسے غصہ میں ہوں اور پھر کہا کہ اسکا کوئی دین نہیں ہے جو اللہ کی الوہیت کا قائل ہوا جائر امام (جو اللہ کیطرف سے نہیں) سے محبت کرتے ہوئے اور اس پر کوئی عذاب نہیں جو اللہ کی الوہیت پر ایمان لایا۔ امام عادل (جو اللہ کیطرف سے ہے) سے محبت کرتے ہوئے میں نے کہا انکا کوئی دین نہیں اور ان پر کوئی عذاب نہیں فرمایا کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا "جو ایمان لائے انکا ولی (سرپرست) اللہ ہے جو انہیں تاریکیوں سے نکال کر توبہ اور مغفرت کے نور کیطرف لاتا ہے اور (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا "جو کافر ہوئے انکا ولی طاغوت (سرکش و گمراہ) ہیں جو انہیں نور سے نکال کر تاریکیوں کیطرف لاتے ہیں" مراد یہ ہے کہ وہ نور اسلام پر تھے اور جب انہوں نے امام جائر جو اللہ کیطرف سے نہیں ہے تولیٰ کیا تو انکے تولیٰ کی وجہ سے نور اسلام سے نکل کر کفر کی تاریکی میں آگئے پس انکے لئے کفار کیساتھ دوزخ واجب ہوگئی، جس میں ہمیشہ رہیں گے۔)

حافظ جی نے اپنے سوال (اعتراض) میں روایت کے اس حصہ کیطرف اشارہ تک نہیں کیا، جس میں امام (ع) نے اپنے ارشاد کی علت اور دلیل بیان کی، روایت کو "اس پر گناہوں کی کوئی گرفت نہیں" پر ختم کر دیا تاکہ پڑھنے والے یہ سمجھیں کہ شیعہ عقیدہ ہے کہ "ہمیں ہر طرح آزادی ہے چاہے جتنے گناہ کریں ہمیں کوئی سزا نہیں ملے گی" اس کے علاوہ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ حافظ نے یہ روایت آئمہ حق علیہم السلام کے راوی صحابہ کے صفات عدالت و صداقت سے عاری ہونیکے شواہد میں پیش کر رہے ہیں لیکن اس روایت میں صحابہ کا کہیں ذکر نہیں بلکہ شیعہ اعتقاد رکھنے والوں کا ہے۔ اب روایت کے ہر حصہ کی تشریح اور حافظ صاحب کے استدلال کی ترمیم ملاحظہ ہو۔

۱۔ "بعض آپ سے تولا نہ رکھنے والے صدق و صفا سے متصف اور تولا رکھنے والے ان سے عاری ہیں"۔ حافظ جی نہ راوی کی مراد یہ ہے اور نہ آپ یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ تمام اہلسنت ان صفات سے متصف اور تمام شیعہ ان صفات سے عاری ہیں (یہ ایک امر بدیہی کی تکذیب ہوگی) بلکہ راوی کی مراد یہ ہے کہ اہلسنت کے بعض افراد باوجود آپ سے تولیٰ نہ رکھنے کے یہ صفات رکھتے ہیں اور بعض تولیٰ رکھنے والے ان سے خالی ہیں تو یہ فطرت کا اصول ہے کہ ہر جماعت ہر فرقہ ہر دین و مذہب والوں میں کچھ افراد صفات حسنہ کے مالک اور بعض عیوب سے ملوث ہوتے ہیں۔ گمراہ ترین امت و قوم میں صاحب صفات افراد موجود ہیں ہر طرح ہدایت یافتہ امت و ملت میں عیوب سے ملوث افراد پائے جاتے ہیں مندرجہ ذیل حدیث پر غور کی درخواست کرتا ہوں۔ مسلم/مع الشرح نودی/مطبوعہ نولکشور/جلد ۲/کتاب الفتن واشراط الساعۃ/ص ۳۹۲ ۞ عن موسیٰ ابن علی عن ابیہ قال قال المستورد القرشی عند عمرو بن العاص سمعت رسول اللہ صلعم، یقول تقوم الساعۃ والروم اکثر الناس فقال لہ العمرو ما تقول قال اقول ما سمعت من رسول اللہ (صلعم) قال لئن ذاک فان فیھم لخصالا اربعا انھم لاحلم الناس عند فتنۃ واسرعھم افاقۃ بعد مصیبۃ واوشکھم کرۃ بعد فرۃ وخیرھم لمسکین ویتیم وضعیف وخامسۃ حسنۃ جمیلۃ وآمنھم من ظلم الملوک۔ **ترجمہ**: موسیٰ بن علی نے اپنے باپ سے روایت کی اس نے کہا کہ عمرو بن العاص کے پاس مستورد قرشی نے یہ کہا کہ میں نے رسول اللہ (صلعم) کو کہتے ہوئے سنا کہ جب قیامت قائم ہوگی تو روم (یعنی عیسائیوں) کی لوگوں میں کثرت ہوگی تو عمرو نے اس سے کہا، دیکھ! تو کیا کہہ رہا ہے اس نے کہا کہ میں وہی کچھ کہہ رہا ہوں جو کچھ میں نے سنا۔ تو اس (عمرو) نے کہا کہ اگر یہی بات ہے جو تو نے کہی تو (اسکی وجہ یہ ہے) ان میں (عیسائیوں میں) چار صفات ہیں۔ ۱۔ وہ فتنہ و فساد کے وقت تمام لوگوں سے زیادہ حلیم ہیں۔ ۲۔ مصیبت کے بعد بہت جلد ہوش میں آجانیوالے ہیں ۳۔ پیچھے ہٹنے کے بعد فوراً حملہ کرنے والے ہیں۔ ۴۔ مسکین، یتیم اور ضعیف پر سب لوگوں سے زیادہ احسان کرنیوالے ہیں اور پانچویں سب سے زیادہ اچھی صفت یہ کہ اپنے بادشاہوں کے ظلم سے سب سے زیادہ محفوظ ہیں۔ کیا حافظ جی عمرو بن العاص کے اس ارشاد سے یہ نتیجہ اخذ کریں گے کہ تمام عیسائی ان صفات سے متصف اور تمام مسلمان (عیاذاً باللہ) بمع راوی صحابہؓ کے ان صفات سے عاری ہیں۔

۲۔ (امام جائر سے تولیٰ کرنیوالے کا کوئی دین نہیں) امام علیہ السلام کا یہ ارشاد حضور نبی کریم (صلعم) کے ارشاد کے عین مطابق ہے، حضور (صلعم) سے بحد تواتر یہ حدیث مروی ہے کہ آپ (صلعم) نے فرمایا کہ ۞ (ا) من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ الجاھلیۃ ترجمہ: جس نے اپنے زمانہ کے امام (حق) کو نہ پہچانا اور مرگیا تو وہ جاہلیت (بے دینی) کی موت مرا۔ گو الفاظ مختلف ہیں لیکن معنی و مآل دونوں ارشادات کا ایک ہی ہے۔

(ب) نیز فرمایا:۔ مودۃ القربیٰ/المودۃ العاشرہ ۞ عن علی مرتضیٰؓ قال قال رسول اللہ (صلعم) الائمۃ من ولدی فمن اطاعھم اطاع اللہ ومن عصاھم عصی اللہ وھم عروۃ الوثقیٰ وھم الوسیلۃ الی اللہ۔ **ترجمہ**: حضرت علی مرتضیٰؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ (صلعم) کا ارشاد ہے کہ آئمہ میری (علیؑ کی) اولاد سے ہوں گے۔ جس نے انکی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی، جس نے انکی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی (چاہے بظاہر توحید کا اقرار کرتا ہو) وہ مضبوط دستاویز (رسّی) ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کیطرف (رجوع) کا وسیلہ ہیں)۔

۳ - (امام عادل سے تولّی کرنیوالے پر کوئی عتاب نہیں) امام علیہ السلام کا یہ فرمان بھی حضور (صلعم) کے ارشادات کے عین مطابق ہے
(الف) ینابیع المودۃ / الباب السادس و الخمسون / ص۱۸۰ ○ قال صلعم حب علی حسنۃ لا تضر معہ سیئۃ ترجمہ : نبی کریم (صلعم) نے فرمایا علیؑ کی محبت وہ نیکی ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے کوئی برائی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔
(ب) صواعق محرقہ / تتمہ، باب الوصیۃ النبی) / ص۲۲۲ ○ واخرج طبرانی انہ (صلعم) قال الزموا مودتنا اھل البیت فانہ من لقی اللہ وھو یودنا دخل الجنۃ بشفاعتنا والذی نفسی بیدہ لا ینفع احداً عملہ الا بمعرفۃ حقنا۔ ترجمہ : طبرانی نے اس حدیث کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ " ہم اہل بیت کی محبت (تولّی) کو لازم کرلو۔ تحقیق وہ جو اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوا، ایسی حالت میں کہ ہم سے محبت کرتا ہو تو ہماری شفاعت پہ جنت میں داخل ہوگا، مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، کسی کو اس کا عمل فائدہ نہیں پہنچائے گا مگر اس صورت میں کہ ہمارے حق کو پہچانتا ہو۔"

حافظ جی! حقیقت تو یہ ہے کہ تم بھی اس " لا عتب " کے قائل ہو لیکن اسے تولائے نبوت (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تک محدود رکھتے ہو اور ہم حضور صلعم کے تولّی کیساتھ تولائے آئمۂ حق کو شامل کرتے ہیں، تم ان تمام عنایات و رعایات الٰہی کا مستحق ہر اس شخص کو تسلیم کرتے ہو جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہو جن سے کہیں کم عنایات و رعایات الٰہی کا مستحق ہم اسے جانتے ہیں جو توحید و نبوت کے اقرار کیساتھ آئمہ معصومین کی امامت کا بھی قائل ہو۔ دیکھیئے آپکی احادیث بھی یہی کہتی ہیں! نبی کریم صادق و مصدوق (صلعم) سے تولّی کرنیوالے پر کوئی گرفت نہیں۔

۱ - تیسیر الوصول / جلد اوّل / الکتاب الاوّل / الباب الاوّل / الفصل الاوّل / فی فضل الشہادتین نیز مسلم / باب الزکوٰۃ - ص۳۲۹ مع نووی / نولکشور۔ ○ عن ابی ذرؓ جندب بن جنادۃ الغفاری ان النبی (صلعم) قال اتانی جبریل علیہ السلام فبشرنی انہ من مات من امتک لا یشرک باللہ شیئاً دخل الجنۃ قلت وان زنی وان سرق قال وان زنی وان سرق قلت وان زنی وان سرق قال وان زنی وان سرق ثم قال فی الرابعۃ علی رغم انف ابی ذر۔ ترجمہ۔۔
نیز کنز العمال / جلد ۱ / باب فضل الشہادتین ○ قال (صلعم) اتانی جبریل فقال بشر امتک من مات ولا یشرک باللہ شیئاً دخل الجنۃ قلت یا جبریل وان زنی وان سرق قال نعم قلت وان زنی وان سرق قال نعم وان شرب الخمر۔ (حب۔ ت۔ ن۔ حم۔ ق) (عن ابی ذر یعنی، ابن احمد / ترمذی / نسائی / مسند احمد / بخاری / مسلم)
ترجمہ : نبی کریم (صلعم) نے فرمایا "میرے پاس جبرائیلؑ آئے اور کہا اپنی امت کو بشارت دو کہ جو ایسی حالت میں مرا کہ کسی چیز کو اللہ کا شریک نہیں بناتا تھا تو وہ جنت میں جائیگا، میں نے کہا، اے جبرائیل چاہے اس نے زنا اور چوری بھی کی ہو؟ تو اس نے کہا، ہاں اور چاہے شراب بھی پی ہو۔ (کہیئے حافظ جی! سبحان اللہ)

۲ - تیسیر الوصول / باب و فضل ایضاً۔ ○ عن عبادۃ بن الصامت قال قال رسول اللہ (صلعم) من شھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمداً عبدہ و رسولہ وان عیسیٰ عبدہ و رسولہ و کلمتہ القاھا الی مریم و روح منہ والجنۃ حق والنار حق ادخلہ اللہ الجنۃ علی ما کان علیہ من العمل۔ ترجمہ: عبادہ بن

صامت سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلعم) نے فرمایا کہ "جس نے گواہی دی کہ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے وہ وحدہ لاشریک ہے محمد (صلعم) اسکے بندے اور رسول ہیں، عیسیٰ اسکے بندے اسکا وہ کلمہ جسے مریمؑ کیطرف ڈالا۔ جنت حق ہے دوزخ حق ہے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کریگا چاہے اسکے عمل جیسے بھی ہوں۔ (حافظ جی! بآواز بلند سبحان اللہ)

۳ ـ مسلم / کتاب التوبۃ / باب فداء المسلمین بالکفرین۔ ○ عن ابی بردۃ عن ابیہ عن النبی (صلعم) قال یجیئی یوم القیامۃ ناس من المسلمین بذنوب مثال الجبال فیغفر اللہ لھم ویضعہا علی الیھود والنصاریٰ۔ **ترجمہ** : ابی بردہ نے اپنے باپ سے اور اس نے نبی کریم (صلعم) سے روایت کی ہے کہ قیامت کے دن کچھ مسلمان لوگ پہاڑ کے برابر گناہوں کیساتھ آئیں گے، اللہ تعالیٰ انہیں بخش دیگا اور وہ گناہ یہود و نصاریٰ پر ڈال دیگا (مسلمانوں کو جی بھر کر گناہ کرنے چاہئیں، مسلمان جتنے زیادہ گناہ کریں گے اتنا ہی یہود و نصاریٰ کا ستیا ناس ہوگا) (حافظ جی! سبحان اللہ کے ڈونگرے برسائیے) ؎

قولہ: رجال کشی ص۲۱۰ پر ہے کہ شیعوں نے .... اُنکے اور قریب ہوتا ہے۔

اقول : اصل عبارت ملاحظہ ہو۔ رجال کشی / ذکر مفضل بن عمر / ص۲۷۷ ○ عن ابی عمیر باسنادہ ان الشیعۃ حین احدث ابو الخطاب ما احدث خرجوا الی ابی عبد اللہ علیہ السلام فقالوا اقم لنا رجلاً نفزع الیہ فی امر دیننا ما نحتاج الیہ من الاحکام قال (ع) لا تحتاجون الی ذلک متی ما احتاج احدکم عرج الیّ وسمع منی و ینصرف۔ فقالوا لابد لنا فقال قد اقمت علیکم المفضل اسمعوا منہ واقبلوا عنہ فانہ لا یقول علی اللہ وعلیّ الّا الحق۔ فلم یات علیہ کثیر حتی شنعوا علیہ وعلی اصحابہ وقالوا اصحابہ لا یصلّون ویشربون النبیذ وھم اصحاب الحمام ویقطعون الطریق والمفضل یقربھم۔ ؎

ترجمہ : ابو عبد اللہ علیہ السلام نے اپنی اسناد کیساتھ روایت کی ہے کہ جب ابو خطاب نے دین میں احداث کیا (غلو کی طرف مائل ہو گیا تھا) تو شیعہ ابو عبد اللہ علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا کہ ہمارے لیئے کسی کو مقرر فرمائیں، جسکے پاس ہم دینی احکام میں اپنی مشکلات لائیں۔ امام (ع) نے فرمایا کہ تمہیں اسکی ضرورت نہیں۔ اگر تم میں سے کسی کو ضرورت پڑے تو میرے پاس آئے مجھ سے سنے اور لوٹ جائے! انہوں نے کہا ہمارے لیئے اسکے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔ امام (ع) نے فرمایا کہ پھر میں تمہارے لیئے مفضل کو مقرر کرتا ہوں کہ وہ اللہ پر اور مجھ پر سوائے حق نہیں کہے گا۔ زیادہ عرصہ نہ گذرا کہ وہ (مفضل پہ) اس پر اور اسکے اصحاب (ساتھیوں / پاس بیٹھنے والوں) پر عیب لگانے لگے کہ اس کے ساتھی تو نماز نہیں پڑھتے، بنیذ پیتے ہیں، صاحبانِ حمام ہیں، راہزنی کرتے ہیں اور مفضل انہیں اپنے پاس آنے دیتا ہے۔ قارئین کرام! اصل عبارت کو بغور پڑھیں اور دیکھیں کہ حافظ جی نے کن لطیف تحریفات سے کام لیا ہے۔

۱ ـ اصل عبارت میں یہ ہے کہ " اصحابہ لا یصلون .... اسکے اصحاب نماز نہیں پڑھتے وغیرہ" اور مفضل " والمفضل یقربھم" اور مفضل انہیں قریب آنے دیتا ہے" لیکن حافظ نے ترجمہ کیا ہے " لوگوں نے اس پر اور اسکے ساتھیوں پر یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ نماز نہیں پڑھتے، بنید شراب پیتے ہیں وغیرہ .... اور یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ (خدانخواستہ) مفضل رحمۃ اللہ علیہ بھی ان جرائم میں شامل ہیں۔ حالانکہ روایت میں یہ ہے کہ مفضل ایسے اشخاص کو اپنے پاس آنے دیتا ہے۔ ؎

۲ ۔ روایت میں یہ ہے کہ "ہم اصحاب الحمام" و مالکان حمام ہیں (جنکی کمائی حجامت سے اور نزد فحل کی کمائی کیطرح مشکوک ہے) کے لفظ ہیں، جنکے معانی حافظ جی نے "حمام میں مرد اور عورت ننگے نہاتے ہیں" کیئے، اب کوئی حافظ جی سے پوچھے کہ حافظ جی! کس لغت کس منطق کی رو سے "اصحاب الحمام" کے معنی "عورت مرد ننگے نہاتے ہیں" ہوتے ہیں۔ ؎

سارے عالم سے نرالی ہے یہ بانکے کی لکھائی　　جائے حطی سے گدھا لکھا ہے ہائے ہوز سے حمار۔

۳ ۔ نبیذ کو شراب کہا ہے حالانکہ نبیذ حافظ جی کے مذہب میں حلال و طیب ہے۔ حافظ جی! روایت کی رو سے مفضل کا قصور صرف یہ ہے نہ کہ وہ ایسے بداعمال اشخاص کو پاس بیٹھنے دیتا ہے لیکن یہ امر صرف آپ جیسے بے معرفت لوگوں کے نزدیک قصور ہے، صاحبانِ دل و معرفت گناہ گار سے نفرت نہیں اس پر رحم کرتے ہیں اسکی حالت پر کڑھتے ہیں اسے نفرت سے دور نہیں بھگاتے بلکہ ہمدردی اور دلسوزی کیساتھ پاس بٹھا کر وعظ و نصیحت کرتے ہیں۔

سو حافظ جی! اس روایت کی رو سے نہ تو مفضل رح پر کسی قسم کا اعتراض وارد ہوتا ہے نہ امام علیہ السلام کے انتخاب پر۔ اور اگر بفرض محال مفضل سے کوئی لغزش سرزد بھی ہو جاتی تو بھی اس سے مذہب شیعہ کے منصوص من اللہ ہونا مشکوک نہیں ہو سکتا جبکہ صحابہ رسول اللہ (صلعم) سے ایسی لغزشیں سرزد ہوئیں، حضرت عثمان رض نے ولید بن عقبہ کو صرف معلم اور احکام دین سمجھانے والا نہیں بلکہ کوفہ کا والی اور اپنا نائب بنا کر بھیجا اور پھر ولید سے شراب نوشی کی لغزش ہوئی اور انہیں حد لگائی گئی۔

۱۔ شرح عقائد النسفی / الصلوٰۃ خلف کل بر و فاجر / ص ۹۳ (مطبوعہ مجتبائی)　۲۔ تاریخ الخلفاء / ذکر عثمان رض / ص ۱۰۵ (سنہ ۲۵ ہجری)

۳۔ اسد الغابہ / ذکر ولید بن عقبہ / واللفظ لتاریخ الخلفاء ○ وفی سنة خمس و عشرین عزل عثمان رض سعداً رض عن الکوفة وولی الولید بن عقبة وهو صحابی اخو عثمان لامه وذلک اول ما نقم علیه لانه آثر اقاربه بالولایات وحکی ان الولید صلی بهم الصبح اربعاً وهو سکران ثم التفت الیهم فقال ازیدکم۔

ترجمہ: اور سن پچیس ۲۵ میں عثمان رض نے سعد رض کو کوفہ سے معزول کیا اور ولید بن عقبہ کو اسکا والی بنایا اور وہ صحابی ہے اور عثمان کا ماں کیطرف سے بھائی۔ یہ اول امر ہے کہ جسکی وجہ سے عثمان رض پر ناراضگی کا اظہار کیا گیا کیونکہ انہوں نے والی (حاکم) بنانے میں رشتہ داروں کو ترجیح دی اور بیان کیا گیا کہ ولید نے صبح کی نماز چار رکعات پڑھائی۔ درآنحالیکہ وہ نشے میں تھا پھر انکی طرف مڑا اور کہا اور زیادہ کروں۔؟

۴ ۔ تاریخ کامل / ابن اثیر / ذکر عزل الولید عن الکوفة / ص ۱۰۶ / مطبوعة البیروت۔ ○ فقدما (ابو زینب و ابو مورع) علی عثمان ومعهما غیرهما واخبراه انه یشرب الخمر۔ فارسل الی الولید فقدم المدینة ودعا بهما فقال أتشهدان انکما رأیتماه یشرب۔ فقالا لا۔ فقال فکیف قالا اعتصرناها من لحیته وهو یقیئ فامر سعید بن العاص فجلده۔

ترجمہ: وہ دونوں یعنی ابوزینب اور ابو مورع عثمان رض کے پاس آئے اور ان دو کے ساتھ دوسرے لوگ بھی تھے اور ان سے بتایا کہ اس نے شراب پی ہے پس اس نے ولید کو بلا بھیجا پس وہ مدینہ (منورہ) آیا۔ (عثمان) نے ان دو کو بلایا اور کہا کہ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ تم نے اسے شراب پیتے ہوئے دیکھا۔ انہوں نے کہا، نہ۔ اس نے (عثمان رض نے) کہا پھر کسطرح انہوں نے کہا ہم نے اسے اسکی داڑھی سے نچوڑا جبکہ وہ قے کر رہا تھا۔ پس عثمان رض نے سعید بن عاص کو حکم دیا اور اس نے انہیں کوڑے لگائے۔ ۴

سوال نمبر ۱۰ :- حضرت باقر و صادق شارع دین (شریعت ساز) تھے یا راوی دین تھے۔ اگر شارع و حلال و حرام میں مختار تو نبوت کیسا تھ کھلا شرک ہوا، اگر راوی دین تھے تو راوی کیلئے عصمت کا اصول کس نے وضع کیا، جبکہ آپ کو اپنے شاگرد بھی غیر معصوم صرف نیکو کار علماء میں سے جانتے تھے، علامہ مجلسی لکھتے ہیں احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیعہ راویوں کی جماعت جو آئمہ علیہم السلام کے زمانہ میں ہوئی وہ انکی عصمت (گناہوں سے پاکدامنی) کا اعتقاد نہ رکھتے تھے بلکہ وہ ان نیکو کار علماء میں سے جانتے تھے جیسے رجال کشی سے ظاہر ہوتا ہے معہذا آئمہ علیہم السلام انکو مومن و عادل کہتے تھے۔

جواب : اہل تشیعہ کے یہ بارہ امام (کوئی بھی انمیں سے) شارع (شریعت ساز نہیں) شریعت اسلام کے شارع حضور نبی اکرم (صلعم) ہیں امام کوئی نئی شریعت نہیں لاتا بلکہ نبی و رسول کی لائی شریعت کی صحیح تعبیر و تفسیر لوگوں کو بتاتا ہے۔ رجال کشی / ذکر ابو الخطاب / ص ۳۵۸۔ ⊖ عن حنان بن سدیر عن ابیہ .... قال قلت فما انتم جعلت فداک قال خزان علم اللہ تراجمۃ وحی اللہ ونحن قوم معصومون امر اللہ بطاعتنا ونہی عن معصیتنا نحن الحجۃ البالغۃ علیٰ من دون السماء وفوق الارض۔ **ترجمہ :** حنان بن سدیر نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ اس کے باپ سدیر نے امام سے پوچھا کہ میں آپ پر قربان، آپ کیا ہیں؟ امام نے فرمایا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے (عطا کردہ) علم کا خزانہ ہیں، ہم اللہ تعالیٰ کی وحی (قرآن کریم) کے ترجمان ہیں، ہم معصوم گروہ ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہماری اطاعت کا حکم دیا ہے اور ہماری نافرمانی سے منع کیا ہے، ہم اللہ تعالیٰ کی حجۃ بالغہ ہیں آسمان سے نیچے اور زمین سے اوپر والی مخلوق پر۔

لیسمع خافظ جع ! ہم شیعہ ان آئمہ کو ۱۔ علم و حکمت کا خزانہ یعنی اسخون فی العلم۔ ۲۔ قرآن کریم کے مفسر و ترجمان۔ ۳۔ معصوم امام، اولی الامر جنکی اطاعت واجب ہے۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ کی حجت مانتے ہیں۔ یہ صرف راوی دین نہیں بلکہ مفسر و معلم دین ہیں، راوی دین کیلئے صرف عادل ہونا کافی ہے تاکہ روایت میں خیانت نہ ہونے پائے لیکن قرآن کریم کے مفسر و معلم کیلئے معصوم ہونا شرط ہے تاکہ تفسیر و تعلیم میں خطا و غلطی نہ ہو ورنہ غلطی ہی شریعت قرار پائے گی۔

اب ان تمام امور کی تصدیق اپنی ہی کتب میں سے دیکھ کر تسلی فرمائیے۔

۱۔ یہ علم کا خزانہ ہیں :- صواعق محرقہ / الباب الحادی عشر / ذکر حدیث ثقلین ⊖ واخرجہ الطبرانی و زاد فیہ عقب قولہ "لن یفترقا حتی یردا علیّ الحوض" سالت ربی ذٰلک لہما فلا تقدموھما فتہلکو ولا تقصروا عنہما فتہلکوا ولا تعلموھم فانہم اعلم منکم۔ **ترجمہ :** طبرانی نے بھی یہ حدیث (حدیث ثقلین) بیان کی ہے اور اس (جملہ) کے بعد کہ (لن یفترقا حتی یردا علیّ الحوض) کے بعد یہ عبارت زیادہ کی ہے کہ "میں نے اپنے رب سے اسکا سوال کیا ہے تم ان دونوں (قرآن و اہلبیت) سے پیش قدمی نہ کرنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور نہ انکی پیروی میں کوتاہی کرنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ اہل بیت کو پڑھانے سکھانے کی کوشش نہ کرنا (لفظی ترجمہ ؛ انہیں نہ پڑھاؤ کیونکہ یہ تم سب سے عالم ہیں)۔"

۲۔ قرآن کے مفسر و ترجمان ہیں :- (دلیل اول) ان کے مفسر قرآن ہونیکی پہلی دلیل تو اسی حدیث ثقلین کے یہ الفاظ ہیں۔ لن یفترقا حتی یردا علی الحوض " کہ قیامت تک ایک دوسرے سے جدا نہیں ہونگے۔ قرآن کریم (یعنی علم قرآن) انکے پاس رہیگا۔ اور یہ اہل بیت (یعنی انکا ہر قول و فعل) قرآن کریم کے مطابق ہوگا (دوسری دلیل) ان کے مفسر قرآن ہونیکی **دوسری دلیل** حضور صلعم

کی یہ حدیث ہے جو ۔۔۔۔ ۱۔ مستدرک جز ۲/ص ۱۲۲ پر ۔ (۲) مسند احمد بن حنبل جز ۳/ص ۳۳ ، ص ۸۲ ۔ (۳) کنزالعمال جز ۶ ص ۱۵۵/ حدیث نمبر ۲۵۸۵ ۔۔۔۔ پر مذکور ہے ۔ ● عن ابو سعید الخدری قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان منکم من یقاتل علیٰ تاویل القرآن کما قاتلت علیٰ تنزیلہ فاستشرف لہا القوم وفیہم ابوبکرؓ وعمرؓ قال ابوبکرؓ انا ھو قال لا قال عمرؓ انا ھو قال لا لکن خاصف النعل یعنی علیاً قال ابوسعید الخدری فاتینا فبشرناہ فلم یرفع راسہ کانہ قد کان سمعہ من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ۔ **ترجمہ** : ابوسعید الخدری سے روایت ہے اس نے کہا کہ فرمایا رسول کریم (صلعم) نے کہ تم میں وہ شخص بھی ہے جو قرآن کی تاویل (یعنی صحیح تفسیر) کیلئے جہاد کریگا جیسے میں نے اسکی تنزیل پر جہاد کیا بس ایک جماعت نے جن میں ابوبکر اور عمر بھی تھے سر اٹھائے (یا نگاہ بلند کی) ابوبکرؓ نے کہا کیا وہ میں ہوں حضور صلعم نے فرمایا نہیں، عمرؓ نے کہا کیا وہ میں ہوں؟ حضور نے فرمایا نہیں بلکہ وہ جوتیاں گانٹھنے والا ہے' حضور صلعم کی مراد علیؑ تھے (حضرت علیؑ اسوقت حضور صلعم کے جوتے گانٹھ رہے تھے) ابوسعید خدری نے کہا ہم اسکے (علی کے) پاس آئے اور بشارت دی' انہوں نے سر تک بلند نہ کیا گویا وہ پہلے ہی رسول کریم صلعم سے سن چکے تھے ۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ لوگ اپنی رائے سے تفسیر کریں گے جو درست نہیں ہوگی' صحیح تفسیر کے عالم صرف حضرت علیؑ ہیں جس کے لیئے جہاد کریں گے ۔ قارئین یہ خیال نہ فرمائیں کہ اس حدیث سے تو صرف حضرت علیؑ کا مفسر قرآن ہونا ثابت ہوتا ہے' باقی آئمہ کا مفسر قرآن ہونا اس میں کس طرح شامل ہوگیا؟ کیونکہ یہ پہلے ذکر ہو چکا کہ یہ سب وہی کچھ کہتے ہیں جو حضرت علیؑ نے فرمایا ۔ یہ حضرت علیؑ کے علم کے وارث ہیں اور حضرت علیؑ نبی کریم (صلعم) کے علم کے وارث ہیں ۔

۳۔ یہ معصوم امام اور اولی الامر ہیں جن کی اطاعت واجب ہے ۔

۴۔ یہ اللہ کی حجت ہیں ۔

ان دونوں امور کے لیئے دیکھئے ینابیع المودۃ/ص ۲۱ پر حدیث جو مصنف نے حموینی سے نقل کی ہے ● اخرج الحموینی بسندہ عن الاعمش عن جعفر الصادق عن ابیہ عن جدہ علی بن الحسین رضی اللّٰہ عنہم قال نحن آئمۃ المسلمین حجج اللّٰہ علی العالمین وسادۃ المومنین وقادۃ الغر المحجلین وموالی المسلمین ونحن امان لاہل الارض کما ان النجوم امان لاہل السماء ونحن ونحن الذین بنا یمسک السماء ان تقع علی الارض الا باذن اللّٰہ وبنا ینزل الغیث تنشر الرحمۃ و تخرج البرکات ولولا ما علی الارض منا لانساخت باھلہا ۔ ثم قال لم تخل الارض منذ خلق اللّٰہ آدم علیہ السلام من حجۃ اللّٰہ فیہا ظاہر مشہود او غائب مستور ولا تخلو الی ان تقوم الساعۃ من حجۃ فیہا ولولا ذلک لم یعبد اللّٰہ قال الاعمش قلت لجعفر الصادق رضی اللّٰہ عنہ کیف ینتفع الناس بالحجۃ الغائب المستور قال کما ینتفعون بالشمس اذا سترہ السحاب ۔

ترجمہ : اعمش نے امام جعفر صادق سے انہوں نے اپنے باپ سے' انہوں نے اس کے دادا علی بن حسین علیہم السلام سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا ہم مسلمانوں کے امام، دنیا والوں پر اللہ تعالیٰ کی حجت، مومنین کے سردار، روشن پیشانی، روشن اعضا والے (جنتوں) کے راہبر، مسلمانوں کے آقا ہیں ۔ ہم زمین والوں کے لیئے اسی طرح امان ہیں جیسے ستارے آسمان والوں کے لیئے امان ہیں ہم

وہ ہیں کہ ہماری بدولت آسمان زمین پر گرنے سے اپنے مقام پر رکا ہوا ہے۔ ہماری بدولت بادل برستے ہیں ہمارے واسطہ اور وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت بندوں تک پہنچتی اور پھیلتی ہے اگر زمین پر ہم میں سے کوئی بھی نہ رہے تو زمین، زمین پر بسنے والوں کیساتھ دھنس جائے، پھر فرمایا کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے بعد زمین کبھی بھی حجت کے وجود سے خالی نہیں رہی وہ حجت خدا یا ظاہر و مشہور ہوتا ہے یا پوشیدہ اور پردے میں۔ قیامت قائم ہونے تک کبھی بھی زمین حجتِ خدا سے خالی نہ ہوگی، اگر یہ صورت نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی نہ ہو۔ اعمش کہتے ہیں میں نے امام جعفرؑ سے کہا کہ لوگ غائب مستور (پردے میں) حجتِ خدا سے کسقدر فائدہ اٹھاتے ہیں؟ امامؑ نے فرمایا کہ جس طرح اسوقت سورج سے فائدہ اٹھاتے ہیں جب سورج کو بادل نے چھپا رکھا ہو۔

قولہ: جبکہ آپکو اپنے شاگرد بھی غیر معصوم صرف نیکو کار علماء جانتے تھے۔

اقول: حافظ جی نے جس قول کو "علامہ مجلسی لکھتے ہیں" کے الفاظ کیساتھ علامہ مجلسی رحمۃ اللہ علیہ کیطرف منسوب کیا ہے یہ قول علامہ مجلسیؒ کا نہیں بلکہ یہ سید زین الدین شہید ثانی کے ہیں اور علامہ مجلسیؒ نے انکی تردید کی ہے چنانچہ حق الیقین/ مطبوعہ تہران / ص ۵۶۵ تا ص ۵۶۷ اس پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ⊖ سید شہید ثانی قدس سرہ فرمودہ است کہ معارف کہ بآنہا ایمان حاصل شود پنج است.... الخ چہارم تصدیق بدوازدہ امام است (اس چوتھے اصول کے ضمن میں لکھتے ہیں) ایا در تحقیق ایمان، ایمان بجمیع ایں مراتب شرط است یا اعتقاد بہ امامت ایشاں و وجوب طاعت ایشاں کافی است آں دو وجہ کہ در نبوت گفتیم دریں جا نیز جاری است و میتواں ترجیح داد قول اول را بہ آنکہ آں چہ دلالت بر امامت ایشاں میکند، دلالت بر جمیع ایں ہا میکند خصوصاً بر عصمت ایشاں کہ بعقل و نقل ہر دو ثابت شدہ است و بعید نیست قول دیگر کہ اکتفا کنیم در ایمان باعتقادِ امامت و وجوب طاعتہم۔ چنانکہ از احادیث ظاہر میشود کہ جمع از راویان کہ در اعصار آئمہ بودند از شیعان اعتقاد بعصمت ایشاں نداشتہ اند بلکہ ایشاں را از علماء نیکو کارے دانستہ اند چنانچہ از رجال کشی ظاہر میشود و مع ذلک آئمہ حکم بایمان بلکہ بعدالت ایشاں میکردند۔ ✓ **تردید از علامہ مجلسیؒ۔** علامہ مجلسیؒ، سید مذکورہ کے قول کو رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

مؤلف میگوید و آنچہ فرمودہ است کہ از احادیث ظاہر میشود کہ بعضی از اصحاب آئمہ بعصمت ایشاں قائل نبودہ اند" اولاً ممکن است کہ در آنوقت ضروری دین نشدہ باشد و ایضاً اگر آنہا را میگوید کہ درباب جماعتی وارد است کہ اجماعِ صحابہ بر جلالت ایشاں شدہ است، مثل زرارہ و ابوبصیر علماء آنہارا اکثر تاویل کردہ اند و قدح در سندہائے آنہا کردہ اند، و اگر صحیح باشد چوں معصوم نیستند ممکن است لغزشے باشد کہ از ایشاں صادر شدہ و مقرون بتوبہ و عفو گردیدہ باشد و اگر آنہا را میگوید کہ در حق غیر امثال ایں جماعت وارد شدہ است، ایمان و عدالت ممنوع است و آئمہ (ع) با نیک و بد از برائے مصالح ضروریہ سلوک نیکوے کردہ اند۔

ترجمہ: ✓ سید شہید ثانی قدس سرہ نے فرمایا ہے وہ معارف (اعتقادات) کہ جن پر ایمان سے (تشیع) حاصل ہوتا ہے پانچ اصول ہیں..... چوتھا اصول حضرت رسول اکرم (صلعم) کے بعد بارہ۱۲ اماموں کی تصدیق کرنا ہے (پھر صفاتِ امام ذکر کرکے فرماتے) کیا ایمان کے متحقق ہونے کیلئے امام کی ان تمام صفات پر ایمان لانا ضروری ہے اور شرط ہے یا انکی امامت اور انکی اطاعت کے فرض ہونے کا ایمان کافی (خواہ دوسری صفات کا عقیدہ نہ رکھے) یہ وہی ۲ دو صورتیں ہیں جنکا ذکر نبوت میں ہم نے کیا، یہاں بھی جاری ہیں قول اول (یعنی اعتقاد بجمیع صفات) کو ترجیح دی جاسکتی ہے کیونکہ جو امور (ارشادات نبویؐ) انکی امامت پر دلالت کرتے ہیں ان دیگر تمام

تمام صفات پر بھی دلالت کرتے ہیں، خصوصاً انکی عصمت جو کہ عقل اور نقل دونوں سے ثابت ہے اور دوسرا قول بھی بعید (از امکان) نہیں کہ ایمان کے ثبوت کیلئے صرف انکی امامت اور انکی اطاعت کے فرض ہونے کے اعتقاد کو کافی سمجھا جائے کیونکہ بعض احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ راویوں کی ایک جماعت آئمہ کے زمانہ میں ایسی بھی تھی جو انکی عصمت کا اعتقاد نہ رکھتے تھے بلکہ انہیں علماء صالح جانتے تھے، جیسا کہ رجال کشی (کی بعض روایات) سے ظاہر ہوتا ہے اور باوجود اسکے آئمہ ان کے ایمان بلکہ عدالت کا حکم فرماتے تھے۔ (علامہ مجلسی رح اس کے رد میں فرماتے ہیں) مؤلف (یعنی خود علامہ) کہتا ہے کہ یہ جو انہوں نے فرمایا ہے کہ" بعض اصحاب آئمہ انکی عصمت کے قائل نہ تھے" تو اول تو یہ کہ ممکن ہے اسوقت (عقیدۂ عصمت) ضروریات دین میں شامل نہ ہو اور دوسرے کہ اگر وہ ان اشخاص کی بابت یہ کہہ رہے ہیں جنکی جلالت وعظمت پر علماء شیعہ کا اجماع ہے جیسے زرارہ اور ابوبصیر تو علماء نے ایسی اکثر روایات کی تاویل کی ہے اور انکی سند پر اعتراض کیا ہے اور اگر وہ روایات صحیح بھی ہوں تو چونکہ یہ حضرات (زرارہ وغیرہ) معصوم نہ تھے ممکن ہے ان سے لغزش ہوئی ہو اور فوراً انہوں نے توبہ کی ہو اور معاف کیئے گئے ہوں اور اگر (سید مذکور نے یہ امر) ان لوگوں کے متعلق کہا ہے جو انکی مثل نہ تھے تو اُن کا ایمان وعدالت ممنوع ہے اور آئمہ (ع) ہر نیک وبد کیساتھ مصالح ضروری کے ماتحت اچھا سلوک فرماتے تھے۔ **حافظ جی** ! حق الیقین کی عبارت کو غور سے پڑھیئے۔ سید زین الدین رح اور علامہ مجلسی رح دونوں عقیدۂ عصمت کو شیعیت کیلئے لازمی قرار دیتے ہیں اور اگر بعض اصحاب آئمہ کو معصوم نہیں مانتے تھے تو یہ امر عصمت آئمہ کے منافی نہیں۔ اہل سنت کی کتب احادیث میں بیسیوں ایسی روایات ملتی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض صحابہ حضور (صلعم) کو معصوم نہیں سمجھتے تھے تو کیا ہم ایسی روایات کی بناء پر نعوذ باللہ یہ کہیں گے کہ (حضور صلعم) کیلئے عصمت کا اصول کس نے ایجاد کیا جبکہ آپکے اپنے شاگرد بھی غیر معصوم صرف نیکوکار جانتے تھے۔ (بقول حافظ جی)۔

۱۔ **نسائی** / جلد اول / کتاب الجنائز / الامر بالاستغفار للمومنین / ص ۲۹۶ — عن ابی جریج قال اخبرنی عبداللہ قال اخبرنی عبداللہ بن ابی ملیکۃ انہ سمع محمد بن قیس بن مخرمۃ یقول سمعت عائشۃ تحدث قالت الا احدثکم عنی وعن النبی (صلعم) قلنا بلی قالت لما کانت لیلتی التی ھو عندی تعنی النبی (صلعم) انقلب فوضع نعلیہ عند رجلیہ وبسط ازارہ علی فراشہ فلم یلبث الا ریثما ظن انی رقدت ثم انتعل رویداً ثم فتح الباب رویداً وخرج رویداً وجعلت درعی فی راسی واختمرت وتقنعت ازاری وانطلقت فی اثرہ حتی اتی البقیع فرفع یدیہ ثلث مرات فاطال ثم انحرف فانحرفت فاسرع فاسرعت فھرول فھرولت فاحضر فاحضرت وسبقتہ فدخلت فلیس الا ان اضطجعت فدخل فقال مالک یا عائشۃ حشیٰ رابیۃ (مرتفعۃ النفس والبطن) قلت لا قال لتخبرنی او لیخبرنی اللطیف الخبیر۔ قلت یا رسول اللہ بابی انت وامی فاخبرتہ الخبر قال وانت السواد التی رایت امامی قلت نعم فلھزنی فی صدری لھزۃ اوجعتنی ثم قال ظننت ان یحیف اللہ علیک ورسولہ قالت مہما یکتم الناس فقد علمہ اللہ ۔۔۔ الخ (بقدر ضرورت)

ترجمہ: عبداللہ بن ابی ملیکہ سے روایت ہے اس نے کہا میں نے محمد بن قیس بن مخرمہ کو کہتے ہوئے سنا! کہا، میں نے عائشہ رض کو حدیث بیان کرتے ہوئے سنا، اس نے کہا۔۔۔

کہا، کیا میں تمہیں اور اپنے اور نبی کریم (صلعم) کے بارے میں حدیث بیان نہ کردوں، ہم نے کہا ہاں (بیان کریں) اس نے کہا جب میری باری کی رات تھی اور نبی کریم (صلعم) میرے پاس تھے تو انہوں نے پہلو بدلا اور جوتے اپنے پاؤں کے قریب رکھ لیئے اور چادر کو بستر پر بچھا دیا۔ انہوں نے دیر نہ کی مگر صرف اتنی کہ انہوں نے گمان کیا کہ میں سو گئی ہوں پھر آہستہ سے جوتے پہنے، آہستہ سے دروازہ کھولا اور آہستہ سے نکل گئے میں نے قمیص گلے (سر) میں ڈالی، اوڑھنی لی، چادر سے گھونگھٹ بنایا اور ان کے پیچھے چل پڑی یہاں تک کہ وہ بقیع میں آئے پس آپ نے تین دفعہ ہاتھ بلند کیئے اور دیر تک اٹھائے رہے پھر واپس مڑے، میں بھی واپس مڑی، آپ تیز چلے میں بھی تیز چلی، آپ دوڑنے لگے میں بھی دوڑی آپ اور تیز دوڑے میں بھی تیز دوڑی اور ان سے آگے بڑھ گئی اور (گھر میں) داخل ہوئی، میں ابھی لیٹی ہی تھی کہ آپ داخل ہوئے اور کہا اے عائشہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ ہانپ کیوں رہی ہو، میں نے کہا نہیں تو۔ آپ نے کہا تو خود بتا دے ورنہ وہ لطیف و خبیر مجھے بتا دیگا، میں نے کہا اے رسول اللہ (صلعم) میرے ماں باپ آپ پر قربان اور انہیں بات بتا دی۔ آپ (صلعم) نے کہا۔ وہ میرے آگے آگے تو تھی؟ میں نے کہا ہاں۔ آپ نے میرے سینہ میں اسطرح مکا مارا کہ مجھے سخت درد ہوا اور پھر فرمایا کہ تو نے یہ گمان کیا تھا کہ اللہ اور اسکا رسول تم پر ظلم کریں گے پھر عائشہ نے کہا لوگ خواہ کتنا ہی چھپائیں اللہ تعالیٰ اسے بتا دیتا۔>

۲۔ مسلم / مترجم وحید الزمان / کتاب الزکوٰۃ / باب عطاء المؤلفۃ / ص ۳۴۱ ۔ عن ابی سعید یقول بعث علی رض ابن ابی طالب الی رسول اللہ (صلعم) من الیمن بذھبۃ فی ادیم مقروظ لم تحصل من ترابھا۔ فقسمھا بین اربعۃ نفر بین عیینۃ بن بدر والاقرع بن حابس وزید الخیل والرابع اما علقمۃ بن علاثۃ واما عامر بن الطفیل فقال رجل من اصحابہ کنا نحن احق بھذا من ھؤلاء قال فبلغ ذالک النبی (صلعم) فقال الا تامنونی وانا امین فی السماء ویاتینی خبر السماء صباحاً ومساءً (اخرجہ۔ ترمذی وابوداؤد) **ترجمہ**: ابو سعید سے روایت ہے کہ علیؓ بن ابی طالب نے سونے کے باریک ٹکڑے جو مٹی سے الگ نہیں کئے گئے تھے ایک چمڑے میں رسول اللہ (صلعم) کی خدمت میں بھیجے۔ آپ (صلعم) نے وہ چار شخصوں عیینہ بن بدر۔ اقرع بن حابس، زید الخیل اور چوتھا یا علقمہ بن علاثہ یا عامر بن طفیل پر تقسیم کر دیا۔ آپ (صلعم) کے اصحاب میں سے ایک شخص نے کہا، ہم اس (سونے) کے ان سے زیادہ حقدار تھے، یہ بات نبی کریم (صلعم) تک پہنچی، آپ (صلعم) نے فرمایا، کیا تم مجھے امین نہیں سمجھتے ہو حالانکہ میں آسمان میں امین ہوں صبح و شام مجھ پر وحی ہوتی ہے۔

۳۔ تیسیر الوصول / جلد ا / کتاب التفسیر / سورہ آل عمران / ص ۱۰۷ ۔ عن ابن عباس قال نزلت ھذہ الایۃ "وما کان لنبی ان یغل"، فی قطیفۃ حمراء فقدت یوم بدر فقال بعض القوم لعل رسول اللہ (صلعم) اخذھا فانزل اللہ تعالیٰ ھذہ الایۃ۔ **ترجمہ**: ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ آیت (ناممکن ہے کہ کوئی نبی خیانت کرے) ایک ریشمی چادر کے بارے میں نازل ہوئی جو بدر کے دن گم ہو گئی اور بعض لوگوں نے کہا کہ شاید رسول اللہ (صلعم) نے لی ہو گی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

۴۔ عن ابن الزبیر رض قال خاصم رجل من الانصار الزبیر رض الی رسول اللہ (صلعم) فی شراج الحرۃ

التی یسقون بها النخل فقال (صلعم) للزبیرؓ اسق یا زبیر ثم ارسل الماء الی جارک فغضب الانصاری وقال أن کان ابن عمتک۔ فتلوّن وجهه (صلعم) ثم قال یا زبیر اسق ثم احبس الماء حتی یرجع الی الجدر (اخرجه الخمسة) **ترجمہ**: ابن زبیر سے روایت ہے کہ انصار کا ایک شخص رسول اللہ (صلعم) کے پاس زبیر کے خلاف شکایت لے گیا حرۃ کے نالے کے بارے میں جس سے کھجوروں کے باغوں کو پانی دیتے تھے حضور (صلعم) نے فرمایا اے زبیر اپنی (زمین کو) سیراب کر اور پھر پانی اپنے پڑوسی کیطرف چھوڑ دے' انصاری غصے میں آ گیا اور کہا یہ اس لیئے کہ یہ تیری پھوپھی کا بیٹا ہے۔ حضور (صلعم) کے چہرے کا رنگ متغیر ہوا اور فرمایا اے زبیر زمین کو پانی دے اور پھر اسے روک لے یہانتک کہ پانی دیوار تک لوٹ جائے۔

سو حافظ جی! جس طرح یہ احادیث جن سے بظاہر یہ امر مستنبط ہوتا ہے کہ بعض صحابہ حضور نبی کریمؐ کو معصوم نہیں سمجھتے تھے حضور (صلعم) کی عصمت کے قادح نہیں اسی طرح رجال کشی کی وہ روایات جن سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض اصحاب آئمہ علیہم السلام انہیں معصوم نہیں سمجھتے تھے انکی عصمت کے عقیدہ کیلئے قادح نہیں۔

حافظ جی! آئمہ اہل بیت علیہم السلام کی عصمت کا عقیدہ انکے متبعین (شیعہ) کی ایجاد نہیں بلکہ حضور نبی کریم (صلعم) کے ارشاد کی بناء پر ہے۔

مودۃ القربیٰ (المودۃ التاسعۃ) — عن اصبغ بن نباتۃ عن عبداللہ بن عباس قال سمعت رسول اللہ (صلعم) یقول انا وعلی والحسن والحسین وتسعۃ من ولد الحسین مطهرون معصومون۔

ترجمہ: عبداللہ بن عباس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ (صلعم) کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں علی، حسن، حسین اور حسین کی اولاد میں سے نو افراد پاک ہیں، معصوم ہیں۔ (جیسا کہ سوال نمبر ۲ کے جواب میں مرقوم ہوا۔)

سوال نمبر ۱۱: صداقت مذہب اہل السنۃ والجماعۃ

مدعیانِ اسلام میں تین بڑے بڑے فرقے ہیں۔ ۱۔ شیعہ ۲۔ خارجی ۳۔ سنی۔ ان کے متعلق پیشگوئی حضرت پیغمبرؐ و شیرِ خدا نے کر دی، جیسے کہ نہج البلاغۃ / قسم اوّل / ص ۲۶۱ پر حضرت امیرؑ کا خطبہ موجود ہے۔ **خطبۂ امیر علیہ السلام**: "میرے متعلق دو قسم کے لوگ ہلاک ہونگے، حد سے زیادہ محبت کرنے والا جسے محبت ناحق (کفر و شرک) تک پہنچائے گی، اور حد سے زیادہ نفرت کرنیوالا جسے نفرت ناحق (نفاق و نفیٔ ایمان) تک پہنچا دیگی۔ میرے متعلق سب سے اچھے حال والے وہ لوگ ہوں گے جو درمیانی راہ چلتے ہیں پس تم ان کی اتباع لازم پکڑو اور اس سوادِ اعظم (عظیم اکثریت) سے چمٹے رہو کیونکہ اللہ کا ہاتھ بڑی جماعت پر ہوتا ہے' تفرقہ اور جدا ہونے سے بچو کیونکہ سب لوگوں سے الگ چلنے والا شیطان کا شکار ہوتا ہے' جیسے ریوڑ سے الگ بکری بھیڑیئے کے ہاتھ لگتی ہے **سنو**! جو علیحدگی کا داعی ہو اسے قتل کر دو اگرچہ میری پگڑی کے نیچے ہو"

تاریخ شاہد ہے کہ شیعہ اور خارجی دونوں فرقے عظیم اکثریت سے علیحدہ اور افراط و تفریط کا شکار چلے آ رہے ہیں کیا مذہب اہل سنت کی صداقت پر اس سے زیادہ واضح فیصلہ کوئی اور ہو سکتا ہے۔

جواب: حافظ جی نے نہج البلاغۃ کی جس عبارت کا ترجمہ پیش کیا ہے یہ ترجمہ اس عبارت کا صحیح ترجمہ نہیں ہو سکتا اس

لیئے سب سے پہلے میں وہ عبارت اور اسکا ترجمہ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

نہج البلاغۃ / خطبہ نمبر ۱۲۷ : سیہلک فیّ صنفان محبٌّ مفرطٌ یذھب بہ الحب الی غیر الحق و مبغض مفرط یذھب بہ البغض الی غیر الحق و خیر الناس فیّ حالاً النمط الاوسط فالزموا السواد الاعظم فانّ ید اللّٰہ علی الجماعۃ وایاکم والفرقۃ فانّ الشاذ من الناس للشیطان کما ان الشاذ من الغنم للذئب۔ **ترجمہ** : میرے بارے میں دو قسم کے لوگ ہلاک ہوں گے مجھے اپنی حقیقی منزلت و مقام سے بڑھانیوالا دوست جسے محبت ناحق کیطرف لیجائے اور مجھے اپنے حقیقی مقام و منزلت سے گھٹانیوالا دشمن جسے دشمنی ناحق (گوئی) کیطرف لے جائے۔ میرے بارے میں لوگوں میں سے بہترین حالت والا وہ شخص ہے جو طریق اوسط والا ہے، پس سواد اعظم کو لازم پکڑو (کسی صورت میں اس سے الگ نہ ہوؤ) کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت (اختلاف نہ کرنیوالوں) پر ہے۔ اپنے آپ کو تفرقہ بازی سے دور رکھو، کیونکہ لوگوں سے الگ ہو جانیوالا شیطان کا مال ہے جسطرح ریوڑ سے الگ ہو جانیوالا (جانور) بھیڑیئے کے لیئے ہے۔ اس عبارت میں پہلا لفظ (مُفْرِط) فَ کی جزم اور رَ کی زیر کیساتھ اور (افراط) سے اسم فاعل ہے اور دوسرا لفظ (مُفَرِّط) فَ کی زبر اور رَ شد زیر کیساتھ اور (تفریط) سے اسم فاعل ہے، پہلے کے معنی ہیں حد مقرر سے بڑھانا اور دوسرے کے معنی حد سے گھٹانا کم ظاہر کرنا ہے اور (نمط اوسط) سے مراد ہر چیز کی حقیقت اور اصلی مقام ہے اسے اوسط اسی لیئے کہا جاتا ہے کہ افراد و تفریط کے درمیان ہے۔ اگر حافظ جی کے ترجمے کو درست تسلیم کر لیا جائے تو امیرالمومنین علیہ السلام کے کلام کا ماحصل یا مفہوم یہ ہوگا کہ محبت کے قابل چیز سے بھی بہت زیادہ محبت ہلاکت کا موجب ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "والذین آمنوا اشدّ حباً للّٰہ" پ ۲۔ ع ۴۔ ترجمہ۔ اور ایمان والے اللہ سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں اور یہ کہ علی علیہ السلام سے حد سے زیادہ بغض اور دشمنی تو ہلاکت کا سبب ہے لیکن تھوڑا بغض کوئی نقصان نہیں پہنچاتا۔

قولہ : اس سوادِ اعظم (عظیم اکثریت) سے چمٹے رہو۔

اقول : حافظ جی کا سواد اعظم سے عظیم اکثریت مراد لینا ایک قول بلا تحقیق ہے اگر سواد اعظم سے مراد عظیم اکثریت ہو تو جناب امیر علیہ السلام کے اس قول اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ کے ارشاد (علیکم بالسواد الاعظم) کے ماتحت ہمیں بلا تحقیق اکثریت کا ساتھ دینا ہوگا، حالانکہ یہ امر عقل و نقل (یعنی احادیث و روایات) کے خلاف ہے عقل و نقل دونوں کا فیصلہ ہے، کہ نیک اور اہل حق ہر زمانہ میں قلیل اور بد اور اہل باطل کثیر رہے ہیں کیونکہ حق کی راہ میں مشکلات و مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور باطل نفس پرستی اور عیش کوشی کی راہ ہے۔ قرآن کا ارشاد "قلیل من عبادی الشکور" میرا شکر کرنیوالے بندے بہت تھوڑے ہیں اہل حق کی قلت کی گواہ ہے سواد اعظم سے مراد مطلق اکثریت یا جماعت نہیں بلکہ عظیم افراد کی جماعت ہے چاہے وہ تعداد میں قلیل ہی ہوں، ایک سادہ عقل رکھنے والا انسان بھی جانتا ہے کہ سو احمقوں کے مقابل ایک عالم و عاقل سواد اعظم ہے اگر حافظ جی نے ان سوالات کے لکھنے سے پہلے اپنی ہی تفاسیر و احادیث کا مطالعہ کیا ہوتا تو اپنی اکثریت پر فخر نہ کرتے اور نہ سواد اعظم کا مطلب عظیم اکثریت لیتے۔

۱۔ تفسیر الزمخشری والرازی / تفسیر آیہ تعیھا اذن واعیہ (۱۲) سورہ الحاقہ:۔ ○ فان قیل لم قال اذن واعیۃ علی التوحید والتنکیر قلنا الایذان بان الوعاۃ فیھم قلۃ و لتوبیخ الناس بقلۃ من یعی

فیھم والدلالۃ علیٰ ان الاذن الواحدۃ اذا وعت وعقلت عن اللہ فھوالسواد الاعظم عند اللہ و ان ماسواھا لا یلتفت الیھم و ان امتلأ العالم منھم (و بالفاظ الزمحشری :— لایبالی بھم بالۃ و ان ملئو ما بین الخافقین۔

ترجمہ : اگر کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں (اذن واعیہ) صیغہ واحد اور نکرہ کیوں ہے تو ہم کہیں گے کہ اس امر کے اظہار کیلئے کہ سننے اور سمجھنے والے کان ان میں بہت کم ہیں اور اس امر پر دلالت کیلئے ایک ایسا کان جس نے (قرآن کریم) کو سنا اور سمجھا، اللہ تعالیٰ کیطرف سے پس وہی سواد اعظم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور اسکے علاوہ کیطرف ملتفت نہیں ہونا چاہیئے، چاہے تمام دنیا ان سے بھری ہوئی ہو۔

۲۔ شرح مشکوٰۃ طیبی / شرف الدین حسن بن محمد بن عبداللہ طیبی۔ تفسیر الجماعۃ : ○ عن سفیان الثوری رض قال لو ان فقیھاً واحداً علیٰ راس جبل لکان ھو الجماعۃ کما قال اللہ تعالیٰ ان ابراھیم کان امۃ۔

ترجمہ : سفیان ثوریؒ سے روایت ہے اس نے کہا کہ اگر ایک عالم دین پہاڑ کی چوٹی پر تنہا ہو تو وہ جماعت ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تحقیق ابراہیم (قنوت کرنیوالی) امت تھا

ملا علی قاری نے بھی سفیان ثوری رض کا یہ قول نقل کیا ہے لیکن اسکی ایسی تاویل کی ہے کہ جو قابلِ قبول نہیں ہو سکتی۔

شرح فقہ اکبر ملا علی قاری ص۲ خطبہ کے چند سطر بعد : ○ و فی روایۃ علیکم بالسواد الاعظم عن سفیان رض لو ان فقیھاً واحداً علیٰ راس جبل لکان ھو الجماعۃ معناہ انہ حیث قام بما قام بہ الجماعۃ فکانہ جماعۃ و منہ قولہ تعالیٰ ان ابراھیم کان امۃ۔

ترجمہ : "علیکم بالسواد الاعظم" میں سفیان رض سے روایت ہے کہ "اگر ایک عالم دین پہاڑ کی چوٹی پر ہو تو وہ جماعت ہے" اس سے مراد یہ ہے کہ چونکہ وہ اسی امر (دین) پر قائم ہوا جس پر جماعت قائم ہے پس وہ گویا وہ ایک جماعت ہے اور اسی قبیل سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ ابراہیم امت تھا۔

ملا علی قاری کی یہ تاویل اس لیئے قابلِ قبول نہیں کہ اگر سفیان رض کی مراد ایک عالم دین کے ایک جماعت ہونے سے یہ ہوتی کہ چونکہ وہ اس امر پر قائم ہے جس پر جماعت قائم ہے اس لیئے گویا وہ جماعت ہے" تو وہ اپنے قول کے شاہد کے طور پر اس آیت شریفہ کو نہ لاتے کہ "تحقیق ابراہیم ایک امت تھے" کیونکہ ابراہیم علیہ السلام اس امر پر قائم نہ تھے جس پر جماعت (امت) قائم تھی، بلکہ جماعت (امت) اس امر پر قائم تھی جس پر ابراہیم علیہ السلام قائم تھے۔

۳۔ النصائح الکافیہ / ص۱۸۳ : ○ قال ابن القیم سئل بعض اھل العلم من السواد الاعظم الذین فیھم الحدیث " اذا اختلف الناس فعلیکم بالسواد الاعظم فقال محمد بن اسلم الطوسی واللہ فان العصر اذا کان فیہ عارف بالسنۃ و داع الیھا فھوالحجۃ وھوالسواد الاعظم وھوالاجماع وھو سبیل المومنین۔

ترجمہ : ابن قیم نے کہا کہ اہل علم سے پوچھا گیا کہ اس سوادِ اعظم سے کون مراد ہیں جن کے متعلق حدیث میں ہے کہ جب لوگ اختلاف کریں تو تم پر سواد اعظم کی (اتباع) لازم ہے، پس کہا محمد بن اسلم طوسی نے کہ اللہ کی قسم کہ تحقیق ایک زمانۂ خاص میں جب ایک سنت (سنت رسول صلعم) کا واقف اس کی طرف بلانے والا ہو تو وہی سواد اعظم وہی حجت ہے وہی اجماع ہے وہی مومنین کا راستہ۔

حافظ جی ! آپ کا خیال شریف ہیں۔ آپکے اسلاف، آپکے مفسرین سواد اعظم سے مراد عظیم کثرت نہیں لیتے بلکہ عظیم شخصیتوں کو سواد اعظم کہتے ہیں،

قولہ: کیونکہ اللہ کا ہاتھ بڑی جماعت پر ہوتا ہے تفرقہ اور جدا ہونے سے بچو۔

اقول: حمایں نے نہج البلاغۃ کی عبارت نقل (درج) کر دی ہے، عبارت پر نظر ڈالیے اور حافظ جی سے پوچھے کہ "بڑی جماعت" کس لفظ کا ترجمہ ہے، اصل عبارت میں "اِن یدَ اللّٰہ علی الجماعۃ" (اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے) اس میں بڑی/چھوٹی کی قید وصفت کا ذکر نہیں ہے۔ اگر حافظ جی! اس عبارت سے اگلے چند فقروں پر غور کر لیتے اور درج بھی کر دیتے تو واضح ہو جاتا کہ جناب امیر علیہ السلام کی مراد جماعت سے کون لوگ ہیں اس سے اگلی عبارت یہ ہے۔ انما حُکّم الحکمان لیحییا ما احیا القرآن ویمیتا ما امات القرآن۔ واحیاءہ الاجتماع علیہ و اماتتہ الافتراق عنہ۔

ترجمہ: حکمین اس لیے مقرر کیے گئے تھے کہ جسے قرآن کریم نے زندہ کیا ہے اسے زندہ کریں اور جسے قرآن کریم نے مار دیا ہے (باطل کہا ہے) اسے مار دیں، قرآن کریم کا زندہ کرنا اس پر اجتماع ہے اور قرآن (کے احکام) کو مار دینا تفرقہ و اس سے افتراق ہے۔

اِن الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن کریم کے احکام پر اتفاق کرنیوالے جماعت ہیں (چاہے وہ تھوڑے ہوں) اور قرآن کریم کے احکام سے انکار کرنے والے تفرقہ میں مبتلا ہیں۔ (چاہے وہ کثیر ہوں)

اہلسنت کی کتب میں مذکور **ایک اور حدیث** سے مزید تشریح و توضیح ہو جاتی ہے کہ جناب امیر علیہ السلام سوادِ اعظم اور جماعت سے کیا مراد لیتے ہیں۔

کنز الاعمال / جلد ۲ / ص ۳۱۵ / مطبوعہ حیدر آباد دکن "و" مطبوعہ بیروت / جلد ۱۶ / ص ۱۸۳ / حدیث نمبر ۴۴۲۱۶۔

⊖ عن عبداللہ بن الحسن عن ابیہ کان علی یخطب فقام الیہ رجل فقال یا امیر المومنین اخبرنی من اہل الجماعۃ ومن اہل الفرقۃ ومن اہل السنۃ ومن اہل البدعۃ فقال ویحک اما اذا سألتنی فافہم عنی ولا علیک ان لا تسئل عنہا احداً بعدی اما اہل الجماعۃ فانا ومن اتبعنی وان قلّوا وذلک الحق عن امر اللہ وعن امر رسول اللہ فاما اہل الفرقۃ فالمخالفون لی ولمن اتبعنی وان کثروا واما اہل السنۃ المتمسکون بما سنہ اللہ لہم ورسولہ وان قلّوا واما اہل البدعۃ فالمخالفون لامر اللہ ولکتابہ ورسولہ العاملون برأیہم واہوائہم وان کثروا۔

ترجمہ: عبداللہ بن حسن نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ علی علیہ السلام خطبہ فرما رہے تھے (غالباً یہی خطبہ جسکی عبارت یہ ہے) کہ ایک شخص اٹھ کھڑا ہوا اور کہا اے امیر المومنین مجھے بتائیے کہ اہل جماعت کون ہیں اور اہل فرقہ کون ہیں، اہل سنت کون ہیں اور اہل بدعت کون ہیں پس امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا (تم پر) وائے ہو اب جب مجھ سے پوچھا ہے تو مجھ سے اسے خوب سمجھو اور اس کے بعد پھر اس کے متعلق کسی سے نہ پوچھے تو بھی تمہارے لیے کوئی حرج نہیں اہل جماعت میں اور میرے پیروکار ہیں چاہے تعداد میں تھوڑے ہی ہوں، اور اہل فرقہ میرے اور میرے پیروکاروں کے مخالفین ہیں چاہے تعداد میں زیادہ بھی ہوں، اہل سنت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلعم کی سنت کو مضبوط پکڑنے والے ہیں چاہے وہ تعداد میں کم بھی ہوں اہل بدعت اللہ تعالیٰ، اسکی کتاب اور اسکے رسول صلعم کے حکم کی مخالفت کرنیوالے ہیں چاہے وہ تعداد میں زیادہ ہی کیوں نہ ہوں۔))

ہر ایک پڑھا لکھا عام عقل (COMMN - SENCE) رکھنے والا انسان جانتا ہے کہ منظم افراد کے مجموعے کو جماعت کہتے ہیں

اور غیر منظم گروہ کو فرقہ۔ پس وہ افراد جو امام وقت کی اطاعت کرتے ہوئے منظم ہو جائیں وہ جماعت ہیں چاہے قلیل ہی کیوں نہ ہو اور جو طاعتِ امام سے نکل جائے وہ فرقہ کا شکار ہے، حافظ جی اپنی کتبِ احادیث کا مطالعہ کریں۔

۱۔ تیسیر الوصول / جلد ۴ / باب ذکر الفتن غیر المسماۃ / حدیث نمبر ۱۶ / ص ۲۰ ● عن حذیفۃ رض قال کان الناس یسألون رسول اللہ (صلعم) عن الخیر وکنت اسئلہ عن الشر مخافۃ ان یدرکنی فقلت یا رسول اللہ اِنا کنا فی الجاھلیۃ و فی شرٍ فجاءنا اللہ بھذا الخیر فھل بعد ھذا الخیر من شرٍ قال نعم قلت فھل بعد ذالک الشر من خیر قال نعم وفیہ دخن فقلت وما دخنہ قال قوم یستنّون بغیر سنتی ویھتدون بغیر ھدیی تعرف منھم وتنکر قلت فھل بعد ذالک الخیر شرّ قال نعم دعاۃ علیٰ ابواب جھنم من اجابھم الیھا قذفوہ فیھا قلت یا رسول اللہ فما تامرنی ان ادرکنی ذالک قال تلزم جماعۃ المسلمین وامامھم۔ قلت فان لم یکن جماعۃ ولا امام قال فاعتزل تلک الفرق۔ **ترجمہ**: حذیفہ رض سے روایت ہے اس نے کہا لوگ رسول کریم (صلعم) سے خیر کے متعلق دریافت کرتے تھے اور میں شر کے متعلق پوچھتا تھا اس ڈر کی وجہ سے کہ شر مجھے نہ پالے، پس میں نے کہا یا رسول اللہ (صلعم)، ہم جاہلیت اور شر میں تھے اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ خیر و بھلائی عطا کی کیا اس خیر کے بعد شر ہے؟ حضور (صلعم) نے فرمایا، ہاں! میں نے کہا پھر اس شر کے بعد خیر ہے؟ فرمایا ہاں! مگر اس خیر میں کچھ دخن (دھواں) بھی ہے میں نے کہا اسکے دھواں سے کیا مراد ہے؟ فرمایا، ایسی قوم جو میری سنت کی بجائے نئی سنت رائج کرے گی اور وہ میرے راہ ہدایت کی بجائے دوسرے راستے پر چلنے کو کہے گی۔ انکی کچھ باتیں تو اچھی سمجھے گا اور کچھ ناپسندیدہ پائے گا میں نے کہا اس خیر کے بعد کیا پھر شر ہے فرمایا، ہاں! جہنم کے دروازے پر جہنم میں بلانے والے ہوں گے جو انکی دعوت کو قبول کریگا اسے جہنم میں جھونک دیں گے۔ میں نے کہا، یا رسول اللہ (صلعم)، اگر میں ان لوگوں کو پاؤں تو آپ میرے لیئے کیا حکم رکھتے ہیں؟ فرمایا، جماعتِ مسلمین اور انکے امام کو لازم پکڑے رہ میں نے کہا، اگر جماعت اور امام نہ ہو تو...؟ فرمایا، ان تمام فرقوں سے الگ ہو جا۔ (اسے مسلم، بخاری اور ابو داؤد نے لکھا ہے۔)

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ امام کی مطیع جماعت، جماعتِ مسلمین ہے۔ **نوٹ**: میں حافظ جی سے التماس کروں گا کہ ذرا وضاحت فرمائیں کہ اس حدیث میں حضور صلعم کے بعد زمانۂ شر کونسا ہے اور اس کے بعد خیر من دخن کا زمانہ کونسا ہے۔ نیز اس حدیث اور خیر القرون قرنی ثم مایلیھا۔ ترجمہ: سب سے بہتر زمانہ ہے میرا زمانہ پھر اس کے بعد والا ....) کے درمیان توافق کیسے پیدا کریں گے؟ جبکہ حضور (صلعم) اپنے بعد والے زمانہ کو زمانۂ شر فرما رہے ہیں۔

۲۔ کنز العمال / جلد ۶ / کتاب الامارہ / الفرع الثانی فی طاعۃ الامیر / حدیث نمبر ۱۴۸۰۹ ● من خرج من الطاعۃ وفارق الجماعۃ فمات میتۃ الجاھلیّۃ۔ **ترجمہ**: جو طاعت امیر علیہ السلام سے نکل گیا اور جماعت سے الگ ہو گیا وہ جاہلیت کی موت مرا۔

اب فرمائیے حافظ جی صاحب! کہ جناب علی علیہ السلام کا یہ فرمان آپکی حقانیت کو ظاہر کرتا ہے یا بے راہروی کو، جبکہ آپ حضرت علی علیہ السلام کی جماعت واتباع سے الگ اور انکے متبعین کے مخالف ہیں اور حضرت علی علیہ السلام کے مخالفین کو برحق قرار دیتے ہیں۔

اب آپ کہیں گے کہ ہم اس زمانہ میں تھے ہی نہیں تو ہم اس جماعتِ مسلمین سے الگ کسطرح قرار دیئے جا سکتے ہیں؟ تو سنیئے!!!

امر میں آپکی احادیث کیا فرماتی ہیں۔ **تیسیر الوصول** / جلد اوّل / کتاب امر بالمعروف / حدیث نمبر ۲ ● عن عرس بن عمیرہ الکندی رض قال قال رسول اللہ صلعم اذا عملت الخطیئۃ فی الارض کان من شھدھا فانکرھا کمن غاب عنھا ومن غاب عنھا فرضیھا کان کمن شھدھا۔ **ترجمہ:** جب زمین میں کوئی غلط کام کیا جائے تو وہ شخص جو اس غلط کام کیوقت موجود تو تھا لیکن اس نے اس کام کو ناپسند کیا تو گویا وہ اس کام سے غائب تھا اور وہ شخص جو اس کام کے وقت غائب تھا لیکن اس کام پر رضامندی کا اظہار کیا تو گویا وہ ان میں موجود تھا۔

اس حدیث کیمطابق چونکہ حافظ صاحب اور انکے ہم خیال حضرات حضرت علی علیہ السلام کیخلاف لڑنے والوں کے عمل کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں لہٰذا یہ انکے ساتھ شامل ہیں ممکن ہے حافظ صاحب فرمائیں نہیں نہیں ہم تو دونوں کو حق پر سمجھتے ہیں اور دونوں کو برابر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں تو اس کے متعلق بھی اپنی ہی احادیث کا فیصلہ سنیئے۔

کنز الاعمال / جلد ۱۱ / الکتاب الثالث / کتاب الفتن / حدیث نمبر ۳۱۷۲۸ (مسند علی) ● عن حبۃ قال سمعت علیاً رض یقول نحن النجباء وافراطنا افراط الانبیاء وحزبنا حزب اللہ والباغیۃ حزب الشیطان ومن سوّی بیننا وبین عدونا فلیس منا۔ (ابن عساکر)۔ **ترجمہ:** حبہ سے روایت ہے اس نے کہا میں نے حضرت علی رض کو کہتے ہوئے سنا کہ "ہم شرفاء ہیں ہمارے سابقین انبیاء کا گروہ ہیں اور ہماری جماعت اللہ کی جماعت ہے اور باغی شیطان کی جماعت ہیں اور جس نے ہمیں اور ہمارے دشمنوں کے درمیان مساوات قائم کی (یعنی برابر کہا) وہ ہم میں سے نہیں۔

قولہ: جو علیحدگی کا داعی ہو اسے قتل کرو ....

اقول: جماعت سے علیحدہ ہونے والے تفرقہ ڈالنے والے کیلئے جناب سرورِ کائنات رسول اللہ صلعم کا بھی یہی ارشاد ہے کہ

کنز الاعمال / جلد ۶ / کتاب الامارۃ / فی الترھیب فیھا (الاکمال) / حدیث نمبر ۱۴۸۰۶ ● من اتاکم وامرکم جمیع علی رجل واحد یرید ان یشق عصاکم ویفرق جماعتکم فاقتلوہ (م عن عرفجۃ) **ترجمہ:** جب تمہارے پاس کوئی شخص ایسے وقت جب تم ایک شخص پر جمع ہو چکے ہو (اپنا امیر تسلیم کر چکے ہو) آئے اور یہ چاہے کہ تم پھوٹ ڈال دے اور تمہاری جماعت میں تفرقہ ڈالدے، تو اسے قتل کر دو۔

اس حدیث اور جناب امیر علیہ السلام کے ارشادات کی روشنی میں ذرا حافظ صاحب بتلائیں کہ امیر معاویہ صاحب کس کھاتے میں آتے ہیں؟ کیا حضرت علی علیہ السلام متفقہ امیر نہیں تھے؟ کیا امیر معاویہ نے مسلمانوں میں تفرقہ نہیں ڈالا؟ کیا وہ اسطرح واجب القتل قرار نہیں پاتے؟ کیا اس لیئے حضور نبی کریم صلعم (صاحب علم لدنّی) نے پیشگوئی فرماتے ہوئے یہ حکم نہیں دیا تھا کہ جب معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو اسے قتل کر دو۔ البدایہ والنہایہ / جلد ۸ / ترجمۂ معاویہ / صفحہ ۱۳۳ ● عن الوداک عن ابی سعید ان رسول اللہ صلعم، قال اذا رأیتم معاویہ علی منبری فاقتلوہ۔

اب حافظ جی ہی بتائیں کہ ایسے مسلمانوں کو کسطرح صداقت کی سند دی جا سکتی ہے جو حضور صلعم، کے حکم کو پس پشت ڈالتے ہوئے اسے قتل کرنیکی بجائے اپنا امیر شدہ راہبر بنالیں۔

قولہ: تاریخ شاہد ہے کہ شیعہ و خارجی دونوں فرقے ....

اوّل: نمط وسط وہ نہیں جو حافظ صاحب خیال فرما رہے ہیں، بلکہ حضرت علی علیہ السلام کے متعلق نمط وسط حضرت علی علیہ السلام کا وہ حقیقی مقام و مرتبہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمایا اور نبی کریم صلعم نے جسکا اعلان فرمایا اور امت کو اسکا پابند رہنے کا حکم فرمایا یعنی علیہ السلام خلق کے امام ہیں، نبی کریم (صلعم) کے وصی ہیں، نبی کریم صلعم کے بعد تمام مسلمانوں کے آقا و والی ہیں (جیسا کہ سابقہ سوالات کے جوابات میں ثابت کیا جا چکا ہے) اب افراط کے بھی کئی درجے ہیں مثلاً عیاذاً باللہ حضرت علیؑ کو نبی ماننا، رسول ماننا، خدا ماننا۔ نبی اور رسول ماننے والا کافر اور خدا ماننے والا مشرک ہو جائیگا اسی طرح تفریط کے بھی کئی مدارج ہیں مثلاً چوتھے مقام پر ماننا۔ احد من المسلمین (عام مسلمانوں میں ایک) ماننا یا نعوذ باللہ ایمان سے محروم ماننا، چوتھے درجے اور عام مسلمان ماننے والے مبتدع اور عیاذاً باللہ ایمان سے خارج ماننے والے کافر ہو جائیں گے۔ اہلِ سنت سب تفریط میں مبتلا ہیں کوئی کم کوئی زیادہ اور غالی، نصیری افراط میں مبتلا ہیں۔ نمط وسط پر وہ ہیں جو نبی کریم صلعم کے بعد حضرت علی علیہ السلام کو امام اوّل اور اپنا آقا و سردار تسلیم کرتے ہیں۔

سوال نمبر ۱۲

یہ مشاہدہ ہے کہ اللہ کی سب سے افضل کتاب قرآن کریم کو اہل سنت نے ہی سینہ سے چمٹایا وہی لاکھوں کی تعداد میں حافظ و قاری ہیں اسکے مقابلہ میں شیعہ تناسب کچھ بھی نہیں (النادر کالمعدوم) رمضان میں انہی کی مساجد قرآنِ کریم سننے سنانے سے آباد رہتی ہیں، اپنے مردوں کو قرآن کریم کا ایصالِ ثواب یہی کرتے ہیں (شیعہ تو بے دین ذاکروں سے مجلس ماتم پڑھا کر ایصالِ ثواب کرتے ہیں) اس پس منظر میں اصولِ کافی کتاب فضل القرآن سے امام باقرؑ کی یہ حدیث ملاحظہ ہو" فرمایا" اے سعد قرآن سیکھو، قرآن قیامت کے دن سب سے بہتر شکل میں آئیگا اور لوگ دیکھیں گے سب لوگوں کی ایک لاکھ بیس ہزار صفیں ہونگی۔ اسی ہزار صف صرف امت محمدیہ (قرآن خوانوں) کی ہونگی اور چالیس ہزار صفیں اور سب امتوں کی ہونگی" یہ صرف سنی المسلک قرآن خوان امت کی ہونگی۔ شیعہ کبھی نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ سب آئمہ کے تمام اصحاب و شیعہ چند صد سے متجاوز نہ تھے جیسے رجال کشی/ص۶ تلت اتباع اہل بیت کے سلسلہ میں ہے۔ "قیامت کے دن منادی ندا دیگا، محمد بن عبداللہ صلعم کے حواری کہاں ہیں، جنہوں نے عہد شکنی نہ کی ہے اور قائم رہے تو حضرت سلمان، مقداد اور ابوذر رضی اللہ عنہم اٹھیں گے۔ حضرت علی وصی رسول کے عمرو بن الحمق، محمد بن ابوبکر، میثم بن یحییٰ التمار اور اویس قرنی رحمہم اللہ اٹھیں گے۔ حضرت حسن بن علی کے حواریوں میں سفیان بن ابی لیلیٰ، حذیفہ بن اسید غفاری ہونگے حضرت حسین بن علیؓ کے ساتھ آپکے ہمراہ شہید ہونیوالے بہتر (۷۲) ساتھی ہونگے۔ علی بن حسین (ع) کے حواری جبیر بن مطعم، یحییٰ بن ام طویل، ابوخالد کابلی، سعید بن المسیب ہونگے حضرت باقر کے حواری عبداللہ شریک، زرارہ بن اعین، برید بن معاویہ، محمد بن مسلم، ابوبصیر، عبداللہ بن ابی یعفور، عامر بن عبداللہ، حجر بن زائدہ اور حمران بن اعین ہونگے، پھر منادی ندا دیگا باقی آئمہ کے باقی سب شیعہ کہاں ہیں؟ (تو کسی کے اٹھنے کا ذکر روایت میں نہیں۔ تو یہ ۹۴ حضرات جمع ہونیوالے پہلے سابق و مقرب ہیں اور پیروکاروں میں سے ہیں" کیا اہل سنت والجماعت سواد اعظم کی حقانیت پر دنیا اور قیامت میں یہ نص قاطع نہیں ہے۔

جواب: قولہ: یہ مشاہدہ ہے کہ ..... مجلس ماتم پڑھا کر ایصالِ ثواب کرتے ہیں۔

اوّل: حافظ جی کون سی کتاب شرع میں یہ لکھا ہے کہ قرآنِ کریم کو سینے سے لگانے والے وہی ہیں جو اسے حفظ کرتے ہیں اور جو حفظ نہیں کرتے وہ قرآنِ کریم سے دور ہیں؟ حافظ جی اعقل کے ناخن لو، کسی کے ارشاد کو سینے سے لگانا اس ارشاد کے الفاظ رٹ لینا نہیں بلکہ اسے سمجھنا اور اس پر عمل کرنا ہے۔ دیکھئے مختصر تذکرہ قرطبی۔ باب ماجاء فی درج الجنۃ/ص۹۷

○ قال الامام القرطبی قال علماء نا المراد لقراء القرآن وحملته هم العالمون باحکامه وحلاله وحرامه والعاملون بمافیه ـ لا مطلق القراء والحملة ـ **ترجمہ :** امام قرطبی نے کہا کہ ہمارے علماء نے کہا کہ قارئینِ قرآن اور حاملینِ قرآن سے مراد اسکے احکام اسکے حلال و حرام کو جاننے والے ہیں اور جو کچھ اس میں ہے اس پر عمل کرنیوالے ـ نہ صرف پڑھنے اور اٹھائے پھرنے والے ـ حافظ جی ! قرآن کریم کو سینے سے لگانے والے وہ ہیں جنہوں نے رسول کریم صلعم کے بتائے ہوئے عالمانِ قرآن سے اور مفسرینِ وحی سے قرآن کریم کے مطالب و احکام کو سمجھا اور ان پر عمل پیرا ہوئے ـ

آپ کو تو حافظ جی ! احکامِ قرآن کا سمجھنا اور ان پر عمل پیرا ہونا نصیب ہی نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ ذواتِ مقدسہ جنہیں حضور صلعم نے قرینِ وعدیلِ قرآن کریم قرار دیا، جنہیں عالمِ قرآن، مفسرِ قرآن کہا (یعنی آئمہ اہل بیت) ان سے آپ نے علمِ قرآن لیا ہی نہیں اور جب صحیح علم قرآن حاصل نہ ہو تو اس کے احکام پر عمل بھی ناممکن ہے ـ

صرف قرآن کریم کے الفاظ کو رٹ لینے پر فخر کرنیوالوں کے متعلق اپنی کتبِ احادیث میں حضور صلعم کے ارشادات کو پڑھیئے ـ

کنز الاعمال / جلد ١١ / الکتاب الثالث (کتاب الفتن) / حدیث ٣١٥٥٥ ○ فقال علی رض ـ ایها الناس انی سمعت رسول الله صلعم یقول یخرج قوم من امتی یقرؤن القرآن لیست قرأتکم الی قرأتهم شیئاً ولا صلوتکم الی صلاتهم بشیٔ ولا صیامکم الی صیامهم شیئاً یقرأون القرآن یحسبون انه لهم وهو علیهم لا تجاوز صلاتهم تراقیهم یمرقون من الاسلام کما یمرق السهم من الرمیة ـ

ترجمہ : علی علیہ السلام نے فرمایا ـ اے لوگو ! میں نے رسول اللہ صلعم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت سے ایک قوم نکلے گی جو قرآن کو (اس عمدگی) سے پڑھے گی کہ تم (صحابہ) کی قرأت بھی اسکے سامنے کچھ نہیں، نہ تمہاری نماز انکی نمازوں کے سامنے کچھ ہے نہ تمہارے روزے انکے روزوں کے سامنے کچھ ہیں وہ قرآن پڑھیں گے اور گمان کریں گے کہ یہ (قرآن پڑھنا) اُن کے لیئے مفید ہے حالانکہ انکو نقصان دہ ہوگا ـ انکی نماز انکی ہنسلی کی ہڈی سے نیچے نہیں جائیگی وہ دین سے اسطرح نکل جائیں گے جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے ـ

٢ ـ الیضاً حدیث ٣١٢٥٢ ○ یرث هذا القرآن قوم یشربونه شرب اللبن لا یخلف تراقیهم ـ

ترجمہ : ایک ایسی قوم جو قرآن کی وارث ہوگی (یعنی یہ قرآن کریم ایک ایسی قوم تک بھی پہنچے گا ـ) جو اس کو اس طرح پیئں گے جسطرح کہ دودھ (یعنی خوب تیزی سے پڑھیں گے تاکہ ایک سے زیادہ مسجدوں میں ختم سنا کر زیادہ معاوضہ حاصل کر سکیں) یہ انکی ہنسلی کی ہڈی سے پیچھے نہیں جائیگا ـ

٣ ـ الیضاً حدیث ٣١٤٠٩ ○ ان اناساً من امتی سیماهم التحلیق یقرأون القرآن لا یجاوز حلاقیهم یخرجون من الدین کما یخرج السهم من الرمیة ثم لا یعودون ـ

ترجمہ : میری امت میں کچھ لوگ جنکی علامتِ تحلیق (یعنی منڈا ہوا سر اور بے تحاشہ لمبی داڑھی) ہے قرآن پڑھیں گے جو ان کے حلقوں سے آگے نہیں جائیگا وہ دین سے اسطرح نکل جائیں گے جسطرح تیر کمان سے اور پھر وہ لوٹ کر اس (دین) کیطرف نہیں آئینگے ـ

نوٹ : شاید حافظ صاحب کہیں کہ تحلیق کا معنی منڈا ہوا سر، لمبی داڑھی کیوں کیا ہے تو عرض کروں گا کہ تحلیق کا معنی سر مونڈنا بھی ہے جیسا کہ

قرآن کریم میں ہے کہ :۔ لتدخلنّ المسجد الحرام اِن شاء اللّٰہ آمنین محلّقین رؤ وسکم۔ پ ۲۶ تحلیق کے معنی بلند کرنا بھی ہے ۔ اس سے اگلی حدیث بیان فرماتے وقت حضور (صلعم) کا سینے پر ہاتھ رکھنا ، داڑھی کی اونچائی یعنی لمبائی کو ظاہر کرتا ہے اور بے تحاشہ لمبی داڑھی اس لیئے کہا ہے کہ حضور (صلعم) نے ایک دوسری حدیث میں تحلیق کا معنی اشارے سے یہی بتایا ہے۔ کنز الاعمال / جلد ۱۱ / حدیث ۳۱۲۵۰ ۔ ⊖ یخرج اٰخر الزمان قوم کان ھذا منھم ھدیٰھم ھکذا یقرؤن القران لا یجاوز تراقیھم یمرقون من الاسلام کما یمرق السھم من الرمیۃ ثم لا یرجعون الیہ و وضع یدہ علیٰ صدرہ وقال سیماھم التحلیق ۔ لا یزالون یخرجون حتی یخرج آخرھم مع مسیح الدجال (س ۔ حم ۔ ن ۔ طب ۔ ک)

ترجمہ : اخری زمانے میں ایک قوم ظاہر ہوگی یہ شخص انہی میں سے ہے انکا دین ایسا ہی ہوگا قرآن کریم پڑھیں گے جو انکی ہنسلی کی ہڈی سے آگے نہیں گذرے گا ۔ وہ اسلام سے اسطرح نکل جائیں گے جس طرح تیر کمان سے ، پھر اس (یعنی دین) کیطرف واپس نہیں لوٹیں گے ۔ پھر آپ (صلعم) نے سینہ پر ہاتھ رکھا اور کہا (فرمایا) کہ علامت انکی تحلیق ہے (گویا سینہ پر ہاتھ رکھکر اشارہ فرمایا کہ انکی داڑھی یہاں تک ہوگی) وہ اسی طرح نکلتے رہیں گے یہاں تک کہ انکا آخری دجال کیساتھ نکلے گا۔

۲ مسلم / کتاب الزکوٰۃ / باب عطاء المؤلفۃ / ص ۳۲۱ / مترجم وحید الزمان ۔ ⊖ قال فقام رجل غائر العینین مشرف الوجنتین ناشز الجبھۃ کث اللحیۃ محلوق الراس مشمّر الازار فقال یارسول اللّٰہ اتق اللّٰہ فقال ویلک اولست باحق اھل الارض بان یتقی اللّٰہ قال ثم ولّی الرجل فقال خالد بن ولید یا رسول اللّٰہ الا اضرب عنقہ فقال لا لعلّہ ان یکون یصلی قال خالد وکم مصل یقول بلسانہ ما لیس فی قلبہ فقال رسول اللّٰہ صلعم ، انی لم اُومر ان انقب قلوب الناس و اشق بطونھم قال ثم نظر ھو مقفٍ فقال انہ یخرج من ضئضئی ھذا قوم یتلون کتاب اللّٰہ رطباً لا یجاوز حناجرھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ (نووی) کث اللحیۃ بفتح الکاف ھو کثیرھا و من ضئضئی ھذا بضاد بن المعجمتین مکسورتین اصل الشئ ۔

ترجمہ : (ابو سعید) راوی نے کہا کہ پس ایک شخص گہری آنکھوں والا ، اٹھے ہوئے رخساروں والا ، ابھری ہوئی پیشانی والا ، کثیر داڑھی والا ، منڈے ہوئے سر والا ، اونچی تہ بند والا اٹھا اور کہا ، اے اللہ کے رسول اللہ سے ڈر پس حضور (صلعم) نے فرمایا "تیرے لیئے تباہی ہو ، کیا میں تمام اہل زمین سے سب سے زیادہ اس امر کے سزاوار نہیں ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈروں ۔ (راوی) نے کہا کہ پھر وہ شخص واپس مڑا ، خالد بن ولید نے کہا ، اے اللہ کے رسول میں اسکی گردن نہ کاٹ دوں ؟ حضور (صلعم) نے فرمایا نہیں ، شاید وہ نماز پڑھا کرتا ہو ۔ خالد نے کہا کہ کئی ایسے نمازی بھی ہیں کہ زبان سے وہ کچھ کہتے ہیں جو اُن کے دل میں نہیں ہوتا ۔ حضور (صلعم) نے فرمایا کہ مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ ان کے دل میں نقب لگاؤں اور ان کے پیٹوں کو چیر کر دیکھوں (راوی) نے کہا کہ ، حضور (صلعم) نے اسکی طرف دیکھا جب واپس جا رہا تھا ۔ اور فرمایا کہ اس شخص کی اصل سے ایک ایسی قوم نکلے گی جو قرآن کو خوب رطب اللسانی سے تلاوت کریگی اور قرآن کریم انکے حلق سے نیچے نہیں جائیگا وہ دین سے اس طرح نکل جائینگے جس طرح تیر کمان سے ۔ (نووی) شرح میں لکھتا ہے کہ

کث۔ اللحیۃ ۔ کاف کی فتح کیساتھ یعنی کثیر داڑھی والا اور صنصنتی : دو بانقطہ ض کیساتھ جو مکسور ہیں کسی چیز کے اصل کو کہتے ہیں

نوٹ : حافظ جی یہ نہ کہیں کہ لمبی داڑھی تو سنتِ رسول صلعم ہے پھر ایک گروہ فرقہ کی علامت کس طرح قرار دی جاسکتی ہے تو عرض ہے کہ بلا شک داڑھی سنتِ رسول صلعم ہے لیکن قبضہ بھر لمبی نہ بے تحاشہ لمبی۔ اسی لیئے اہل سنت کی روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ قبضہ ؎ سے زیادہ داڑھی کتر وادیتے تھے۔ **ابوداؤد** / جلد ۲ / باب ... ۲ / القول عند الافطار / کتاب الصوم ○ عن ابن سالم المقفع قال رایت ابن عمر یقبض علی لحیتہ فیقطع مازادت علی الکف - **ترجمہ:** ابن سالم سے روایت ہے کہ اس نے کہا "میں نے ابن عمر کو دیکھا کہ اپنی مٹھی میں داڑھی (اپنی) پکڑتے اور جو کچھ مٹھی سے زیادہ ہوتی اسے کاٹ دیتے۔

شیعہ روایات میں تو قبضہ سے زیادہ داڑھی کیلئے سخت تہدید آئی ہے **فروعِ کافی** / جلد ۶ / کتاب الزی والتجمل / باب اللحیۃ والشارب / ص ۱۸۶ ○ عن معلی بن خنیس عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال مازاد من اللحیۃ عن القبضۃ فہو فی النار - **ترجمہ** : داڑھی کا وہ حصہ جو ایک قبضہ سے زیادہ ہو دوزخ کا ایندھن ہے یہی وجہ ہے کہ شیعہ علماء اس معاملہ میں بہت محتاط ہیں کہ داڑھی ایک قبضہ سے کم ہو جائے تو ہو جائے لیکن ایک قبضہ سے زیادہ نہ ہونے پائے بہت زیادہ لمبی داڑھی تو یہودی راہباؤں کی سنت ہے اپنی کتب کی ورق گردانی کرو اور معلوم کرو کہ حضرت عائشہ رضؓ کیسے نقش کہتی تھیں اور کیوں کہتی تھیں۔

قولہ: رمضان میں انہی کی مساجد قرآن مجید سننے سنانے سے آباد رہتی ہیں۔

اقول: حافظ جی ! پہلے یہ بتلایئے کہ ماہِ رمضان میں قرآن کریم کے اس طرح سننے سنانے کا سلسلہ حضور نبی کریم صلعم کے وقت بھی تھا ؟ کیا یہ تراویح کے نوافل حضورؐ کے زمانہ میں مسجد میں باجماعت پڑھے جاتے تھے ؟ ان تمام کا جواب نفی میں ہے احادیث کی کتب بتاتی ہیں کہ یہ حضرت عمر کا احداث ہے خود حضرت عمرا سے بدعت مگر بدعت حسنہ قرار دیتے ہیں۔ **بخاری** / کتاب الصوم / باب ۱۲۵۲ / فضل من قام رمضان / حدیث ۱۸۷۵ - اور **ابوداؤد** / باب ۱۷۸ / فی قیام شہر رمضان / حدیث ۱۳۵۷ اس بدعت پر فخر کرنا .... یا للعجب ۔ یہ حافظ جی جیسے حضرات سے ہی ہو سکتا ہے ۔ (سوال نمبر ۲۹ کے جواب میں اس پر مفصل بحث ہوگی)

قولہ: شیعہ تو بے دین ذاکروں سے مجلس ماتم پڑھا کر ایصال ثواب کراتے ہیں۔

اقول : تعصب نے حافظ جی کو اندھا کر رکھا ہے یا پھر انکے قرب و جوار میں کوئی شیعہ نہیں نہ انہوں نے کبھی شیعوں کو دیکھا ہے۔ کیا حافظ جی کو معلوم نہیں کہ سوم (یا قل) کی رسم کے دن شیعوں کے ہاں قرآن خوانی ہوتی ہے ، ہر سال برسی کے دن میت کو برائے ایصالِ ثواب قرآن خوانی ہوتی ہے ، میت کی قبر پہ قرآن خوانی ہوتی ہے ۔ (جسے حافظ جی شاید درست نہ سمجھتے ہوں) قرآن خوانی کیساتھ بلا شک مجلسِ حسینؑ بھی بپا کی جاتی ہے کیونکہ ہم ایسی مجالس کو ذریعۂ نجات اور ذریعۂ شفاعت جناب زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا سمجھتے ہیں جسکی تصدیق کتبِ اہلِ سنت سے بھی ہو سکتی اور ہوتی ہے ۔ دیکھیئے ۔ ۱- المودۃ القربیٰ ۲- المودۃ الثانی عشر ۳- ینابیع المودۃ اور ۴- الباب السادس والخمسون / ص ۲۶۰ ۔ ○ و عنہ (اے علی) اذا کان یوم القیامۃ نادیٰ منادٍ من

؎ اور اسی طرح ابوہریرہ رضؓ اور حضرت عمر رضؓ بھی۔ غنیۃ الطالبین / کتاب الآداب / فصل فی العشر الخصال ○ قد روی ان اباہریرۃ کان یقبض علی لحیتہ فما فضل عن قبضتہ جزہ وکان عمر یقول خذ وما تحت القبضۃ - **ترجمہ :** ابوہریرہ داڑھی کو مٹھی میں پکڑتے جو اس سے زیادہ ہوتی اسے کتر دیتے حضرت عمرؓ نے فرمایا، قبضہ سے زیادہ کو کاٹ دو۔

بطنان العرش یا اھل القیامۃ اغمضوا ابصارکم لتجوز فاطمۃ بنت محمد (صلعم) مع قمیص مخضوب بدم الحسین۔ فتحتوی علی ساق العرش فتقول انت الجبار العدل اقض بینی و بین من قتل ولدی فیقضی اللہ لبنتی و رب الکعبۃ ثم تقول اللھم اشفعنی فیمن بکی علی مصیبتہ فیشفعھا اللہ فیھم۔

ترجمہ: حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب روز قیامت ہوگا تو عرش کے نیچے سے ایک آواز دینے والا آواز دیگا کہ اے اہل محشر اپنی آنکھیں بند کرلو تاکہ فاطمہ بنت محمد (صلعم) سلام اللہ علیہا "حسینؑ کی خون سے رنگین قمیض کیساتھ گذر جائیں پس وہ (جناب زہراؑ) عرش کے پائے سے لپٹ جائیں گی اور کہیں گیں" تو قادر و عادل ہے میرے اور انکے درمیان جنہوں نے میرے بیٹے کو قتل کیا فیصلہ فرما" پس رب کعبکی قسم اللہ تعالے میری بیٹی کے حق میں فیصلہ فرمائیگا۔ پھر وہ کہے گی۔ اے اللہ! مجھے ان لوگوں کا شفیع بنا جو میرے بیٹے کی مصیبت پر روئے۔ پس اللہ تعالیٰ اسے انکا شفیع بنائیگا۔

اس کے علاوہ ایسے (مصیبت کے) مواقع پر مجلس عزا اس لیئے بھی قائم کرتے ہیں کہ بہترین صبر و رضا کا سبق ملتا ہے ان کے عظیم مصائب کے مقابل اپنی مصیبت نہایت معمولی دیکھتے ہوئے راضی بقضائے الٰہی ہوکر اجر و ثواب پاتے ہیں۔

حافظ جی کے تعصب اور شیعہ دشمنی کا اندازہ (بے دین ذاکروں) کے لفظ سے لگائیے کیوں حافظ جی! یہ تمام ذاکر کس شرعی حکم کے تحت بے دین ٹھہرے؟ کیا ذکر حسینؑ ہی بے دینی ہے؟ یا ذکر حسینؑ کا یہ خاصہ ہے کہ جو بھی ذکر کریگا وہ بے دین ہو جائیگا؟ حافظ جی! تعصب کی پٹی ہٹا کر احادیث و فضائل کی کتب پڑھیئے۔ آپ اللہ تعالیٰ، جبرائیلؑ، حضور سرور کائنات، حضرت علی، جناب زہرا سلام اللہ علیہا .... سب آپکو ذکر حسینؑ کرتے اور اسکے مصائب پر (بغیر/سوائے اللہ تعالیٰ کے) سب روتے ہوئے مذکور ملیں گے۔ سینکڑوں احادیث میں سے ایک پیش کرتا ہوں۔ **ینابیع المودۃ**/ الباب الستون/ فی الاحادیث الواردۃ فی شہادۃ الحسینؑ/ ص ۳۱۹ ● اخرج ابن سعد عن الشعبی قال مر علی کرم اللہ وجھہ بکربلا عند مسیرہ الی صفین فبکی حتی بل الارض من دموعہ فقال دخلت علی رسول اللہ (صلعم) وھو یبکی فقلت یا رسول اللہ بابی وامی ما یبکیک قال کان عندی جبرئیل آنفاً واخبرنی ان ولدی الحسینؑ یقتل بشاطیٔ الفرات بموضع یقال لھا کربلا ثم قبض جبرائیل قبضۃ من ترابہ دشمنی ایاھا فلم املک عینی ان فاضتا۔ (ایضاً رواہ احمد نحوہ) **ترجمہ:** (باب ساٹھواں امام حسینؑ کی شہادت میں وارد احادیث) ابن سعدؓ نے شعبی کی روایت بیان کی ہے کہ حضرت علیؑ صفین کیطرف جاتے ہوئے کربلا سے گذرے پس اسقدر روئے کہ زمین آنسوؤں سے تر ہوگئی، پھر فرمایا کہ میں رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آنحضرت رو رہے تھے، پس میں نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، کس امر نے آپکو رلا دیا؟ فرمایا ابھی ابھی جبرائیل میرے پاس تھا وہ اس نے مجھے خبر دی کہ میرا بیٹا حسینؑ فرات کے کنارے کربلا کے مقام پر قتل کردیا جائیگا پھر جبرائیل علیہ السلام نے اس مقام سے مٹھی بھر مٹی لیکر مجھے سونگھائی پس میں ضبط نہ کر سکا اور آنکھیں بہہ نکلیں (اسے احمد نے بھی روایت کیا ہے)

اس روایت سے ظاہر ہے کہ حضرت علی علیہ السلام امام حسینؑ کا ذکر کرتے ہیں۔ گویا علیؑ ذاکر اور لشکر والے سامعین اور رونے والے۔ حضرت نبی کریم صلعم، ذاکر اور حضرت علیؑ سامع، جبرائیل ذاکر اور نبی کریم صلعم سامع معلوم نہیں حافظ جی ان ذاکرین کے متعلق کیا فرمائیں گے؟

قولہ: یہ کثرت سنی المسلک قرآن خوانوں... کیونکہ سب آئمہ کے تمام اصحاب و شیعہ چند عدد سے متجاوز نہ تھے... پھر منادی ندا کرے گا باقی آئمہ، باقی سب شیعہ کہاں ہیں تو کسی کے اٹھنے کا ذکر روایت میں نہیں۔

اقول: رجال کشی کی اصل عبارت ملاحظہ فرمائیے اور حافظ صاحب کی خیانت کی داد دیں۔ (ذکر سلمان فارسی) عن علی بن اسباط عن ابیہ قال قال ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہما السلام اذ کان یوم القیامۃ نادیٰ منادٍ این حواری محمد بن عبد اللہ رسول اللہ الذین لم ینقضوا العہد و مضوا علیہ فیقوم سلمان و المقداد و ابوذر ثم ینادی منادٍ این حواری علی ابن ابی طالب وصی محمد بن عبد اللہ رسول اللہ (صلعم) فیقوم عمر بن الحمق الخزاعی و محمد بن ابی بکر و میثم بن یحییٰ التمار مولیٰ بنی اسد و اویس القرنی قال ثم ینادی المنادی این حواری الحسن بن علی (ع) ابن فاطمۃ بنت محمد بن عبد اللہ رسول اللہ (صلعم) فیقوم سفیان بن ابی لیلیٰ الہمدانی و حذیفہ بن اسد الغفاری قال ثم ینادی المنادی این حواری الحسین بن علی علیہما السلام فیقوم کل من استشہد معہ و لم یتخلف قال ثم ینادی المنادی این حواری علی ابن الحسین علیہما السلام فیقوم جبیر بن مطعم و یحییٰ بن ام الطویل و ابو خالد کابلی و سعید بن المسیب ثم ینادی المنادی این حواری محمد بن علی و حواری جعفر بن محمد فیقوم عبد اللہ بن شریک العامری و زرارۃ بن اعین و برید بن معاویۃ العجلی و محمد بن مسلم و ابو بصیر لیث بن البختری المرادی و عبد اللہ بن ابی یعفور و عامر بن عبد اللہ ابن جزاعہ و حجر بن زائدہ و حمران بن اعین ثم ینادی سائر الشیعۃ مع سائر الائمۃ علیہم السلام یوم القیامۃ فہؤلاء المتحورۃ و اول المقربین اول المتحورین من التابعین۔

حافظ جی مندرجہ ذیل خیانتوں کے مرتکب ہوئے ہیں۔

۱۔ روایت کے ذکر سے قبل لکھتے ہیں "جیسے رجال کشی ص ۶ قلت اتباع اہلبیت کے سلسلہ میں ہے" اس سے حافظ جی نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ گویا مصنف رجال تسلیم کرتے ہیں تمام آئمہ کے شیعہ بس یہی ۲۴ حضرات ہیں حالانکہ مصنف نے یہ روایت حضرت سلمان فارسیؓ (حضور نبی کریم صلعم کے صحابی) کے حالات کے ضمن میں لکھی ہے یہ ظاہر کرنے کیلئے کہ حضرت سلمان فارسی حضور صلعم کے حواریوں میں سے تھے۔

۲۔ روایت کی آخری سطر (ثم ینادی سائر الشیعۃ.... اول المتحورین من التابعین) کا ترجمہ عمداً غلط ہی نہیں بلکہ عمداً بدترین تحریف کی ہے۔ صحیح ترجمہ یہ ہے (اسکے بعد باقی شیعوں کو باقی آئمہ کیساتھ بلایا جائیگا قیامت کے دن۔ یہ ہیں حواریین اول مقربین اول حواریین آئمہ کی اتباع کرنیوالوں میں سے) گویا اتباع کرنیوالے تو لاتعداد ہونگے یہاں میں حواریین کی تعداد ہے۔ اب حافظ جی کے الفاظ (پھر منادی ندا دیگا باقی آئمہ کے باقی سب شیعہ کہاں ہیں؟) ان کو کذب و افتراء کے علاوہ کیا کہہ سکتے ہیں۔

۳۔ ایک بددیانتی ملاحظہ فرمائیے، اصل عبارت کے الفاظ ہیں "فہؤلاء المتحورۃ و اول المقربین و اول المتحورین من التابعین" اور اسکا اردو ترجمہ یہی ہو سکتا ہے کہ یہ ہیں حورین اور اول مقربین؟ اتباع کرنیوالوں (یعنی پیروکاروں) میں سے۔ لیکن حافظ جی نے "پیروکاروں میں سے" کی ابتداء میں "اور" کا لفظ بڑھا کر یہ تاثر دیا ہے کہ بس یہی کچھ حواریین ہیں اور یہی کچھ پیروکار ہیں حالانکہ حواری

بر بر کاروں میں سے سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں اور لاکھوں میں صرف ایک ہی اس شرف سے مشرف ہونیکا اہل ہوتا ہے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے اصحاب میں سے صرف بارہ۱۲ افراد حواری کہلانے کے مستحق تھے حضور نبی کریم صلعم (ص) کے صحابہ میں آپکی کتب حدیث کی رو سے صرف ایک شخص (حضرت زبیرؓ) حواری کہلانے کے مستحق تھے۔

۱۔ **صحیح مسلم** / مترجم وحید الزمان / ص ۱۰۹ / باب فضائل طلحہ و زبیر ● عن جابر بن عبد اللّٰہ قال سمعت یقول ندب رسول اللّٰہ (صلعم) الناس یوم الخندق فانتدب الزبیر ثم ندبہم فانتدب الزبیر ثم ندبہم فانتدب الزبیر فقال النبی صلعم (ص) لکل نبی حواری و حواری الزبیر - **ترجمہ** جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے راوی نے کہا کہ میں نے اسے سنا وہ کہہ رہا تھا کہ نبی کریم صلعم (ص) نے (کسی مشکل کام) کیلئے لوگوں کو پکارا تو زبیر نے اپنے آپ کو پیش کیا (اسی طرح دوسری تیسری بار پکارا اور زبیرؓ نے جواب دیا) تو نبی کریم صلعم (ص) نے فرمایا کہ ہر نبی کیلئے حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیر ہے۔

۲۔ **اصابہ** / حرف الزاء القسم الاول ذکر زبیر بن العوام / ص ۵۴۶ ● روی ابویعلی قال سمع ابن عمر رجلاً یقول انا ابن الحواری فقال ان کنت من الولد الزبیر فنعم والا فلا - **ترجمہ** ابویعلی نے روایت کی، اس نے کہا کہ ابن عمر (یعنی عبد اللہ بن عمرؓ) نے ایک شخص کو کہتے ہوئے سنا، کہتا تھا کہ میں حواری کا بیٹا ہوں پس اس نے کہا کہ اگر تو زبیر کی اولاد ہے تو ہاں (درست ہے) ورنہ نہیں (یعنی تم غلط کہتے ہو- مقصد یہ کہ حضور صلعم (ص) کا حواری صرف ایک (زبیر) تھا۔

قولہ : اسی ہزار صف صرف امتِ محمدیہ (قرآن خوانوں) کی ہوگی۔ یہ کثرت صرف سنی المسلک قرآن خواں امت کی ہوگی۔

اقول: حافظ جی! امتِ محمدیہ کی اسی ہزار صفیں تو آپ اہلِ سنت حضرات نے بھر دیں، صرف ۹۴ شیعہ کو امتِ محمدیہ کی صفوں میں کسی کونے میں کھڑا ہونے دیا، تب ذرا یہ بھی فرماتے چاہیئے کہ اس زمانہ کے شیعہ (جن پر آپ نے ۱۰۰ سوالات کرڈالے ہیں) یہ قیامت کے دن کس نبی کی امت کی صفوں میں کھڑے ہوں گے کیونکہ اسی ہزار صفیں جو امتِ محمدیہ کی ہونگی ان میں تو انکی گنجائش نہیں یہ کسی اور نبی کی امت میں شامل کر دیئے جائیں گے یا سرے سے میدان محشر سے نکال دیئے جائینگے

قولہ : کیا اہلسنت والجماعت سوادِ اعظم کی حقانیت پر دنیا اور قیامت میں یہ نص قاطع نہیں؟

اقول : کونسی نص؟ مذکورہ بالا حدیث میں تو صرف امتِ محمدیہ کا تمام امتوں سے زیادہ ہونیکا ذکر ہے نہ یہ کہ صرف سنی ہوں گے اسلام کے باقی بہتر (۷۲) فرقے حضور نبی کریم صلعم (ص) فرماتے ہیں کہ وہ بھی میری امت ہی کے فرقے ہیں مگر حافظ انہیں امتِ محمدیہ کی صفوں میں شامل نہیں ہونے دیں گے، یہ اسی (۸۰،۰۰۰) ہزار اکثریت صرف سُنیوں کی ہے، باقی ۷۱ فرقے؟

افسوس کہ حافظ جی نے کچھ نہیں بتایا کہ وہ باقی انبیاء کی امتوں والی چالیس صفوں میں جا کھڑے ہونگے۔ یا سرے سے انکی کوئی صف میدانِ محشر میں ہوگی ہی نہیں۔

حافظ جی ہر پھر کر اپنی اکثریت کو ہی اپنی حقانیت کا ثبوت پیش کرتے ہیں، میں نہیں سمجھ سکتا کہ حافظ کس عقلی دلیل، کس قرآنی آیت

کس حدیثِ نبوی کی بناء پر اکثریت کو دلیلِ حقانیت گردانتے ہیں؟

ایک سادہ عقل کا بھی یہی فیصلہ ہے کہ سو احمقوں کے مقابل ایک دانا حق پر ہوگا اور سو احمق گمراہ ہو سکتے ہیں۔۔۔۔۔ کہ ابن مفرد وصد خر عقل انسانی نمے آید۔ آیاتِ قرآن ایمان والوں حامیینِ حق کو قلیل بتاتی ہیں۔

۱۔ ان کثیراً من الخلطاء لیبغی بعضہم علی بعض الا الذین آمنو وعملو الصلحات وقلیل ماھم۔ (ص۔ آیت ۲۴)

۲۔ اعلمو آل داوٗد شکراً قلیل من عبادی الشکور (سبا۔ آیت ۱۳)

۳۔ قلنا احمل فیہا من کل زوجین اثنین واھلک الا من سبق علیہ القول ومن آمن وما آمن معہ الا قلیل۔ (القرآن) حدیثِ نبوی سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے امت محمدی میں ایک کم تعداد طائفہ ہمیشہ حق پر رہیگا اور حق کو ظاہر کرتا رہیگا۔ مثلاً صحیح مسلم کتاب امارۃ / باب طائفۃ من امتی ظاہرین علی الحق لا یضرھم من خالفھم ⊖ عن ثوبان قال قال رسول اللّٰہ صلعم، لا تزال طائفۃ من امتی ظاہرین علی الحق لا یضرھم من خذلھم حتی یاتی امر اللّٰہ وھم کذالک۔ ترجمہ: ثوبان سے روایت ہے اس نے کہا کہ فرمایا رسول کریم صلعم نے کہ میری امت میں سے ایک طائفہ (جماعت، قلیل) ہمیشہ حق پر ظاہر رہے گی، جو انہیں چھوڑ جائیں گے انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے وہ اسی طرح ہونگے یہانتک کہ امرِ حق (یعنی قیامت) آجائیگی۔

اگر حافظ صاحب کا خیال ہو کہ لفظِ جماعت اور سوادِ اعظم کثرت کو ظاہر کرتے ہیں تو اسکا جواب سوال نمبر ۱۱ میں دیا جا چکا ہے۔

حافظ جی! سنی مذہب کے پیروکاروں کی کثرت اس مذہب کی حقانیت کیوجہ سے نہیں بلکہ بادشاہانِ وقت کی سرپرستی ہے چونکہ اس مذہب کے کچھ اصول بادشاہانِ وقت کے مفاد میں رہے ہیں لہذا وہ اسکی سرپرستی کرتے رہے سنی مذہب کا اصول ہے کہ بادشاہِ وقت خواہ کتنا ہی فاسق و فاجر اور ظالم و غاصب ہو اس کے خلاف خروج گناہ عظیم ہے اسے معزول نہیں کیا جا سکتا۔ مندرجہ ذیل احادیث کو ملاحظہ فرمائیے۔ ۱۔ شرح فقہ اکبر تفتازانی / مطبوعہ مطبع مجتبائی / بیان حقیقۃ العصمۃ / ص ۱۸۱ ⊖ ولا ینعزل الامام بالفسق والجور لانہما قد ظہر علی الامراء بعد الخلفاء والسلف کانوا ینقادون لحکمہم و یقیمون الجمع والاعیاد باذنہم ولا یرون الخروج علیہم فکان اجماعاً منہم علی صحۃ امامۃ اھل الجور۔ ترجمہ: "امام فسق اور ظلم کیوجہ سے امامت سے معزول نہیں ہوتا کیونکہ خلفاء کے بعد والے امراء میں یہ دونوں (فسق و جور) ظاہر ہوئے اور سلف پھر بھی ان کے حکم کی اطاعت کرتے اور جمعے اور عیدیں انکے اذن سے پڑھتے تھے اور ان پر خروج کرنا جائز نہیں جانتے تھے پس یہ ظالموں کی امامت کے صحیح ہونے پر اجماع ہے۔"

۲۔ کنز العمال / جلد نمبر ۶ / حدیث ۱۴۸۴۳ ⊖ سیکون بعدی ائمۃ لا یہتدون بہدی ولا یستنون بسنتی سیقوم رجال قلوبہم قلوب رجال الشیاطین وجسمان انسان قال حذیفہ کیف اصنع ان ادرکنی ذالک قال اسمع الامیر الاعظم وان ضرب ظہرک واخذ مالک۔ ترجمہ: میرے بعد ایسے امام یعنی حاکم ہونگے جو میری ہدایت کے مطابق ہدایت نہیں کریں گے اور میری سنت کو قائم نہیں کریں گے ایسے لوگ اٹھ کھڑے ہونگے جن کے دل شیطانوں کے اور جسم انسانوں کے ہوں، حذیفہ رض نے کہا کہ میں کیا کروں اگر ان کا زمانہ پاؤں؟ فرمایا (رسول کریم صلعم نے) کہ امیر اعظم کا حکم مان

چاہیے وہ تیری پشت پر (کوڑے) مارے اور تیرا مال چھین لے۔

۳۔ کنز العمال / جلد نمبر ۶ / حدیث نمبر ۱۴۸۱۷ / اطاعۃ الامیر الاکمال) ● اطیعوا امرائکم مہما کان۔ فان امروکم بشئی مما جئتکم بہ فانھم یؤجرون علیہ وتوجرون بطاعتھم وان امروکم بشئی مما لم آتکم بہ فانہ علیھم وانتم منہ براء۔ ذلکم بانکم اذ لقیتم اللہ قلتم ربنا لاظلم فیقول لاظلم فتقولون ربنا ارسلت الینا رسلاً فاطعناھم باذنک واستخلفت خلفاء فاطعناھم باذنک و امرت امراء فاطعناھم لک فیقول صدقتم ھو علیھم وانتم منہ براء۔ **ترجمہ**: تم اپنے حکمرانوں کی اطاعت کرو خواہ وہ جیسے بھی ہوں اگر وہ تم پر (دین) جو میں لایا ہوں کے مطابق حکم کریں تو وہ اسکا اجر دیئے جائیں گے اور تم انکی اطاعت کا اجر دیئے جاؤ گے اور اگر وہ اس امر کا حکم کریں جو میں نہیں لایا تو اسکا عذاب ان پر ہوگا اور تم اس سے بری ہو جاؤ گے اور یہ اسطرح کہ جب تم اللہ کے حضور جاؤ گے تو تم کہو گے کہ اے ہمارے رب تیرے ہاں ظلم نہیں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا" ظلم نہیں" پھر تم کہو گے اے اللہ تو نے ہماری طرف رسول بھیجے ہم نے تیرے حکم سے انکی اطاعت کی، تو نے خلیفے مقرر کیئے ہم نے تیرے حکم سے ان کی اطاعت کی اور تو نے امراء کو حکمران بنایا ہم تیری خاطر ان کی اطاعت کی۔ (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا تم نے سچ کہا یہ (عذاب) اُن پر ہے تم بری ہو۔

۴۔ کنز العمال / جلد ۶ / حدیث ۱۴۵۸۱۔ ● السلطان ظل اللہ فی الارض یاوی الیہ کل مظلوم من عبادہ ان کان عدل کان لہ الاجر وعلی الرعیۃ الشکر وان جار وخان او ظلم کان الوزر علیہ وعلی الرعیۃ الصبر۔ **ترجمہ**: بادشاہ زمین میں اللہ تعالیٰ کا سایہ ہے اور جس میں بندوں میں سے ہر مظلوم پناہ لیتا ہے اگر عدل کرے تو اسکے لیئے اجر اور رعیت پر شکر لازم ہے اور اگر جور یا خیانت یا ظلم کرے تو اسکا بوجھ اس پر اور رعیت پر صبر کرنا لازم ہے۔

انہیں اصول و احادیث کو مدِ نظر رکھتے ہوئے علماء اہلسنت نے کیا کچھ کیا؟ کتب تاریخ کو دیکھیئے۔ **اس حدیث** میں جس میں حضور صلعم نے گھڑ دوڑ اور تیر اندازی میں شرط کو جائز قرار دیا ہے ایک محدث نے کبوتر بازی کے جواز کا اضافہ کر دیا (تاریخ الخلفاء) **۲**۔ ہارون الرشید کی خوشنودی کیلئے قاضی ابو یوسف نے تاویل کر کے ہارون کے باپ کی مدخولہ کو اسکے لیئے حلال قرار دیا۔ (تاریخ الخلفاء)

سوال نمبر "۱۳"

! اللہ پاک کا ارشاد ہے: ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ (ترجمہ) اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے بڑا تمہارا وہ شخص ہے جو تم سب سے بڑا پرہیز گار ہو۔ **حضور صلعم** نے فرمایا: "اے قریشیو! آدمی کا مرتبہ اسکے دین، شرافت، خوش اخلاقی اور عقل سے بڑا ہوگا۔ **نیز** فرمایا۔" اے سلمان! سوائے تقویٰ کے تجھ پر کوئی فضیلت والا نہیں (رجال کشی)۔ **حضرت باقر** (ع) کا فرمان ہے کہ " اللہ کے ہاں سب سے پیارا اور معزز وہ ہے جو سب سے بڑا پرہیز گار اور عمل کرنیوالا ہو۔ (اصول کافی / ص ۲۰۷)۔ اہل سنت اس تعلیم کی روشنی میں صرف تقویٰ اور عمل سے فرق مراتب کے قائل ہیں، حسب و نسب ثانوی چیز ہے، کیا سُنی مذہب برحق ہے یا وہ مذہب شیعہ جو صرف فضیلت نسبی کے قائل ہیں اور جو شخص اہل بیت کیطرف کسی قسم کی نسبت کرے اسے سب سے افضل اور پاک

جانتے ہیں، خواہ کتنا بڑا بدکار و بدعمل کیوں نہ ہو۔ ملاحظہ ہو، روضہ کافی / ص۱۰۱ / روایات۔

جواب: قولہ: اہل سنت اس تعلیم کی روشنی میں صرف تقویٰ ... حسب نسب ثانوی چیز ہے۔

اقول: حافظ جی کو اس جسارت کی داد دیتا ہوں۔ ع چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔

اہلسنت جو کہ اپنے اکثر بزرگان کی فضیلت کا انحصار نسبی رشتہ اور قرب مکانی پر رکھتے ہیں، جن کے بزرگان کے خطابات فضیلت ہی نسبی رشتوں سے مشتق ہیں (ذوالنورین۔ خال المومنین) انکی نسبت یہ دعویٰ کہ "صرف تقویٰ اور عمل سے فرق مراتب کے قائل ہیں" یہ حافظ جی جیسے بوہری کا کام ہے۔ حافظ جی! خدا کیلئے ذرا ابوسفیان، امیر معاویہ، یزید کے وہ اعمال تقویٰ تو بیان کیجیئے جن کی بناء پر آپ انہیں شرف و فضیلت کا مستحق سمجھتے ہیں یہی کہ "ابوسفیان حضرت سرورکائنات (صلعم سے) متعدد جنگیں لڑا" معاویہ حضرت علی اور حضرت حسن علیہما السلام سے لڑتا رہا"، یزید نے رسول (صلعم) کے نواسے (محبوب نواسے) کو شہید کیا"

اس کے باوجود شاید حافظ جی یہ کہنے کی جرأت کریں کہ "یہ صحابی ہیں" اور صحابی ہونا ہی سب سے بڑا عمل تقویٰ ہے" تو میں کہوں گا کہ تاریخ و احادیث کی روشنی میں انہیں صحابی کہنا بھی مشکل ہو جائیگا۔ فتح مکہ کے وقت مسلمان ہونیوالوں کو حضور (صلعم) نے صحابہ نہیں فرمایا تھا بلکہ طلقاء اور مؤلفۃ القلوب کا نام دیا تھا۔ ملاحظہ ہو مسلم شریف کی یہ حدیث۔

مسلم / مطبع نولکشور / ص۱۱۶ / کتاب الجہاد والسیر / باب غزوۃ النساء مع الرجال۔ ● عن انس ان ام سلیم اتخذت خنجراً فکان معیھا فرأھا ابوطلحۃ فقال یارسول اللّٰہ ھذہ ام سلیم معیھا خنجر فقال رسول اللّٰہ (صلعم) ما ھذا الخنجر قالت اتخذ تہ ان دنا منی احد من المشرکین بقرت بطنہ فجعل رسول اللّٰہ (صلعم) یضحک فقالت یارسول اللّٰہ اقتل من بعد نا من الطلقاء انھزموا بک فقال یاام سلیم ان اللّٰہ عزّوجلّ قد کفیٰ و احسن۔ **ترجمہ:** انس سے روایت ہے کہ خیبر کے دن ام سلیم ایک خنجر لیئے ہوئے تھی پس ابوطلحہ نے دیکھا اور کہا یارسول اللہ (صلعم)، یہ ام سلیم کے پاس ایک خنجر ہے پس رسول اللہ (صلعم) نے فرمایا "اے ام سلیم یہ خنجر کس لیئے ہے پس اس نے کہا یہ میں اس لیئے، لیئے ہوئے ہوں کہ اگر مشرکوں میں سے کوئی میرے قریب ہوا تو اسکا پیٹ پھاڑ ڈالوں گی۔ پس رسول خدا (صلعم)، ہنسنے لگے پھر اس نے کہا یارسول اللہ (صلعم) اسکے بعد اسکے ساتھ طلقاء کو قتل کردونگی کیونکہ انہوں نے آپکو شکست دلائی، پس آپؐ نے فرمایا اے ام سلیم اللہ تعالیٰ ہمیں کافی ہوا اور احسان فرمایا۔

اب اسی حدیث کی بابت نووی کی شرح ملاحظہ فرمائیے۔ **نووی** / قولھا "اقتل من بعدنا من الطلقاء" ھو بالضم الطاء وفتح اللام ھم الذین اسلموا من اھل مکۃ یوم الفتح سموا بذلک لان النبی (صلعم) من علیھم و اطلقھم وکان فی اسلامھم ضعف فاعتقدت ام سلیم انھم منافقون وانھم استحقوا القتل بانھزامھم وغیرہ۔ **ترجمہ:** نووی / اسکا یہ قول "اقتل من بعدنا من الطلقاء" یہ "طلقاء" کا لفظ طؑ کی پیش اور لام کی زبر کے ساتھ ہے۔ یہ اہل مکہ میں سے وہ لوگ ہیں جو فتح مکہ کے دن اسلام لائے انہیں یہ طلقاء کا نام دیا گیا، کیونکہ نبی کریم (صلعم) نے ان پر احسان فرمایا اور انہیں آزاد کردیا ان کے ایمان

میں کمزوری تھی اور ام سلیم کا اعتقاد تھا کہ وہ منافق اور قتل کیئے جانے کے مستحق ہیں کیونکہ وہ بھاگ گئے تھے وغیرہ۔ حافظ جی! غور فرمایا آپ نے، فتح مکہ کے دن ایمان لانے والوں کو طلقاء کا نام دیا گیا تھا، نہ کہ صحابہ کا نیز انہیں مؤلفۃ القلوب (یعنی جنکے دلوں میں الفتِ اسلام اور الفتِ مسلمین پیدا کرنیکی کوشش کی گئی تھی) کے نام سے پکارا جاتا تھا نہ مسلمین و مومنین کے اسمِ گرامی سے۔ دیکھئے

سیرۃ النبی / ابن ہشام / جلد نمبر ۴ / المؤلفۃ قلوبہم و اعطیاتہم۔ — قال ابن اسحٰق واعطی رسول اللّٰہ صلعم المؤلفۃ قلوبہم وکانوا اشرافاً من اشراف الناس یتالّفھم ویتالّف قلوب قومھم فاعطی ابا سفیان بن حرب مائۃ بعیر واعطی ابنہ مائۃ بعیر۔ **ترجمہ**: ابن اسحٰق نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے المؤلفۃ قلوبہم کو عطیات دیئے جو لوگوں کے بڑے آدمیوں میں سے بڑے آدمی تھے۔ حضور صلعم انکو اور انکی قوم کو (اسلام سے) مالوف کرنا چاہتے تھے پس ابوسفیان بن حرب کو ایک سو اونٹ اور اسکے بیٹے کو ایک سو اونٹ دیئے (ابوسفیان اور اسکے بیٹے کا شمار مؤلفۃ قلوبہم میں ہوا)۔

تاریخ الخلفاء / سیوطی / ذکر معاویہ بن ابی سفیان / ص ۱۳۱ — معاویہ بن ابی سفیان بن صخر بن حرب بن امیہ بن عبد الشمس بن عبد مناف بن قصی الاموی ابو عبد الرحمٰن اسلم ھو وابوہ یوم فتح مکۃ وشھد حنیناً وکان من المؤلفۃ قلوبہم ثم حسن اسلامہ۔ **ترجمہ**: معاویہ بن ابی سفیان بن صخر بن حرب بن امیہ اموی ابو عبد الرحمٰن وہ (اور) اسکا باپ فتح مکہ کے دن ایمان لائے اور وہ المؤلفۃ قلوبہم میں تھا پھر اسکا اسلام اچھا ہو گیا۔ (یہ فقرہ کہ "پھر اسکا اسلام اچھا ہو گیا" مصنف کا حسنِ ظن ہے۔ حضور صلعم کے نزدیک فتح مکہ کے دن اسلام لانے والوں کو صحابیت کے شرف سے نوازنا تو دور کی بات ہے حضور صلعم تو یوم مکہ سے قبل لیکن صلح حدیبیہ کے بعد ایمان لانے والوں کو بھی صحابی کے معظم لقب سے نہیں نوازتے۔ دیکھئے مندرجہ ذیل

روایت

کامل / ابن اثیر / ذکر غزوۃ خالد بن الولید بنی جذیمۃ / ص ۲۵۶ / جلد نمبر ۲ — وکان بین عبد الرحمٰن بن عوف وخالد کلام فی ذالک فقال عملت بامر الجاھلیۃ فی الاسلام۔ فقال خالد ثارت بابیک فقال عبد الرحمٰن کذبت قد قتلت انا قاتل ابی لک، انما ثارت بعمک الفاکۃ حتی کان بینھما شر فبلغ ذالک رسول اللّٰہ صلعم فقال مھلاً یا خالد دع عنک اصحابی فواللّٰہ لو کان مثل احد ذھباً ثم انفقتہ فی سبیل اللّٰہ ما ادرکت غدوۃ احدھم ولا روحۃ۔ **ترجمہ**: عبد الرحمٰن بن عوف اور خالد کے درمیان اس بارے میں بات چلی پس اُس نے (عبد الرحمٰن نے) کہا تو نے اسلام میں جاہلیت (یعنی زمانہ کفر) کا کام کیا خالد نے کہا میں نے تیرے باپ کا بدلہ لیا ہے، عبد الرحمٰن نے کہا تو جھوٹ کہتا ہے اپنے باپ کے قاتل کو تو خود میں نے قتل کیا ہے تو نے تو اپنے چچا فاکہ کا بدلہ لیا ہے یہاں تک کہ انکے درمیان جھگڑا ہونے لگا۔ پس اس امر کی اطلاع رسول خدا صلعم کو ہوئی پس حضور صلعم نے فرمایا کہ اے خالد! باز آجا، میرے صحابہ سے دور رہ (یا میرے صحابہ کو کچھ نہ کہو)۔ اللہ کی قسم اگر تیرے پاس کوہِ احد کے برابر سونا ہو اور وہ سب تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف کر دے تو تو انکی ایک صبح یا ایک شام کو نہیں پا سکتا۔

دیکھا! حافظ جی!! حضور صلعم نے خالد کو (جو صلح حدیبیہ کے بعد لیکن فتح مکہ سے قبل اسلام لایا تھا) صحابہ میں شامل نہیں فرمایا۔ پھر فتح مکہ کے دن خوف سے ایمان لانے والے کس طرح صحابہ کہلا سکتے ہیں۔

حضور صلعم، طلقاء کو صحابہ تو کیا، صحابہ کا کفو بھی قرار نہیں دیتے۔ دیکھئے:

وفاء الوفاء / جلد ۱ / الفصل الثالث / فی الحث علی حفظ اہلہا / ص ۵۱ ● اسند عن الزھری ان رسول اللہ صلعم، قال لا تتخذوا الاموال بمکۃ واتخذوھا فی دار ھجرتکم فان المرء مع مالہ واسند ایضاً عن ابن عمر حدیث لا تتخذوا وراء الروحاء مالاً ولا ترتدوا علی اعقابکم بعد الھجرۃ ولا تنکحوا بناتکم طلقاء اھل مکۃ وانکحوھن باترابھن۔ **ترجمہ** زہری کی سند سے روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا "مکہ میں جائیداد حاصل نہ کرو بلکہ اپنے دارِ ہجرت (مدینہ) میں جائیداد حاصل کرو اور ابن عمر کی سند سے روایت ہے کہ روحاء (پہاڑی) سے پرلی طرف جائیداد حاصل نہ کرو اور ہجرت کے بعد واپس نہ لوٹ جاؤ اور اپنی لڑکیوں کو اہل مکہ کے طلقاء کے نکاح میں نہ دو بلکہ انہیں اپنے ہی ہم عمروں سے بیاہو۔

قولہ: یا وہ مذہب شیعہ جو صرف فضیلت .... الخ

اقول: جو روضۂ کافی میرے پاس ہے اسکے صفحہ نمبر ۱۰۱ پر سات روایات تو کیا کوئی ایک روایت بھی ایسی نہیں ملی جس سے یہ ظاہر ہو کہ نسب سے ہی فضیلت ہے اسکے برخلاف خود اصول کافی سے ایسی روایات ملتی ہیں جو ثابت کرتی ہیں کہ نسبی رشتہ کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا، ملاحظہ ہو۔

۱۔ **اصول کافی** / جلد اول / کتاب الحجۃ / باب من ادعی الامامۃ ولیس لہا باہل۔ ● عن الحسین بن المختار قال قلت لابی عبد اللہ علیہ السلام جعلت فداک" ویوم القیامۃ تری الذین کذبوا علی اللہ وجوھھم مسودۃ" قال کل من زعم انہ امام ولیس بامام قلت وان کان فاطمیاً علویاً قال وان کان۔

ترجمہ: حسین بن مختار سے روایت ہے اس نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے کہا میں آپ پر قربان جاؤں اس آیت کا کیا مطلب ہے کہ" قیامت کے دن تو ان لوگوں کو دیکھے گا جن نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا انکے چہرے سیاہ ہونگے" امام نے فرمایا اس سے مراد وہ شخص ہے جو امام نہ ہو اور یقین دلائے کہ وہ امام ہے میں نے کہا چاہے وہ جناب فاطمہ اور حضرت علیؑ کی اولاد سے ہو فرمایا کہ چاہے علوی فاطمی ہو۔

۲۔ **اصول کافی** / جلد اول / کتاب الحجۃ / ص ۲۷۷ / باب فیمن عرف الحق من اہل بیت ومن انکر۔ ● حدثنا احمد بن عمر الخلال قال قلت لابی الحسن علیہ السلام اخبرنی عمن عاندک ولم یعرف حقک من ولد فاطمۃ؟ ھو وسائر الناس سواء فی العقاب، فقال کان علی بن الحسین علیھما السلام یقول علیھم ضعفا العقاب۔

ترجمہ: احمد بن عمر خلال نے بیان کیا ہم سے اس نے کہا میں نے ابوالحسن علیہ السلام سے کہا کہ مجھے آگاہ فرمائیے اس شخص سے جو آپ کا مخالف ہو اور آپ کے حق کو نہ پہچانے اور جناب فاطمہ کی اولاد سے ہو کیا اسکو اور باقی ایسے لوگوں کو برابر عذاب ہوگا فرمایا کہ علی بن حسین علیہما السلام فرمایا کرتے تھے کہ اس کے لیئے دوگنا عذاب ہے۔

سوال نمبر "۱۴"

۱۔ سنی اور شیعہ میں سے کوئی شخص براہِ راست، امام وقت اور پیغمبر سے کسب فیض نہیں کر سکتا، شیعہ اپنے وسائط سے امام معصوم اور مطاع صرف اہلِ بیت کو جانتے ہیں۔

اور اہل سنت اپنے وسائط سے رشتۂ مودت و اطاعت حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے استوار کرتے ہیں اور آپ کو ہی معصوم پیشوا تا قیامت مانتے ہیں پیغمبر افضل ہے یا امام اور اتباع پیغمبر سے کیا اہل سنت کی صداقت اظہر من الشمس نہیں ہے۔

جواب! قربان جائیے حافظ جی آپکی منطق کے، کیا استدلال ہے ایک شیعہ بھی تو اسی طرز استدلال کو اپناتے ہوئے کہہ سکتا ہے کہ براہ راست صحابہ اور پیغمبر سے کسب فیض کوئی شخص سنی و شیعہ میں سے نہیں کر سکتا سنی اپنے وسائط سے خلفاء عادل اور مطلق صحابہ کو جانتے ہیں اور شیعہ حضور صلعم کے بتلائے ہوئے وسائط سے رشتۂ مودت و اطاعت حضور صلی اللہ علیہ آلہ وسلم سے استوار کرتے ہیں، آپ کو اللہ تعالیٰ کا فرستادہ۵ رسول مانتے ہیں، پیغمبر افضل ہیں یا صحابہ اور اتباع پیغمبر سے کیا شیعہ کی صداقت اظہر من الشمس نہیں ہے"

بتائیے! حافظ جی!! آپ کے استدلال میں اور اس استدلال میں کیا فرق ہے؟ پھر آپکا استدلال درست اور شیعہ استدلال غلط کیوں قرار پائے۔

کیا وجہ ہے کہ آپ صحابہ کو حضورؐ سے کسب فیض کا واسطہ بنائیں تو صحابہ واسطہ اور اصل مقصود حضور سرور کائنات رہیں لیکن جب شیعہ آئمہ اہل بیت کو حضورؐ سے کسب فیض کا واسطہ بنائیں تو آئمہ واسطہ کی بجائے اصل مقصود قرار پائیں اور حضور (صلعم) اصل مقصود نہ رہیں۔ کیا اس لیے شیعہ اپنے وسائط (آئمہ علیہم السلام) کو معصوم اور سنی اپنے وسائط (صحابہ) کو غیر معصوم مانتے ہیں تو کیا واسطہ کا "معصوم ہونا" حضور صلعم سے کسب فیض کا مانع ہے ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ واسطہ کا معصوم ہونا ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ اہل سنت بھی خواہ زبان سے اپنے وسائط (صحابہ) کو معصوم نہ کہیں لیکن ان میں اوصاف معصوم پائے جانے کے قائل نظر آتے ہیں۔ حضرت عمر رض کے فضائل میں مروی متعدد ذیل احادیث پر غور فرمائیے۔

۱۔ **کنز العمال** / جلد نمبر ۱۱ / باب فضل عمر / حدیث نمبر ۳۲۷۶۱ — لو لم ابعث فیکم لبعث عمر، اید اللہ عزوجل عمر بملکین یوفقانہ و یسددانہ فاذا اخطاء عمر صرفاہ حتی یکون صواباً۔ (مالک و ابن عساکر عن ابن عمر) **ترجمہ**: اگر میں تم میں نبی بنا کر نہ بھیجا جاتا تو ضرور عمر بھیجے جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے دو فرشتوں کے ذریعہ عمر کی تائید کی جو اسے درستی پر قائم رکھتے ہیں اور جب کوئی غلطی کرنے لگتے ہیں تو درستی کیطرف موڑ دیتے ہیں، مقصد یہ کہ حضرت عمر سے خطا کا سرزد ہونا ناممکن ہے اور جس سے خطا کا سرزد ہونا محال ہو وہ معصوم ہی تو ہوتا ہے۔

۲۔ **کنز العمال** / جلد ۱۱ / حدیث نمبر ۳۲۷۱۴ — ان اللہ تعالیٰ جعل الحق علی لسان عمر وقلبہ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اور دل پر حق ہی بنایا ہے۔ (جبکا ہر ارادہ اور ہر قول حق ہو وہ معصوم ہوتا ہے۔

آپ اہلسنت کی کتب کی بعض احادیث سے تو یہ اخذ ہوتا ہے کہ حضرت عمر عصمت کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے **ذیل** میں حضور صلعم کی عصمت اور حضرت عمر کے اوصاف عصمت کی **احادیث** بلا تبصرہ پیش کر رہا ہوں۔ قارئین حضرات عمر میں ان اوصاف کی رفعت کا اندازہ کریں۔

۱۔ حضور صلعم: وما ینطق عن الھویٰ۔ ان ھو الا وحی یوحیٰ۔

حضرت عمر: ان اللہ ینطق علی لسان عمر۔ (حدیث)

۵ بھیجا ہوا۔

۲۔ حضور صلعم، مسلم، جلد ۱، نولکشور، ص ۲۰۵، کتاب المساجد ⊖ عن ابی الدرداء قال قام رسول اللّٰہ صلعم یصلی فسمعناہ یقول اعوذ باللّٰہ منک ثم قال العنک بلعنۃ اللّٰہ ثلاثا و بسط یدہ کانہ یتناول شیئاً فلما فرغ من الصلوٰۃ قلنا یا رسول اللّٰہ قد سمعناک تقول فی الصلوٰۃ شیئاً لم نسمعک تقولہ قبل ذالک و رائیناک بسطت یدک قال ان عدو اللّٰہ ابلیس جاء بشھاب من نار لیجعلہ فی وجھی ۔۔۔۔ الخ (لقد فروست) ترجمہ : ابو درداء سے روایت ہے اس نے کہا، رسول اللّٰہ صلعم کھڑے نماز پڑھ رہے تھے ہم نے سنا فرما رہے تھے "اللّٰہ سے پناہ چاہتا ہوں۔ پھر کہا (فرمایا) میں تجھ پر اللّٰہ تعالیٰ کی لعنت کیساتھ لعنت کرتا ہوں" تین مرتبہ پھر ہاتھ لمبا کیا گویا کوئی چیز پکڑ رہے ہوں، جب نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے کہا، یا رسول اللّٰہ صلعم ہم نے آپ کو نماز میں ایسی چیز کہتے سنا جسے آپ کو کہتے ہوئے پہلے کبھی نہیں سنا تھا اور ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے ہاتھ لمبا کیا، فرمایا " اللّٰہ کا دشمن ابلیس آگ کا شعلہ لیکر آیا تھا کہ میرے منہ پر مارے ۔۔۔۔ الخ ۔

حضرت عمرؓ : مشکوٰۃ شریف، باب مناقب عمرؓ، حدیث نمبر ۱۵۷۹ ۔ ⊖ عائشۃ قالت کان رسول اللّٰہ صلعم جالساً فسمعنا لغطاً و صوت جمعیان فقام رسول اللّٰہ صلعم فاذا حبشیۃ تزفن والصبیان حولھا۔ فقال یا عائشۃ تعالی فانظری فجئت فوضعت لحیی علیٰ منکب رسول اللّٰہ (صلعم) فجعلت انظر الیھا ما بین المنکب الی راسہ فقال لی اما شبعت اما شبعت۔ اقول لا۔ انظر منزلتی عندہ اذ طلع عمر فارفض الناس عنھا فقال رسول اللّٰہ (صلعم) انی لانظر الی شیاطین الجن والانس قد فروا من عمر۔ ترجمہ : عائشہؓ نے فرمایا کہ رسول اللّٰہ صلعم بیٹھے تھے کہ ہم نے شور اور بچوں کی آواز سنی، پس رسول اللّٰہ صلعم اٹھے، پس کیا دیکھتے ہیں کہ ایک حبشی عورت رہی ہے اور بچے اسکے گرد ہیں۔ فرمایا اے عائشہ! آ دیکھ۔ پس میں آئی اور اپنی ٹھوڑی رسول اللّٰہ صلعم کے کندھے پر رکھ دی، اور کندھے اور سر کے درمیان سے اسے دیکھنے لگی، پس مجھ سے فرماتے تھے "کیا تو سیر نہیں ہوئی" "کیا تو سیر نہیں ہوئی" میں کہتی نہیں تاکہ ان کے نزدیک اپنی منزلت دیکھوں، اتنے میں عمرؓ ظاہر ہوئے تو لوگ اس کے پاس سے بھاگ گئے۔ رسول اللّٰہ صلعم نے فرمایا "میں جن شیطانوں اور انسان شیطانوں کو دیکھتا ہوں کہ عمرؓ سے بھاگ گئے۔

نیز، کنز العمال، جلد ۱۱، فضل عمرؓ، حدیث ۳۲۷۷۵ ⊖ الشیطان یفرمن حسّ عمر۔ ترجمہ: شیطان عمر کی آہٹ پا کر بھاگ جاتا ہے۔

قارئین کرام! ایک دفعہ پھر حافظ جی کے سوال کو غور سے دیکھیں۔ " کوئی شخص براہ راست کسب نیض نہیں کر سکتا " کیوں ؟ ——— کچھ پتہ نہیں چلتا ——— کسب نیض سے کیا مراد ہے ؟ (حافظ جی ہی جانیں) وسائط کیا ہیں ؟ کون ہیں ؟ (حافظ جی کے دل کی بات اللّٰہ ہی جانیں) سوال نہیں ایک معمہ ہے ایک چیستان ہے۔ بہر کیف ان الفاظ سے حافظ جی کا مقصد جسے وہ بیان نہیں کر سکے، جو میں سمجھا ہوں اسکا جواب دیئے دیتا ہوں۔

SYED RAZI-UL-HASSAN NAQVI
F-117/1, Martin Quator
Jahanger Road, Karachi,
PHONE; NO. 49 29 083

سنیئے حافظ جی! (۱) انسان کا مقصدِ حیات اللہ تعالیٰ کی عبادت، اس کا قرب اور اس سے کسب فیض ہے۔

ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ۵ (القرآن)

۲۔ انسان طریق عبادتِ خدا اور احکام خداوندی اس بے مثال ذات سے براہ راست – (DIRECT) – حاصل نہیں کر سکتا اس لیئے اپنے احکام کیساتھ رسولوں کو مبعوث فرمایا۔ وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ ۵

۳۔ کوئی انسان بھی نہ تمام احکام شریعت اور حکم معرفت کا نہ احاطہ کر سکتا ہے نہ انہیں محفوظ رکھتے ہوئے آئندہ نسلوں تک پہنچا سکتا ہے پس ہر صاحب شریعت رسول کیساتھ ایسی کتاب نازل کی جس میں تمام احکام شریعت اور حکم معرفت درج فرما دیئے تاکہ آئندہ انسان دین حاصل کر سکیں۔

۴۔ ان تمام احکام اور حکم کو اگر عام انسانی لسان میں ذکر کیا جاتا تو ان کے احاطہ کرنے کے لیئے ہزاروں لاکھوں جلدوں کی ضرورت ہوتی (لو ان ما فی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ من بعدہ بحر ما نفدت کلمات اللہ)

۵۔ چونکہ آسمانی کتابیں ایسی معجزانہ کلام ہیں جس میں نہایت کم الفاظ میں بہت زیادہ مطالب سمو دیئے ہوتے ہیں اس لیئے انہیں ہر انسان نہیں سمجھ سکتا پس ہر رسول کے وصال کے بعد کچھ معصوم ہستیوں کو تفسیر کتاب کا علم دیکر معلم دین بنایا جاتا ہے۔

۶۔ پہلے رسولوں کے دین کے معلم اور ان پر منزل کتابوں کے مفسر نبی ہیں، جو نیا دین لانے کے لیئے نہیں بلکہ رسول صاحب کتاب و شریعت کے دین کو سکھانے کیلئے مبعوث کیئے گئے (انا انزلنا التورٰۃ فیھا ھدی و نور یحکم بھا النبیون)۔

۷۔ آخری نبی و رسول حضرت محمد صلعم کے بعد انکی کتاب قرآن کریم کے مفسر اور حضور صلعم کے دین کے معلم آئمہ اہل بیت قرار دیئے گئے (انما انت منذر ولکل قوم ھاد) اور حضور صلعم نے فرمایا۔ "میرا دین اور تفسیر ان ہی سے سیکھو ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے" ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی

اب میں حافظ جی ہی کے الفاظ میں یوں جواب دونگا کہ

"نبی کریم کے بعد نبی کریم کا دین قرآن کریم سے براہ راست کوئی بھی حاصل نہیں کر سکتا ہے اہل سنت نے دین کے حصول کیلئے خود اپنی رائے سے وسائط بنائے، شیعوں نے حضور صلعم کے دین کے حصول کیلئے انہیں وسائط بنایا جن کا حکم حضور صلعم دے گئے تھے، اپنے بنائے ہوئے وسائط کامیابی کے ضامن بن سکتے ہیں یا حضور صلعم کے بتائے ہوئے وسائط۔ کیا اہل شیعہ کی صداقت اظہر من الشمس نہیں ہے؟

سوال نمبر "۱۵": اہلسنت کا دین ہزاروں صحابہ کرام بشمول اہل بیت و اقربائے پیغمبر کی روایت سے خود حضور صلعم سے منقول ہوا، پھر لاکھوں کروڑوں تابعین، تبع تابعین و من بعدھم کی روایت سے ہم تک پہنچا، جس کے متواتر اور یقینی ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں کیونکہ عقل سلیم انسانی ہزاروں لاکھوں افراد کو باطل پر متفق نہیں مان سکتی اس کے برعکس شیعہ مذہب صرف چند افراد کے واسطے سے بطور تقیہ منقول ہوتا رہا ہر سر عام آئمہ نے ان لوگوں کی تکذیب کی وہ اپنی مخصوص مذہبی روایات و عقیدہ کی تصدیق آئمہ سے کرا ہی نہیں سکتے تھے ملاحظہ ہو۔ اصول کافی/فروع کافی ص۲۶۷ کہ مدینہ میں امام جعفر صادق کے پاس شیعہ اعلانیہ نہیں آ سکتے تھے، انصاف سے فرمایئے مذہب اہل سنت برحق ہوگا یا یہ شیعہ برحق ہونگے؟

جواب ! – حافظ جی! دین و مذہب کی صداقت و حقانیت

کا ثبوت رواۃ کی کثرت نہیں بلکہ مبلغ دین کے علم و فراست کی زیادتی و بلندی ہے میں وضاحت کرتا ہوں خدا کرے میری بات آپکی سمجھ میں آجائے کیونکہ آپ کی تحریریں مجھے یقین نہیں دلاسکیں کہ آپ ان امور کو سمجھتے ہیں یا سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دیکھئے! دین اگر محض خبر کا نام ہے تو اس کے حصول کیلئے اپنے اور شارع علیہ السلام کے درمیان ایسے واسطے کی ضرورت ہے جو اذن سامعہ اور دیانت بلاغ رکھتا ہو تاکہ جو کچھ سنے بلا کم و کاست ہم تک پہنچا دے مختصر لفظوں میں ایک مخبر عادل ہو اس صورت میں راویان کی کثرت بے شک وزن و اعتبار رکھتی ہے، جتنے راوی اور ناقل زیادہ ہوں گے اتنا ہی اس خبر کی صداقت مسلم ہو گی بشرطیکہ ان کے بیان میں اختلاف و تضاد نہ ہو۔

لیکن اگر دین نام ہے علم و عمل کا تو اسکے حصول کے لیئے اپنے اور شارعؑ کے درمیان ایسے واسطہ کی ضرورت ہے جو اذن واعیہ اور فکر و فراست صائب (محفوظ عن الخطاء) رکھتا ہو تاکہ جو کچھ سنے صحیح و سالم صورت میں سمجھے اور ہمیں صحیح و سالم سمجھا اور سکھا سکے۔ ایک معلم معصوم یا محفوظ عن الخطاء ہو اس صورت میں رواۃ و ناقلین کی کثرت کو کوئی وزن و اعتبار نہیں بلکہ بسا اوقات کثرت باعث مشکلات بنتی ہے۔ "دو ملاؤں میں مرغی حرام" ایسے ہی مواقع کیلئے کہا جاتا ہے۔

آپ حافظ جی اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ دین اسلام محض خبر نہیں بلکہ علم و عمل کے مجموعے کا نام ہے لہذا مذہب کی صداقت و صحت کا اندازہ کرنیکے لیئے یہ نہیں دیکھا جائیگا کہ وہ رواۃ و ناقلین کتنے ہیں بلکہ یہ دیکھا جائے گا کہ کیسے ہیں یہی وجہ ہے کہ قرآن و سنت کثرت کی تلاش و اطاعت کا حکم نہیں دیتے بلکہ ہادئ حق (امام وقت) کی تلاش اور اسکی اتباع کا حکم دیتے ہیں اگر امام وقت کو نہ پہچانا تو ہزاروں لاکھوں سے منقول مذہب بھی اسے ہلاکت سے نہیں بچا سکے گا اسی لیئے حضور صلعم نے فرمایا تھا کہ "من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ الجاہلیۃ" جو مرتے دم تک امام وقت کو نہ پہچان سکا وہ کفر کی موت مرا"

حافظ جی! آپکے مذہب کا سینکڑوں یا ہزاروں صحابہ و تابعین سے منقول (جس پہ آپ فخر کر رہے ہیں) اس امر کا ثبوت ہے کہ

؎ چلتا ہوں تھوڑی دور ہر ایک تیز رو کے ساتھ - پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں۔

اور آپ کے اپنے امام وقت کو نہ پہچاننے کا ثبوت ہے جس پر فخر نہیں ماتم کرنا چاہیئے اگر امام وقت سے کثرت رواۃ و ناقلین مستغنی کر سکتے تو حضور صلعم عمار یاسر سے یہ نہ فرماتے :۔ کنز العمال / ج ۶ / ص ۱۵۶ ● قولہ صلعم، یا عمار اذا رایت علیاً سلک وادیاً و سلک الناس وادیاً غیرہ فاسلک مع علی ودع الناس فانہ لن یدلک علیٰ ردی ولن یخرجک من ھدیٰ۔ ترجمہ: اے عمار جب تو دیکھے علی کو کہ وہ ایک وادی میں چلتا ہے اور لوگ دوسری وادی میں چلتے ہیں تو علیؑ کے ساتھ چلنا اور لوگوں کو چھوڑ دینا کیونکہ وہ تجھے ہلاکت کیطرف کبھی نہیں لے جائیگا اور ہدایت سے ہرگز نہیں نکلنے دیگا۔

قولہ: کیونکہ عقل سلیم انسانی ہزاروں لاکھوں افراد کو امر باطل پر نہیں مان سکتی۔

اقول: اوّل تو یہی کلیہ ہی غلط ہے کہ ہزاروں لاکھوں افراد باطل پر متفق نہیں ہو سکتے اگر یہ کلیہ درست ہو تو یہودیت و عیسائیت حتیٰ کہ ہندو ازم سب برحق تسلیم کرنے پڑیں گے، کیونکہ وہاں بھی تو ہزاروں لاکھوں افراد ایک مذہب پر متفق ہیں دوسرے یہ کہ آپکے رواۃ صحابہ تابعین تبع تابعین متفق ہی کب ہیں کہ اتفاق کو دلیل تواتر قرار دیں، سب سے پہلے واسطہ یعنی صحابہؓ میں اختلاف تھا۔ اسی لیئے یہ حدیث گھڑنا پڑی کہ اختلاف ہی دین ہے جس صحابی کے قول پر عمل کرو گے وہی درست۔

تیسیر الوصول / جلد نمبر ۳ / الباب الثالث فی فضائل الصحابہ / الفصل الاوّل / حدیث نمبر ۶ / صفحہ نمبر ۲۲۷۔

عن سعید المسیب عن عمر رض قال سمعت رسول اللہ صلعم یقول سألت ربی عزّوجلّ عن اختلاف اصحابی من بعدی فاوحیٰ الیّ یا محمّد ان اصحابک عندی بمنزلۃ النجوم فی السماء بعضھا اقویٰ من بعض لکل نور فمن اخذ بشئٍ مما ھم علیہ من اختلافھم فھو عندی علیٰ ھدی۔

ترجمہ : حضرت عمر سے روایت ہے، اس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلعم کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے اپنے بعد اپنے اصحاب کے اختلاف کے متعلق اپنے رَبّ سے سوال کیا پس اللہ تعالیٰ نے مجھے وحی کی کہ "اے محمدؐ! تیرے اصحاب میرے نزدیک آسمان میں ستاروں کی مانند ہیں۔ ایک دوسرے سے زیادہ قوی ہے اور ہر ایک کیلئے ایک نور ہے پس جس نے ان میں جس ایک سے (حکم) لیا۔ ان کے اختلاف کے باوجود میرے نزدیک وہ ہدایت پر ہے۔

میں حیران ہوں کہ صحاحِ ستّہ کی اس حدیث کے باوجود حافظ جی جیسے سنّی مُلّا شیعوں پر اعتراض کس منہ سے کرتے ہیں، شیعہ سُنّیوں سے اختلاف کرتے ہوئے بھی ہدایت پر سمجھے جانے چاہئیں کیونکہ وہ بھی تو آخر ایک صحابی (یعنی حضرت علیؑ) سے دین لیتے ہیں۔ جب صحابہ میں اختلاف ہے تو تبع تابعین میں تو اور زیادہ اختلاف ہوگا پھر یہ ہزاروں لاکھوں ایک دین پر متفق کیسے ہوئے آپ جامع احادیث کتب "تیسیر الوصول/جامع الاصول/مشکوٰۃ/کنز العمال/معانی الآثار طحاوی" میں سے کسی کتاب کا مطالعہ کریں، دیکھیں کہ ہر مسئلہ میں کتنی متضاد و متعارض احادیث موجود ہیں۔ پاؤں کے دھونے ہی کو لے لیجئے۔ پاؤں کا مسح، پاؤں کا دھونا، مسح اور دھونا دونوں کو ناسب کے متعلق احادیث مل جائیں گی (جیسا کہ آگے چل کر اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث کروں گا) سفر میں روزہ: (i) سفر میں روزہ رکھنا گناہ اور معصیت ہے۔ (ii) اختیار ہے رکھے یا نہ رکھے۔ (iii) رکھے تو افضل ہے۔ (iv) نہ رکھنا افضل ہے۔ (v) اگر روزہ رکھنا آسان ہو تو رکھنا افضل/نہ رکھنا آسان ہو تو نہ رکھنا افضل وغیرہ سب امور کے حق میں احادیث مل جائیں گی، شاید ہی کوئی مسئلہ ہو جو متفق ہو۔

قولہ :- برعکس شیعہ مذہب صرف چند افراد کے واسطہ سے بطور تقیہ .... امام جعفر صادق کے پاس شیعہ اعلانیہ نہیں آسکتے تھے۔

اقول : حافظ جی نے "چند افراد" کا لفظ ایسے انداز میں کہا ہے جیسے ہر زمانہ میں یہی کوئی دس بارہ کی تعداد رہی ہو حالانکہ یہ کہنا کہ شیعہ اتنے اقل قلیل تعداد میں رہے ہیں ایک امر بدیہی کا انکار ہے یہ درست ہے کہ شیعہ کی تعداد سنیوں سے ہر زمانہ میں کم رہی ہے (جس کی وجہ سوال نمبر۳ میں دے چکا ہوں کہ سنّی مذہب کو ہمیشہ بادشاہوں کی سرپرستی حاصل رہی) لیکن شیعہ قوت وہ قوت تھی کہ ہر حکومتِ جائرہ ان سے خائف رہی، انہیں تلاش کر کر کے قتل کرتی رہی لیکن یہ حق پرست جماعت کبھی بھی زیر ملاں کو قند کہنے پر آمادہ نہ ہوئی۔

حافظ کا یہ ارشاد کہ "شیعہ اپنی مذہبی بات وعقیدہ کی تصدیق نہیں کرا سکتے تھے کیونکہ وہ امام علیہ السلام کی خدمت میں اعلانیہ نہیں آسکتے تھے" نامعلوم یہ کلیہ حافظ صاحب نے کس لقمان سے حاصل کیا ہے؟ اگر اعلانیہ آئے بغیر دین نہ سیکھا جا سکتا تو (خاکم بدہن) اسلام کرہ ارض میں پھیلنے کی بجائے وجود میں آتے ہی ختم ہو جاتا۔ تمام مؤرخین ومفسرین متفق ہیں کہ اسلام کے ابتدائی تین سال میں (صدع بما تؤمر) کے ارشاد (خداوندی) کے نزول سے پہلے) مسلمان نہ اپنے اسلام کا اظہار کرتے تھے نہ حضور صلعم کے پاس اعلانیہ آسکتے تھے

۱۔ السیرۃ النبی لابن ھشام/ص۲۷۳/الجزء الاوّل/(رسول اللہ یجاھر بالدعوۃ الی دین اللہ)

۵۔ قال ابن اسحٰق ثم دخل الناس فی الاسلام ارسالاً من الرجال والنساء وحتی فشا ذکر اسلام تحدث به بمکة۔ ثم ان اللّٰہ عزوجل امر رسوله (صلعم) ان یصدع بما جاءہٗ منه وان یبادی الناس بامرہ و ان یدعوا الیه وکان بین ما اخفی رسول اللّٰہ صلعم امرہ واستقربه و بین امرہ اللّٰہ تعالٰی باظهار دینه ثلاث سنین۔

ترجمہ: ابن اسحاق نے کہا پھر لوگ یکے بعد دیگرے مرد اور عورتیں اسلام میں داخل ہونے لگے مکہ میں اسلام کا ذکر فاش ہوگیا اور اس کے متعلق باتیں ہونے لگیں پھر اللہ تعالٰی نے اپنے رسول صلعم کو حکم دیا کہ اسکی طرف سے جو اسکو پہنچا ہے اسے ظاہر کردے؛ لوگ اسلام کے معاملہ کو ایک دوسرے پر ظاہر کریں اور اسکی دعوت دیں رسول اللہ صلعم کے اپنے معاملہ کو مخفی رکھنے اور اللہ کے دین کو ظاہر کرنیکا حکم ہونے کے درمیان تین سال کا عرصہ تھا۔

۲۔ کتاب مذکورہ میں اس صفحہ سے اگلے صفحہ ۲۷۴ پر

قال ابن اسحٰق وکان اصحاب رسول اللّٰہ اذ صلوا ذھبوا فی الشعاب واستخفوا بصلاتھم من قومھم۔

ترجمہ: ابن اسحٰق نے کہا رسول اللہ صلعم کے اصحاب پہاڑی گھاٹیوں میں چلے جاتے تھے اور چھپ کر نماز پڑھتے۔)

قولہ: انصاف سے فرمایئے کہ مذہب اہلسنت برحق ہوگا یا یہ شیعہ برحق ہونگے؟

اقول: میں یہی دعوت انصاف حافظ جی کو دیتا ہوں۔ "حضور صلعم نے حکم دیا تھا کہ میرے بعد ہر زمانہ میں امام زمانہ سے دین سیکھیں اور اسکے حکم کو دین سمجھیں ورنہ کفر کی موت مرو گے۔ شیعہ ہر زمانہ میں ایک امام (امام زمن) سے دین لیتے رہے اہل سنت بغیر امام زمانہ کی پہچان کے ہزاروں صحابیوں لاکھوں تابعیوں میں سے جس سے جی چاہا اسی سے دین لیا؛ حافظ صاحب انصاف فرمایئے مذہب شیعہ برحق ہوگا یا یہ سنی برحق ہونگے۔

سوال نمبر ۱۶

ارشاد خداوندی ہے کہ :- خدا نے اپنے پیغمبر کو دین حق اور ہدایت دیکر اس لیے بھیجا۔ لیظهرہ علی الدین کله وکفی باللّٰہ شهیدا (فتح)

سنی مذہب کے مطابق محمدی دعوت اور دین اسلام سب دنیا پر غالب ہوا۔ باطل ادیان اور انکی حکومتیں خلفائے پیغمبر کے سامنے نیست و نابود ہوگئیں اور وعدہ الٰہی سچا ہوا اسکے برعکس اعتقاد شیعہ میں دعوت محمدی فیل ہوگئی چند نفوس مومن تھے وہ تقیہ اور خاموشی میں رہے بلکہ بقول شیعہ ان پر مظالم کے پہاڑ ڈھائے گئے نہ دین الٰہی پھیلا نہ اسے غلبہ ہوا؛ فرمایئے نص قرآنی اور اہل سنت کو سچا کہیں یا شیعی انکار کو؟

جواب

قولہ: سنی مذہب کیمطابق محمدی دعوت ..... حکومتیں خلفائے پیغمبر کے سامنے نیست و نابود ہوگئیں۔

اقول: یہ امر کہ " باطل ادیان کی حکومتیں خلفاء کے زمانہ میں نیست و نابود ہوگئیں" نہ تو حقیقت ہے نہ ہی سنی علماء کا عقیدہ، بلکہ یہ صرف حافظ جی کی اپنی تفسیر بالرائے ہے حقیقت تو اس لیئے نہیں کہ آج بھی دنیا میں باطل ادیان کی حکومتیں موجود ہیں اور حافظ جی کا منہ چڑا رہی ہیں اور یہ کہ کروڑوں مسلمان آج بھی باطل ادیان کی حکومت کی رعایا ہیں اور جہاں مسلمانوں کی حکومتیں ہیں رہی تو باطل ادیان کی حکومتوں کی دست نگر ہیں تو دین اسلام کو تمام ادیان پر غلبہ

کس طرح حاصل ہوا، اور حافظ جی یہ کہیں کہ خلفاء کے زمانہ میں ایک دفعہ تمام ادیانِ باطل کی حکومتیں مٹ گئیں تھیں یہ تو بعد کے مسلمانوں کی نااہلی کی وجہ سے وجود میں آگئیں تو یہ تاریخ کے واضح مسلمہ حقائق کے خلاف ہے کسی خلیفہ یا کسی مسلمان بادشاہ کے زمانہ میں بھی تمام ادیان کے لوگوں پر اسلامی حکومت مسلّط نہیں رہی، مشرقی نصف کرۂ ارض کی حکومتوں کے متعلق تو شاید ڈھٹائی سے حافظ اسکے اسلامی حکومت سے باہر ہونے کا انکار کر دیں لیکن امریکہ کی قدیم اقوام کے متعلق حافظ کیا کہیں گے؟ کیا کسی مسلمان فاتح نے امریکہ کی سرزمین پر قدم رکھا؟ کیا وہاں کسی خلیفہ کی حکومت رہی؟ یا یہ کہ امریکہ کی اقوام کے ادیانِ باطل ادیان میں شامل ہی نہیں؟

اب سنی علماء کی رائے اور ان کی اس آیت پر تفاسیر کو ملاحظہ فرمایئے اور دیکھئے کہ بقول "من چہ سرایم و طنبورہ من چہ سرایدٔ" سنی مفسرین کیا فرما رہے ہیں اور حافظ جی کیا راگ الاپ رہے ہیں

۱۔ دُرِ منثور / تحت آیت لیظھرہ علی الدین کلہ / صـ ۲۳۱ / جلد ۳ ○

○ واخرج ابن مردویہ والبیہقی فی سننہ عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہ فی قولہ تعالیٰ لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون قال یظھر اللّٰہ نبیہ (صلعم) علی دین کلہ فیعطیہ ایاہ کلہ ولا یخفی علیہ شئی منہ وکان المشرکون والیھود یکرھون ذلک۔

ترجمہ: ابن مردویہ اور بیہقی نے بیان کیا اپنے سنن میں ابنِ عباس سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول "لیظھرہ علی الدین" کے معنی ہیں۔ اس نے کہا کہ تاکہ آگاہ کرے اپنے نبی صلعم کو تمام دین پر اور اسکو وہ (دین) پورے کا پورا عطا کرے اور اس پر اس میں سے کچھ بھی پوشیدہ نہ رکھے اور مشرک اور یہود اسے ناپسند کرتے ہیں۔

۲۔ ایضاً

واخرج ابن ابی حاتم وابن مردویہ والبیہقی فی سننہ عن ابن عباس رض قال بعث اللّٰہ محمداً صلعم لیظھرہ علی الدین کلہ فدیننا فوق الملل ورجالنا فوق نسائہم ولا یکونون رجالھم فوق نسائنا۔

ترجمہ: ابن عباس نے کہا، اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلعم کو مبعوث فرمایا تاکہ اسکے دین کو تمام دینوں پر غالب کرے۔ پس ہمارا دین تمام ادیان سے افضل ہے اور ہمارے مرد ان کی عورتوں پر ہیں (یعنی انکی عورتیں ہمارے لیے حلال ہیں) اور ان کے مرد ہماری عورتوں پر نہیں ہیں (یعنی ہماری عورتیں ان پر حلال نہیں ہیں)

۳۔ واخرج سعید بن منصور وابن المنذر والبیہقی فی سننہ عن جابر رض قولہ لیظھرہ علی الدین کلہ قال لا یکون ذالک حتی لا یبقی یھودی ولا نصرانی وصاحب ملۃ الا الاسلام حتی تامن الشاۃ الذئب والبقرۃ الاسد والانسان الحیۃ وحتی لا تقرض فارۃ جراباً وحتی توضع الجزیۃ ویکسر الصلیب ویقتل الخنزیر وذلک اذا نزل عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام۔

ترجمہ: جابر رض نے اللہ تعالیٰ کے قول "لیظھرہ علی الدین کلہ" کے متعلق کہا کہ (اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ) اسوقت تک پورا نہیں ہوگا جب تک یہ کیفیت نہ ہو جائے کہ کوئی یہودی کوئی نصرانی اور اسلام کے علاوہ کسی اور دین والا بھی باقی نہ رہے گا۔ بکری بھیڑیئے سے۔ گائے شیر سے اور آدمی سانپ سے محفوظ اور امن میں ہوگا۔ حتیٰ کہ چوہیا جراب تک نہ کترے گی (کفار نہ ہونیکی وجہ سے) جزیہ ختم کر دیا جائیگا، صلیب توڑ دی جائیگی، خنزیر قتل کر دیئے جائیں گے اور یہ اسوقت ہوگا جب عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے۔

۴۔ واخرج عبد ابن حمید و ابوالشیخ عن ابی ہریرۃ فی قولہ تعالیٰ لیظہرہ علی الدین کلہ قال حین خروج عیسیٰ بن مریم۔ **ترجمہ:** ابی ہریرۃ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول (لیظہرہ علی الدین کلہ) کے متعلق کہا کہ یہ حضرت عیسیٰ کے نزول کا وقت ہوگا۔

مختصر یہ کہ مفسرین نے لیظہرہ کے تین[۳] معنی کیئے ہیں ایک یہ کہ اس کے معنی ظاہر اور آگاہ کرنا ہیں اور مطلب یہ ہے کہ نبی کریمؐ کو دین کا علم کلی دے دیا گیا ہے دوسرا یہ کہ لیظہرہ کے معنی ہیں ظاہر اور نمایاں کرنا اور مطلب یہ ہے کہ اسلام تمام ادیان سے نمایاں اور واضح ہے لہٰذا تمام ادیان سے افضل ہے۔ تیسرا معنی لیظہرہ کے غالب کرنا کیا ہے لیکن جس نے بھی غالب کرنا معنی لیا ہے اس نے یہی کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ابھی پورا نہیں ہوا لیکن یہ کہ نزول عیسیٰؑ (یعنی ظہور مہدیؑ) کے وقت ہوگا یہ حافظ جی کی تفسیر بالرائے ہے کہ لیظہرہ کا معنی بس غلبہ ہی ہے اور یہ خلفاء کے زمانہ میں پورا ہو چکا اور یہ سنی مذہب کی صداقت کی دلیل ہے (اسے کہتے ہیں /مارو ں گھٹنا پھوٹے آنکھ) ۳

قولہ: اس کے برعکس اعتقاد شیعہ میں دعوت محمدی فیل ہوگئی چند نفوس کے سوا کسی نے قبول نہ کی۔

اقول: حافظ جی! کیا آپ یہ صریح بہتان باندھتے ہوئے شرم نہیں آتی؟ بتایئے یہ عقیدہ کس شیعہ سے سنا، یا کس شیعہ کتاب میں پڑھا۔ نہ شیعہ دعوت محمدی کو فیل کہتے ہیں اور نہ یہ کہتے ہیں کہ چند نفوس نے قبول کیا۔ قرآن کریم کی اس نص صریح کے بعد کہ "ورایت الناس یدخلون فی دین اللّٰہ افواجاً" **ترجمہ:** اور تو دیکھے کہ لوگ فوج در فوج اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں"، کون عقل کا اندھا ہوگا جو یہ کہے کہ چند نفوس نے ہی دعوت محمدی قبول کی۔ بلا شک ہزاروں لوگ دین اسلام میں داخل ہوئے لیکن (بالفرض محال) اگر حضور صلعم کی بعثت پر فی الواقع چند نفوس ہی ایمان لائے ہوتے تو بھی ہم حضور صلعم کی دعوت کو ناکام یا فیل نہ کہتے کیونکہ کسی نبی یا رسول کی دعوت کی کامیابی یا ناکامی (فیل ہونیکا) کا معیار دعوت کو قبول کرنیوالوں کی تعداد پر نہیں ورنہ عیاذاً باللہ تمام انبیاء و مرسلین کو ناکام یا فیل کہنا پڑیگا کیونکہ ہر نبی کی دعوت کو صرف قلیل تعداد نے قبول کیا۔ نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال تبلیغ کی (لبث فیہم الف سنۃ الا خمسین۔ پ۲۰ ع۱۲) (وہ انمیں پچاس کم ایک ہزار سال رہے) لیکن صرف تھوڑے سے آدمی ایمان لائے۔ (ما امن معہ الا قلیل) پ۱۲ ع۴ (اسکے ساتھ ایمان نہ لائے مگر تھوڑے)۔ صالح علیہ السلام اور ہود علیہ السلام اپنی اپنی قوم عاد و ثمود کو تبلیغ کرتے رہے مگر قوم کی قوم (الا ماشاء اللّٰہ) منکر رہی اور عذاب خداوندی کی نذر ہوگئی۔ ناکام یا فیل ہم اس شخص کو کہہ سکتے ہیں جو وہ کام پورا نہ کر سکے جو اس کے ذمہ لگایا گیا ہو۔ انبیاء و رسل علیہم السلام کے ذمہ یہ کام ہی نہیں لگایا گیا کہ وہ لوگوں سے دعوت قبول کرائیں، بلکہ ان کے ذمہ تو صرف بلاغ مبین ہے۔ وما علی الرسول الا البلاغ (پ۔ع) رسول پر دعوت پہنچا دینے کے سوا کچھ لازم نہیں۔ اس صورت میں اگر اللہ کے کسی نبی یا رسول نے تبلیغ میں کمی نہیں کی تو وہ کامیاب ہے اسکی دعوت فیل نہیں ہے چاہے ایک شخص نے بھی دعوت قبول نہ کی ہو۔

ہاں یہ درست ہے کہ شیعہ عقیدہ کے مطابق حضور صلعم نے اپنے بعد جن ذوات مقدسہ سے دین حاصل کرنیکا حکم دیا تھا ایک قلیل تعداد کے علاوہ باقی مسلمانوں نے ان سے دین نہ لیا اس لیئے بھٹک گئے اور صحیح راہ کھو بیٹھے۔ شیعہ انہیں نعوذ باللہ اسلام سے خارج نہیں کہتے بلکہ ضال و مضل کہتے ہیں اور اس سے بھی حضور صلعم کی دعوت کو فیل یا ناکام نہیں کہہ سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "فان تولیتم فاعلموا انما علی رسولنا البلاغ المبین (پ۔۲۶) اگر (ایمان لانے کے بعد) تم

منہ موڑ جاؤ تو جان لو کہ ہمارے رسول پر صرف واضح طور پہ تبلیغ کرنا ہے (تمہارے منہ موڑ جانے اور حکم نہ ماننے کی وجہ سے ہمارے رسول کو نا کام دلیل نہ کہنا)

قولہ: چار اہلبیت اور چند نفوس مومن تھے وہ تقیہ اور خاموشی میں رہے بلکہ بقول شیعہ ان پر مظالم کے پہاڑ ڈھائے گئے۔

اقول: بقول شیعہ ہی نہیں بلکہ بقول حضرت رسول اللہ صلعم ان پر ظلم کے پہاڑ ڈھائے گئے۔ صواعق محرقہ / مصری / ص ۱۰۸ / مطبوعہ ایران / ص ۱۶۸ اور **کنز العمال** / جلد ۵ / کتاب الفتن / حدیث نمبر ۳۱۷ ⊖ ان اھل بیتی سیلقون من بعدی من امتی قتلاً وتشریداً وان اشد قومنا لنا بغضاً بنوامیہ وبنوالمغیرۃ وبنومخزوم۔ **ترجمہ:** بے شک میری اہلبیت میرے بعد قتل و جلا وطنی کا منہ دیکھے گی ہماری قوم سے سب سے زیادہ بغض رکھنے والے بنوامیہ، بنومغیرہ اور بنومخزوم ہیں۔ حافظ جی! حضور صلعم نے فرما دیا تھا میری اہلبیت اور انکے متبعین پر ظلم کے پہاڑ ڈھائے جائیں گے اور یہ پہاڑ ڈھانے والے بنوامیہ اور بنومغیرہ ہونگے۔

قولہ۔ نہ دینِ الٰہی پھیلا نہ اسے غلبہ ہوا۔

اقول: حافظ جی صاحب! کسی دین کے دعویداروں کے غلبہ کو اس دین کا غلبہ نہیں کہتے۔ عیسائی اگر غالب آجائیں اور مسلمان مغلوب ہو جائیں تو اسے عیسائیت کا غلبۂ اسلام کی مغلوبیت نہیں کہیں گے کسی دین کا غلبہ اس دین کی حجت، دلیل و برہان کے غلبہ سے ہے چاہے افراد دنیاوی لحاظ سے مغلوب بھی ہوں۔ حضور صلعم کی حدیث میں نص ہے کہ جب دین میں اختلاف پیدا ہو جائے تو باطل والے حق والوں پر غالب آجاتے ہیں۔

کنز العمال / جلد اول / حدیث نمبر ۹۲۹ ⊖ مااختلف امۃ بعد نبیھا الاظھر اھل باطلھا علی اھل حقھا (طبس عن عمر) **ترجمہ:** طبرانی نے مبسوط میں عمرؓ سے روایت کی ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا کہ کسی نبی کے بعد امت میں اختلاف نہیں ہوا مگر اس امت کے باطل فرقہ والے حق والوں پر غالب آئے۔

اب فرمایئے حافظ جی! کیا دنیاوی غلبہ کو ہی غلبۂ اسلام اور دینِ حق کہیں تو حضورؐ کی اس حدیث کا کیا جواب ہوگا جس امر کو آپ نصِ قرآنی کہہ رہے ہیں وہ نص نہیں، آپکا قیاس باطل ہے۔

سوال نمبر ۱۷ :- کتبِ شیعہ اور تاریخ میں حضور صلعم کی یہ پیشگوئی متواتر منقول ہے کہ خندق کی کھدائی کے موقعہ پر سخت چٹان نمودار ہوئی، تین ضربوں سے وہ ٹوٹی اور ہر دفعہ روشنی ہوئی، تو آپؐ نے فرمایا کہ پہلی ضرب میں میرے ہاتھ میں یمن کی، دوسری میں کسریٰ اور تیسری میں قیصر کے خزانوں کی چابیاں میرے ہاتھ میں دی گئیں، یعنی اللہ انکو میرے ہاتھ پر فتح کریگا۔ (حیات القلوب ص ۳۱۵) یمن خود آپکے عہد میں فتح ہوا اور کسریٰ و قیصر حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں۔ کیا فتوحاتِ خلافتِ راشدہ اور حضرت عمرؓ کی خلافت کی حقانیت پر فیصلہ صریح نہیں ہے۔ نیز حضور صلعم نے قیصر و کسریٰ کے قاصدوں سے فرمایا تھا اپنے بادشاہوں سے کہو میری بادشاہی تمہاری آخری سرحدوں پر پہنچے گی اور قیصر و کسریٰ کی حکومت میری امت کے قبضہ میں آئیگی انہیں کہہ دو کہ اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو انکا ملک ان کے حق میں چھوڑتا ہوں۔ (ص ۴۲۱ / ج ۲ / حیات القلوب -) کیا حضور صلعم کا فتح قیصر و کسریٰ کو اپنی بادشاہی سے تعبیر کرنا خلافت جور کی پیشگوئی ہے یا خلافتِ حقہ راشدہ کی؟

جواب :- قولہ : یمن خود آپؐ کے عہد میں فتح ہوا، اور کسریٰ اور قیصر عمرؓ کے دورِ حکومت میں.. ...کیا یہ خلافت اور حضرت عمرؓ کی حقانیت پر فیصلہ صریح نہیں؟

اقول ۱:- تاریخ کے ایک ادنیٰ طالب علم سے بھی یہ مخفی نہیں کہ کسریٰ اور قیصر کی جملہ سلطنتوں کے جملہ علاقے حضرت عمرؓ کے زمانہ میں فتح نہیں ہوئے نہ قیصر و کسریٰ کی حکومتیں ختم ہوئیں. کسریٰ کی حکومت (فارس) کی فتوحات حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ سے شروع ہوئیں اور اس سلطنت کے علاقہ ہائے خراسان (طوس) اور طبرستان ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں فتح ہوئے قیصر کی سلطنت (روم) کے علاقوں کی فتوحات حضرت عمرؓ کے زمانہ میں شروع ہوئیں اور خلیفہ مامون عباسی تک ہوتی رہیں لیکن سلطنتِ روما کو بالکل مٹایا نہ جا سکا بلکہ خلفائے عباسیہ کے آخری دور میں جبکہ اس خلافت کو زوال آنے لگا تو رومی لشکر مسلمان حکومتوں پر حملے کرنے لگے. تفصیل کیلئے تاریخ طبری یا تاریخ الخلفاء کا مطالعہ کریں۔

۱۔ ایران کا شہر طوس، ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں فتح ہوا۔

۲۔ روم کا شہر قونیہ (جو اب ترکی میں ہے) بنی امیہ کے آخری خلیفہ مروان الحمار کے زمانہ میں فتح ہوا۔

۳۔ روم کا شہر ہرقلہ ۷۵ھ خلیفہ عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں فتح ہوا۔

۴۔ روم کا شہر قیصریہ، ہشام بن عبدالملک کے زمانہ میں فتح ہوا۔

۵۔ روم کا شہر ہرقلہ ۱۹۰ھ ہارون الرشید عباسی کے زمانہ میں فتح ہوا۔

نوٹ : اسکے بعد خلافتِ عباسیہ کو زوال شروع ہوا، رومی بادشاہ خلافت کے علاقوں پر حملے کرنے لگے. چنانچہ ۲۹۶ھ خلیفہ معتمد کے زمانہ میں دیار بکر پر اور ۳۳۱ھ خلیفہ متقی للہ کے عہد میں میافارقین اور نصیبین پر رومیوں نے حملے کئے (دیکھئے تاریخ الخلفاء اور طبری)

اب اگر قیصر و کسریٰ کے علاقوں کی فتوحات خلافت راشدہ کے حقہ ہونے کا ثبوت ہے تو یہ تمام خلافتیں جنکے عہد میں کسریٰ و قیصر کے علاقے فتح ہوتے رہے سب خلافت راشدہ حقہ ہیں صرف حضرت عمرؓ کی خصوصیت نہیں۔

حافظ جی! اب ذرا مندرجہ ذیل احادیث پر بھی نگاہ ڈالیئے اور دیکھئے کہ حضورؐ صلعم قیصر و کسریٰ کی حکومتوں کو فتح کرنیوالی حکومتوں کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔

۱۔ تیسیر الوصول / ذکر الفتن غیر المسماۃ / ص ۱۹ / حدیث نمبر ۱ — عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلعم إذا مشت امتی المطیطاء وخدمتھا ابناء الملوک فارس والروم سلط شرارھا علی خیارھا۔ **ترجمہ:** جب میری امت والے فخر سے سر اٹھا کر چلیں گے تب فارس اور روم کے بادشاہوں کی اولاد انکی خدمت کریگی (اس زمانہ میں) اس امت کے برے لوگ نیک لوگوں پر مسلط و حاکم ہونگے۔

۲۔ ایضاً — حدیث نمبر ۱۲ —

قال رسول اللہ صلعم اذا فتحت علیکم خزائن فارس والروم ای قوم انتم قال عبدالرحمٰن بن عوف نکون کما امرنا اللہ تعالیٰ فقال صلعم بل تتنافسون وتتحاسدون ثم تتدابرون وتتباغضون ثم تنطلقون الی مساکین المہاجرین فتحملون بعضھم علی رقاب بعض (اخرجہ مسلم)

ترجمہ: رسول اللہ صلعم نے فرمایا جب فارس اور روم کے خزانے تم پر کھول دیئے جائینگے تو تم کیسی قوم ہو گے۔ ؟ عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا جیسا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے ویسے ہونگے حضور صلعم نے فرمایا نہیں بلکہ تم نفسی فائدہ چاہو گے ایک دوسرے سے حسد اور بغض کرو گے پھر مہاجرین کے گھروں کیطرف جاؤ گے انہیں ایک دوسرے کے خلاف ابھارو گے۔

قولہ: نیز حضورؐ نے قیصر و کسریٰ کے قاصدوں سے فرمایا... بادشاہوں سے کہو میری بادشاہی الخ

اقول: حضور صلعم نے قیصر و کسریٰ کے قاصدوں سے نہیں بلکہ کسریٰ کے عامل یعنی حیرہ کے علاقہ کے گورنر باذان کے قاصدوں سے فرمایا تھا جب وہ باذان کا دھمکی آمیز خط لیکر آئے تھے۔ (حیات القلوب/ جلد دوم/ بیان نوشتن نامہ ہائے بپادشاہان ص ۴۱۹۔ بروایت دیگر حضرت فرمود دیشب کسریٰ و قیصر ہر دو مردند فرمود بپادشاہ خود باذان بگوئید کہ پادشاہی من تا منتہائے زمین خواہد رسید و ملک قیصر و کسریٰ بتصرف امت من خواہد آمد بگوئید باو کہ اگر مسلمان میشود ملک او را بدست او میگزارم۔ **ترجمہ:** ایک اور روایت کے مطابق حضرت نے فرمایا کسریٰ و قیصر کل رات دونوں مر چکے ہیں اپنے بادشاہ باذان سے کہو میری حکومت زمین کی انتہا تک پہنچے گی قیصر و کسریٰ کے ملک بھی میری امت کے قبضہ میں آجائیں گے اس سے کہو کہ اگر مسلمان ہو جائے تو اسکا ملک اسکے ہاتھ میں رہنے دونگا

قولہ: کیا حضور صلعم کا فتح قیصر و کسریٰ کو اپنی بادشاہی سے تعبیر کرنا خلافت جور کی پیشگوئی ہے۔

اقول: حافظ جی! حضور صلعم نے صرف قیصر و کسریٰ کی فتوحات کو اپنی بادشاہی تعبیر نہیں کیا بلکہ تمام روئے زمین کی اسلامی حکومت اور اسلام کی حقانیت کے ظہور کو اپنی بادشاہی کہا ہے' آپ نے حیوۃ القلوب کا ترجمہ غلط کیا ہے حیوۃ القلوب میں یہ لفظ نہیں کہ میری بادشاہی تمہاری آخری سرحدوں تک پہنچے گی بلکہ یہ لفظ ہیں کہ" میری بادشاہی من تا منتہائے زمین خواہد رسید۔ (تمام کرۂ زمین کی انتہا تک پہنچے گی" اگر یہ اپنی بادشاہی سے تعبیر کرنا) خلافت عدل کا ثبوت ہے تو دنیا کی تمام حکومتیں (اسلامی) خلافت عدل ہیں' خلافت جور کوئی ہے ہی نہیں۔

سوال نمبر "۱۸"

قال ابو عبداللہ علیہ السلام ما انزل اللہ آیۃ فی المنافقین الا وھی فیمن ینتحل التشیع (رجال کشی ص ۱۹۳) **ترجمہ:** امام ابو عبداللہ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے متعلق کوئی آیت نہیں اتاری مگر وہ ان لوگوں کے حق میں ہے جو شیعہ ہونیکا دعویٰ کرتے ہیں' کلمہ گویوں میں دو ہی قسم کے لوگ ہیں مومن یا منافق، جب حضرت جعفر صادق نے شیعہ پر منافق ہونیکا فتویٰ صریح لگا دیا تو اہلسنت کا خود مومن ہونا اظہر من الشمس ہو گیا۔

جواب:

حافظ جی یا تو بہت سادہ لوح ہیں یا بہت ہی عیار ہیں' کیونکہ اگر حافظ جی کچھ بھی عربی زبان کی شد بد رکھتے ہیں تو یقیناً انہیں یہ معلوم ہوگا کہ امام زمانہ کے اس کلام کا مطلب کیا ہے پھر جانتے ہوئے بھی سوال کے پیش کرنیکا اور کوئی بھی مقصد سوائے اسکے نہیں ہو سکتا کہ شیعہ اسکا جواب دیں گے اور مجھے موقع مل جائے گا کہ شور مچاؤں کہ دیکھو شیعہ نے ہماری دل آزاری کر دی لیکن جب سوال ہی کر دیا گیا تو مجبور ہوں کہ جواب دوں۔ تو سنیئے!

'انتحل' کے معنی ہیں یدعیہ لنفسہ وھو لغیرہ (جسکا وہ اپنی ذات کیلئے دعویٰ کرتا ہے) اور وہ اسکی نہیں دوسرے کی ہے) گویا اسکا معنی صرف دعویٰ کرتے ہیں نہیں بلکہ اسکا "جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں' ہے (دیکھو المنجد)

(اور منافق کے معنی:۔ من یخفی الکفر ویظھر الایمان (جو کفر کو مخفی رکھے اور ایمان کو ظاہر کرے) پس ایسا شخص جو مخفی بھی کفر رکھے اور ظاہر بھی کفر ہی کرے۔ (مثلاً ایک یہودی جو عیسائی ہونیکا دعویٰ کرے) ایسے شخص کو منافق نہیں کہہ سکتے کیونکہ جس عقیدہ کو دل میں

رکھا وہ بھی کفر تھا (یہودیت) اور جسے ظاہر کیا وہ بھی کفر تھا (عیسائیت) ›

امام زمانہ علیہ السلام کے ارشاد کا یہی مطلب ہے کہ حقیقی معنوں میں منافق وہ ہے جو شیعیت کا جھوٹا دعویٰ کرے اور دل میں کسی اور عقیدہ کو چھپائے ہوئے ہو، کیونکہ حقیقی معنوں میں اسلام تشیع ہی ہے۔ ایسا شخص جو دل میں غیر اسلام کو چھپائے ہوئے ہو اور رد، تشیع کے علاوہ کسی اور فرقے سے اسلام کا جھوٹا دعویٰ کرے حقیقی معنوں میں منافق نہیں کہلائے گا کیونکہ جسے وہ دل میں چھپائے ہوئے ہے وہ بھی غیر اسلام ہے اور جس کا وہ اظہار کر رہا ہے وہ بھی حقیقی معنوں میں اسلام نہیں گویا اس کلام میں امام علیہ السلام نے تنبیہ فرما دی ہے کہ صحیح اسلام تشیع ہی میں منحصر ہے (مزید تشریح پسند نہیں کرتا اور یہ جو کچھ بھی کہا ہے نہایت محتاط انداز میں کہا ہے) ›

سوال نمبر "۱۹"

:- اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ ثقلین کتاب اللہ اور سنت نبوی ہیں شیعہ کے خیال میں کتاب اللہ اور اہل بیت ہیں جو لازم و ملزوم ہیں ایک سے جدائی اور محرومی دوسری سے جدائی اور محرومی ہے اہل سنت کے دلائل دسیوں سینکڑوں آیات قرآنی ہیں جن میں "اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول" کا بار بار حکم ہے۔ دسیوں آیات میں پیغمبر کی نافرمانی اور اعراض سے ڈرایا گیا ہے حضور صلعم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں قرآن کا نام لیا ہے کہ اس چیز کو پکڑو گے تو تم گمراہ ہو گے اور وہ کتاب خدا ہے۔ (حیات القلوب ص ۵۳۶۔ عام کتب میں سنت نبوی کا مستقل ذکر ہے مگر اس سارے خطبہ میں اہل بیت یا دلایت علی کا ذکر نہ ہے۔ اصول کافی میں مستقل باب (باب الرد الی الکتاب والسنۃ) موجود ہے نیز یہ باب الاخذ والسنۃ وشواہد الکتاب اور اس میں یہ ارشاد امام ہے ہر چیز کو کتاب اللہ اور سنت نبوی پر لوٹا جائے گا۔

کیا سب دلائل اس پر حجت صریح نہیں کہ کتاب اللہ اور سنت نبوی کا ثقلین ماننا، سنی مذہب برحق ہے اور شیعہ کا سنت نبوی کو ہٹا کر آئمہ اہل بیت کو رکھنا ایک قسم کا انکار رسالت ہے۔ ›

جواب : قولہ: اہلسنت کا عقیدہ ہے .... جو لازم و ملزوم ہیں۔

اقول : حافظ جی کے اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ حافظ جی نہ صرف شیعوں پر بہتان تراشی میں دلیر ہیں بلکہ اگر ضرورت پڑ جائے تو اپنے ہم مذہبوں کو بھی نہیں بخشتے۔ علمائے اہل سنت نہ تو اہل بیت کے ثقل ثانی ہونے کے منکر ہیں نہ ہو سکتے ہیں کیونکہ اہل سنت کے نزدیک بھی یہ حدیث حد تواتر تک پہنچی ہوئی اور حدیث تواتر کا انکار کفر ہے اس کے متواتر ہونے کے متعلق جناب حجر مکی مصنف صواعق محرقہ کی شہادت ملاحظہ فرمائیے۔

صواعق محرقہ / الباب الحادی عشر / فی فضائل اہل البیت / ص ۱۵۱ (صحیح مسلم سے زید بن ارقم سے دو طرق سے) "انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ .... اہل بیتی۔ ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں" ثم اعلم ان الحدیث التمسک بذالک طرقاً کثیراً وردت عن نیف و عشرین صحابیاً و مترلہ طرق مبسوطۃ فی حادی عشر الشبہ۔ ترجمہ: ان سے تمسک کرنے کی حدیث کیلئے کثیر طرق (روایت) ہیں بیس سے زیادہ صحابیوں سے وارد ہوئیں (بیان ہوئی ہیں)

جامع الاحادیث کتب کا مطالعہ فرمائیے، دیکھئے گا کہ کتاب اللہ و سنتی کی حدیث ایک دو صحابہ سے زیادہ سے منقول نہیں، اور محدثین نے اسے منکر کہا ہے۔ جامع الاحادیث کتب (جامع الاصول، مشکوٰۃ .... وغیرہ) میں سے کنز العمال میں سب سے زیادہ کتب کی احادیث جمع کی گئی ہیں لہذا آئیے کنز العمال میں دیکھتے ہیں کہ کتاب اللہ و سنتی کتنے طرق سے اور کتنے صحابہ سے مروی ہے

اور کتاب اللہ و اہل بیتی کتنے طرق اور صحابہ سے۔

(ا) کتاب اللہ و عترتی : کنز العمال / جلد ۱ / الباب الثانی / فی الاعتصام بالکتاب والسنۃ۔

۱۔ حدیث نمبر ۸۷۰۔ عن جابر کتاب اللہ و عترتی۔ (ن) ۲۔ حدیث نمبر ۸۷۱۔ عن جابر کتاب اللہ و عترتی۔ (ت) ۳۔ حدیث نمبر ۸۷۲۔ عن زید بن ثابت تارک خلیفتین کتاب اللہ و عترتی۔ (حم۔ طب) ۴۔ حدیث نمبر ۸۷۳ عن زید بن ارقم کتاب اللہ و عترتی۔ (ت) ۵۔ حدیث نمبر ۸۹۸ عن زید بن ارقم کتاب اللہ و اھل بیتی۔ (حم عبد بن حمید۔م) ۶۔ حدیث نمبر ۹۴۳ عن ابی سعید کتاب اللہ و عترتی (الباوردی) ۷۔ حدیث نمبر ۹۴۴ عن ابن سعد عن ابی سعید کتاب اللہ و عترتی (س۔ حم۔ ع) ۸۔ حدیث نمبر ۹۴۵۔ عن زید بن ثابت کتاب اللہ و عترتی (عبد بن حمید۔ ابن الانباری) ۹۔ حدیث نمبر ۹۴۶ عن زید بن ثابت کتاب اللہ و عترتی لا تقدموھما فتھلکوا ولا تعلموھما فانھما اعلم منکم۔ (طب) ۱۰۔ حدیث نمبر ۹۴۷۔ عن زید بن ثابت تارک خلیفتین کتاب اللہ و عترتی (ش۔ الخطیب فی المتفق) ۱۱۔ حدیث نمبر ۹۵۲ عن ابی سعید کتاب اللہ و عترتی۔ (ع۔ طب) ۱۳۔ حدیث نمبر ۹۵۳۔ عن ابی الطفیل وعن زید بن ارقم کتاب اللہ و عترتی...... لن یفترقا حتی یردا علی الحوض۔ (طب۔ک)۔ ۱۴۔ حدیث نمبر ۹۵۷۔ کتاب اللہ و عترتی عن ابی طفیل۔ (طب) ۱۵۔ حدیث نمبر ۹۵۸۔ کتاب اللہ و عترتی عن حذیفہ بن اسید (الحکم۔ طب) **مختصر** یہ کہ کنز العمال کے مصنف نے سات صحابہ سے سولہ کتب حدیث سے، جن میں صحاح ستہ کی پانچ کتابیں شامل ہیں، پندرہ ایسی احادیث نقل کی ہیں جن میں کتاب اللہ اور عترت و اہل بیت کو ثقلین قرار دیا گیا ہے۔

(ب) کتاب اللہ و سنتی : (کتاب و فصل و باب حسب سابق) ۱۔ حدیث نمبر ۸۷۵۔ خلفت فیکم شیئین لن تضلوا بعدی کتاب اللہ و سنتی عن ابی ھریرۃ ( ) ۲۔ حدیث نمبر ۸۷۶۔ کتاب اللہ و سنتی عن ابی ھریرۃ (ک) ۳۔ حدیث نمبر ۹۵۰۔ کتاب اللہ و سنۃ نبیہ عن ابن عباس (ق) ۴۔ حدیث نمبر ۹۵۵۔ عن ابی ھریرۃ کتاب اللہ و سنتی (ابو نصر السنجری فی الابانہ وقال غریب جداً)

مصنف کنز العمال کو ایسی حدیثیں جن میں کتاب اللہ و سنتی کو ثقلین قرار دیا گیا ہو صرف چار حدیثیں دو صحابہ (ابن عباس اور ابوہریرہؓ) سے پانچ کتب (غیلانیات۔ مستدرک۔ بخاری۔ مسلم اور ابانہ) سے ملی ہیں جن میں سے ایک (ابانہ کا مصنف) اسے بہت غریب کہتا ہے۔

قولہ: شیعہ خیال میں کتاب اللہ اور اہل بیت ہیں جو لازم و ملزوم ہیں۔

اقول : کیوں حافظ جی! یہ آپکی صحاح ستہ کی پانچ اور گیارہ دوسری کتابیں یہ سب شیعہ خیالی کی کتابیں ہیں انہی احادیث میں کتاب اللہ اور اہل بیت کے لازم و ملزوم ہونیکا ذکر بھی موجود ہے۔ (لن یفترقا حتی یردا علی الحوض) یہ کتاب خدا اہل بیت ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے تا آں کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہونگے۔

۲۔ ایک دوسری حدیث میں حضور صلعم نے فرمایا ہے۔ صواعق محرقہ / ص ۱۲۳ / الحدیث الحادی والعشرون (باب حماسہ

الفصل الثانی فی نضائلہ : ● اخرج الطبرانی فی الاوسط عن ام سلمۃؓ قالت سمعت رسول اللہ صلعم یقول علی مع القرآن والقرآن مع علی لا یفترقان حتی یردا علی الحوض۔ **ترجمہ:** ام سلمیٰ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں میں نے رسول اللہ صلعم کو کہتے سنا کہ علیؑ قرآن کیساتھ ہے اور قرآن علی کیساتھ ہے یہ جدا نہیں ہونگے یہاں تک کہ میرے حوض (کوثر) پر وارد ہونگے۔

کیوں حافظ جی! قرآن کریم اور اہل بیت کا لازم و ملزوم ہونا یہ محض خیال ہے یا رسول اللہ صلعم کا ارشاد ہے۔ ان احادیث کو دیکھ کر آپکا کیا فیصلہ ہے۔

قولہ: اہل سنت کے دلائل: اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول کا بار بار حکم ہے۔

اقول: حافظ جی! کیوں بھول رہے ہو جہاں اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول کا حکم ہے وہاں (و اولی الامر منکم) کو بھی اس حکم میں شامل کیا گیا ہے اولی الامر ہی مفسرین قرآن اہل البیت ہیں جو قرآن کریم کے حکم کے مطابق حکم و فیصلہ فرماتے ہیں۔

قولہ: دسیوں آیات قرآنی ہیں جنمیں پیغمبر کی نافرمانی اور اعراض سے ڈرایا گیا ہے۔

اقول: ظاہر ہا حافظ جی! حضور صلعم کی نافرمانی سے بچئے۔ قرآن کریم کا علم علیؑ سے سیکھئے۔ نبی کریم کا دین علی علیہ السلام سے سیکھئے؟ حضور کا ارشاد ہے۔ صواعق محرقہ/ ص۱۲۲ (باب۔ فصل ایضاً) ● اخرج البزار والطبرانی فی الاوسط عن جابر بن عبد اللہ والترمذی والحاکم عن علی قال قال رسول اللہ صلعم انا مدینۃ العلم وعلی بابھا وفی روایۃ فمن اراد العلم فلیات الباب۔ **ترجمہ:** حضور صلعم نے فرمایا میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے اور ایک روایت میں ہے کہ جو علم حاصل کرنا چاہتا ہے اسے چاہیئے کہ دروازے پر آئے۔

قولہ: حضور صلعم نے حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ میں قرآن کا نام لیا ہے کہ اس چیز کو پکڑو گے تم گمراہ نہ ہوگے ...... مگر اس سارے خطبہ میں اہل بیت یا ولائیت علیؑ کا ذکر نہیں ہے۔

اقول: حافظ جی! میں حیران ہوں آپ کس جرأت سے رات کو دن اور دن کو رات کہہ دیتے ہیں۔ حیات القلوب کا جو ایڈیشن میرے پاس موجود ہے اس میں حجۃ الوداع کا حضور صلعم کا خطبہ ص۵۰۹ سے ص۵۱۵ تک پھیلا ہوا ہے۔ ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے "پس حضرت بر ناقہ عضبائے خود سوار شد و حمد و ثنائے الٰہی بجا آورد۔ اور ان الفاظ پر ختم ہوتا ہے "پس فرمودند خداوندا! تو گواہ باش کہ من بایشان رسانیدم آنچہ باید رسانید" ان آخری الفاظ سے صرف چھ سطر قبل یہ الفاظ موجود ہیں۔ "ایھا الناس در میان شما گذاشتہ ام دو چیزے را کہ اگر متمسک باں شوید ہرگز گمراہ نشوید، آن کتاب خداوند و عترت من است پس چنگ زنید دران" میں حیران ہوں کہ اس عبارت کے ہوتے ہوئے بھی حافظ جی کس منہ سے کہتے ہیں کہ اہل بیت یا ولائیت علیؑ کا ذکر نہیں؟

قولہ: اصول کافی میں مستقل باب/ باب الرد الی الکتاب والسنۃ ....

اقول: حدیث کی اہمیت و ضرورت سے انکار نہیں، بلا شک و شبہ قرآن اور سنت ہی دین کی اساس ہیں کسی حکم کے مطابق شرع ہونے/ نہ ہونے کا ذریعہ استناد کتاب خدا اور سنت ہیں، لیکن کیا سنت کے اہم ہونے کی صورت میں اہل بیت ثقل ثانی نہیں ہو سکتا۔ قرآن کریم

کلام اللہ اور سنت قول و فعل رسول اللہ (صلعم) دونوں کو عامی انسان خود نہیں سمجھ سکتا۔ اس لیئے انکی تعلیم و تفہیم کیلئے ایک معلم و مفسر کی ضرورت ہے۔ کتاب سے بغیر معلم استفادہ نہیں کیا جاسکتا اور معلم کی غایت تعلیم کتاب ہے اس لیئے دونوں ایک دوسرے کیلئے لازم و ملزوم ہیں۔ چونکہ قرآن و سنت دونوں کلام ہیں نیز سنت قرآن کریم کی عملی صورت ہے لہٰذا حضور صلعم نے کتاب اللہ اور اہل بیت ہی کو ثقلین قرار دیا۔

سوال نمبر ۲ :- اگر سنی مذہب برحق نہ تھا تو تمام اہلبیت اسی مسلک کے کیوں پابند رہے اور یہی پڑھایا، سکھایا۔ تبھی تو شیعہ کو امام جعفر صادق کی طرف یہ منسوب کرنا پڑا۔ تقیہ ہی میرا اور میرے باپ دادا کا مذہب ہے اگر مخالفین کا ڈر تھا تو پیغمبر کے جانشین کیسے ہوئے؟ کیا انبیاء علیہم السلام بھی تقیہ اور ہیرپھیر کرتے تھے۔

جواب : قولہ : تمام اہلبیت اسی مسلک کے کیوں پابند رہے؟

اقول : حافظ جی! یہ کہاں لکھا ہے کہ اہل بیت اسی مسلک کے پابند تھے اپنی کتب اصول و فقہ کو بغور پڑھیں ان میں اکثر مقامات پر لکھا ملے گا کہ آئمہ اہل بیت کا مذہب اس سے مختلف ہے۔ تفسیر کبیر ٥ المسئلۃ الثامنۃ والثلاثون / زیر آیت / (یاایہا الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ) واختلف الناس فی مسح الرجلین وغسلہا فنقل القفال فی تفسیرہ عن ابن عباس وانس بن مالک وعکرمۃ والشعبی وابی جعفر محمد بن علی الباقر ان الواجب فیھما المسح وھو مذھب الامامیہ۔ **ترجمہ** اختلاف کیا ہے لوگوں نے پاؤں کے مسح میں اور انکو دھونے میں۔ قفال نے اپنی تفسیر میں ابن عباس۔ انس بن مالک۔ عکرمہ۔ شعبی اور امام محمد باقر کا قول بیان کیا ہے کہ دونوں پاؤں کا مسح واجب ہے اور یہی امامیہ مذہب ہے۔

کیوں حافظ جی ایک معتبر کتاب کی یہ معتبر حدیث نہیں ثابت کرتی کہ امام محمد باقر علیہ السلام سنی مذہب (مسلک) کے پابند نہ تھے۔ نہ ہی دوسرے آئمہ اہلبیت اس مسلک کے پابند تھے۔ اگر سنی مسلک کے پابند تھے تو سنیوں نے انکا تذکرہ آئمہ فقہ یا آئمہ حدیث یا کم از کم اپنے مشہور علماء کے زمرے ہی میں سہی کیوں نہیں کیا۔ کیا سنیوں کے نزدیک اہلبیت کے یہ درخشاں ستارے (عیاذاً باللہ) بالکل دین سے بیگانہ تھے اور اس قابل ہی نہ تھے کہ ان سے دین کی کوئی بات لی جائے۔ آئمہ فقہ کو چار کی تعداد میں کیوں محدود کرتے ہیں۔ ابوحنیفہ۔ احمد بن حنبل۔ شافعی۔ مالک کے ساتھ جعفر صادق کو امام ماننے سے کیوں گریز ہے اگر امام جعفر صادق کا مسلک بھی وہی مسلک ہے جو انکا مسلک ہے۔ شیعہ کے آئمہ اہل بیت اور حافظ جی کے آئمہ خلفائے بنی امیہ۔ خلفائے بنی عباس کے نزدیک محترم و محبوب اور آئمہ اہل بیت معذب و معتوب رہے۔ حافظ جی کہیں گے بے اصل و بے سرو پا۔ یہ تو بات کی خدا قسم لاجواب کی۔

قولہ : تبھی تو شیعہ کو امام جعفر صادق کیطرف یہ منسوب کرنا پڑا، تقیہ ہی میرا اور میرے باپ دادا کا مذہب ہے۔

اقول - اگر تقیہ کرنے سے دوسرے ظاہر مذہب کا برحق ہونا اور اسکا پابند ہونا لازم آتا ہے تو کفار قریش کے مذہب کا حق ہونا اور رسول کریم صلعم کا اس مسلک کا پابند ہونا لازم آیا کیونکہ اس سے کسی کو انکار کی گنجائش نہیں کہ حضور نبی کریم صلعم ایک عرصہ تک (کم از کم تین سال) اپنے دین کو پوشیدہ رکھے رہے دوسرے لفظوں میں تقیہ حضور صلعم کا مذہب رہا، تو بقول حافظ جی کفار قریش کے مسلک کے پابند رہے اور کفار قریش کا مسلک برحق ثابت ہوا۔ حضور صلعم کا تین سال تک اسلام کو پوشیدہ رکھنے کے متعلق سوال ۵ کے ضمن میں شواہد پیش کئے ہیں حافظ جی مزید شواہد چاہتے ہیں تو لیجئے:-

۱. تفسیر کبیر (آیت فاصدع بما تؤمر کی تفسیر میں) (الثانی) ان تکون ما مصدریۃ اے فاصدع بامرک و شانک قالو وما ال النبی مستخفیاً حتی نزلت الایۃ۔ **ترجمہ** (دوسرا) یہ کہ ما مصدریہ ہو اور معنی یہ کہ اپنے معاملہ اور اپنی کیفیت کو ظاہر کر دے اور کہتے ہیں نبی کریم صلعم نے (نبوت کو) چھپائے رکھا، یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی۔

۲. البدایہ والنہایہ / جلد ۳ / مطبع دار الفکر العربی / فصل فی ذکر اول من اسلم / ص ۳۰ ○ عن عائشہ قالت لما اجتمع اصحاب النبی (صلعم) وکانوا ثمانیۃ وثلاثین رجلاً الح ابو بکر علی رسول اللہ (صلعم) فی الظھور فقال یا ابا بکر انا قلیل فلم یزل ابو بکر یلح حتی ظھر رسول اللہ (صلعم) ۔۔۔۔ الخ۔ (بقدر ضرورت) (اس حدیث کا بقیہ حصہ آگے اپنے مقام پر آئیگا) **ترجمہ** ۔ جناب عائشہ رض سے روایت ہے اس نے کہا کہ جب نبی صلعم کے اصحاب جمع ہوئے اور وہ ۳۸ مرد تھے تو ابوبکر نے بضد ہو کر نبی کریم (صلعم) سے ظاہر ہونے کیلئے کہا۔ حضور صلعم نے فرمایا، اے ابوبکر! ہم تعداد میں تھوڑے ہیں لیکن ابوبکر برابر بضد رہے یہاں تک کہ حضور صلعم ظاہر ہوئے (یا دین و نبوت کا اظہار فرمایا) اس ظہور اور ترک تقیہ کا جو نتیجہ نکلا وہ اگلے سوالات (سوال نمبر ۵۸) کے ضمن میں ہو گا یہ دین کا چھپائے رکھنا تقیہ ہے اور حافظ جی کے نزدیک تقیہ کرنا دوسروں کے دین کو برحق ثابت کرتا ہے پس! حافظ جی کے استدلال کی بناء پر دین کفار قریش برحق۔

قولہ: اگر مخالفین کا ڈر تھا تو پیغمبر کے جانشین کیسے ہوئے کیا انبیاء علیہم السلام بھی تقیہ اور ہیر پھیر کرتے تھے؟

اقول: کیا جو مخالفین کا ڈر رکھے وہ نبی کا جانشین نہیں ہو سکتا؟ کیا انبیاء علیہم السلام مخالفین کا ڈر نہیں رکھتے تھے؟ کیا مخالفین سے ڈر رکھنا نبوت کے منافی ہے؟ اگر حافظ جی کا جواب مثبت (ہاں) میں ہو اور حافظ جی اسے اسلامی عقیدہ قرار دیتے ہوں اور تو پھر ذرا مندرجہ ذیل آیات کی تاویل و تفسیر ہی سمجھا دیں۔

۱۔ ○ وجاء رجل من اقصا المدینۃ یسعیٰ قال یا موسیٰ ان الملأ یأتمرون بک لیقتلوک فاخرج انی لک من الناصحین۔ فخرج منھا خائفاً یترقب قال رب نجنی من القوم الظالمین۔ پ ۲۰ ع ۵۔ **ترجمہ:** شہر کے پرلے سرے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور کہا موسیٰ امراء (حاکم) کی جماعت تیرے قتل کے مشورے کر رہی ہے۔ پس نکل جائیں تمہیں صحیح مشورہ دے رہا ہوں پس حضرت موسیٰ اس شہر سے نکلے ڈرتے ہوئے اردگرد کا دھیان اور دیکھ بھال کرتے ہوئے۔ کیوں جناب قاضی صاحب! حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے متعلق کیا فتویٰ ہے۔

۲۔ کھیعص ○ ذکر رحمۃ ربک عبدہ زکریا اذ نادیٰ ربہ نداءً خفیاً قال رب انی وھن العظم منی واشتعل الرأس شیباً وانی خفت الموالی من ورائی وکانت امرأتی عاقراً۔۔۔ پ ۱۶ ع ۴۔ **ترجمہ:** جب اس نے (زکریا علیہ السلام نے) اپنے رب کو پکارا، کہا، اے میرے رب! میری ہڈیاں کمزور ہو گئیں، میرا سر بڑھاپے سے سفید ہو گیا اور میں اپنے چچا زادوں سے ڈرتا ہوں۔۔۔ الخ۔ کیوں حافظ صاحب! زکریا علیہ السلام نبی ہیں! پھر کیوں ڈرے؟

۳۔ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ۔ واللہ یعصمک من الناس۔
اے رسول! پہنچا دے جو تیری طرف تیرے رب سے نازل کیا گیا ہے اگر تو نے ایسا نہ کیا تو تو نے اسکی رسالت نہیں پہنچائی اور اللہ تجھے لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔ حافظ جی اگر حضور صلعم تبلیغ رسالت میں خوف محسوس نہیں کر رہے تھے تو اس وعدہ کا نزول عبث اور بے مطلب ہو جائیگا کہ اللہ تعالیٰ تجھے لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔ آپکی کتب حدیث و تفاسیر میں ہے کہ رات کے وقت حضور صلعم کے دروازہ پر کچھ صحابہ چوکیداری کرتے تھے جب یہ آیت اتری تو حضور صلعم نے انہیں چلے جانے کی اجازت دیدی اور فرمایا کہ اب اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت کا ذمہ لے لیا، لہذا تمہارا اس چوکیداری کی ضرورت نہیں ـــ دیکھئے تفسیر فتح القدیر تحت آیۃ "بلغ ما انزل الیک" (۲) تیسیر الوصول / جلد ۱ / کتاب التفسیر سورۃ المائدہ / ص ۱۲۹ ٥ عن عائشہ رض قالت کان رسول اللہ (صلعم) یحرس لیلاً حتی نزل "واللہ یعصمک من الناس" فاخرج رسول اللہ (صلعم) راسہ من القبۃ فقال یایھا الناس انصرفوا فقد اعصمنی اللہ۔ **ترجمہ** عائشہ رض سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلعم پر رات کو پہرہ دیا جاتا تھا، یہاں تک کہ جب آیت "واللہ یعصمک من الناس" نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے قبہ سے اپنا سر نکالا اور فرمایا اے لوگو! لوٹ جاؤ اللہ تعالیٰ نے مجھے محفوظ کر دیا۔ (لہذا تمہارے پہرہ دینے کی کوئی ضرورت نہیں) کیا حافظ جی یہ سب کچھ مخالفین کے خوف کے بغیر تھا۔

۴۔ ارشادِ خداوندی ہے: واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ امسک علیک زوجک واتق اللہ وتخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ وتخشی الناس واللہ احق ان تخشاہ۔ **ترجمہ**: جب تو اس سے جس پر اللہ نے اور تو نے انعام کیا کہا کہ اپنی زوجہ کو اپنے پاس رکھ اور اللہ سے ڈر اور تو اپنے دل میں چھپا رہا تھا وہ بات جسے اللہ ظاہر کرنے والا ہے اور لوگوں سے ڈرتا تھا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اس امر کے زیادہ حقدار ہے کہ تو اس سے ڈرے۔

کیوں حافظ جی! ان آیات کریمہ کی شہادت کے باوجود تم کہہ سکتے ہو کہ ڈرنا شانِ نبوت کے خلاف ہے، پھر اس آیت میں یہ نص بھی موجود ہے کہ حضور صلعم کسی امر کو لوگوں سے مخفی رکھ رہے تھے۔ یہ کسی امر کو دل میں مخفی رکھنا تقیہ ہی تو ہے۔

قولہ: ۔ انبیاء علیہم السلام تقیہ کرتے تھے، کیونکہ تقیہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے فطرت کا تقاضا ہے اگر مذہب میں تقیہ نہ ہوتا تو مذہب کے پابند افراد کا جینا مشکل ہو جاتا، اسی لئے خلاقِ عالم نے ایسے مقام پر جہاں اسکی توحید کا اظہار خطرۂ جان و مال ہو تقیہ کرتے ہوئے کلمۂ کفر کہہ دینے کا حکم دیا ہے۔ (۱) من کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان ولکن من شرح بالکفر صدراً فعلیہم غضب من اللہ ولہم عذاب عظیم۔ **ترجمہ**: جو لوگ ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے سوائے ایسی صورت کے کہ ان پر جبر کیا گیا اور انکا دل ایمان کے ساتھ مطمئن تھا اور اللہ تعالیٰ (کی توحید) کا انکار کیا بلکہ اپنے سینے کو کفر کیلئے کھول دیا تو ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے اور انکے لئے عذاب عظیم ہے۔

[اس آیۃ کریمہ میں مجبوری کے وقت (جان، مال، عزت) کی حفاظت کی خاطر دل میں ایمان چھپا کر کلمہ کفر کہنے کی اجازت بلکہ حکم دیا گیا ہے کیونکہ ایسے شخص کو حکم آیت سے الا کے ساتھ مستثنیٰ فرمایا ہے، یہی ہے ایمان کو چھپا کر کلمۂ کفر کہنا تقیہ ہی تو ہے۔

۲۔ لا یتخذ المومنون الکفرین اولیاء من دون المومنین ومن یفعل ذالک فلیس من اللہ فی شیئ الا ان تتقوا منہم تقاۃ۔ **ترجمہ**: مومن مومنین کے علاوہ کافروں کو دوست نہ بنائیں (یا سرپرست نہ بنائیں) جو

ایسا کریگا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی حساب کتاب میں نہیں (اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیئے کچھ نہیں) مگر یہ کہ وہ مومن اسطرح ان کافروں سے اپنا بچاؤ کر رہے ہوں (یہ اپنے بچاؤ کی خاطر کافروں کو زبانی کلامی دوست کہنا تقیہ نہیں تو اور کیا ہے) بخاری نے تقاۃ کے معنی تقیہ ہی کیئے ہیں اور کہا ہے کہ یہ حکم تقیہ قیامت تک کیلئے ہے۔ دیکھیئے بخاری / جلد سوم / کتاب الاکراہ / باب نمبر ۶۸۲ ٥ قولہ اللہ تعالیٰ "الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان" وقال "الا ان تتقوا تقاۃ" وھی تقیۃ وقال الحسن التقیۃ الی یوم القیامۃ۔ **ترجمہ:** اللہ تعالیٰ کا فرمان "الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان" اور یہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "الا ان تتقوا تقاۃ" یہ تقیہ ہے اور حسن نے کہا یہ قیامت تک کے لیئے ہے۔

پس اے حافظ جی! تقیہ دین بفطرت ہے حکم خداوندی ہے اسکی مخالفت کرنیوالا (لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ) کے حکم کی نافرمانی کرے گا۔ پس انبیاء علیہم السلام پر بھی تقیہ واجب ہے اور انبیاء علیہم السلام بلا شک تقیہ کرتے تھے باقی رہا تقیہ کو ہیر پھیر کہنا تو حافظ جی کا ہیر پھیر ہے۔

دیکھیئے! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذکر میں فرمایا) فنظر نظرۃ فی النجوم فقال انی سقیم فتولوا عنہ مدبرین فراغ الی آلھتھم۔ **ترجمہ:** پس اس نے ستاروں پر نگاہ ڈالی اور کہا میں بیمار ہوں، پس وہ پیٹھ پھیر کر واپس چلے گئے پس وہ انکے معبودوں کی طرف آیا۔

مضمون آیت سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے اور مفسرین بھی یہی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ بیمار نہ تھے لیکن دینی مقصد کے حاصل کرنے کیلئے اور کوئی دوسرا میسر نہ ہو سکتا تھا اس لیئے تقیہ کرتے ہوئے فرمایا "میں بیمار ہوں" دل میں اور ارادہ تھا، زبان پر اور عذر تھا پھر جب بتوں کو توڑ چکے تو بت خانہ کے پجاریوں نے پوچھا، قالوا ءانت فعلت ھذا بآلھتنا۔ **ترجمہ:** ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ سلوک تو نے کیا؟ تو فرمایا: قال بل فعلہ کبیرھم ھذا فسئلوھم ان کانوا ینطقون۔ **ترجمہ:** نہیں بلکہ یہ کام انکے اس بڑے (بت) نے کیا ہے۔ ان سے پوچھ لو اگر یہ بولتے ہوں۔

احادیث میں وارد ہے کہ ایک ظالم حاکم کے ملک میں پہنچے انکی بیوی جناب سارہ علیہا السلام ساتھ تھیں ظالم حاکم نے دریافت کیا کہ تیرے ساتھ یہ بی بی کون ہے؟ اب اگر حضرت ابراہیمؑ بتا دیتے کہ میری بیوی ہے تو یقین تھا کہ ظالم حضرت ابراہیمؑ کو قتل کرا دیتا تاکہ بی بی سے شادی کر سکے اس لیئے حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ یہ میری بہن ہے۔

کتاب البیع / باب شراء المملوک من الحربی وعتقہ: ٥ عن ابی ہریرۃ قال قال النبی صلعم ھاجر ابراھیم علیہ السلام بسارۃ فدخل بھا قریۃ فیھا ملک من الملوک او جبار من الجبابرۃ فقیل لہ دخل ابراھیم بامرأۃ ھی من احسن النساء فارسل الیہ ان یا ابراھیم من ھذہ التی معک قال ھی اختی ثم رجع الیھا فقال لا تکذبی حدیثی ..... الخ۔

کیا یہ تمام امور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تقیہ و توریہ کرنے پر دلالت نہیں کرتے؟ مگر برا ہو ضد و تعصب کا۔ ان تینوں امور کو حضرت ابراہیم کے تین جھوٹوں کا نام دیا اور حضور نبی کریم صلعم سے حدیث لائے۔ ما کذب ابراھیم الا ثلاثۃ کذبات۔ (ابراہیم نے صرف تین جھوٹ کہے) جبکہ نبی کریم کے متعلق خداوند تعالیٰ کی شہادت تو یہ ہے

کہ " کان صدیقاً نبیا " اس پر کذب اتہام تو لگا دیا لیکن شیعہ کی ضد میں تقیہ کا اقرار نہ کیا۔

ایک منصف مزاج سنی، مصنف " نصائح الکافیہ " کے مندرجہ ذیل الفاظ پر غور فرمائیے۔

النصائح الکافیہ / صفحہ ۱۹۰ / طبع بمبئی ۞ قلت اتفق اصحابنا علی جواز الکذب عند الضرورۃ بل وللمصلحۃ وھو عین التقیۃ لکن ان عبرت عنہ بلفظ التقیۃ منعہ کثیر منھم لکونہ من تعبیرات الشیعۃ فلا خلاف فیھا یظھر الا لفظی۔ **ترجمہ :** میں نے کہا ہمارے تمام اصحاب نے مجبوری یا مصلحت کے وقت جھوٹ کے جائز ہونے پر اتفاق کیا ہے اور یہ عین تقیہ ہے لیکن اگر اسے تقیہ سے تعبیر کریں تو ان میں سے اکثر منع کریں گے کیونکہ یہ شیعہ تعبیرات میں سے ہے۔ بظاہر تو یہ (شیعہ، سنی) کا اختلاف محض لفظی اختلاف ہے۔

حافظ جی! آپ کو اور آپ کے اصحاب کو لفظِ تقیہ سے چڑ ہے ورنہ حقیقت میں تقیہ آپ حضرات کے عقائد میں بھی شامل ہے۔ دیکھئے شرح فقہ اکبر (تفتازانی) طبع مجتبائی / ص ۱۰۲ / بیان الایمان ھو الاقرار والتصدیق ۞ ثم التصدیق رکن حسن لعینہ لا یحتمل السقوط فی حال من الاحوال بخلاف الاقرار فانہ شرط او شطر و رکن حسن لغیرہ ولھذا یسقط فی حال الاکراہ وحصول الاعذار۔ **ترجمہ :** ایمان اقرار و تصدیق ہے پھر تصدیق تو رکن حسن لعینہ ہے اس لیئے یہ کسی حالت میں ساقط (معاف) نہیں ہے، بخلاف اقرار کے یہ یا تو ایمان کی شرط ہے یا ایمان کا حصہ ہے، تو ایسا رکن جو حسن لغیرہ ہے لہذا جبر اور عذر کے وقت یہ ساقط (معاف) ہو جاتا ہے یعنی زبان سے اقرار لازمی نہیں رہتا، اگر مجبور کرنے پر اس نے زبان اسلام و ایمان (شہادتین) کا انکار کر دیا تو بھی کافر نہیں ہوگا بلکہ اسکا ایمان قائم رہیگا۔

سوال نمبر ۲۱ (اوصاف الوہیت اور مذمت شرک) اگر حضرت علیؑ کو مافوق البشر حاجت روا اور مشکل کشا و روزی رساں ماننا شرک نہیں تو حضرت علیؑ نے ان دس آدمیوں کو زندہ کیوں جلا دیا جو کہتے تھے کہ آپ ہمارے رب و کارساز ہیں آپ نے ہمیں پیدا کیا آپ رزق دیتے ہیں حضرت علیؑ نے فرمایا تم پر تباہی ہو ایسا مت کہو میں بھی تمہاری طرح مخلوق ہوں جب وہ نہ مانے تو آپ نے گڑھے کھود کر ان کو آگ میں جلا دیا۔

جواب : حافظ جی کا یہ سوال حافظ جی کے سوال نمبر ۶۵ کا دوسرا بہروپ سوال نمبر ۵ کے جواب میں وضاحت سے لکھ دیا ہے کہ حضرت علیؑ اور آئمہ اہلبیت اور ان سب کے سردار و رہبر حضور رسول اللہ صلعم کے متعلق شیعہ عقیدہ کیا ہے حافظ جی کو یاد دلائے دیتا ہوں کہ ہم (۱) محمدؐ و آل محمدؐ کو اللہ تعالیٰ کی سب سے افضل و برتر مخلوق۔ اللہ تعالیٰ اور باقی تمام مخلوق کے درمیان واسطۂ رحمت مانتے ہیں ہم انہیں رب۔ خالق۔ رازق کہنے والوں کو مفوضہ اور قائل کفر کہتے ہیں تفصیل کیلئے سوال نمبر ۵ کا جواب پڑھیئے۔

سوال نمبر ۲۲ : کیا امام حلال و حرام میں مختار ہوتا ہے اگر ایسا ہے تو آیت قرآنی اور امام صادق کی تفسیر کا مطلب کیا ہے " لوگوں نے اپنے عالموں اور پیروں کو خدا کے سوا رب بنا لیا تو امام نے فرمایا اللہ کی قسم انہوں نے انکو اپنی عبادت کیطرف نہیں بلایا اور اگر وہ ادھر بلاتے تو یہ نہ مانتے لیکن انہوں نے کچھ چیزیں حلال کر دیں اور کچھ ان پر حرام کر دیں تو وہ ان کو حلال و حرام میں مختار مان کر انکی عبادت میں لگ گئے کہ انکو پتہ ہی نہ چلا۔ اصول کافی / باب الشرک / ص ۲۹۰

جواب : قولہ : کیا امام حلال و حرام میں مختار ہوتا ہے ؟

اقول : جی نہیں۔ امام تو کیا خود شارع نبی یا رسول علیہ السلام بھی مختار نہیں، شارع علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ کے حلال قرار دیئے ہوئے کو حلال اور حرام کو حرام بتاتا ہے۔ شارع علیہ السلام بھی اپنے اختیار سے کسی چیز کو نہ حلال کرسکتا ہے نہ حرام۔ اگر شارع (رسول اللہ) صلعم اپنے اختیار سے حلال کو حرام قرار دے سکتے تو سورۂ تحریم میں یہ تنبیہ نازل نہ ہوتی۔ "لم تحرم ما احل الله لك۔" **ترجمہ :** کیوں حرام قرار دیتا ہے اس چیز کو جو اللہ نے تیرے لیئے حلال قرار دی، اسی طرف اشارہ ہے امام علیہ السلام کے کلام "لیکن انہوں نے کچھ چیزیں حلال کردیں .... حلال و حرام میں مختار مان کر ان کی عبادت میں لگ گئے"، کہ نبی کریم (صلعم) کے بتائے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حلالوں اور حراموں میں جس نے کسی امام و خلیفہ کو مختار مانا تو وہ اس امام و خلیفہ کی عبادت میں لگ گیا۔

قولہ : اگر ایسا ہے تو آیت قرآنی .... الخ

اقول : جی حافظ جی! ایسا نہیں ہے لہذا امام علیہ السلام کا فتویٰ آیت کا مفہوم ہم پر عائد نہیں ہوتا ہے لیکن حافظ جی کو ہمارا ہمدردانہ مشورہ یہ ہے کہ ع دامن کو ذرا دیکھ ذرا بندِ قبا دیکھ۔ حافظ جی! ذرا اپنا دامن بچا کر دکھنا کیونکہ ...

(۱) کتب اہل سنت میں آپ کے ایک عالم دیر کا یہ ارشاد بھی نظر آتا ہے کہ فلاں فلاں امور حضور (صلعم) کے زمانہ میں حلال تھے میں انہیں حرام کرتا ہوں۔ شرح تجرید (قوشجی) / ص۳۹۳ / مطبوعہ تہران۔ ○ فانہ صعد المنبر وقال ایہا الناس ثلث کن علیٰ عہدِ رسول اللہ انا انہی عنہن واحرمہن واعاقب علیہن وھی متعۃ النساء ومتعۃ الحج وحی علیٰ خیر العمل۔ اُجیب عن رجوہ الاربعۃ بان ذلک لیس مما یوجب قدحاً منہ فان مخالفۃ المجتہد لغیرہ فی المسائل لیس ببدع۔ **ترجمہ :** پس وہ (یعنی حضرت عمر) منبر پر چڑھے اور کہا اے لوگو! رسول اللہ (صلعم) کے عہد میں تین چیزیں حلال تھیں میں ان سے منع کرتا ہوں اور انہیں حرام قرار دیتا ہوں اور انکے ارتکاب پر سزا دونگا وہ ہیں متعہ النساء، متعہ الحج اور حی علیٰ خیر العمل۔ اور چاروں صورتوں کا جواب دیا گیا ہے کہ یہ امر ایسا نہیں کہ حضرت عمر کی ذات پر حرف آتا ہو، کیونکہ ایک مجتہد کی دوسرے مجتہد سے مسائل میں مخالفت بدعت نہیں ہے۔ آپ کے امام و عالم نے چند حلال امور کو حرام قرار دیا اور تم نے تسلیم کرلیا تو کیا آیت آپ لوگوں پر صادق نہ آئیگی۔

(۲) آپ کے اسی پیر و عالم نے کچھ ایسی چیزیں جو حضور (صلعم) کے زمانے میں دین میں شامل نہ تھیں، دین میں شامل کیں۔

۱۔ تاریخ کامل / ابن اثیر / مطبوعہ بیروت للطباعۃ / ص۵۹۔ نووی شرح مسلم (مع متن مطبوعہ نولکشور) باب الترغیب فی قیام رمضان / جلد ۱ / ص۲۵۹ ○ ھو اوّل من جمع الناس فی صلاۃ الجنائز علیٰ اربع تکبیرات وکانوا قبل ذالک یصلون اربعاً وخمساً وستاً وھو اوّل من جمع الناس علیٰ امام یصلی لہم التراویح فی شہر رمضان وکتب بہ الی البلدان وامرھم بہ۔ **ترجمہ :** وہ (حضرت عمر) پہلے شخص ہیں جنہوں نے لوگوں کو نمازِ جنازہ میں چار تکبیر پر اکٹھا کیا اس سے پہلے چار بھی، پانچ بھی اور چھ بھی پڑھی جاتی تھیں اور وہ پہلا شخص ہیں جنہوں نے ماہ رمضان میں تراویح کی نماز میں لوگوں کو ایک امام کے پیچھے نماز پڑھنے پر جمع کیا اور اسے دوسرے شہروں میں لکھ بھیجا اور انہیں اسکا (یعنی تراویح با جماعت) پڑھنے کا حکم دیا۔

۳۔ آپ کی کتب سنت نبی (صلعم) کے ساتھ امام عادل کی سنت کو بھی جزوِ دین قرار دیتی ہیں اور امام عادل کی سنت

تب ہی جزو دین و شریعت قرار دی جا سکتی ہے جب امام عادل کو شریعت ساز اور حرام و حلال میں مختار مان لیں (حافظ جی جس امر کا الزام ہمیں لگا رہے تھے خود اُس الزام کے خطرہ میں ہیں۔

کنز العمال / جلد اوّل (مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت) کتاب الامارۃ (الاکمال) حدیث نمبر ۱۴۶۱ ۱۲۷ ○ السنّۃ سنتان سنّۃ من نبی مرسل وسنۃ من امام عادل۔ **ترجمہ:** سُنتیں دو سُنتیں ہیں ایک اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے نبی کی سنت اور دوسری امام عادل کی سنت۔

۴: ایسے امر کے شواہد لانے کی ضرورت نہیں کہ اہل سنت کے نزدیک سیرۃ الشیخین کی اتباع واجب اور جزو دین ہے، تبھی حضرت علی علیہ السلام کو سیرۃ الشیخین کی اتباع سے انکار کی وجہ سے خلافت سے محروم کر دیا گیا، اب حافظ جی ہی بتا سکیں گے کہ جب ان کی سیرۃ (یعنی قول و فعل) کی اتباع ہم پر واجب ہے تو یہ شارع (شریعت ساز) حرام و حلال میں مختار ٹھہرے پھر ہم انکے شریعت ساز ہونے سے کسطرح انکار کر سکتے ہیں جب ان پر شریعت ساز کی تعریف (یعنی اطاعت قول و فعل) صادق آتی ہے (اس مسئلہ پر سوال نمبر ۱ کے جواب میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔

سوال نمبر ۲۳

:- کیا آئمہ دین نفع نقصان پہنچانے پر قادر ہیں؟ اگر ایسا ہے تو رجال کشی کی اس حدیث کا مطلب کیا ہے کہ جعفر بن واقد اور ابو الخطاب کے ساتھیوں نے کہا کہ "امام وہ ہوتا ہے جو آسمان و زمین میں حاجت روا ہوتا ہے" تو امام ابو عبد اللہ نے فرمایا ہرگز نہیں، خدا انکو اور مجھکو کہیں جمع نہ کرے وہ یہود و نصاریٰ آتش پرست اور مشرکوں سے بھی برے ہیں .... خدا کی قسم اہل کوفہ کی میں اس (مشرکانہ بات) کو تسلیم کروں تو زمین میں دھنس جاؤں۔ وما انا الا عبد مملوک لا اقدر علی اضر شئی ولا نفع شئی۔ میں اللہ کا مملوک بندہ ہوں نہ کسی کے نقصان پر قادر ہوں نہ کسی کے نفع پر۔

جواب: قولہ: کیا آئمہ دین نفع نقصان پہنچانے پر قادر ہیں۔

اقول:- ہر قدرت و قوت کا مالک خلاقِ عالم ہے لیکن خلاق عالم نے اپنی مخلوق کے ہر ادنیٰ و اعلیٰ فرد کو کچھ نہ کچھ قدرت و قوت سے نوازا ہے، بالذات تو اللہ تعالیٰ کی افضل ترین مخلوق فرشتے تک ایک معمولی حرکت پر قادر نہیں لیکن باذن اللہ اسکی ادنیٰ ترین مخلوق چیونٹی بھی کچھ نہ کچھ نفع و ضرر پہنچانے پر قادر ہے اگر مخلوق سے نفع و ضرر کی مطلقاً نفی کر دی جائے تو احسان و ظلم، حسن اخلاق اور بد خلقی، عمل صالح اور عمل بد کے الفاظ بے معنی ہو جائیں گے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "ویتعلمون ما یضرھم ولا ینفعھم وما ھم بضارین بہ الا باذن اللہ۔ **ترجمہ:** اور وہ (جادو) سیکھتے جو انہیں نقصان دے اور نفع نہ دے اور وہ اس (جادو) کے ذریعے نہیں نقصان دیتے تھے مگر اللہ تعالیٰ کے اِذن سے۔ اِس آیت کریمہ سے واضح ہے کہ وہ بذریعہ جادو نفع و نقصان پہنچانے پر قادر تھے لیکن بذات نہیں باذن اللہ۔ لہذا باذن اللہ نفع و نقصان پر قادر ہونے کی نفی تو کسی بھی مخلوق سے نہیں کی جا سکتی، اسی طرح باذن اللہ حاجت روائی کی بھی نفی نہیں کی جا سکتی۔ بلکہ ہر مخلوق کسی نہ کسی حد تک دوسری مخلوق کی حاجت روا ہو سکتی ہے گو انکی حاجت روائی کی کیفیت و کمیت میں زمین و آسمان کا فرق ہو، اگر ایک انسان دوسرے انسان کی حاجت روائی کے قطعی ناقابل و غیر قادر ہو تو حضور صلعم کا مسلمانوں کو اپنے مسلمان بھائی کی حاجت روائی کا حکم اور ترغیب دینا (عیاذاً باللہ) عبث ہو جاتا ہے حالانکہ حضور صلعم کا ارشاد ہے "من کان فی حاجۃ اخیہ کان اللہ تعالیٰ فی حاجتہ۔ **ترجمہ:** جو اپنے مومن

بھائی کی کوئی حاجت پوری کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسکی حاجت پوری کرتا ہے۔

جہاں تک قادر بالذات قادرِ مطلق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے وہی مطلق حاجت روا ہے وہی حاجت روائے کل ہے، ہم محمدؐ و آلِ محمدؐ (صلوٰۃ اللہ علیہم) کو حاجت روائے مطلق بالذات نہیں کہتے بلکہ ہمارا عقیدہ یہ ہے ہر عطیہ ہر فیض اللہ تعالیٰ کیطرف سے ہے لیکن انکی وساطت و وسیلہ سے پہنچتا ہے۔

سیر و سلوک (علامہ باقر مجلسی) ص ۶۸ ○ فکذالک فی افاضۃ الفیوض والکمالات ھم وسائط بین ربھم و بین سائر الموجودات فکل فیض یبتدئ بھم علیھم السلام ثم ینقسم علی سائر الخلق

ترجمہ! پس اسیطرح وہ (محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم الصلوٰۃ) اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے درمیان اسکے فیوض و کمالات کے حصول کا واسطہ ہیں پس ہر فیض انہی (علیہم السلام) سے شروع ہوتا ہے اور پھر تمام موجودات پر تقسیم ہوتا ہے۔ (سوال نمبر ۵ کے جواب میں انکے باذن اللہ حاجت روا ہونے پر روشنی ڈال چکا ہوں۔ سوال نمبر ۲۵ کے جواب میں مزید وضاحت کرونگا۔

سوال نمبر ۲۴

: کیا آئمہ عالم الغیب اور ظاہر و باطن سے آگاہ تھے؟ اگر ایسا ہو تو آئمہ نے اس کی تردید کیوں کی ہے۔ (۱) ابو نصر نے امام کو بتایا کہ لوگ آپکے متعلق کہتے ہیں کہ آپ بارش کے قطرے، ستاروں کی تعداد، درختوں کے پتے، سمندر کا وزن، مٹی کی گنتی جانتے ہیں تو آپ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر فرمایا، "سبحان اللہ، سبحان اللہ (اللہ اس شرک سے پاک ہے)" واللہ ما یعلم ھذا الا اللّٰہ (رجال کشی ص ۹۳) بخدا کوئی نہیں جانتا ان باتوں کو، صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ (۲) امام جعفر صادق نے فرمایا، تعجب ہے ان لوگوں پر جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ہم غیب جانتے ہیں، حالانکہ اللہ عزوجل کے سوا علم الغیب کوئی نہیں جانتا۔ میں نے اپنی فلاں باندی کو مارنا چاہا وہ مجھ سے بھاگ گئی، میں نہ جان سکا کہ وہ گھر کے کس کمرے میں ہے۔ (اصول کافی / جلد اول / ص ۲۵۷)

جواب - قولہ

: کیا آئمہ عالم الغیب اور ظاہر باطن سے آگاہ

اقول : جی نہیں! آئمہ علیہم السلام عالم الغیب نہیں تھے، عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، ہاں آئمہ ان ذواتِ مقدسہ میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ جب چاہے اور جتنا چاہے غیب پر مطلع کر دیتا ہے۔

"عالم الغیب فلا یظھرہ علی غیبہ احداً، الا من ارتضی من الرسول"۔ پ ۲۹ ۱۲ (وہ عالم الغیب ہے اپنے غیب سے کسی کو واقف نہیں کرتا مگر اس رسول کو جسے پسند کرے۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ آئمہ علیہم السلام حضور (صلعم) کے بعد محدثین ہیں جیسے پہلے انبیاء کے بعد ہوا کرتے تھے۔ پہلے انبیاء کے بعد محدثین کے تشریف لانے کی تصدیق آپکی احادیث سے بھی ہوتی ہے۔

مسلم / جلد ۲ / کتاب الفضائل / باب من فضائل عمر ○ عن عائشہ عن النبی (صلعم) انہ کان یقول قد کان یکون فی الامم قبلکم محدثون فان یکن فی امتی منھم احد فان عمر بن الخطاب منھم قال ابن وھب تفسیر محدثون ملھمون۔ **ترجمہ!** عائشہ سے روایت ہے، نبی کریم (صلعم) فرمایا کرتے تھے، تم سے پہلے کی امتوں میں محدثون ہوا کرتے تھے اگر میری امت میں ان میں کوئی ہو

تو تحقیق حضرت عمر بن عبدالعزیز ان میں سے ہے۔ ابن وہب نے کہا کہ محدثون کے معنی ہیں ملہمون یعنی جنہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوتا ہے۔

حافظ جی! آپکی احادیث کہتی ہیں اگر کوئی محدث ہوا تو حضرت عمرؓ ان میں سے ہیں، ہماری احادیث میں ملتا ہے کہ حضور صلعم کے بعد محدث ہوئے اور وہ آئمہ اہل بیت ہیں۔ اصول کافی / کتاب الحجۃ / باب ان الائمۃ علیہم السلام محدثون مفہمون۔ ٥ عن محمد بن اسمٰعیل قال سمعت ابا الحسن علیہ السلام یقول الائمۃ علماء صادقون مفهمون محدثون۔ محمد بن اسمٰعیل سے روایت ہے اس نے کہا میں نے امام ابو الحسن (الرضا) علیہ السلام کو کہتے ہوئے سنا کہ آئمہ عالم ہیں صادق ہیں فہم و فراست عطا کیئے ہوئے ہیں محدث ہیں۔

پس آئمہ محدث ہیں اور آپ کے اور شیعہ مفسرین کی تفسیر کے مطابق ملہم ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوتا ہے اور بذریعہ الہام اللہ تعالیٰ انہیں جب اور جتنا چاہتا ہے علم غیب سے مطلع فرما دیتا ہے اور جس غیب سے چاہتا ہے انہیں بے خبر رکھتا ہے یہ عالم الغیب نہیں مطلع علی الغیب ہیں۔

قولہ: اگر ایسا ہو تو اسکی تردید ....

اقول: حافظ جی! ایسا نہیں ہے۔ آئمہ عالم الغیب نہیں بلکہ بذریعہ الہام غیب پر مطلع ہوتے ہیں ہم بھی امام علیہ السلام کے فرمان کی تصدیق میں ان اشخاص کی تردید کرتے ہیں جو آئمہ علیہ السلام کو عالم الغیب کہتے ہیں، امام علیہ السلام کے اس ارشاد کو تسلیم کرتے ہیں اصول کافی / جلد اول / کتاب الحجۃ / باب نادر فیہ ذکر الغیب۔ ٥

عن عمار الساباطی قال سألت ابا عبداللّٰہ علیہ السلام عن الامام ھل یعلم الغیب فقال لا ولکن اذا اراد ان یعلم الشئ اعلمہ اللّٰہ ذالک الشئ۔ **ترجمہ:** عمار ساباطی سے روایت ہے، اس نے کہا میں نے امام علیہ السلام سے امام کے متعلق پوچھا کہ کیا امام علم غیب جانتا ہے؟ فرمایا، نہیں! لیکن جب چاہے کہ کسی چیز کو جانے تو اللہ تعالیٰ اسے اس چیز کے متعلق جتلا دیتا ہے (ایسے امور جنکے متعلق امام کا ارشاد ہو کہ "میں نہ جان سکا" تو علم ذاتی کی نفی اور علم الہامی کے ارادہ کرنے کی طرف اشارہ ہے۔

سوال نمبر "۲۵"

: کیا غیر خدا کو نافع و ضار جان کر پکارنا جائز ہے، اگر ایسا ہے، تو امام اپنی دعا میں اسکی نفی کیوں کرتے تھے، امام جعفر صادق علیہ السلام تکلیف کے وقت یوں دعا مانگا کرتے تھے کہ اے اللہ! تو نے مشرک قوموں کو طعنہ دیا اور فرمایا ہے، اے لوگو! پکار کر دیکھو ان لوگوں کو، جنکو اللہ کے سوا تم نے کارساز سمجھ لیا ہے پس وہ تم سے کوئی تکلیف دور کرنے یا ہٹانے کے مالک نہیں (بنی اسرائیل) پس اے وہ ذات کہ میری تکلیف کو دور کرنے اور ہٹانے کا مالک، اسکے سوا اور کوئی نہیں تو محمدؐ و آل محمدؐ پر رحمت بھیج میری تکلیف دور کر دے اور اس شخص پر پھیر دے جو تیرے ساتھ اور حاجت روا پکارتا ہے حالانکہ تیرے بغیر کوئی فریاد رس نہیں (اصول کافی / جلد ۲ / کتاب الدعا)

جواب:- سوال نمبر ۲۳ کے جواب میں ذکر کر چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی ہر مخلوق کچھ نہ کچھ نفع و ضرر پر قادر ہے، ورنہ ایسی چیز جس سے نہ نفع ہو نہ ضرر، اسکا پیدا کرنا عبث ہوگا اور خداوند کریم کا کوئی فعل عبث نہیں ہو سکتا۔

کسی مخلوق کو اسی حد تک نافع و ضار جان کر پکارنا جس حد تک اللہ تعالیٰ نے اسے نفع و ضرر کا مالک بنایا ہے کوئی قباحت نہیں ہم ایک دن میں بیسیوں دفعہ بیسیوں مخلوق کو ان سے نفع حاصل کرنے کیلئے پکارتے ہیں، ضرر سے بچنے کیلئے مضر مخلوق کو دھتکار

ہیں، قرآن کریم میں ارشاد ہے " اذ تصعدون ولا تلٰون علی احد والرسول یدعوکم فی اخرٰکم ..... الایۃ (جنگِ احد کے دن جبکہ تم چڑھے جارہے تھے اور کسی طرف مڑ کر نہیں دیکھتے تھے اور تمہارے پیچھے تمہیں رسول پکار رہا تھا ..... الایہ - اَب حافظ جی ہی بتائیں حضور (صلعم) اپنے صحابہ کو کسی نفع ونقصان کے قابل سمجھ کر پکارے جارہے تھے یا ویسے ہی ؟

ھاں! ایسے امر میں نافع وضار جان کر پکارنا جو انسانی قدرت وطاقت سے باہر ہوں نیز وہ امور خاصۂ خداوندکریم ہوں جیسے موت وحیات، صحت ومرض، درازئ عمر وغیرہ ایسے امور میں مخلوق کو ان پر قادر ومختار جان کر طلب نفع اور دفع ضرر کیلئے پکارنا بلا شک شرک ہے اور بحمداللہ شیعہ اس گمراہی سے محفوظ ہیں۔

امام علیہ السلام کی دعا کے ترجمہ میں اپنے مفید مطلب بنانے کیلئے حافظ جی نے کچھ تحریف کی کوشش کی ہے۔ الفاظ ملاحظہ ہوں،

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال کان یقول عند العلۃ اللھم إنک عیّرت اقواماً فقلت: قل ادعو الذین زعمتم من دونہ فلا یملکون کشف الضر عنکم ولا تحویلا یا من لا یملک کشف ضری ولا تحویلہ عنی احد غیرہ صل علی محمد وآل محمد واکشف ضری وحولہ الی من یدعو معک الٰھا آخر۔ لا الہ غیرک۔

حافظ جی نے "کان یقول عند العلۃ" کا ترجمہ کیا ہے " امام جعفر صادق تکلیف کے وقت یوں دعا مانگتے تھے" حالانکہ اسکا ترجمہ ہے " بیماری کیوقت کہا کرتے تھے" العلۃ کے معنی بیماری یا مرض ہیں تکلیف نہیں۔ اسیطرح " وحولہ الی من یدعو معک الٰھا آخر۔ لا الہ غیرک" کا ترجمہ کیا ہے " اور اس شخص پر پھیر دے جو تیرے ساتھ اور حاجت روا پکارتا ہے۔ حالانکہ تیرے سوا کوئی فریاد رس نہیں" صحیح ترجمہ یوں ہے " اور اس شخص پر پھیر دے جو تیرے ساتھ اور معبود کو پکارتا ہے، تیرے بغیر کوئی معبود نہیں۔

۱۔ امام علیہ السلام بیماری کیوقت اپنی دعا میں یہ الفاظ " تونے مشرکوں کو طعنہ دیا ..... الخ۔ اسطرف اشارہ ہے کہ حیات و ممات، صحت ومرض، اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے کسی مخلوق کو ان امور پر قادر سمجھنا شرک ہے لیکن اللہ سے ان امور کے طلب کرتے ہوئے محمدؐ وآلِ محمدؑ کو واسطہ ووسیلہ بنانا بھی ضروری ہے کیونکہ ارشادِ قرآنی اور حدیثِ نبویؐ سے ثابت ہے کہ ہر عطیۂ الٰہی اور فیضِ خداوندی ان ہی کی وساطت اور برکت سے مخلوق تک پہنچتا ہے۔

۲۔ امام علیہ السلام نے اپنی دعا میں اس توسل (یعنی محمدؐ وآلِ محمدؑ) کے وسیلہ ہونے کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے کہ دعا کو " صل علی محمد وآلِ محمدؑ " سے شروع کیا ہے۔

حافظ جی! شیعہ محمدؐ وآلِ محمدؑ کو نافع وضار بالذات اور نفع وضرر پر مطلق قادر ومختار نہیں سمجھتے، ان سے نہیں مانگتے۔ ان کے وسیلہ سے مانگتے ہیں۔ سوال والتجا اللہ تعالیٰ سے ہے، توسل محمدؐ وآلِ محمدؑ سے ہے۔ اگر حافظ جی متعصبانہ کج فہمی سے توسل کو بھی عبادت کا نام دیکر شرک کا فتویٰ لگانے والے ہوں تو میں بخاری شریف کی اس حدیث کو پیش کرونگا۔

بخاری مع شرح فتح الباری / مطبوعہ الازہر / کتاب الصلوٰۃ / باب سوال الناس / حدیث نمبر ۱۰۱۰ ○ عن عمر بن الخطاب کان اذ قحطوا استسقی بالعباس فقال اللھم انا کنا نتوسل الیک بنبینا (صلعم) اذا قحطنا فتسقینا وانا نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا فیسقون۔ ترجمہ: جب لوگ قحط میں مبتلا ہو

جاتے تو حضرت عمرؓ حضرت عباسؓ کے وسیلہ سے بارش طلب کرتے تھے اور کہتے تھے" اے اللہ جب ہم قحط میں مبتلا ہوتے تھے تو تیری طرف اپنے نبی (صلعم) کو وسیلہ بناتے تھے اور ہم سیراب کیئے جاتے تھے اور تحقیق ہم وسیلہ بناتے ہیں تیری طرف اپنے نبی (صلعم) کے چچا کو کہ ہم کو سیراب فرما" پس سیراب کیئے جاتے تھے۔

ینابیع المودۃ میں ان استسقاء کی نمازوں کی مزید تشریح ملاحظہ فرمائیں۔ ینابیع المودۃ / الباب التاسع والخمسون مافی کتاب الصواعق محرقۃ / الفصل فی الآیات الواردۃ فی فضائل اہل البیت۔ ● و فی تاریخ دمشق الناس کرروا الاستسقاء عام الرمادۃ سنۃ سبع عشرۃ فی الھجرۃ فلم یسقوا فقال عمر بن الخطاب لاستسقین غداً بمن یسقی اللّٰہ بہ فلما اصبح غدا عند العباس وقال لہ اخرج بنا حتی نستسقی اللّٰہ بک۔ قال العباس یا عمر اقعد فی بیتی فارسل الی بنی ھاشم ان تطھروا وتلبسوا من صالح ثیابھم فاتوہ فاخرج طیباً فطیبھم ثم خرج العباس وعلی امامہ والحسن عن یمینہ والحسین عن لیسارہ و بنو ھاشم خلف ظھرہ وقال لاتخلط بنا غیرنا۔ ثم اتوا المصلیٰ فوقفوا ثم العباس حمد اللّٰہ واثنی علیہ فقال" اللھم ...... فتفضل علینا فی اخرہ" قال جابر ما تم دعائہ حتی تسحب علینا سحاب فما وصلنا الی منازلنا الا بللناس المطر۔

ترجمہ: نیز تاریخ دمشق میں ہے کہ عام رمادہ ۱۷ ہجری میں لوگوں نے بار بار نماز استسقاء پڑھیں لیکن سیراب نہ کیئے گئے، پس عمرؓ نے کہا کہ کل میں ایسے وسیلے سے طلب باراں کروں گا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہمیں سیراب کریگا پس جب صبح ہوئی تو عباسؓ کے پاس گئے اور کہا، ہمارے ساتھ چلیئے تاکہ آپکے توسل سے طلب باراں کریں عباس نے کہا! اے عمر آپ تو میرے گھر میں بیٹھے رہیں، پس بنی ہاشم کو پیغام بھیجا کہ طہارت کریں اور بہتر لباس پہن کر آئیں پس وہ آگئے تو خوشبو لائے اور انہیں خوشبو لگائی، پھر عباسؓ نکلے کہ انکے آگے حضرت علیؑ تھے دائیں طرف حضرت حسنؑ اور بائیں طرف حسینؑ انکے پیچھے بنی ہاشم، اور عباسؓ نے کہا کہ ہمارے ساتھ اور کوئی شامل نہ ہو یہاں تک کہ مقام نماز تک آئے اور کھڑے ہوگئے عباسؓ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی اور پھر دعا کی،" اے اللہ ..... جسطرح پہلے تو نے ہم پر فضل کیا اب آخر میں بھی ہم پر فضل فرما" جابر کہتا ہے کہ ابھی دعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ بادل چھاگیا اور ہم گھر پہنچنے سے پہلے بارش سے بھیگ گئے۔

حافظ! یہ حضرت عمر کا حضرت عباس کو توسل کیلئے اور حضرت عباس کا علیؑ، حسنؑ و حسینؑ کو بلانا، آپکے نزدیک نافع و ضار جان کر پکارنا ہے یا نہیں، اور پھر حضرت عمر اور حضرت عباسؓ کے متعلق آپکا کیا فتویٰ ہے۔ !

احتمال قوی ہے کہ امام علیہ السلام نے اپنی دعا میں اس آیت شریفہ کا حوالہ دیکر اس امر کی طرف اشارہ فرمایا کہ "صحت و تندرستی دینے والا تو خلاق عالم ہی کو سمجھو لیکن اپنی دعاؤں میں وسیلہ تلاش کرو،" کیونکہ اس آیت کے اگلے حصہ میں ان الی اللہ کو وسیلہ بنانے کا ذکر ہے" اولئک الذین یدعون یبتغون الی ربھم الوسیلۃ ایھم اقرب ویرجون رحمتہ۔ **ترجمہ:** وہ (فرشتے یا اللہ کے نبی) جنکی یہ عبادت کرتے ہیں وہ سب سے اقرب کو اپنے رب کی طرف وسیلہ بناتے ہیں اور اسکی رحمت کی امید کرتے ہیں۔ اس آیت شریفہ سے ظا

ہے کہ طلب رحمت کے وقت اقرب الی اللہ کو وسیلہ بنانا صالحین کی سنت ہے۔ (استدراک) ممکن ہے حافظ صاحب شور مچائیں کہ ترجمہ غلط ہے اسکا ترجمہ یوں ہونا چاہئیے: وہ (شخصیتیں) جن کو یہ پکار رہے ہیں وہ خود جو اُن میں سے سب سے اقرب ہے وہ بھی اس کے قرب کی تلاش میں ہیں۔

میں تسلیم کرتا ہوں کہ علماء و مفسرین نے اسکا ترجمہ یوں بھی کیا ہے لیکن جو ترجمہ میں نے کیا ہے اسے حافظ جی غلط نہیں کہہ سکتے۔ "یدعون" کا ترجمہ یعبدون (عبادت کرتے ہیں) پر تو جہاں تک میری تلاش کی رسائی ہے سب کا اتفاق ہے، دیکھئے تفسیر اتقان سیوطی / جلد دوم / النوع السادس و ثلاثون فی معرفۃ غریبۃ / ص۱۲ (سورۂ انعام) یدعون: یعبدون۔ البتہ "ایھم اقرب" کے متعلق مفسرین میں اختلاف رائے ہے بعض اسے "یبتغون" کی ضمیر کا بدل سمجھتے ہوئے ترجمہ کرتے ہیں:

سب سے اقرب بھی وسیلہ تلاش کرتا ہے اور بعض اسے یعنی "ایھم اقرب" کو وسیلہ کا بدل بناتے ہوئے ترجمہ کرتے ہیں وہ سب سے اقرب کو اللہ کیطرف وسیلہ بناتے ہیں، دیکھئے تفسیر خازن (مذکورہ بالا آیت کی تفسیر کے ضمن میں) و قولہ تعالیٰ ایھم اقرب معناہ ینظرون ایھم اقرب الی اللہ فیتوسلون بہ و قیل ایھم اقرب یبتغی الوسیلۃ الی اللہ و یتقرب الیہ۔ **ترجمہ:** اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد "ایھم اقرب" تو اسکا معنی یہ ہے کہ وہ دیکھتے ہیں کہ ان میں سے اقرب کون ہے پھر اسے اللہ تعالیٰ کیطرف وسیلہ بناتے ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ (اسکا معنی یہ ہے) جو اُن میں سے اقرب ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کیطرف وسیلہ چاہتا ہے اور اس کے قرب کا طلبگار ہے۔

خازن کے مصنف نے پہلے معنی کو (اقرب کو وسیلہ بنانے کو) اقویٰ قرار دیا ہے کیونکہ دوسرے قول کو قیل سے ظاہر کیا گیا ہے اور یہی انصاف ہے کیونکہ بخاری شریف کی مذکورہ بالا حدیث بتاتی ہے کہ حضور (صلعم) کے صحابہ کا یہی عمل تھا کہ مشکل کے وقت اقرب کو وسیلہ بناتے تھے۔

سوال نمبر ۲۶

۱- کیا تعزیہ بنانا اور اسکی تعظیم کی دعوت دینا عمل آئمہ کے خلاف اور بدعت ہے کہ نہیں؟ اگر بدعت ہے تو امام جعفر صادق کا یہ فتویٰ کیوں آپ پر صادق نہ آئے گا۔ ابوالعباس نے امام جعفر صادق سے پوچھا کہ بندہ کم از کم کس بات سے مشرک ہوتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا، جو ایک بات گھڑے اور اس کے ماننے پر لوگوں سے محبت رکھے اور انکار پر دشمنی رکھے۔

جواب: قولہ: کیا تعزیہ بنانا اور اسکی تعظیم کرنا عمل آئمہ کے خلاف...

اقول: تعزیہ اور اسکی تعظیم نہ عمل آئمہ اہل بیت کے خلاف ہے نہ بدعت۔ تعزیہ کو عمل غیر معمول آئمہ تو کہہ سکتے ہیں خلاف عمل آئمہ نہیں کہہ سکتے، اسی طرح تعزیہ کو بدعت نہیں بلکہ یکے از مصالح مرسلہ کہہ سکتے ہیں یعنی ایسا امر خیر کہ آئمہ کے زمانہ میں اس پر عمل کی نوبت نہ آئی ہو لیکن اصول شرعیہ کے مطابق ہو۔

حافظ جی کے دماغ میں یہ سب گڑبڑ اس لیئے ہو رہی ہے کہ حافظ جی "عمل خلاف عمل" اور "عمل غیر معمول" اور اسی طرح

بدعت اور مصالح مرسلہ کے درمیان فرق نہیں کرسکتے یا نہیں کرتے۔ ؎ سخن شناس نہ (ای) دلبرا سخن اینجا است۔

حافظ جی کے نزدیک ہر ایسا عمل جو حضور صلعم یا آئمہ علیہم السلام کے زمانے میں یا ان کے دستہائے مبارک سے ظہور پذیر نہ ہوا ہو اسے آپ بِلا لحاظ بدعت ہے۔ اگر بدعت کی یہی تعریف درست مانی جائے تو اس زمانے والے تو بدعت کے ایک بحرِ عمیق میں غرق نظر آئیں گے۔ اس ایجادات کے زمانہ میں سینکڑوں ہزاروں ایسی چیزوں کا استعمال کرتے ہیں (اور عبادات میں بھی کرتے ہیں) جن کا وجود حضور صلعم کے زمانہ میں نہ تھا، کیا ان کا استعمال خصوصاً عبادات میں بدعت ہوگا؟ (حافظ جی! جیسے مُلّا تو اذان، خطبہ، نماز میں لاؤڈ سپیکر کے استعمال کو اور سفر حج میں ہوائی سفر کو بدعات کہتے رہے ہیں لیکن افسوس! شنوائی نہیں ہوئی)

حافظ جی! بدعت ہر ایسے عمل کو نہیں کہتے جو حضور (صلعم) کے زمانہ میں معمول نہ رہا ہو، بلکہ بدعت وہ عمل ہے وہ امر ہے کہ نہ حضور صلعم کے عہد میں عمل ہوا ہو نہ وہ کسی ایسے اصول کے مطابق ہو جس پر حضور صلعم کے عہد میں عمل ہوتا رہا ہو یا کسی مسلمہ اسلامی اصول کے خلاف ہو، ایسا عمل جو حضور (صلعم) کے زمانے میں تو معمول نہ تھا لیکن ایسے اصول و قاعدہ کے مطابق ہے جو حضور صلعم کے زمانے میں معمول تھا۔ یا یہ کہ وہ مسلمہ اسلامی اصولوں میں سے کسی کے خلاف نہ ہو تو اسے مصالح مرسلہ کہتے ہیں۔ حافظ اصل بحث یہ نہیں کہ تعزیہ بدعت ہے کہ نہیں، علم بدعت ہے کہ نہیں... یا ..... یا بلکہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ غمِ حسینؑ موجب رضائے خدا و رسول ہے کہ نہیں؟ اگر غمِ حسینؑ امر باعث ثواب ہے تو اس کے تمام متعلقات و مقدمات باعثِ ثواب ہونگے (بشرطیکہ کسی مرتبع اسلامی حکم کیخلاف نہ ہوں) کیونکہ یہ امر کسی صاحب عقل سے پوشیدہ نہیں کہ واجب کے مقدمات (اسباب) کا مہیا کرنا بھی واجب اور مستحب کے مقدمات بھی مستحب ہیں۔

اب چونکہ غمِ حسینؑ اور ذکرِ حسینؑ اہلِ سنت کے نزدیک فعلِ حرام ہے۔ دیکھئے **صواعق محرقہ** (خلافت یزید) ص۲۲۳

قال الغزالی وغیرہ و یحرم علی الواعظ روایۃ مقتل الحسین وحکایاتہ وماجری بین الصحابۃ من التشاجر والتخاصم فانہ یہیج علی بغض الصحابۃ والطعن فیہم وہم اعلام الدین تلقی الائمۃ الدین عنہم و نحن تلقیناہ من الائمۃ درایۃ فالطاعن مطعون طاعن فی نفسہ و دینہ۔ **ترجمہ:** امام غزالی وغیرہ نے کہا ہے کہ واعظ پر امام حسینؑ کی شہادت اور اس کے واقعات کو بیان کرنا حرام ہے اور وہ جھگڑے اور رنجشیں بھی جو صحابہ کے درمیان تھیں بیان کرنا حرام ہے کیونکہ یہ (بیان) صحابہ سے بغض رکھنے پر ابھارتا ہے اور ان پر طعن کرنے پر ابھارتا ہے، دراں حالیکہ وہ (اصحاب) دین کے جھنڈے ہیں۔ آئمہ (مالک۔ شافعی حنبل) نے دین ان سے لیا اور ہم نے آئمہ سے۔ پس ان اصحاب پر طعن کرنیوالا، اپنے آپ پر طعن کرنیوالا مطعون ہے۔

امام غزالی اور دیگر اہلِ سنت علماء کے اس فتویٰ سے ظاہر ہے کہ ذکرِ حسینؑ اور بکاء علی الحسینؑ اہلِ سنت کے نزدیک حرام ہے۔ (اس لئے حرام نہیں کہ حضور صلعم نے منع فرمایا بلکہ ایسے ارشادات کتب اہلِ سنت میں بھی موجود ہیں جو بکاء علی الحسینؑ کو باعث ثواب و اجر بتاتے ہیں اور نہ اس لیے حرام ہے کہ بدعت ہے بلکہ) اس لیے حرام ہے کہ چند مسلمین طلقاء جنہیں زبردستی صف صحابہ میں شامل کر دیا گیا ہے ان کے مظالم کا ذکر آتا ہے) جب ذکرِ حسینؑ حرام تو بکاء علی الحسینؑ حرام۔ جب بکاء علی الحسینؑ حرام تو ایسے

اسباب و ذرائع جو موجب بکاء علی الحسین ہوں وہ بھی حرام و بدعت۔ لہٰذا حافظ جی کے نزدیک تعزیہ کا بدعت ہونا بعید از قیاس نہیں لیکن شیعہ حضور صلعم اور آئمہ علیہم السلام کے فرامین کی روشنی میں بکاء علی الحسینؑ کو باعثِ نجاتِ اخروی اور دلیل محبت اہل بیت جانتے ہیں لہٰذا من بکٰی علی الحسین او ابکٰی او تباکٰی وجبت لہ الجنۃ۔ لہٰذا انکے نزدیک تمام ایسے امور جو باعثِ ازدیادِ گریہ و بکا ہوں، مقدماتِ مستحب ہونیکی وجہ سے مستحب اور انکا بنانا مہیا کرنا باعثِ اجر و ثواب ہوگا۔

تعزیہ واقعۂ کربلا کو یاد دلاتا ہے اسے دیکھ کر امام حسین علیہ السلام کی ضریح مبارک کا نقشہ اور پھر شہادتِ حسینؑ کا منظر چشم تصوّر کے سامنے آجاتا ہے اور تعزیہ ازدیاد گریہ کا موجب ہے لہٰذا امر مستحب کا موجب و مقدمہ ہے اور کسی مسلمہ اصولِ اسلام یا حکمِ اسلام کے خلاف نہیں لہٰذا اسکا بنانا باعثِ اجر و ثواب ہے نہ کہ بدعت۔ (مزید تشریح اگلے سوالات کے جوابات میں)

سوال نمبر ۲۷ : بتلائیے بت پرستی کی کیا حقیقت ہے، قرآن پاک میں مذکور اصنام اور اوثان، لغت میں اُن بتوں کو نہیں کہتے جو اپنے معظم و محترم انسان کی شکل و صورت پر تراشے گئے ہوں، مشرکین ان بزرگوں کی یادگار مجسموں کی تعظیم میں رکوع، سجدہ، دعا، استعانت، نذر و نیاز، طلب حاجات وغیرہ امور شرکیہ بجا لاکر خدا کا تقرب ڈھونڈتے تھے: مانعبدھم الا لیقربونا (پ۲۳) ہم انکی عبادت نہیں کرتے مگر یہ کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں گے۔ یقولون ھولاءِ شفعاءنا عنداللہ (پ۱۱) اور کہتے ہیں یہ ہمارے اللہ کے ہاں سفارشی ہیں۔

ذرا انصاف سے کہیے کہ آج شکلِ انسانی پر یادگار کے بجائے اپنے معظم بزرگ کی قبر، ضریح، روضہ کی یادگار بنا کر اس کے ساتھ وہی مندرجہ بالا امور کیئے جائیں جو مشرکین اپنے بزرگوں کی یادگار مجسموں سے کرتے تھے اور اسے تقرب الی اللہ اور خدا کے ہاں سفارش اور نجات کا ذریعہ سمجھا جائے تو کیا یہ شرک نہیں ہوگا؟ عین اسلام ہوگا۔؟ ؎

بدل کے آتے ہیں زمانے میں لات و منات ۔ دیتے ہیں دھوکہ کھلا یہ بازی گر۔

جواب : قولہ : بتلائیے بت پرستی کی ..... صورت پر تراشے گئے۔

اقول : بُت پرستی سے مراد غیر اللہ کی عبادت خواہ وہ غیر اللہ.. کسی انسانی شکل پر تراشا ہوا پتھر ہو، خواہ جانور ہو، فرشتہ ہو، درخت ہو وغیرہ۔ دیکھئے لغت کی معتبر ترین کتاب "المنجد"۔ = وثن = صنم اور صنم = کل ما عبد من دون اللہ ؎ وہ وثن کے معنی "صنم" اور صنم کے معنی "اللہ تعالیٰ کے بغیر ہر وہ شے جس کی عبادت کیجائے"۔

اگر ہر تصویر و تمثیل، وثن ہوتی تو اللہ کے نبی سلیمان علیہ السلام جنوں کو تماثیل بنانیکا حکم نہ دیتے۔

پ۲۲ ع ۸ :- ومن الجن من یعمل بین یدیہ باذن ربہ ومن یزغ منھم عن امرنا نذقہ من عذاب السعیر۔ یعملون لہ مایشاء من محاریب وتماثیل وجفان کالجواب وقدور الراسیات ۔ **ترجمہ :** اور جنوں میں کچھ کو (اس کے مطیع کیا) جو اُس کے سامنے اللہ کے حکم سے کام کرتے

---

(۱) ؎ تیسیر الوصول / جلد ۲ / باب فص امکنۃ الصلاۃ / ص ۲۲۵ ○ عن عطا بن یسار قال قال رسول اللہ صلعم اللھم لاتجعل قبری وثنا۔ (اے اللہ میری قبر کو معبود نہ بنانا)

تھے۔ (ہم نے ناہیں کہہ دیا تھا) جس نے ہمارے حکم سے منہ موڑا اسے آگ کا عذاب دیں گے۔ وہ اس کے لیئے بناتے تھے محرابیں اور تماثیل اور تالابوں جیسے پیالے اور زمین پر گاڑی ہوئی ہانڈیاں۔ اب اسکی تفسیر اہلِ سنت کی تفسیر کی کتاب جلالین سے دیکھئے۔ (و تماثیل) ای یعملون له التماثیل ای صورًا من نحاس و رخام و زجاج قیل کانوا یصوّرون السباع والطیور و قیل کانوا یصوّرون صور الملائکة والانبیاء والصالحین فی المساجد لیراها الناس فیزدادو عبادة قیل یحتمل ان اتخاذ الصور کان مباحاً۔ **ترجمہ:** (و تماثیل) وہ تماثیل یعنی شکلیں بناتے تھے۔ تانبہ۔ سنگ مرمر اور شیشے سے، بعض نے کہا ہے کہ فرشتوں، نبیوں اور صالحین کی تصویریں (شکلیں) مسجدوں میں بناتے تھے تاکہ لوگ دیکھیں اور زیادہ عبادت کریں۔ احتمال یہ ہے کہ صورتوں کا بنانا انکے لیئے مباح تھا۔

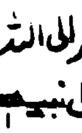
حافظ جی! اگر ہر قسم کی تصویر و تمثال وثن و صنم ہے تو جناب عائشہ رض کی گڑیوں کے متعلق آپکا کیا فتویٰ ہوگا؟ کیا حضور صلعم نے صرف جناب عائشہ کے پاس خاطر سے گھر میں اوثان کا موجود ہونا گوارہ کرلیا تھا۔

مشکوٰۃ / کتاب النکاح / باب عشرۃ النساء / الفصل الثانی / ص ۲۸۲۔ ⊖ عن عائشة قالت قدم رسول الله صلعم من غزوة تبوک او حنین و فی سهوتها (شبه الرف والطاق) ستر فهبت ریح فکشف ناحیة الستر عن بنات لعائشة لعب فقال ماهذا یا عائشة؟ قالت بناتی و رای بینهن فرساً له جناحان من رقاع فقال ماهذا الذی اری وسطهن قالت فرس قال و ما الذی علیه قالت جناحان قال فرس له جناحان قالت اما سمعت ان لسلیمان خیلاً لها اجنحة قالت فضحک حتی رایت نواجذه رواه ابوداؤد۔

ترجمہ: عائشہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلعم) غزوۂ تبوک یا حنین سے واپس تشریف لائے تو اس کے طاقچے پر پردہ پڑا ہوا تھا، ہوا چلی اور پردہ ایک طرف سے عائشہ کی گڑیوں سے ہٹ گیا، حضور صلعم نے فرمایا، اے عائشہ یہ کیا ہے؟" اس نے کہا میری گڑیاں ہیں اور حضور صلعم نے ان کے درمیان ایک گھوڑا دو پروں والا دیکھا اور فرمایا "اے عائشہ! اور یہ میں ان کے درمیان جو دیکھ رہا ہوں کیا ہے؟" اس نے کہا، گھوڑا۔ حضور صلعم نے فرمایا" اس پر یہ کیا ہیں؟ اس نے کہا، پر ہیں حضور صلعم نے فرمایا" گھوڑا اور اسکے پر!؟ اس نے کہا کیا آپ نے نہیں سنا کہ سلیمان (علیہ السلام) کے گھوڑوں کے پر تھے۔ اس پر حضور صلعم اتنے ہنسے کہ میں نے حضور صلعم کے سامنے کے دانت دیکھے۔

علمائے اسلام نے جاندار اشیاء کے مجسموں کو بعض نے حرام اور بعض نے سخت مکروہ اور ناپسندیدہ قرار کہا ہے لیکن آج تک کسی عالم نے کسی تصویر یا تمثال کو صنم یا وثن اور بنانے والے کو کافر و مشرک (سوائے حافظ جی کے) نہیں کہا ہے لیکن غیر جاندار چیز کا مجسمہ یا اسکی تصویر کو بالاتفاق جائز بتاتے ہیں، احادیث صحیحہ سے بھی یہی حکم مستنبط ہوتا ہے، لہٰذا اس بارے میں ملاحظہ

مسلم / مترجم وحید الزمان نعمانی / باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان / ص ۳۲۷ و بخاری / کتب البیوع / حدیث نمبر ۱۲۷۹ ۔ ○ عن سعید بن ابی الحسن قال جاء رجل الی ابن عباس رض فقال انی رجل اصوّر هذه الصور فافتنی فیها فقال له ادن منی فدنا منه ثم قال ادن منی فدنا حتی وضع یده علی راسه و قال انبئک بما سمعت من رسول اللہ صلعم یقول کل مصوّر فی النار یجعل له بکل صورۃ صوّرها نفساً فتعذبه فی جهنم وقال ان کنت لابد فاعلاً فاصنع الشجر وما لانفس له فاقرّبه نصر بن علی۔ ترجمہ: سعید بن ابی الحسن سے روایت ہے کہ ایک شخص ابن عباس کے پاس آیا اور کہا کہ میں ایسا شخص ہوں کہ یہ تصویریں بناتا ہوں پس میرے متعلق فتویٰ دے۔ ابنِ عباس نے اسے کہا، میرے قریب ہو۔ وہ قریب ہوا، پھر کہا قریب ہو، وہ قریب ہوا، یہانتک کہ ابن عباس نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیا اور کہا میں تمہیں بتاتا ہوں جو میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا ہر مصوّر نے جو صورۃ بنائی اسکو روح دیجائیگی اور وہ دوزخ میں اسے عذاب دیا کرے گی اگر تو ایسا کرنے پر مجبور ہے تو درخت یا کسی بے روح چیز کی تصویر بنا اس حدیث سے ثابت ہوا کہ غیر ذی روح کی تصویر و تمثیل بنانا ممنوع نہیں ہے اہل سنت کے علمائے اسلاف کے اقوال و فتاوی سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ تصویر یا تمثیل کسی محترم غیر ذی روح چیز کی ہو تو اسکا احترام لازم ہے۔



روضۃ الاحباب / فصل ششم / عادات سید السادات / لباس / نعل مبارک / ص ۶۶۸ : حضور صلعم کے نعل مبارک کی تصویر بنائی ہے اور اس کے احترام و فضیلت کے متعلق لکھا ہے : در کتاب تصحیح المصابیح تالیف العبد الفقیر الی اللہ للخیر محمد بن محمد الجزری من نظمه فیه لما نقل من خطه :۔ ○ یا طالباً تمثال نعل نبیه۔ هاتد وجدت الی اللقاء سبیلا۔ فاجعله فوق الراس واخضع واعتقد۔ نعال فیه قدمه وادلیه تقبیلا۔ من یدّعی الحب الصحیح فانه۔ یبدی علی ما یدعیه دلیلا۔ وهم آنجا نوشته که از جملۂ آنچه مجرب شده از برکات تمثال این نعل شریف آنست که هر کس آنرا دائم با خود دارد درمیان خلق قبولے تام باشد۔

ترجمہ: کتاب تصحیح المصابیح / تالیف محمد بن محمد الجزری میں ان کے اپنے خط سے لکھی نظم میں ہے ○ اے نبی کریم کے جوتے کی تصویر کے طلب گار۔ یہ تو نے ملاقات کا راستہ پالیا۔ اسے اپنے سر پر رکھ، عاجزی کر اور یہ اعتقاد رکھ کر جوتے میں حضور کا پاؤں موجود ہے۔ اور اسے چوم۔ جو صحیح محبت کا دعویٰ رکھتا ہو اسے چاہیئے کہ اپنے اس دعویٰ کی دلیل پیش کرے اور ان جملہ باتوں میں جنکا کئی دفعہ تجربہ کیا جاچکا ہے اس نعل شریف کی برکات کے متعلق ایک یہ بھی ہے کہ جو شخص ہمیشہ اس کو اپنے ساتھ رکھے گا لوگوں میں پوری پوری ہر دلعزیزی پائیگا۔

۲۔ دلائل الخیرات / الروضۃ المبارکۃ / ص ○ هذه صفة الروضة المباركة التى دفن فيها رسول اللہ (صلعم) و صاحباه ابوبکر و عمر، روضہ مبارک اور قبور مبارک کی تفصیل کے بعد لکھا ہے : **تنبیہ** : در ذکر قبور شریفہ دریں جا فائدہ آنست کہ زیارت کند ایں امثال را کسیکہ قدرت بزیارت روضہ ندارد و مشاہدہ بکند ایں شکل مبارک را

او محب و مشتاق بوسہ زند برآں از غایت محبت۔ و بیفزاید شوق خود را۔ و اکثر بزرگان برائے شکل مبارک خواص و برکات بسیار ذکر کردہ اند۔ **ترجمہ:** قبور شریفہ کی تصویر دینے کا فائدہ یہ ہے کہ اس تصویر کی زیارت کرلے اور مشاہدہ کرلے وہ شخص کہ جو روضۂ مبارکہ کی زیارت کی طاقت نہیں رکھتا اور محب و مشتاق انتہائی محبت کے ساتھ بوسہ دیکر اپنے شوق کو بڑھائے۔ اکثر بزرگوں نے اس شکل مبارک کے بہت سے خواص اور برکات بیان کی ہیں۔

۳۔ فتاویٰ عالمگیر

○ لاباس بتقبیل قبر والدیہ لان رجلاً جاء الی النبی (صلعم) فقال یا رسول اللّٰہ انی حلفت ان اقبل عتبۃ باب الجنۃ وجبھۃ حور العین۔ فامران یقبل رجل الاب وجبھۃ الام قال یارسول اللّٰہ ان لم یکن ابوای حیین فقال قبل قبرھما قال لم اکن اعرف قبرھما قال خط خطتین الواحد ھما قبر الام والاخر قبر الاب فقبلھما فلا تحنث فی یمینک۔ **ترجمہ:** والدین کی قبر کو بوسہ دینے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ نبی کریم صلعم کے پاس ایک شخص آیا اور کہا یا رسول اللّٰہ میں نے قسم کھائی ہے کہ جنت کی دھلیز کو اور حورعین کی پیشانی کو بوسہ دوں گا۔ پس حضور صلعم نے حکم دیا کہ باپ کے پاؤں کو اور ماں کی پیشانی کو بوسہ دے اس نے کہا یا رسول اللّٰہ صلعم اگر میرے والدین زندہ نہ ہوں تو؟ فرمایا ان دونوں کی قبر کو بوسہ دے اس نے کہا اگر میں انکی قبروں کو نہ جانتا ہوں تو؟ فرمایا کہ دو خط کھینچ ایک کے متعلق نیت کرکے یہ میری ماں کی قبر ہے اور دوسری کے متعلق نیت کرکے یہ میرے باپ کی قبر ہے انکو بوسہ دے اور اپنی قسم کو نہ توڑ۔ (گویا حکم دیا کہ ماں باپ کی قبروں کی تمثال بنا اور انہیں بوسہ دے)

قولہ: مشرکین ان بزرگوں کی .... اللّٰہ کے ہاں سفارشی ہیں۔

اقول: مشرکین ان یادگاروں کو اور مجسموں کی تعظیم نہیں کرتے بلکہ عبادت میں رکوع و سجود کرتے۔ عبادت اور تعظیم میں فرق ہے۔ غیراللّٰہ کی عبادت شرک ہے لیکن اللّٰہ تعالیٰ کے نزدیک محترم اشیاء (شعائر اللّٰہ) کی تعظیم و تکریم بنصِ قرآنِ کریم واجب و لازم ہے۔

پ ۱۷ ع ۱۱ (الحج) ذلک ○ ومن یعظم حرمات اللّٰہ فھو خیر لہ عند ربہ۔ ترجمہ: اور جو اللّٰہ تعالیٰ کی محترم اشیاء کی تعظیم کرتا ہے تو یہ اللّٰہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے لیئے اچھا ہے۔ (۲) پ ۱۷ ع ۱۱ (ایضاً) ومن یعظم شعائر اللّٰہ فانھا من تقوی القلوب۔ ترجمہ۔ اور جو اللّٰہ تعالیٰ کی علامتوں کی تعظیم کرتا ہے پس یہ بلاشک دلوں کے تقویٰ کی علامت ہے۔

شعائر اللّٰہ کیا ہیں؟ تفسیر خازن زیر آیۃ " ان الصفا والمروۃ من شعائر اللّٰہ" وشعائر اللّٰہ اعلام دینہ اصلھا من الاشعار۔ ترجمہ: شعائر اللّٰہ یعنی اس کے دین کی نشانیاں اسکا اصل اشعار یعنی خبر دینا ہے۔

حافظ جی! تعظیم شعائر اللّٰہ اور حرمات اللّٰہ نہ شرک ہے نہ بدعت بلکہ اطاعت امر اللّٰہ ہے۔

آئیے! اب دیکھیں کہ حرمات اللّٰہ کیا ہیں اور شعائر اللّٰہ کیا ہیں۔ (۱)

حرمات اللّٰہ

- مودۃ القربیٰ / المودۃ الثانی / العشر / ص ۹ ○ عن ابی سعید الحذری قال قال رسول اللّٰہ صلعم ان للّٰہ احب حرمات ثلاث من حفظھا حفظ امور دینہ و دنیاہ و من لم یحفظھا لم یحفظ اللّٰہ لا شیاء حرمۃ الاسلام و حرمتی و حرمۃ اھل بیتی۔

ترجمہ: رسول اللّٰہ صلعم نے فرمایا کہ اللّٰہ کے نزدیک محبوب ترین حرمتیں تین ہیں جس نے انکی حفاظت کی اللّٰہ تعالیٰ

دینی اور اس کے دنیاوی امور کی حفاظت کرے گا اور جس نے انکی حفاظت نہ کی اللہ تعالیٰ اسکی کسی چیز کی حفاظت نہیں کریگا وہ ہے اسلام کی حرمت نیز میری حرمت اور میرے اہل بیت کی حرمت۔

۲۔ شعائر اللہ

پ ۲ ع ۳۔ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللّٰہ۔ ترجمہ: بلاشک صفا اور مروہ (کی پہاڑیاں) اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے صفا اور مروہ کو شعائر اللہ قرار دیا کیونکہ یہاں ایک عظمت والی ماں کو اللہ تعالیٰ کے گھر کی حفاظت کے سلسلے میں مامتا کی سخت کڑی سے گزرنا پڑا۔ یہ پہاڑیاں اس واقعہ کو یاد دلا کر اللہ تعالیٰ کے حکم کو بجا لاتے ہوئے بڑی سے بڑی مشکل کو برداشت کرنے کی تلقین / سبق دیتی ہیں۔

پ ۱۷ ع ۱۲ (الحج) والبدن جعلنٰھا لکم من شعائر اللّٰہ لکم فیھا خیر۔ **ترجمہ:** ہم نے قربانی کے اونٹوں کو تمہارے لیئے اللہ کے شعائر میں سے بنایا ہے، تمہارے لیئے ان میں بہتری ہے چونکہ یہ قربانی کے جانور جناب اسمعیل علیہ السلام کی قربانی کو یاد دلا کر اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کے سامنے سر جھکانے اسکی عظمت کے اقرار کا سبق دیتے ہیں اسلیئے شعائر اللہ ہیں۔

مختصر یہ کہ ایسی مقدس ہستیاں، ایسی اشیاء، ایسے مقامات جو اللہ تعالیٰ کی جبروتیت، رحمت و نعمت کے مظاہر ہوں حرمات اللہ اور شعائر اللہ ہیں اور حرمات و شعائر کی تعظیم اللہ تعالیٰ نے واجب فرمائی ہے چونکہ بزرگان دین کی قبور و ضریح و روضہ کی یادگاریں اللہ تعالیٰ کی عظمت، رحمت و نعمت کو یاد دلاتی ہیں اس لیئے شعائر اللہ میں شامل ہیں لہٰذا انکی تعظیم باعث اجر و ثواب ہے اس تعظیم کو عبادت کے زمرے میں داخل کرتے ہوئے اس پر کفر و شرک کا فتویٰ عائد نہیں کیا جا سکتا۔ احکام دین میں اظہار عبودیت اور اظہار تعظیم کیلئے الگ الگ طریقے و اعمال مقرر کر کے عبادت و تعظیم میں امتیاز کر دیا گیا ہے۔ سجدہ و رکوع کو عبادت کے لیئے مخصوص کیا اور غیر اللہ کے سامنے سجدہ کو حرام قرار دیا۔ اظہار تعظیم کے طریقے اور اعمال مناسک حج سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ (۱) بوسہ دینا۔ جیسا کہ بیت اللہ کے ارکان اور عتبہ کو بوسہ دیا جانا۔ (۲) استلام (ہاتھ لگا کر ہاتھ کو منہ یا چہرہ پر رکھنا) (۳) التزام (سینے لگانا۔ عمارت سے لپٹنا)

۱۔ **مشکوٰۃ** ۔ (کتاب المناسک) باب دخول مکہ والطواف / ص ۲۲۷ ۔ عن الزبیر بن عربی قال سأل رجل ابن عمر عن استلام الحجر فقال رأیت رسول اللّٰہ صلعم یستلمہ ویقبلہ۔ **ترجمہ:** زبیر بن عربی نے روایت کی کہ ایک شخص نے عبداللہ بن عمر سے حجر (اسود) کے استلام کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلعم کو اسکا استلام کرتے اور بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے۔

۲۔ **نور الایضاح** / فرینڈز اون پریس / کتاب الحج / ص ۱۷۲ ۔ ومن السنۃ التزام الملتزم وھو ان یضع صدرہ و وجھہ علیہ والتشبث بالاستار ساعۃ داعیاً بما احب وتقبیل عتبۃ البیت۔ **ترجمہ:** سنت (نبویؐ) میں سے ہے ملتزم کا التزام اور وہ یہ ہے کہ اپنا سینہ اور منہ اس (ملتزم) پر رکھے اور سنت ہے کچھ وقت تک غلاف کعبہ کو تھامے رکھنا دعا مانگتے ہوئے جو وہ چاہے اور سنت ہے خانہ کعبہ کی دہلیز کو بوسہ دینا۔

حرمات اور شعائر اللہ (اسلام۔ نبی کریم صلعم اور اہل بیت) کی تعظیم کا تقاضا ہے کہ جو چیز انکی طرف منسوب ہو اسکی بھی تعظیم و احترام کیا جائے، ان کے اٹھنے بیٹھنے کے مقام، ان کے مزار، انکے مقامات و مزارات کی تمثیل سب قابل احترام

ہیں، (جیساکہ بیان ہوا)۔ انہیں بوسہ دینا۔ استلام و التزام کرنا، بدعت و شرک نہیں بلکہ طریقۂ تعظیم اور باعث اجر و ثواب ہے۔

یہ ٹھیک ہے کہ ذی روح خصوصاً انسان کی تصویر بنانا شرعاً حرام ہے لیکن اگر کسی صورت میں ان محترم (صاحبانِ حرمت) کی اشخاص کی تصاویر سے واسطہ پڑ جائے تو انکا احترام کرنا ہوگا اور ان تصاویر کی ہتک باعث ناراضیٔ خدا ہوگی۔

پ ۲ ع ۱۶ قال لھم نبیھم إن اٰیۃ ملکہ ان یاتیکم التابوت فیہ سکینۃ من ربکم و بقیۃ مما ترک آلِ موسیٰ و آل ھارون۔ **ترجمہ:** ان کے نبی نے ان سے کہا کہ اس (یعنی طالوت) کی حکومت کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ تابوت (واپس) آئیگا جس میں تمہارے رب کیطرف سے تمہارے لیئے تسلی کا سامان ہے اور آلِ موسیٰؑ اور آلِ ہارونؑ کی کچھ بقیہ چیزیں ہیں۔

اَب یہ تابوت جس میں اللہ تعالیٰ کیطرف سے سکینہ تھی، کیا تھا؟

تفسیر خازن / جلد اوّل / ص ۲۵۷ ○ وکانت قصۃ التابوت علیٰ ما ذکرہ علماء السیر و الاخبار ان اللہ تعالیٰ انزل علیٰ آدم علیہ السلام تابوتاً فیہ صور الانبیاء علیہم السلام و کان التابوت صندوقاً من خشب الشمشاد طولہ ثلاثۃ اذرع فی عرض ذراعین فکان عند آدم ثم صار الی شیث ثم توارثہ اولاد آدم الی ان بلغ ابراھیم علیہ السلام ثم کان عند اسماعیل لانہ کان اکبر اولادہ ثم صار الی یعقوب ثم کان فی بنی اسرائیل الی ان وصل الی موسیٰ۔

ترجمہ: تابوت کا قصہ جیساکہ اخبار و سیر میں مذکور ہے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر ایک تابوت اتارا جس میں انبیاء علیہم السلام کی تصویریں تھیں، یہ تابوت شمشاد کی لکڑی کا ایک تین ذراع لمبا دو ذراع چوڑا صندوق تھا لیس یہ آدمؑ کے پاس تھا پھر شیث کو ملا پھر آدمؑ کی اولاد برابر اسکی وارث ہوتی چلی آئی یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تک پہنچا پھر اسماعیلؑ کو ملا کیونکہ یہ ان کا بڑا بیٹا تھا پھر یعقوب کو ملا اور بنی اسرائیل کے پاس رہا یہاں تک کہ حضرت موسیٰؑ تک پہنچا۔

یہ تابوت ہی بنی اسرائیل کے لیئے باعث برکت تھا، اسی کو آگے آگے رکھتے اور جنگوں میں کامیاب رہتے، بنی اسرائیل کی بد اعمالیوں کی وجہ سے یہ تابوت عمالقہ بنی اسرائیل سے چھین کر لے گئے انہوں نے اس تابوت کی بے حرمتی کی اور عذاب اور بیماریوں میں مبتلا ہوئے۔ فاخرجوہ الی الصحراء و دفنوہ فی مخراۃ لھم فکان کل من تبرّز ھناک اخذہ الباسور و القولنج۔ **ترجمہ:** انہوں نے اسے شہر سے باہر ویرانہ میں جہاں وہ پاخانہ پھرا کرتے تھے دفن کر دیا اب جو بھی وہاں پاخانہ پھرتا تھا۔ بواسیر (پھوڑوں) اور قولنج میں مبتلا ہو جاتا تھا۔

صحابہ کرام حضور صلعم سے نسبت رکھنے والی چیزوں کی تعظیم کرتے ہیں۔

وفاء الوفاء / الجزء الثالث / الباب الثامن / فی زیارۃ النبی / فصل الثالث / ص ۱۴۰۴ ○ فقد روی ابوالحسین یحییٰ بن الحسین فی اخبار المدینۃ عن المطلب بن عبد اللہ بن حنطب قال اقبل مروان بن الحکم فاذا رجل ملتزم القبر فاخذ مروان برقبتہ ثم قال ھل تدری ما تصنع فاقبل علیہ فقال نعم إنی لم آتِ الحجر لم آتِ اللبن انما جئت رسول اللہ (صلعم) الا تبکوا علی الدین

اذا ولیہ اھلہ ولکن ابکو علیہ اذا ولیہ غیر اھلہ قال المطلب ذلک الرجل ابو ایوب الانصاری۔

ترجمہ : مطلب ابن عبداللہ سے روایت ہے کہ مروان بن حکم نے دیکھا کہ ایک شخص قبر سے لپٹا ہوا ہے۔ (قبرِ مبارک کو سینہ سے لگائے ہوئے ہے) پس مروان نے اسے گردن سے پکڑا اور کہا کہ جانتے ہو کیا کر رہے ہو۔؟ پس وہ شخص مروان کی طرف متوجہ ہوا اور کہا ہاں! میں ان پتھروں کے پاس نہیں آیا میں ان اینٹوں کے پاس نہیں آیا ہوں میں رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، دین کے والی وسرپرست اس کے اہل ہوں تو دین پر نہ رو ولیکن جب نا اہل اسکے سرپرست بن جائیں تو پھر دین پر ماتم کرو، مطلب نے کہا کہ وہ شخص ابو ایوب انصاری تھے۔ (مقصد یہ کہ جب تجھ جیسے نا اہل دین کے سرپرست ہوں تو دین کا اللہ ہی حافظ ہے)۔ اب بھی مروان کے مرید اسے شرک اور جناب ابو ایوب انصاری کے پیروکار صاحب قبر کی تعظیم سمجھتے ہیں

۲۔ وفاء الوفاء / ص ۱۴۰۵ ⬬ وفی تحفۃ ابن عساکر عن علی رضی اللہ عنہ قال لما رمس رسول اللہ صلعم، جاءت فاطمہ رضی اللہ عنہا موقعت علیٰ قبرہ (صلعم) واخذت قبضتہ من تراب القبر ووضعت علیٰ عینہا۔ **ترجمہ** حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلعم کو دفن کیا جا چکا تو جناب فاطمہ آئیں اپنے آپ کو قبر پہ گرا دیا اور قبر کی مٹی کو اپنی آنکھ پر رکھا۔

۳۔ رواہ ابن عساکر بسند جید عن ابی الدرداءؓ قال لما رجع عمر بن الخطاب رضؓ من فتح بیت المقدس فصار الی جابیتہ سالہ بلال ان یقرہ بالشام ففعل وذکر فی نزولہ بداریا قال ثم ان بلالاً رأ ی فی منامہ النبی صلعم، وھو یقول: ماھذہ الجفوۃ یا بلال اما آن لک ان تزورنی یا بلال فانتبہ حزیناً وجلاً خائفاً فرکب راحلتہ وقصد المدینہ فاتی قبر النبی صلعم فجعل یبکی عندہ ویمرغ وجہہ علیہ۔ **ترجمہ:** ابودرداء سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر نے فتح بیت المقدس کے وقت (شام) کا سفر کیا تو جابیہ پہنچے۔ بلال نے ان سے اسے شام ٹھہرانے (ٹھہرا رہنے) کی درخواست کی، انہوں نے ایسے ہی کیا۔ اس (راوی) نے اس کے داریا رہ جانے کا ذکر کیا ہے: پھر بلال نے رسول کریم صلعم کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں :- اے بلال! اس قدر زیادتی؟ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ ہماری زیارت کو آؤ، پس غمزدہ خوفزدہ بیدار ہوا، اپنی سواری پر سوار ہوا اور مدینہ کا قصد کیا، نبی کریم صلعم کی قبر پہ آیا اور اپنے چہرے کو قبر مبارک پر ملنے لگا۔

الشفاء / قاضی ابو الفضل / القسم الثانی / الباب الثانی / فی محبتہ صلعم / فصل منھا ومن اعظامہ والبارہ / ص ۲۱۷ ⬬ روی ابن عمر واضعاً یدہ علی مقعد النبی (صلعم) من المنبر ثم وضعھا علیٰ وجہہ۔ **ترجمہ :** حضرت ابن عمر کو دیکھا گیا کہ اپنا ہاتھ منبر کے اس مقام پر رکھتے تھے کہ جہاں نبی کریم صلعم بیٹھا کرتے تھے اور پھر اپنے منہ پر رکھتے تھے۔ (گویا استلام کرتے تھے)

بزرگانِ اسلاف کی تعظیم : ۴۔ وفاء الوفاء / الباب الرابع / فصل الثالث والعشرون

(۵۵۷ھ میں روضہ شریف کی دیوار گر گئی، حجرہ شریف کے اندر ایک لکڑی کا پیالہ ملا) ○ و وجد ھناک قعباً من خشب قد اصابہ وقوع الحائط فکسرہ۔ فحمل الی بغداد مع شئی من تراب الحائط وکان یوم وصول ذالک بغداد یوماً مشھوداً تجمع لاستقبالہ الناس وازدحموا علی رؤیتہ وعطلت الصناعات والبیع۔

ترجمہ: وہاں ایک لکڑی کا پیالہ پایا گیا جو دیوار کے گرنے سے ٹوٹ گیا تھا پس وہ پیالہ دیوار کی مٹی کیساتھ بغداد لے جایا گیا بغداد میں پیالے کے پہنچنے کا وہ دن قابلِ دید تھا لوگ اسکے استقبال کے لیئے جمع ہو گئے اس کی زیارت کیلئے ایک دوسرے پر ٹوٹے پڑتے تھے۔ کاروبار بند کر دیئے گئے۔

۵۔ حافظ ذرا اپنے مجدد جس کی تقلید میں آپ حرمات وشعائر کی تعظیم کے منکر ہو رہے ہیں، دیکھئے کہ ان کے مرنے پران کے مرنے پر ان کے معتقدین نے کیا کچھ نہیں کیا۔

البدایہ والنہایہ : مکتبہ قدوسیہ لاہور / جلد ۱۴ / ص ۱۵۳ / سنہ ۷۲۸ھ ○ ذکر وفاۃ شیخ الاسلام ابی العباس تقی الدین احمد بن تیمیہ فی لیلۃ الاثنین العشرین من ذی القعدۃ توفی الشیخ الامام ابن تیمیۃ الحرانی ثم الدمشقی بقلعۃ دمشق بالقاعۃ التی کان محبوساً بہا و حضر جمع کثیر الی القلعۃ واذن لہم فی الدخول علیہ وجلس عندہ جماعۃ قبل الغسل وقرأ و القرآن و تبرکوا برؤیتہ وتقبیلہ۔ ترجمہ: شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ بائیس ذی قعد کی شب اسی کمرہ میں جس میں محبوس تھے قلعۂ دمشق میں فوت ہوئے۔ ایک جماعتِ کثیر قلعہ کے قریب حاضر ہوئی انہیں داخل ہونیکی اجازت دی گئی اور ایک جماعت انکے پاس بیٹھ گئی غسل سے قبل، انہوں نے قرآن کریم پڑھا اور دیکھنے اور بوسہ دینے کی برکت حاصل کی۔

قولہ: ذرا انصاف سے کہیے.... تو یہ شرک نہیں ہو گا ؟

اقول : حافظ جی! شیعوں پر اتنا بڑا اتہام و افتریٰ باندھتے وقت تمہیں خوفِ خدا نہیں ہوا، آپ کا دِل نہیں کانپا، کہاں اور کس نے شیعوں کو اپنی ان متبرک شبیہوں کے سامنے سجدہ و رکوع کرتے دیکھا ہے؟ ہاں یہ ٹھیک ہے کہ ہم حرمت والے مقامات کی تمثال وتشبیہ کی تعظیم کرتے ہیں اور یہ عین اسلام ہے اسلام نے تعظیم کے جو طریقے مقرر کیئے ہیں انہیں طریقوں سے تعظیم کرتے ہیں، تقبیل سے یعنی بوسہ دیکر، استلام سے (ہاتھ لگا کر چہرے یا ماتھے پر رکھ کر، التزام سے یعنی سینے سے لگا کر یہی وہ طریقے ہیں جو صحابہؓ سے ہم تک پہنچے ہیں نہ ہی بزرگوں کی قبر و ضریح اور روضہ کی یادگار بنانا بت و بت پرستی ہے نہ ہی ان کی تعظیم و احترام کرنا عبادت کہلا سکتا ہے۔

سوال نمبر ۲۸ :

اگر تقرب الی اللہ کیلئے عظمت لات ومنات میں اس کی یادگار کے آگے ابو جہل جھکتا تھا تو یہ شرک تھا مگر کیا تقرب الی اللہ کی نماز میں عظمت حسین و علی سے سرشار ہو کر کربلا و نجف کی یادگار ٹکیہ پر شیعہ مومن جبینِ نیاز ٹیکتا ہے تو عینِ اسلام کی بات۔

جواب : حیران ہوں کہ ایسے کج و کج فہم کو کیا جواب دوں جو کسی چیز پر اللہ کے سامنے سرِ نیاز جھکانے کو غیر اللہ کے سامنے سرِ نیاز جھکانے کے مترادف قرار دے جو مصلیٰ یا مسجد کو مسجود قرار دے۔

حافظ جی! اگر عظمت سے سرشار ہو کر کسی چیز پر سجدہ کرنے سے وہ چیز مسجود و معبود بن جاتی ہے اور ایسا کرنے والا

لات و منات کے سامنے جھکنے والے کے ہم پلہ ہو جاتا ہے تو ذرا مندرجہ ذیل صورتوں میں فتویٰ صادر فرمائیے۔

۱۔ **کنز العمال** / جلد ۵ / کتاب الحج / آداب الطواف والاسلام / حدیث نمبر ۱۲۵۰۸ ● عن ابن عباس قال رایت رسول اللہ قبّل الحجر و سجد علیہ ثم قال رایت رسول اللہ یفعلہ۔ **ترجمہ:** ابن عباس سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ عمر بن الخطاب نے حجر اسود کو بوسہ دیا پھر اس پر سجدہ کیا پھر کہا میں نے رسول اللہ صلعم (۱) کو دیکھا کہ انہوں نے ایسا کیا۔ (ط والدارمی و ابن خزیمہ۔ ک۔ ق۔ ص)

۲۔ **کنز العمال** / حدیث نمبر ۱۲۵۱۵ ● عن طاؤس قال کان عمر یقبّل الحجر ثم یسجد علیہ ثلاث مرات و یقول لولا رایت رسول اللہ صلعم (۱) یقبلک ما قبلتک **ترجمہ:** طاؤس سے روایت ہے کہ عمر حجر اسود کو بوسہ دیا کرتے تھے پھر اس پر تین دفعہ سجدہ کرتے اور کہتے تھے اگر میں نے تجھے رسول اللہ صلعم (۱) کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے بوسہ نہ دیتا۔

حافظ جی ص! تعصب کی پٹی نے آپکی نگاہوں کو حق دیکھنے سے اور شیعیان علی علیہ السلام سے بغض و غیظ کی آگ نے آپ کی عقل کو معطل کر دیا ہے ورنہ آپکی صحاح ستہ میں سے چار کتابوں میں موجود ہے کہ سجدہ کے لیئے چٹائی، لکڑی یا کسی اور چیز کا ٹکڑا (جس پر سجدہ کرنا درست ہو) مخصوص کرنا سنت رسول صلعم (۱) ہے۔ (جسے ہماری اصطلاح میں سجادہ یا سجدہ گاہ کہتے ہیں۔)

کنز العمال / جلد ۷ / الکتاب الثالث، الشمائل الباب الثانی / متعلق بالعبادات / فصل الثانی فی الصلوٰۃ / حدیث ۱۷۹۴۱:

● کان صلعم (۱) یصلّی علی الخمرۃ۔ **ترجمہ:** حضور صلعم (۱) ہمیشہ خمرہ پر نماز پڑھتے ہوں گے۔ (خ دن ھ) یعنی بخاری ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ عن میمونہ)

اب یہ کہ خمرہ کیا ہے تو دیکھئے! النہایہ فی غریب الحدیث والاثر (لابن اثیر) باب الخاء مع المیم (خمر) / ص۷۷ فی حدیث ام سلمۃ (قال صلعم (۱) لہا وھی حائض ناولینی الخمرۃ) وھی مقدار ما یضع الرجل علیہ وجہہ فی سجودہ من حصیر او نسیجۃ خوص او نحوہ من النبات ولا تکون خمرۃ الا فی ھذا المقدار۔

ترجمہ: ام سلمہ کی حدیث کہ حضور صلعم (۱) نے اسے کہا جبکہ وہ حیض کی حالت میں تھیں کہ مجھے خمرہ اٹھا دو، تو یہ خمرہ اتنی مقدار میں ہوتا ہے کہ جس پر ایک شخص سجدہ میں اپنا منہ رکھ دے، یہ چٹائی یا کھجور کے پتوں سے بنا ہوتا ہے یا کسی اور نباتات کا ہوتا ہے، خمرہ نہیں ہوتا مگر اتنی ہی مقدار میں۔

مصنف تیسیر الوصول نے تو تسلیم کیا ہے کہ خمرہ وہی چیز ہے جسے آج کل شیعہ سجدہ کیلئے استعمال کرتے ہیں۔

تیسیر الوصول / جلد ۳ / الباب التاسع فی الحیض الفصل الاول فی حائض / حدیث نمبر ۱۶۔ ● وعنہا (ام سلمہ) قالت قال رسول اللہ صلعم (۱) ناولینی الخمرۃ من المسجد فقلت انی حائض فقال ان حیضتک لیست فی یدک (اخرجہ الخمسۃ الا البخاری) الخمرۃ حصیر صغیر من لیف او غیرہ بقدر الکف وھو الذی یتخذہ الشیعہ للسجود۔ **ترجمہ:** ام سلمہ سے روایت ہے کہ اس نے کہا مجھے رسول اللہ صلعم (۱) نے فرمایا کہ مسجد سے خمرہ اٹھا دے، میں نے کہا میں حائض ہوں، حضور صلعم (۱) نے فرمایا

حیف تیرے ہاتھ میں تو نہیں ہے۔

(اسے بخاری کے علاوہ پانچوں نے روایت کیا ہے) (الخمرۃ) پتوں کی چھوٹی چٹائی وغیرہ، ہتھیلی کے برابر، یہ وہی چیز ہے جسے شیعہ سجدوں کے لیے استعمال کرتے ہیں۔)

سوحافظ جی! چونکہ یہ سجدہ گاہ سنت رسول صلعم ہے (۱) اس لیے پتوں سے لکڑی سے یا مٹی سے سجدہ گاہ بنا کر اپنے پاس رکھتے ہیں اور اس پر سجدہ کرتے ہیں۔ (اکثر سنی حضرات نے شیعہ مسجدوں میں لکڑی کے سجدہ گاہ دیکھے ہوں گے) لیکن چونکہ مٹی پر سجدہ زیادہ خشوع اور زیادہ ثواب کا موجب ہے لہذا مٹی کے سجدہ گاہ کو ترجیح دیتے ہیں، دیکھئے

فتح الباری شرح صحیح البخاری / جلد ۳ باب اذا اصاب ثوب المصلی امرأته اذا سجد. قوله (وکان یصلی علی الخمرۃ)

○ قد تقدم ضبطها فی اٰخر کتاب الحیض قال ابن بطال لا خلاف بین فقهاء الامصار فی جواز الصلوٰۃ علیها الا ما روی عن عمر بن عبد العزیز انه کان یؤتی بتراب فیوضع علی الخمرۃ فیسجد علیه و لعله کان یفعله علی جهة المبالغة فی تواضع و الخشوع فلا یکون فیه مخالفة الجماعة وقد روی ابن ابی شیبه عن عروۃ بن الزبیر انه کان لا یسجد الا علی التراب۔ **ترجمہ:** (وکان یصلی علی الخمرۃ کی تشریح میں) خمرہ کے معانی وغیرہ کے متعلق کتاب الحیض کے آخر میں ذکر ہو چکا، شہروں کے فقہاء میں خمرہ پر نماز جائز ہونے میں کوئی اختلاف نہیں مگر یہ کہ عمر بن عبدالعزیز کے متعلق روایت ہے کہ وہ مٹی منگوا کر خمرہ پر رکھوا تا تھا تو شاید وہ تواضع اور خشوع میں زیادتی کے لیے ایسا کرتا ہوگا۔ پس یہ امر جماعت کی مخالفت نہیں ہوگا، ابن ابی شیبہ نے عروہ بن زبیر کے متعلق روایت کی ہے کہ وہ ہمیشہ خاک پر سجدہ کرتے تھے۔

فریقین کی روایات سے ظاہر ہے کہ مقدس مقامات کی خاک پر سجدہ کرنا اور زیادہ فضیلت رکھتا ہے، ہم مقدس مقامات کی خاک پاک کی سجدہ گاہیں بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

۱۔ **وفاء الوفاء** / الباب الرابع / الفصل السادس العشرون / ص ۶۵۶ ○ روی یحیٰی عن عبد الحمید بن عبد الرحمٰن الازہری قال قال عمر بن الخطاب حین بنی مسجد رسول اللہ (صلعم) ما ندری ما نفرش فی مسجدنا فقیل له افرش الخصف والحصیٰ قال هذا الوادی المبارک فانی سمعت رسول اللہ صلعم (۱) یقول العقیق وادٍ مبارک قال فحصبه عمر بن الخطاب۔ **ترجمہ:** ازہری نے کہا، عمر بن خطاب نے کہا، جب اس نے مسجد رسول اللہ صلعم تعمیر کی، میں نہیں جانتا کہ ہم اپنی مسجد میں کس چیز کا فرش کریں، کہا گیا کہ کھجور کے پتوں اور چٹائیوں کو فرش پر ڈالیں، حضرت عمر نے کہا یہ مبارک وادی ہے میں نے رسول اللہ صلعم (۱) کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ عقیق ایک مبارک وادی ہے اسی کے سنگریزے فرش پر ڈالے۔ ۲۔ **وفاء الوفاء** / جلد اول / الفصل السادس فی الاستشفاء بترابها / ص ۱۱۵ ○ قال ابو یوسف حدثنا شیخ عن رزین مولیٰ علی بن عبد اللہ بن عباس ان علیاً کتب الیه ان یبعث الیه قطعة من المروۃ فیتخذہ مصلی یسجد علیه۔ **ترجمہ:** علی بن عبداللہ بن عباس کے آزاد کردہ غلام رزین سے روایت ہے کہ علی (۱) نے اسے لکھا کہ نرم پتھر کا ایک ٹکڑا اسے بھیجیں کہ نماز میں اس پر سجدہ کرے۔

(۱) جب علی عراق میں تھا۔

کیوں حافظ جی ! عبداللہ بن عباس (تبرامت) کے بیٹے کے متعلق آپکا کیا فتویٰ ہے کہ وہ تقرب الی اللہ کی نماز میں عظمت مدینہ منورہ سے سرشار ہو کر مدینہ منورہ کے پتھر کو سجدہ گاہ بنانا چاہتے ہیں۔

اب حافظ جی کو کربلا ونجف کی خاک کے متبرک ومقدس ہونیکا انکار ہو تو ہو' ورنہ میرے خیال میں کوئی مسلمان جو احکام اسلام اور حضور (صلعم) کی حضرت علی وحسین علیہما السلام سے محبت سے آگاہ ہے ان مقامات کے مقدس ہونے سے انکار نہیں کر سکتا۔

وفاء الوفاء / مطبوعہ دار احیاء التراث بیروت / الفصل الثالث عشر فی احکام ھذا الحرم / ص۱۱۶ ○ وحکی البرھان ابن فرحون عن الامام العالم ابی محمد عبد السلام بن یزید الصنھاجی یقول سئلت احمد بن بکوت عن تراب المقابر الذی کان الناس یحملونه للتبرک ھل یجوز او یمنع فقال ھو جائز مازال الناس یتبرکون بقبور العلماء والشھداء والصالحین وکان الناس یحملون تراب قبر سیدنا حمزۃ بن عبد المطلب فی القدیم من الزمان۔ **ترجمہ :** ابو محمد عبد السلام بن یزید صنہاجی کہتا ہے کہ میں نے احمد بن بکوت سے مقابر کی مٹی کے متعلق سوال کیا جو لوگ تبرک کے لیئے اٹھائے جاتے ہیں کیا یہ جائز ہے یا ممنوع ؟ اس نے کہا جائز ہے' لوگ ہمیشہ علماء وشہداء اور صالحین کی قبروں کو متبرک سمجھتے رہے ہیں' قدیم زمانے سے حضرت حمزہ بن عبد المطلب کی قبر کی مٹی لے جایا کرتے تھے۔

اس تمام بحث کا نتیجہ یہ نکلا کہ سجادہ یا سجدہ گاہ یا خمرہ' سنت رسول ہے' مٹی پر سجدہ دینا فضیلت رکھتا ہے کربلا ونجف متبرک خطے ہیں لہذا ان کی مٹی سے سجدہ گاہ (خمرہ) لینا نماز میں زیادتی ثواب کا موجب ہے۔ نہ عیاذاً باللہ شرک کے مشابہ جیسا کہ حافظ جی کا خیال ہے۔

اب حافظ جی کے ہم خیال حضرات کے ایک اعتراض یا سوال کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ اگر شیعوں کا مقصد مقدس ومتبرک خطہ کی مٹی پر سجدہ کرنا ہے اس لیئے کربلا ونجف کی خاک سے سجدہ گاہ بناتے ہیں تو پھر حرم مدینہ اور حرم مکہ کی خاک سے سجدہ گاہ کیوں نہیں بناتے جبکہ ان دونوں حرموں کو یقیناً خطہ ہائے کربلا ونجف پر بھی شرف حاصل ہے۔ بلا شک زمین حرم مکہ وحرم مدینہ پر سجدہ کو زمین کربلا و نجف پر سجدہ دینے سے افضل سمجھتے ہیں لیکن مشکل یہ آن پڑتی ہے کہ حرم مکہ وحرم مدینہ کی خاک پاک سے سجدہ گاہ بنا کر زمین کے دیگر خطوں کیطرف نہیں لے جائے جا سکتے کیونکہ تمام اہل اسلام کے نزدیک ان حرموں کی مٹی کو حدود حرم سے باہر لے جانا اور باہر کی مٹی حدود حرم کے اندر لانا حرام وممنوع ہے

سنی روایت : وفاء الوفاء / الفصل الثالث / المسئلۃ الثامنۃ حکم نقل تراب الحرم المدنی / ص۱

○ جزم النووی بتحریم نقل تراب الحرم المدنی واحجارہ اکتفاءً بما ذکرہ من الخلاف فی الحرم المکی و صحح فیه التحریم والرافعی الکراھۃ۔ ونقلھا القاضی ابو الطیب عن نص الشافعی فی القدیم ونقل التحریم عن نصه فی الجامع الکبیر وقال فی الام فی حجارۃ الحرم وترابه : لا خیر فی ان یخرج منھا شئی الی الحل لان له حرمۃ باین بھا ماسواھا من البلدان فلدارى۔ واللہ اعلم۔ جائزاً لاحد ان یزیله من الموضع الذی باین به البلدان اذ یصیر کغیرہ۔ **ترجمہ :** نووی نے قطعی فتویٰ دیا ہے کہ حرم مدنی کی مٹی

اور پتھر کو حرم سے باہر لے جانا حرام ہے اور اختلاف کی بحث کو اسی قدر کافی سمجھا ہے جو حرم مکی کے بارہ میں کی ہے اور اس میں بھی صحیح امر حرام ہونے کو قرار دیا ہے، رافعی کراہت کا قائل ہے اور قاضی ابو طیب نے القدیر میں شافعی کی نص سے اسے (نفی تحریم کو) نقل کیا ہے۔ الجامع الکبیر میں اسی کی نص سے الام میں کہا ہے کہ "اچھائی نہیں ہے حرم سے کوئی چیز مٹی اور پتھر میں سے حل میں لے جانا، کیونکہ حرم کے لئے ایک حرمت ہے جس کی وجہ سے وہ دوسرے مقامات سے ممتاز ہے پس جائز نہیں کہ اسے ممتاز مقامات سے ہٹا کر دیگر مقامات جیسا بنا دیا جائے۔" الخ

شیعہ روایت: فروع کافی / جلد اوّل / کتاب الحج / باب کراھۃ ان یوخذ من التراب البیت / ص ۲۲۹

○ عن محمد بن مسلم قال سمعت ابا عبد اللّٰہ علیہ السلام یقول لا ینبغی لاحد ان یاخذ من تربۃ ما حول الکعبۃ وان اخذ من ذالک شیأً ردہ۔ **ترجمہ:** محمد بن مسلم سے روایت ہے اس نے کہا میں نے ابو عبد اللہ علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ کسی شخص کو نہیں چاہئیے کہ کعبہ کے ارد گرد (یعنی حرم) کی مٹی لے آئے اور اگر ایسا کر بیٹھے تو اسے (واپس حرم میں) پہنچائے۔

۲۔ ○ عن معاویہ بن عمار قال قلت لابی عبد اللّٰہ علیہ السلام اخذت سکاً من سک المقام وترابا من تراب البیت وسبع حصیات فقال بئس ما صنعت اما التراب وحصاۃ فردہ۔ **ترجمہ:** معاویہ بن عمار سے روایت ہے کہ اس نے کہا میں نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے کہا کہ میں مقام ابراہیم علیہ السلام کی میخوں میں سے ایک میخ اور خانہ کعبہ کی مٹی اور سات کنکر لے آیا ہوں آپؑ نے فرمایا تو نے برا کیا مٹی اور کنکروں کو واپس کر۔

سوال نمبر "۲۹" ○ قرآن پاک نے سینکڑوں آیات میں صبح و شام دوپہر دن رات، جلوت و خلوت میں صرف اپنی یاد اور ذکر کا بار بار حکم فرمایا ہے اپنے حبیب سے بھی یہ اعلان کروایا۔ ○ انما ادعو ربی ولا اشرک بہ احداً (الجن)۔ ترجمہ: بلاشبہ میں صرف اپنے رب کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا تو کیا مشاہدہ پر مبنی ایک عزادار نماز روزہ سے آزاد، داڑھی چٹ، مونچھیں دراز، مومن تبرا باز کا تسبیح ہاتھ میں لیکر جلنے یا علیؑ، یا علیؑ مدد، ناد علی، علی، علی، علی کے ورد بجا لانا کھلا شرک نہیں، کیا ذکر اللہ عبادت نہیں؟ اور اس میں حضرت علی اور حسین کو شریک کرنا گناہ عظیم نہیں ہے۔ بینوا۔

جواب: قولہ: قرآن پاک نے سینکڑوں آیات ... صرف اپنی یاد اور ذکر کا حکم بار بار فرمایا ہے۔

اقول: ایسی آیات کی تعداد سینکڑوں تک تو نہیں پہنچ سکتی، البتہ گیارہ آیات (پ ۲ ۲، پ ۲ ۹، پ ۲ ۱۵، پ ۵ ۱۱، پ ۶ ۵، پ ۸ ۱۶، پ ۸ ۱۷، پ ۱۰ ۲، پ ۱۷ ۱۲، پ ۲۲ ۳، پ ۲۸ ۱۲) میں اذکروا (جمع) کے لفظ کیساتھ اور پانچ آیات (پ ۳ ۱۲، پ ۹ ۱۲، پ ۱۵ ۱۶، پ ۲۹ ۱۳، پ ۲۹ ۲) میں اذکر (واحد) کے لفظ کیساتھ اللہ کو یاد کرنے اس کے ذکر کرنے کا حکم ہے۔ یہ بھی صحیح ہے کہ صبح شام، دوپہر رات، جلوت و خلوت میں اپنی یاد کا حکم فرمایا ہے لیکن ان تمام آیات میں کہیں یہ ذکر نہیں کہ صرف میری یاد کرو اور کسی اور کی یاد تمہارے لیئے جائز نہیں، یہ صرف کا لفظ حافظ جی کی اختراع ہے۔ اسکے برعکس دوسری آیات میں کئی دیگر اشیاء و ذوات کی یاد کا حکم دیا۔ حافظ جی مندرجہ آیات کو پڑھیں اور بتائیں کہ

اگر غیر اللہ کا ذکر دیاد شرک ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان ذوات وانبیاء کے ذکر کا حکم کیوں دیا ہے۔

پ ۸ ، ع ۱۶ ۔ فاذکروا آلاء اللہ لعلکم تفلحون۔ **ترجمہ**: اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ (کیا حضور صلعم اور اس کی اہل سے بڑھ کر کوئی اور نعمت ہے، انکے ذکر سے یقیناً فلاح حاصل ہوگی۔

پ ۱ ع ۵ ، ۶ ۔ یا بنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم۔ **ترجمہ**: اے بنی اسرائیل میری نعمت کا ذکر کرو جو میں نے تمہیں عطا کی۔

پ ۱۶ ، ع ۶ ۔ واذکر فی الکتب ابراھیم۔ **ترجمہ**: اور کتاب میں سے ابراہیم کا ذکر کر۔

پ ۱۶ ۷ ۔ اذکر فی الکتب موسیٰ انہ کان مخلصاً وکان رسولاً نبیاً۔ **ترجمہ**: اور کتاب میں سے موسیٰ کا ذکر کر، بے شک وہ مخلص (بندہ) اور رسول ونبی تھا۔

حافظ جی! اگر ذکر غیر اللہ شرک ہے تو مندرجہ ذیل حدیث کے متعلق کیا کہو گے۔

روضۃ الاحباب / ذکر بعضے از احادیث در فضیلت عمر خطابؓ / ص ۵۸ ○ عروۃ بن الزبیر از عائشہ روایت کند کہ گفت زینوا مجالسکم بالصلوٰۃ علی النبی (صلعم) و بذکر عمر بن خطاب۔ **ترجمہ**: عروۃ بن زبیر نے عائشہ رض سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ اپنی مجلسوں کو نبی کریم صلعم پر صلوٰۃ کے ساتھ اور عمر بن خطاب کے ذکر کے ساتھ زینت دو۔

کیوں حافظ جی! جناب عائشہ تو ذکر عمر رض کو صلوٰۃ علی النبی کی مانند باعث ثواب اور زینت مجلس فرماتی ہیں اور آپ ذکر غیر اللہ کو شرک قرار دیتے ہیں یا آپ کا یہ شرک کا فتویٰ صرف حضرت علی رض کے ذکر کے لیئے ہے۔

اگر ذکر غیر اللہ شرک ہے تو مندرجہ بالا حدیث کے متعلق کیا کہو گے؟

حافظ جی! بغض علی اور عناد شیعیان علیؑ کے جنوں میں دوڑے جا رہے ہو، سوچو کیسے کنوئیں میں گرنے والے ہو، اگر غیر اللہ کا ذکر شرک ہے تو ذرا سورہ الم نشرح کی آیت / ورفعنا لک ذکرک کا معنیٰ تو سمجھا دو، کیا یہ رفع ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلعم کے ذکر کو ممنوع اور شرک قرار دیا ہو۔ سو حضور صلعم نے اس آیت کی کیا تشریح فرمائی ہے۔

الشفاء (قاضی ابو الفضل عیاض) الباب الاول / الفصل الاول ص ۱۰ ○ روی ابو سعید الحذری قال ان النبی (صلعم) قال اتانی جبریل فقال ان ربی وربک یقول أتدری کیف رفعت ذکرک قلت اللہ ورسولہ (کذا فی الاصل) اعلم قال (اللہ) اذا ذکرت ذکرت معی قال ابن عطاء "جعلت تمام الایمان بذکری معک قال ایضاً جعلتک ذکراً من ذکری فمن ذکرک ذکرنی۔ **ترجمہ**: ابو سعید حذری سے روایت ہے اس نے کہا تحقیق نبی کریم صلعم نے فرمایا میرے پاس جبریل آیا اور کہا، تحقیق میرا اور تیرا رب فرماتا ہے کیا تو جانتا ہے میں نے کس طرح تیرے ذکر کو بلند کیا ہے؟ میں نے کہا اللہ اور اسکا رسول بہتر جانتا ہے، اس نے کہا اسطرح کہ جب میرا ذکر کیا جائیگا تیرا ذکر کیا جائیگا۔ ابن عطاء نے کہا (مطلب یہ کہ) میں نے تکمیل ایمان اپنے ذکر کو تیرے ذکر کے ساتھ بنایا ہے پس جس نے تیرا ذکر کیا اس نے میرا ذکر کیا۔

شیعہ روایات میں ملتا ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے حضور صلعم کے ذکر کو اپنے ذکر کے ساتھ لازم قرار دیا ہے اسی طرح

حضور صلعم نے علیؑ کے ذکر کو اپنے ذکر کے ساتھ لازم قرار دیا ہے۔

احتجاج طبرسی/ ص ۲۹ ○ عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال النبی (صلعم) من قال لآ الٰہ الا اللہ فلیقل محمد رسول اللہ و من قال محمد رسول اللہ فلیقل علی امیرالمومنین۔

ترجمہ: حضور صلعم نے فرمایا جو لآ الٰہ الا اللہ کہے اسے لازم ہے کہ محمد رسول اللہ بھی کہے اور جو محمد رسول اللہ کہے اسے لازم ہے کہ علی امیرالمومنین بھی کہے۔

گو یہ روایت اہل سنت کی کتب میں میری نظر سے نہیں گذری لیکن اہل سنت کے ہاں مروی دیگر احادیث اس حدیث کی تائید کرتی ہیں۔

۱۔ جیسے سوال نمبر ۲ میں ذکر ہوا کہ روز الست تمام روحوں سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، حضرت محمد (صلعم) کی رسالت اور حضرت علی علیہ السلام کی ولائیت کا عہد لیا گیا نیز یہ کہ تمام انبیاء ان ہی تین امور کی تبلیغ کیلئے مبعوث ہوئے۔

ینابیع المودۃ/ الباب الاوّل فی نور رسول اللہ صلعم/ ص ۱۹ ○ اخرج ابونعیم باسنادہ عن ابی صالح عن ابن عباس و عن ابی ہریرۃ و جعفر الصادق رضی اللہ عنہم فی قولہ تعالیٰ ھو الذی ایدک بنصرہ و بالمومنین انہم قالوا انھا نزلت فی علی لانہم قالوا ان رسول اللہ صلعم قال رأیت مکتوباً علی العرش لآ الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ و محمد عبدی و رسولی ایدتہ و نصرتہ بعلی۔ ترجمہ: ابی ہریرہ اور جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ انہوں نے آیت "ھو الذی ایدک بنصرہ" کی تفسیر میں کہا کہ یہ حضرت علی کی شان میں نازل ہوئی ہے کیونکہ رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں کہ میں نے عرش پر لکھا ہوا دیکھا، کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے جسکا کوئی شریک نہیں، محمدؐ میرے بندے اور میرے رسول ہیں، علی سے میں نے انکی تائید اور نصرت کی" سو ان آیات و روایات سے معلوم ہوا کہ وہ ذوات مقدسہ بھی ہیں کہ جنکا ذکر، اللہ کا ذکر ہے اور اللہ کا ذکر عبادت ہے۔

قولہ: اپنے حبیب سے بھی یہ اعلان کروایا ہے ....اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔

اقول: "استمداد" میں دعوۃ سے مراد مطلقاً دوسرے پکار لیا جائے اور اس سے یہ استنباط کیا جائے غیر اللہ کو پکارنا شرک و ممنوع ہے تو ان آیات کا کیا جواب جن میں غیر اللہ کو پکارنے کا ذکر ہے۔

نمبر ۱۔ فقل تعالوا ندع ابناءنا و ابناءکم و نساءنا و نساءکم - الایۃ پ ۳ ع ۱۴ - اے نبی! ان سے کہو کہ آؤ ہم پکاریں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور ہماری عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو .... الایۃ۔

نمبر ۲: اذ تصعدون ولا تلوٗن علی احد والرسول یدعوکم فی اخرٰیکم ..... الایۃ۔ جب چڑھے جا رہے تھے اور کسی کی طرف متوجہ نہیں ہو رہے تھے اور اللہ کا رسول تمہارے پیچھے تمہیں بلا رہا تھا۔

ان کے علاوہ بیسیوں آیات میں غیر اللہ کو پکارنے کا ذکر ہے اس لیئے مفسرین اعلام نے تمام ایسی آیات میں جن سے غیر اللہ کو پکارنا ممنوع مستنبط ہوتا ہے "یدعون" کا معنی "یدعون الٰھا" یعنی الٰہ و معبود جان کر بلانا لیئے ہیں۔ سورہ آیت "انما ادعو ربی" کی تفسیر کتب تفاسیر میں ملاحظہ کیجئے۔

جلالین مع بیضاوی / تفسیر سورۂ جن / اِنّمآ ادعو ربّی / الٰہاً / ولا اشرک بہ احداً ۔ یعنی میں صرف اپنے ربّ معبود کو پکارتا ہوں اور کسی کو اسکا شریک نہیں ٹھہراتا۔

فتح القدیر : قال اِنّمآ ادعو ربّی / اے قال عبداللہ رض اِنّمآ ادعو ربّی واعبدہ ۔ یعنی عبداللہ بن عباس نے "انّما ادعو ربّی" کے متعلق کہا۔ میں صرف اپنے ربّ کو پکارتا ہوں اور اسکی عبادت کرتا ہوں۔

تفسیر ابی سعود : "ان المساجد للہ فلا تدعو" / اے لاتعبد وفیہا (قل اِنّمآ ادعوا) اے اَعبُد (ربّی لا اشرک بہ) بربّی ۔

کوئی سی تفسیر اٹھا کر دیکھ لیجئے آپ اس آیت میں مذکور لفظ "ادعو" کا معنی اعبد (عبادت کرتا ہوں) یا ادعو الٰہاً (معبود پکارتا ہوں) ملیں گے۔ **اب** حافظ جی اپنی الگ ڈفلی بجائیں اور جماعت سے خارج ہو جائیں تو یہ جانیں۔

حافظ جی شاید یہ کہیں کہ پکارنے سے میری مراد دعا و استقامت میں پکارنا ہے ورنہ ویسے تو بیسیوں دفعہ ایک دوسرے کو بلاتے اور پکارتے ہیں ایسے پکارنے کو میں ممنوع نہیں کہتا تو حافظ جی کو میں ان کی معتبر کتب میں موجود ذیل کی روایت کیطرف متوجہ کروں گا۔

۱۔ **وفاء الوفاء** (سمہودی) فصل الثالث / فی توس الزائر الجزء الثالث / ص ۱۳۷۲ ۔ ۲۔ **الشفاء** / القسم الاول / الباب الاوّل / فصل فی ابراء المرضیٰ۔

بالفاظ الوفاء : رواہ جماعۃ منہم النسائی والترمذی فی الدعوات من جامعہ عن عثمان بن حنیف ان رجلاً ضریراً اتی النبی صلعم، فقال ادع اللہ لی ان یعافینی قال ان شئت دعوت وان شئت صبرت فہو خیر لک قال فادعُہ فامرہ ان یتوضأ فیحسن وضوءہ ویدعو بہذا الدعاء :- اللّٰہم انی اسألک واتوجہ الیک بنبیک محمّد نبی الرحمۃ یا محمّد انی توجّہت بک الی ربّی فی حاجتی لتقضیٰ لی۔ اللّٰہم شفّعہ لی فیّ ۔ قال الترمذی حسن صحیح غریب لانعرفہ الا من ہذا الوجہ وفی روایۃ ففعل الرجل فبرأ ۔ **ترجمہ** : ایک جماعت نے روایت کی ہے اِن میں سے نسائی اور ترمذی نے اپنی جامعہ کی فصل دعوات میں عثمان بن حنیف سے روایت ہے کہ ایک اندھا، نبی صلعم، کی خدمت میں آیا اور کہا' میرے لیئے دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے تندرست کر دے۔ حضور صلعم، نے فرمایا چاہے تو تو دعا کرا اور چاہے تو تو صبر کر اور یہ تیرے لیئے بہتر ہے۔ اس نے کہا کہ میں دعا کرنا چاہتا ہوں' پس حضور صلعم، نے حکم دیا کہ احسن طریقے سے وضو کرے اور پھر یہ دعا پڑھے۔ " اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی نبیٔ رحمت محمّد کے توسل سے تیری طرف رخ کرتا ہوں۔ اے محمّد! میں تیرے ذریعہ (وسیلے) سے اپنے ربّ کیطرف متوجہ ہوتا ہوں اپنی اس حاجت میں کہ پوری کی جائے' اے اللہ تو میرے لیئے میرے بارے میں اسکی شفاعت قبول کر۔

اس دعا میں لفظ اللّٰہم اور یا محمّد پر غور فرمائیں، حضور صلعم، سائل کو اللہ تعالیٰ اور محمّد (اپنی ذات) دونوں کو پکارنے کا حکم دے رہے ہیں لیکن الگ الگ عنوان سے اللہ تعالیٰ کو پکار قاضی الحاجات اور علیٰ کل شئ قدیر سمجھتے ہوئے' مجھے پکار لیکن شفیع و مشفع سمجھتے ہوئے۔

للہ حافظ جی! ہم یا اللہ' یا ربّاہ' پکارتے ہیں اور تسبیح کرتے ہیں قاضی الحاجات اور علیٰ کل شئ قدیر سمجھتے ہوئے۔

اور یا محمدؐ، یا علیؑ پکارتے ہیں انہیں وسیلہ وشفیع سمجھتے ہوئے۔ اب حافظ جی کم عقل و دماغ میں شرک ہو رہا ہو تو ہو رہا ہو، ہم اسے اقرار توحید نبوۃ اور عین ایمان تسلیم کرتے ہیں۔

قول: تو کیا مشاہدہ پر مبنی ایک عزادار .... کھلا شرک نہیں؟

اقول: حافظ جی! یہ نماز روزہ سے آزاد، داڑھی چٹ وغیرہ کس گروہ کی صفات گنی جا رہی ہیں؟ کیا یا علی صرف وہی کہتا ہے جسکی یہ صفات ہوں یا آپ تمام شیعوں کو ان صفات سے متصف سمجھتے ہیں؟ اگر آپ ایسا سمجھتے ہیں تو یہ بہتان وافترا صریح ہے۔ یہ صرف حافظ جی کے دل میں بغض عنادِ شیعانِ علیؑ کی بھڑکتی ہوئی آگ کی چنگاریاں ہیں جو ان کے منہ سے جھڑ رہی ہیں ورنہ شیعہ مساجد اور ان میں نمازیوں کا ہجوم شاہد ہے کہ شیعہ نماز، روزہ سے آزاد نہیں ہیں۔

عزادار: یہ ہم شیعوں کا فخر اور طرۂ امتیاز ہے کہ جو ہمیں جان و مال سے اور اولاد سے زیادہ عزیز ہے۔

نماز سے آزاد: حافظ جی! آپکی آنکھیں شیعہ مساجد و جماعات دیکھنے سے اور آپ کے کان آذان و خطبات کے سننے سے کیوں نا م ہیں۔ (فی آذانھم وقر)

داڑھی چٹ: کیوں حافظ جی! آپ کی جماعت میں سب ریش دراز ہیں اور کوئی داڑھی چٹ نہیں؟ یہ ٹھیک ہے کہ داڑھی منڈانا شرعاً حرام وممنوع، لیکن جو مذمت حدیث میں لم داڑھیوں کی آئی ہے وہ داڑھی منڈوں کے حق میں نہیں آئی (دیکھئے سوال نمبر ۱۲)

مونچھیں دراز: مونچھوں کے لمبا کرنے کی ممانعت یا لمبی مونچھوں والے کی مذمت میری نظروں سے نہیں گذری بلکہ حافظ صاحب کی کتب میں ایسی روایات بھی ملتی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمر بڑی مونچھیں رکھتے تھے۔

۱۔ **تاریخ الخلفاء** / سیوطی / ذکر عمر بن الخطاب / نص فی صفۃ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ ● اخرج ابن عساکر عن ابی رجاء العطاردی قال کان عمر رجلاً طویلاً جسیماً اصلع شدید الصلع شدید الصلع ابیض شدید الحمرۃ فی عارضیہ خفۃ سلبتہ کبیرۃ فی اطرافھا صھبۃ۔ **ترجمہ:** ابن عساکر نے ابی رجاء عطاردی سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر دراز قد، جسیم، سر سے شدید گنجے، سفید رنگ شدید سرخی کے ساتھ، رخسارے خفیف مونچھیں بڑی جن کے کنارے بھورے۔

۲۔ **روضۃ الاحباب** / جلد ۲ / صفحہ ۸۸ / ذکر حلیۃ عمر فاروق۔ ● چشمان وے بغایت سرخ محاسن شار بنیش او انبوہ و در اطراف شار بنیش صہبہ بود۔ **ترجمہ:** عمر فاروق کے حلیہ کے بیان میں انکی آنکھیں بہت سرخ انکی مونچھوں کے بال گھنے اور مونچھوں کے کنارے بھورے۔

قولہ: تبرا باز: حافظ جی! اگر آپ تبرا کا معنی ومفہوم وہی لے رہے ہیں جو حقیقتاً اس کا مفہوم ہے تو تبرا اصول دین میں سے ایک اہم اصل و رکن ہے۔ کلمۂ توحید، کلمۂ توحید نہیں کہلا سکتا جب تک اولاً تمام جھوٹے خداؤں سے تبرا (لا الٰہ = کوئی معبود نہیں) اور پھر واحد و یکتا کا اقرار (الا اللہ) نہ ہو۔ نماز شروع کرنے، قرآن کریم پڑھنے سے پہلے شیطان سے تبرا کرنا لازم۔ **تبرا سنت ابراہیم ہے۔**

سورۂ توبہ / پ ۱۱ / ۳ وما کان استغفار ابراھیم لابیہ الا عن موعدۃ وعدھا ایاہ

تبیّن لہ انہ عدوٌ للہ تبرّأ منہ ۔ ترجمہ : ابراہیمؑ کا اپنے باپ کے لیئے استغفار کرنا ایک وعدہ کی وجہ سے تھا جو انہوں نے اس سے کیا تھا جب ان پر واضح ہوگیا کہ یہ تو دشمن خدا ہے تو اس سے تبرا کیا۔

سنو حافظ جی! جب واضح اور ظاہر ہوجائے کہ فلاں دشمن خدا ہے دشمنِ رسول ہے تو اس سے تبرا لازم وواجب ہے ورنہ سنتِ ابراہیمی سے خارج ہوگا۔

نادِ علی ۔علیؑ علی کا پکارنا تب شرک ہوگا جب نعوذ باللہ قاضی الحاجات معبود کے عنوان سے پکاریں لیکن اگر شفیع و وسیلہ ہونے کے عنوان سے پکاریں تو پھر شرک کیسے رہا بلکہ یہ باعثِ عبادت ہوگا، اگر ہر عنوان سے یا علی کا ذکر شرک ہے تو حضورؐ صلعم کے اس ارشاد کا مطلب کیا ہوا۔

کنز العمال / جلد ۱۳ / حدیث ۲۸۹۴ صواعق محرقہ / الباب التاسع / الحدیث الثامن العشرون

اخرج الدیلمی عن عائشہ ان النبی صلعم قال ذکر علی عبادۃ۔ ترجمہ : علی کا ذکر عبادت ہے۔

حافظ جی! آپکی احادیث و روایات بتاتی ہیں کہ علیؑ کا ذکر عبادت ہے آپ اسے شرک کہتے ہیں مومن تبرا باز علیؑ کے ذکر کو احادیث کی روشنی میں عبادۃ سمجھتا ہے اور یا علی نادِ علیؑ کی تسبیح پڑھتا، اسکے بعد آپ جیسوں کا شرک کا شور و غوغا تو وہ تبرا باز حافظ کا یہ شعر پڑھ دیتا ہے۔ ؎ حافظ تو میندیش زغوغائے رقیباں ۔ آوازِ سگاں کم نہ کنند رزق گدارا۔

قولہ : کیا ذکر اللہ عبادت نہیں اور اس میں حضرت علی وحسنین کو شریک کرنا گناہ عظیم نہیں ہے ؟ بیّنوا

اقول : کس آیت و حدیث کی رو سے ایسا عمل جسکا اللہ تعالیٰ کے حضور ادا کرنا عبادۃ ہو اور وہ غیر اللہ کے لیئے عمل میں لانا، عبادۃ میں شریک کرنا اور گناہ عظیم ہوگا۔

۱۔ کیا اللہ تعالیٰ کی اطاعت عبادۃ نہیں ہے ؟ تو کیا رسول اللہ صلعم کی اطاعت کرنا اور اولی الامر کی اطاعت کرنا انکو اس میں شریک کرنا گناہ عظیم ہوگا ؟ اگر ایسا ہی ہے تو اللہ تعالیٰ اطاعتِ رسول اور اولی الامر کی اطاعت کا حکم کیوں دے رہا ہے۔

۲۔ کیا اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا عبادت نہیں، اسی لیئے بقولِ حافظ غیر اللہ کا شکریہ ادا کرنا، (شکریہ کئے ہوؤں میں شامل کرنا) گناہ عظیم ہوا تو پھر حضور صلعم کے ارشاد (من لایشکر الناس لایشکر اللہ) "جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا شکر بھی ادا نہیں کرتا" کی تعمیل کس طرح ہوگی ؟ ۔ ۲

۳۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا عبادت ہے۔ (ومن خاف مقام ربہ فلہ جنتان) اس لیئے کسی غیر اللہ سے ڈرنا شرک اور گناہ عظیم ہوا۔ ادھر قرآن کریم کی شہادت کہ ابراہیم علیہ السلام فرشتوں سے ڈرے۔ (اوجس منہم خیفۃ۔ پ ۱۲ ۷) موسیٰ علیہ اپنی ناکامی یا جادوگروں سے ڈرے۔ (فاوجس لفسہ خیفۃ موسیٰ ۔ پ ۱۶ ۱۲) حضرت زکریا علیہ السلام اپنے وارثوں سے ڈرے (وانی خفت الموالی من ورائی)۔

۴۔ اللہ کی راہ میں دولت خرچ کرنا، عبادت پس حافظ جی کے فتویٰ کے مطابق دولت کے خرچ میں اپنے اہل وعیال کے نان ونفقہ کو شامل کرنا شرک اور گناہ عظیم۔ غرضیکہ بیسیوں شواہد حافظ جی کے استدلال کے بطلان میں پیش کیئے جاسکتے ہیں۔ حافظ جی کے دماغ میں یہ گڑبڑ مندرجہ ذیل آیتِ کریمہ کے مطالب کو صحیح طور پر نہ سمجھ سکنے اور تفاسیر سے مدد نہ لینے کی وجہ سے ہورہی ہے۔

پ ۱۶ ۳ : فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملاً صالحاً و لا یشرک بعبادۃ ربہ احداً (سورۂ کہف) **ترجمہ :** جو اللہ کے سامنے پیش ہونے کا یقین رکھتا ہو اسے چاہیئے کہ نیک عمل کرے اور اللہ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔

حافظ جی کے خیال میں شرک فی العبادۃ کا معنی یہ ہے کہ جو عمل اللہ کی بارگاہ میں عبادت کا درجہ رکھتا ہو وہ عمل دوسرے کے لیئے ادا کرنا شرک فی العبادۃ ہے، حالانکہ شرک فی العبادۃ کا معنی یہ ہے کہ عبادت خالصۃً اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور تقرب کی غرض سے نہ ہو بلکہ خوشنودی یا تقرب کیساتھ کسی دوسری غرض کو یا مقصد کو شامل کرلیا جائے، جیسے ریا، شہرت کی خواہش، تمنائے مال۔ وغیرہ

تفسیر بیضاوی :- (فمن کان یرجو لقاء ربہ) یومن حسن لقائہ۔ (فلیعمل عملاً صالحاً) یرتضیہ اللہ (و لا یشرک بعبادۃ ربہ احداً) بان یرائیہ او یطلب اجراً۔ **ترجمہ :** جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات یعنی بہتر ملاقات کی امید رکھتا ہو پس وہ نیک عمل، جسے اللہ تعالیٰ پسند کرے کرے، اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے، اسطرح کہ ریا کرے، یا اسکا اجر و صلہ طلب کرے۔ (تراویح یا مجلس، مال کے حصول کیلئے پڑھے)

فتح القدیر : فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملاً صالحاً و لا یشرک بعبادۃ ربہ احداً۔ ای لا یرائی بعملہ ولما کان العمل الصالح قد یراد بہ وجہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ و قد یراد بہ الریاء و السمعۃ اعتبر فیہ قید ان احدھما ان یراد بہ سبحانہ و تعالیٰ والثانی ان یکون مبرأً من جہات الشرک جمیعھا۔ **ترجمہ :** یعنی اپنے عمل میں ریا نہ کرے کیونکہ عمل صالح میں خوشنودیٔ خدا بھی مراد و مقصود ہو سکتی اور ریا اور شہرت بھی مقصود ہو سکتی ہے، اس لیئے اس (عبادۃ) میں ۲ دو قیود کا اعتبار کیا گیا ہے، ایک یہ کہ عبادۃ کا مقصد اللہ تعالیٰ کی (رضا) ہو اور دوسرے یہ کہ ہر قسم کے شرک سے مبرا ہو۔

سوال نمبر ۳۰ :

کیا عزاداری سے متعلقہ تمام رسوم آئمہ اہل بیت سے قولاً و عملاً ثابت ہیں، اگر نہیں اور ہرگز نہیں بلکہ ذاکروں اور مجتہدوں نے بطور قیاس حضرت امام حسین علیہ السلام کی یاد اور غم کو زندہ رکھنے کے لیئے ایجاد کی ہیں تو آج ان بدعات کو کارِ ثواب اور جزو دین ماننا اور بنانے والوں کی تعظیم کرنا، کیا نبوت اور امامت منصب میں کھلا شرک نہیں ہے اور شریعت سازی کا حق دیگر بہ شعوری طور پر انکی عبادت نہیں، جسکی تردید سوال نمبر ۲۱ میں مذکورہ آیت کریمہ اور ارشادِ امام میں موجود ہے۔

جواب : قولہ : کیا عزاداری ... قولاً عملاً ثابت ہیں ؟

اقول : حافظ صاحب سو سوالات کی تعداد زیادہ کرنے کے لیئے ایک ہی بات کو مختلف الفاظ و انداز میں پیش کر کے ایک نیا سوال بنا دیتے ہیں، یہی امر سوال نمبر ۲۶ (کیا تعزیہ بنانا بدعت ہے ؟) میں دریافت کیا، فرق صرف یہ ہے کہ وہاں پر صرف تعزیہ کا نام لیا ہے اور یہاں تمام رسوم کا۔ جواب کیلئے سوال نمبر ۲۶ اور سوال نمبر ۲۸ کے جوابات کو پڑھیئے۔ نیز سوال ۴۵ میں مزید تحقیق (جہاں تک تعزیوں کے اقسام) میں کی جائیگی۔

قولہ : حضرت حسین کی یاد اور غم کو زندہ ... بدعات کو کارِ ثواب۔

اقول : بلا شک ان تمام رسومات کا مقصد حضرت حسین رضؓ کی یاد اور غم کو تازہ رکھنا ہے۔ اب اگر حسین علیہ السلام کی یاد اور

کو تازہ رکھنا باعثِ ثواب و نجاتِ اخروی کا باعث ہے تو یہ رسوم ایک امرِ خیر کے مقدمات و اسباب ہوتے ہوئے باعثِ ثواب ہیں جو شرعی اصول و احکام کی روشنی میں قیاس کی بناء پر نہیں بلکہ استنباطِ صحیح کی بناء پر اختیار کیئے گئے ہیں بلاشک عملِ خیر و کارِ ثواب شمار ہونگے۔ (اگلے سوالات میں سے اکثر غمِ حسین اور اسے باقی رکھنے کے متعلق ہیں وہاں ثابت کرنیکی کوشش کرونگا کہ غمِ حسین میں تعلیمِ دین و تقویٰ ہے۔ اس لیے ضروری ہے اور باعثِ ثواب ہے۔)

قولہ : آج ان بدعات کو کارِ ثواب .... نبوّت اور امامت میں شرک۔

اقول۔ سوال نمبر ۲۶ کے جواب میں واضح کر آیا ہوں کہ بدعت کیا ہے اور یہ کہ ان رسوم پر بدعت کا اطلاق نہیں ہوتا۔ رہا شرک فی نبوّت کا مسئلہ تو حافظ جی اسی مسئلہ کو سوال نمبر ۴۳ (ایمان بالرسول) میں اٹھا رہے ہیں اسکا جواب وہاں مفصل دینے کی کوشش کرونگا۔

سوال نمبر ۳۱

: سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ از خود کربلا گئے یا غدارِ شیعان کوفہ کے اصرار پر گئے، امرِ اوّل باطل ہے، اگر امرِ ثانی درپیش نہ آتا اور آپ نہ جاتے تو کیا آپ کے زندہ سلامت رہنے سے اسلام مردہ ہو جاتا، نیز تاریخ یہ بھی بتاتی ہے کہ آپ میدانِ کربلا سے دمشق جانے اور یزید سے تصفیہ اور دست در دست دینے کو تیار تھے مگر کوفیوں نے ایسا نہ کرنے دیا۔ (ملاحظہ ہو شیعہ کتاب الامامۃ والسیاسہ /صک جلد ۲۔ اور تلخیص شافی۔ فرمائیے اگر اس تجویز پر عمل ہو جاتا اور سبطِ پیغمبر کی جان بچ جاتی تو اسلام پھر مردہ ہو جاتا؟ اوہ کیا افسوسناک المیہ ہے کہ خود ہی بلا کر شہید کر کے ایک طرف ماتم کو دین بنایا تو دوسری طرف اپنا جرم چھپانے کے لیئے اسلام زندہ کر دکھایا۔

جواب : قولہ : سیدنا حسین رضی اللہ عنہ .... اسلام مردہ ہو جاتا۔

اقول : صرف امرِ اوّل ہی باطل نہیں، امرِ ثانی (یعنی غدارِ شیعانِ کوفہ کے اصرار پر گئے) بھی باطل ہے۔ امام حسین علیہ السلام نہ از خود اور نہ کوفہ والوں کے اصرار پر کربلا گئے بلکہ جب ظالم یزید نے امام علیہ السلام کیلئے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ رہنے کو اپنے آپکو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف بنا دیا اور پھر امام (علیہ السلام) پر عرصۂ حیات اسطرح تنگ کر دیا کہ امام علیہ السلام کو کہیں جائے امان نظر نہ آئی تو مجبوراً کوفہ والوں کی بدعہدی جانتے ہوئے انکی دعوت قبول کرلی تا کہ ان پر حجت تمام ہو جائے، مندرجہ ذیل روایات پر نظر ڈالیں۔

کامل ابن اثیر /جلد نمبر ۴ /سنۃ ستین /ص ۱۴ /ذکر بیعۃ یزید ○ قیل فی رجب من ھذہ السنۃ بویع یزید بالخلافۃ بعد موت ابیہ علیٰ ما سبق من الخلاف۔ فلما تولی علی المدینۃ الولید بن عتبۃ ... فکتب الی الولید یخبرہ بموت معاویۃ وکتابا آخر صغیراً فیہ :- اما بعد فخذ حسیناً وعبداللہ بن عمر وابن زبیر بالبیعۃ اخذاً لیس فی رخصۃ حتی یبایعوا۔ **ترجمہ:** کہا جاتا ہے کہ اسی سال کے رجب میں یزید کی خلافت کی بیعت کی گئی جب یزید والی ہوا تو مدینہ منورہ پر ولید بن عتبہ حاکم تھا پس اسے معاویہ کی موت کی خبر لکھ بھیجی اور ایک چھوٹا سا خط اور تھا جس میں لکھا تھا کہ حسینؑ، عبداللہ بن عمرؓ اور ابن زبیرؓ سے بغیر کسی قسم کی مہلت، فرصت کے بیعت لے (نیز بدایۃ النہایہ جلد ۸ ص ۱۵۳)

ایضاً **کامل ابن اثیر** /ص ۱۴ ○ لما سار الحسین نحو مکۃ قرأ "فخرج منھا خائفاً یترقب" **ترجمہ:** یعنی نکلا اس شہر سے ڈرتا ہوا، جو کنا ہوتے ہوئے۔ (جب امام حسینؑ مکہ کیطرف روانہ ہوئے تو یہ آیت پڑھی۔)

تذکرۃ الخواص الامۃ / سبط ابن الجوزی / الباب التاسع / فی ذکر الحسین / ص ۲۸۵ (یزید نے ابن عباس کو ادنے کا خط لکھا کہ اس نے ابن زبیر کی بیعت نہیں کی) ابن عباس نے یزید کیطرف لکھا:۔ النسیت انفاذ اعوانک الی حرم اللہ لتقتل الحسین فما ذلت درائۃ تخیفہ حتی اشخصتہ الی العراق عداوۃ منک للہ و رسولہ ولاہل بیتہ الذین اذھب اللہ عنہم الرجس فنحن اولئک۔ **ترجمہ:** کیا تو بھول گیا ہے کہ تو نے ہی تو اپنے ساتھی حرم خدا کیطرف بھیجے تاکہ وہ حسین ؑ کو قتل کر دیں تو نے برابر اسے خوف زدہ رکھا یہاں تک کہ اسے عراق جانے پر مجبور کیا۔ یہ سب اللہ اور رسول اور اسکی اہل بیت، جن سے اللہ تعالیٰ نے رجس کو دور کیا، کی عداوت کیوجہ تھا۔ بس ہم وہی تو ہیں (جن سے تو نے یہ سلوک کیا۔)

ایضاً کامل ابن اثیر / جلد نمبر ۴ / ص ۱۵ :(جب ابن عباس نے عراق نہ جانے اور مکہ میں رہنے کا مشورہ دیا تو امام حسین علیہ السلام نے فرمایا) ● ثم قال الحسین واللہ لان اقتل خارجاً منھا بشبر احب الیّ من ان اقتل فیھا ولان اقتل منھا بشبرین احب الیّ من ان اقتل خارجاً منھا بشبر وایم اللہ لو کنت فی حجر ھامۃ من ھذہ الھوام لاستخرجونی حتی یقضوا بی حاجتھم۔ **ترجمہ:** پھر امام حسین ؑ نے کہا خدا کی قسم کہ میں اگر اس سے (یعنی حرم مکہ سے) ایک بالشت بھر باہر قتل کیا جاؤں تو یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں اس کے اندر قتل کیا جاؤں اور اس سے باہر دو بالشت کے فاصلے پر قتل کیا جاؤں تو مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ ایک بالشت کے فاصلے پر قتل کیا جاؤں، خدا کی قسم اگر میں ان حشرات الارض کی بلوں میں سے کسی بل میں بھی جا چھپوں تو یہ مجھے وہاں سے نکال لیں گے تاکہ مجھ سے اپنا مطلب پورا کر سکیں۔

قولہ: غدارِ شیعانِ کوفہ ....

اقول: کیا کہا حافظ جی!؟ غدار شیعانِ کوفہ؟ دروغگو حافظہ نباشد۔ کیا آپ بھول گئے کہ آپ سوال نمبر ۳ میں کہہ آئے ہیں کہ حضور سرور کائنات صلعم حضرت علی و حسنین مذہبِ شیعہ کے داعی نہ تھے، پھر یہ شیعانِ کوفہ کہاں سے ٹپک پڑے اور اگر حسین علیہ السلام شیعہ مذہب کے داعی نہ تھے بلکہ سُنی مذہب کے پابند تھے تو شیعوں کی دعوت پر گئے کیوں؟ انہیں اپنا امام اور مقلد کیوں سمجھ لیا۔

قولہ: آپ نہ جاتے تو کیا آپ کے زندہ سلامت رہنے سے اسلام مردہ ہو جاتا۔

اقول: حافظ جی! کاش کوئی بات تو سوچ سمجھ کر کہی ہوتی۔ کیا امام حسین علیہ السلام کربلا نہ جاتے، زندہ سلامت رہتے؟ زندگی کو تو یہی باکر ہی تو مدینہ اور پھر مکہ چھوڑا، اگر مدینہ میں یا مکہ میں رہنا زندگی کی ضمانت تھا تو عبداللہ بن زبیر جس نے امام حسین علیہ السلام کی طرح یزید کی بیعت نہیں کی تھی اور مکہ معظمہ (بلکہ حرمِ کعبہ) میں پناہ لی تھی، وہ کیوں بیعت نہ کرنے کیوجہ سے عین لشکرِ یزید کے محاصرہ میں آ کر قریب تھا کہ قتل کر دیئے جاتے لیکن ابھی اس محاصرہ کو چند ہی دن ہوئے تھے کہ یزید مر گیا پھر عبدالمالک بن مروان کے عہد میں عین حرم کے اندر قتل کر دیئے گئے۔

امام علیہ السلام کے زندہ و سلامت رہنے کی واحد صورت یزید کی بیعت کر لینے کیصورت میں تھی اور اگر امام حسین علیہ السلام بیعت کر لیتے تو یزید کے خلیفہ برحق اور امام عادل ہونے میں کوئی شک و شبہ ہی نہ رہتا، ادھر صاحبانِ اختیار و اقتدار نے حضور صلعم

دُنیا پرست محدثین کی زبانی یہ حدیث منسوب کر رکھی تھی ۔

کنز العمال: جلد نمبر ۶ / کتاب الامارۃ / فی الترغیب فیھا / حدیث نمبر ۱۴۶۹۹ ○ السنۃ سنتان سنۃ من نبی مرسل و سنۃ من امام عادل ۔ **ترجمہ**: السنت دو سنتیں ہیں، نبی مرسل کی سنت اور امام عادل کی سنت (یعنی جسطرح نبی کی سنّت پر عمل کرنا واجب ہے اسی طرح امام عادل کی سنّت پر عمل کرنا واجب ہے) اب اگر یزید خلیفۂ برحق اور امام عادل ثابت ہوجاتا تو اس قسم کی احادیث کی روشنی میں سنّتِ یزید جزوِ اسلام اور دین حق قرار پاتی۔ اب یہ معلوم کرنے کے لیئے کہ سنّتِ یزید کیا تھی، مندرجہ ذیل روایات پر غور فرمائیے ۔

صواعق محرقہ / الی تتمۃ فی بیان اعتقاد اھل السنۃ والجماعۃ فی الصحابۃ (فی یزید) / ص۲۲۱

○ وقال نوفل بن ابی الفرات کنت عند عمر بن عبد العزیز فذکر رجل یزید فقال امیر المومنین یزید بن معاویہ فقال تقول امیر المومنین فامر بہ فضرب عشرین سوطاً ولاسرافہ فی المعاصی خلعہ اھل المدینۃ فقد اخرج الواقدی من طرق ان عبد اللّٰہ بن حنظلۃ (الغسیل) قال واللّٰہ ماخرجنا علیٰ یزید حتی خفنا ان نرمی بالحجارۃ من السماء ان کان رجلاً ینکح امھات الاولاد والبنات والاخوات ویشرب الخمر ویدع الصلوٰۃ ۔ **ترجمہ**: نوافل بن فرات نے کہا کہ میں عمر بن عبدالعزیز کے پاس تھا پس ایک شخص نے یزید کا ذکر کیا اور کہا امیر المومنین یزید بن معاویہ پس اس نے (عمر بن عبدالعزیز نے) کہا، تو اسے امیر المومنین کہتا ہے پس اسے بیس کوڑے لگانے کا حکم دیا اور اس کے بہت زیادہ گناہوں میں منہمک ہونے کی وجہ سے اہلِ مدینہ نے اسکی بیعت کو توڑ دیا۔ واقدی نے مختلف طرق سے حدیث بیان کی کہ عبداللہ بن حنظلہ (غسیل الملائکہ) نے کہا، خدا کی قسم ہم نے یزید کیخلاف خروج نہیں کیا مگر اسوقت کہ ہم ڈرے کہ اب ہم پر آسمان سے پتھر برسیں گے (یعنی اگر خروج نہ کیا تو) تحقیق وہ ایسا شخص ہے کہ امہات الاولاد (لونڈیاں) بیٹیوں اور بہنوں سے مباشرت کرتا ہے شراب پیتا ہے اور نماز کو چھوڑ دیتا ہے ۔

۲۔ مدینہ منوّرہ کے لوگوں کے بیعت توڑنے پر یزید نے مسلم بن عقبہ کو ایک لشکر کیساتھ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لیئے بھیجا، مسلم بدبخت نے اہلِ مدینہ پر وہ ظلم ڈھائے کہ جن کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، نمونہ کے لیئے ملاحظہ فرمائیں ۔

۱۔ **البدایہ والنہایہ** ۔ ۲۔ **تاریخ کامل** / سنۃ ثلاث وستین ○ قال المدائنی واباح مسلم ابن عقبۃ المدینۃ ثلاثۃ ایام یقتلون من وجد من الناس ویاخذون المال ..... ووقعوا علی النساء حتی قیل حبلت الف امرأۃ فی تلک الایام من غیر زوج ۔ **ترجمہ**: مدائنی نے کہا ابن عقبہ نے تین دن کے لیئے مدینہ منوّرہ کو (لشکر پر) مباح کر دیا۔ یعنی کھلی چھٹی دے دی کہ جو چاہیں کریں۔ پس انہوں نے جو بھی ملا اسے قتل کیا... مال لوٹے ..... عورتوں سے جماع کیا، یہاں تک کہا جاتا ہے کہ ایک ہزار عورتیں بن بیاہی حاملہ ہوئیں (ان دنوں) ۔

۳۔ جب مدینہ پر قبضہ پالیا تو اہلِ مدینہ کو یزید کی بیعت کیلئے کہا، لیکن کتاب اللہ اور سنّتِ نبی پر بیعت لینے سے انکار کیا۔

تاریخ کامل (ابن اثیر) وقعۃ الحرۃ / ص۱۱۸ / جلد ۴ ۔ ○ ودعا مسلم الی البیعۃ لیزید علی انھم خول لہ یحکم فی دمائھم واموالھم واھلیھم ماشاء فمن امتنع من ذلک قتلہ ..... فقال القرشیان

نبایعک علی کتاب اللہ و سنۃ رسولہ فضرب اعناقھما۔ **ترجمہ:** مسلم نے یزید کی بیعت کے لیئے بلایا اس (امر) پر کہ وہ یزید کے غلام ہیں، انکی جانوں، مال اور اہل میں جو چاہے حکم کرے، جس نے اس سے انکار کیا اُسے قتل کر دیا.... دو قریشی شخصوں نے کہا "ہم بیعت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب پر اور اس کے رسول کی سنت پر" تو ان کی گردنیں اڑا دیں۔

۴۔ یزید کے متعلق ارشادات رسول کریم صلعم بھی سن لیجئے۔

۱۔ کنز العمال / جلد نمبر ۱۱ / کتاب الفتن نمبر ۳۱۰۶۲ ○ اوّل من یبدل سنتی رجل من بنی امیہ۔ **ترجمہ:** پہلا شخص جو میری سنت کو بدل دیگا وہ بنی امیہ میں سے ایک شخص ہوگا۔

۲۔ ایضاً نمبر ۳۱۰۰۷ ○ لایزال امر امتی قائماً بالقسط حتی اوّل من یثلمہ رجل من بنی امیۃ یقال لہ یزید۔ **ترجمہ:** میری اُمت کا معاملہ حق و عدل پر قائم رہیگا یہاں تک کہ پہلا شخص جو اس میں رخنہ ڈالے گا بنی امیہ کا ایک شخص ہوگا، جسکا نام یزید ہوگا۔

۵۔ اب یزید کے حقیقی فرزند جنکا نام اپنے دادا کے نام پر معاویہ ہے وہ جن الفاظ میں اپنے باپ اور دادا کا ذکر کرتے ہیں وہ بھی ملاحظہ ہوں۔ صواعق محرقہ / الخاتمۃ فی بیان اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ فی الصحابہ / صفحہ ۲۲۴ (بمعاویۃ بن یزید) ○ وصلاحہ الظاہر انہ لما ولی صعد المنبر فقال ان ہذہ الخلافۃ حبل اللہ و انّ معاویۃ نازع الامر اھلہ و من ھو احق بہ منہ علی ابن ابی طالب و رکب بکم ما تعلمون حتی اتتہ منیتہ فصار فی قبرہ رھینا بذنوبہ ثم قلّد ابی الامر و کان غیر اھل لہ نازع ابن بنت رسول اللہ (صلعم) فقصف عمرہ و انبتر عقبہ و صار فی قبرہ رھینا بذنوبہ ثم بکیٰ وقال ان من اعظم الامور علینا علمنا بسوء مصرعہ و بئس منقلبہ وقد قتل عترۃ رسول اللہ صلعم، و اباح الخمر و خرب الکعبۃ ولم اذق حلاوۃ الخلافۃ فلا اتقلد مرارتہا فشانکم و امرکم واللہ لان کانت الدنیا خیراً فقد نلنا منہا حظاً ولان کانت شراً فکفیٰ ذریۃ ابی سفیان ما اصابو۔ ثم تغیّب فی منزلہ حتی مات بعد اربعین یوماً۔ **ترجمہ:** معاویہ بن یزید اور اسکی ظاہر نیکی یہ کہ جب وہ والی (حاکم) ہوا تو منبر پر چڑھا اور کہا تحقیق یہ خلافۃ اللہ کی رسی ہے تحقیق معاویہ نے اس امر میں اس امر کے اہل اور اس کے زیادہ حقدار علی ابن ابیطالب سے جھگڑا کیا اور تم سے ان امور کا ارتکاب کرایا جو تم جانتے ہو یہاں تک کہ اسے موت آگئی اور اپنے اعمال میں گرفتار قبر میں چلا گیا، پھر میرے باپ نے اس امر کو اپنے گلے میں ڈالا جبکہ اسکا اہل نہ تھا، رسول اللہ صلعم کی بیٹی کے بیٹے سے جھگڑا کیا، پس عمر کوتاہ ہو گئی، اسکی نسل کٹ گئی، اور وہ اپنے گناہوں میں گرفتار قبر میں چلا گیا" پھر رونے لگا اور کہا "سب سے زیادہ (دکھ وہ) امر یہ ہے کہ ہم اسکی بُری موت اور بُرے انجام سے واقف ہیں اس نے رسول اللہ کے خاندان والوں کو قتل کیا، شراب کو مباح کیا، خانہ کعبہ کو ویران کیا" میں نے خلافت کی مٹھاس کو نہیں چکھا پس اسکی کڑواہٹ کو بھی اختیار نہیں کرتا، پس تم جانو اور تمہارا معاملہ۔ خدا کی قسم اگر دنیا اچھی چیز ہے تو ہم نے اس سے اپنا حصہ پالیا اور اگر بُری چیز ہے تو ابوسفیان کی اولاد کیلئے وہی کافی ہے جو انہیں پہنچ گیا، پھر اپنے گھر میں غائب ہو گیا، یہاں تک کہ چالیس دن بعد فوت ہو گیا، اس صورت میں اگر امام حسین علیہ السلام زندہ رہنے کیلئے یزید کی بیعت کر لیتے تو اسلام کے کئی اصول و احکام غیر اسلامی قرار پاتے اور کئی غیر اسلامی طور طریقے اسلام میں شامل ہو جاتے اور اس طرح یہ نیا دین حقیقی دین

اسلام سے مختلف ہوتا اور حقیقی اسلام نظروں سے پوشیدہ ہو جاتا اسی کو مجازاً اسلام کی موت سے تعبیر کرتے ہیں۔

قولہ: نیز تاریخ یہ بھی بتاتی ہے ... مگر کوفیوں نے ایسا نہ کرنے دیا۔

اقول: جہاں تاریخ یہ بتاتی ہے کہ "آپ میدانِ کربلا سے دمشق جانے اور یزید سے تصفیہ اور دست در دست دینے کو تیار تھے" وہاں تاریخ یہ بھی بتاتی ہے کہ یہ جھوٹ ہے، امام حسین علیہ السلام نے صرف واپس جانے کا اظہار کیا تھا، تحفہ ثانی میں مذکورہ روایت کیساتھ عقبہ بن سمعان کی اس روایت کا ذکر بھی کیا گیا ہے، جسے میں آپکی کتب میں سے لکھ رہا ہوں۔

کامل ابن اثیر، جلد نمبر ۴/ سنۃ احدی و ستین (ذکر مقتل الحسین) و قد روی عن عقبہ بن سمعان انہ قال صحبت الحسین رض من المدینہ الی مکۃ و من مکۃ الی العراق ولم افارقہ حتی قتل و سمعت جمیع مخاطباتہ للناس الی یوم مقتلہ فواللہ ما اعطاھم مایتذاکر الناس انہ یضع یدہ فی ید یزید ولا ان یسیّروہ الی ثغر من ثغور المسلمین ولکنہ قال دعونی ارجع الی المکان الذی اقبلت منہ۔ **ترجمہ:** عقبہ بن سمعان سے روایت ہے کہ میں مدینہ سے مکہ تک اور مکہ سے عراق تک حسین رض کے ساتھ رہا اور اس سے کسی وقت جدا نہیں ہوا، یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ لوگوں سے انہوں نے جتنے خطاب کیئے وہ میں نے تمام سنے، خدا کی قسم انہوں نے کہیں (یہ افیاد) جسکا لوگ آپس میں ذکر کرتے ہیں نہیں دیا تھا کہ میں یزید کے ہاتھ میں ہاتھ رکھ دیتا ہوں اور نہ یہ کہ مجھے سرحدوں میں سے کسی سرحد پر بھیج دو بلکہ یہ کہ انہوں نے صرف یہی فرمایا "مجھے اس مقام پر واپس بھیج دو جہاں سے میں آیا ہوں۔"

اب حافظ جی کا یہ کہنا کہ کوفیوں نے ایسا نہ کرنے دیا ان بیسیوں بہتانوں میں سے ایک بہتان ہے جو اپنے ان سوالات میں شیعوں پر باندھے ہیں۔

جب امام حسین علیہ السلام نے واپس چلے جانے کی پیشکش کی تو عمر بن سعد نے (جو کربلا میں امام کا محاصرہ کیئے ہوئے تھا) عبید اللہ بن زیاد کو لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے صلاح اور بہتری کی صورت پیدا کر دی ہے حسین رض عنہ واپس جانے کو تیار ہیں تو عبید اللہ بن زیاد نے اسے جواب میں لکھا۔ ✓ **تذکرۃ الخواص الامۃ** / سبط ابن جوزی / الباب التاسع / فی ذکر امام حسین علیہ السلام / ص ۲۵۸ ۔ فقال ابن زیاد نعم بارایت و مات کتب الی ابن سعد اما بعد فانی لم ابعثک الی الحسین لتطاولہ و تمنیہ السلامۃ وتکون شافعاً لہ عندی فان نزل علی حکمی و وضع یدہ فی یدی فابعث بہ الیّ و ان ابو فقاتلھم۔ ترجمہ: ابن زیاد نے کہا "تو نے صحیح مشورہ دیا" پھر ابن سعد کو لکھا میں نے تجھے حسین کیطرف اس لیئے نہیں بھیجا کہ اس کے ساتھ اس معاملہ کو طول دے اور اسے زندہ رہنے کی امید دلائے اور پھر میرے پاس اسکی سفارش کرے اگر وہ میرے حکم پر سر تسلیم خم کرتے اور اپنے آپکو میرے حوالے کر دے تو اسے میری طرف بھیج دے اور اگر انکار کریں تو ان سے جنگ کر اس کے بعد ہے کہ تو اگر جنگ کرنے سے گریز کرتا ہو تو فوج کی سپہ سالاری شمر (علیہ اللعن) کے حوالے کر دے اور دور ہو جا۔

✓ کیوں حافظ جی! امام علیہ السلام کی پیشکش کو رد کرنیوالا - امام کو واپس جانے سے روکنے والا عبید اللہ بن زیاد کوفی تھا یا یزید کے الحاقی (حرامی) چچا زیاد کا بیٹا عبید بن زیاد؟

قولہ: ملاحظہ ہو شیعہ کتاب الامامۃ والسیاسیہ۔

اقول: قاضی جی! یہ "الامامۃ والسیاستہ" شیعہ کی کتاب کب سے ہوگئی؟ کیا ابن قتیبہ دینوری شیعہ تھے؟ اگر شیعہ تھے تو ان کی کتاب معارف کو کیوں سر آنکھوں پر رکھتے ہو؟ یہ تو آپ کے دین کا مسلمہ اصول و مسئلہ ہے کہ جہاں اہل بیت کا امام و پیشوا ہونا ثابت ہوتا ہو یا تمہارے نزدیک جو اصحاب کی صف میں شمار ہونیوالے اشخاص ہیں ان پر حرف آتا ہو تو .... ا۔ صریح الفاظ کو کنایوں میں بدل ڈالو۔

ل۔ **تاریخ کامل** / ابن اثیر / ذکر امر اللہ بنبیہ صلعم، باظہار الدعوۃ / ص ۶۲ **وکنز العمال** / جلد ۱۳ / کتاب الفضائل / ذکر فضائل علی رض / حدیث نمبر ۳۶۴۱۹ / دعوت ذوالعشیرہ کے ذکر میں یوں روایت کی ہے۔

ثم تکلم رسول اللہ صلعم فقال یا بنی عبد المطلب انی واللہ لا اعلم شابا فی العرب جاء قومہ بافضل مما قد جئتکم بہ بخیر الدنیا والاخرۃ قد امرنی اللہ تعالیٰ ادعوکم الیہ ایکم یوازرنی علی ھذا الامر علی ان یکون اخی ووصیی وخلیفتی فیکم۔ **ترجمہ:** پھر رسول اللہ صلعم نے کلام کیا اور کہا اے بنی عبدالمطلب خدا کی قسم کہ میں نہیں جانتا کہ عرب کا کوئی جوان اپنی قوم کے پاس وہ اس سے بہتر چیز لایا ہو جو میں تمہارے پاس لایا ہوں دنیا کی اور آخرت کی بھلائی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں تمہیں اسکی طرف بلاؤں، تم میں سے کون اس امر میں میری مدد کریگا، اس شرط پر کہ وہ میرا بھائی، میرا وصی اور تم میں میرا خلیفہ ہو۔ اسی روایت کو دوسری کتابوں میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

البدایہ والنہایہ / باب امر اللہ رسولہ (صلعم) بابلاغ الرسالۃ / ص ۳۸ / جلد ۳ ○ قال صلعم بخیر الدنیا والاخرۃ قد امرنی اللہ ان ادعوکم الیہ فایکم یوازرنی علی ھذا الامر علی ان یکون اخی وکذا وکذا۔ **ترجمہ:** رسول اللہ صلعم نے فرمایا "میں تمہارے پاس دنیا و آخرت کیلئے بہتری (یا بہترین امر) لایا ہوں، مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اس خیر کی طرف تمہیں دعوت دوں تم سے کون اس امر میں میری امداد کرتا ہے، اس (عہد) پر کہ میرا بھائی اور یہ اور یہ ہو۔

چونکہ "وصیی وخلیفتی" سے علیؑ کا حضور صلعم کا خلیفہ ہونا ثابت ہوتا تھا لہٰذا ان الفاظ کی بجائے کذا وکذا (یہ اور یہ) سے کنایہ کیا۔

(ب) **کنز العمال** / جلد ۳ / ص ۱۳۹ ○ عن زید بن اسلم انہ حین بویع لابی بکر رض بعد رسول اللہ صلعم کان علی والزبیر فی بیت علی وفاطمۃ بنت رسول اللہ صلعم یشاورنھا ویتراجعون فی امرھم فلما بلغ ذالک عمر بن الخطاب خرج حتی دخل علی فاطمۃ فقال یا بنت رسول اللہ واللہ ما من خلق احد احب الی من ابیک وما من احد احب الینا بعد ابیک منک وایم اللہ ما ذاک بمانعی ان اجتمع ھولاء النفر عندک ان آمرھم ان تحرق علیھم الباب فلما خرج عمر جاؤا ھا قالت تعلمون ان عمر قد جائنی وقد حلف اللہ لئن عدتم لتحرقن علیکم البیت۔

ترجمہ: زید بن اسلم سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلعم کے بعد ابوبکر رض کی بیعت کی گئی تو علی رض اور زبیر رض، علی اور فاطمہ بنت رسول اللہ صلعم کے گھر آتے اور اس سے مشورہ لیتے اور اپنے معاملہ میں گفتگو کرتے۔ جب عمر رض کو اس امر کی اطلاع

ہوئی تو نکلا اور فاطمہ رض کے پاس آیا اور کہا اے رسول اللہ کی بیٹی خدا کی قسم تمام مخلوق میں سے کوئی شخص بھی مجھے تیرے باپ سے زیادہ پیارا نہیں اور تیرے باپ کے بعد کوئی شخص مجھے زیادہ پیارا نہیں اور اللہ کی قسم مجھے یہ امر اس بات سے نہیں روکے گا کہ اگر پھر یہ لوگ آپ کے پاس جمع ہوئے تو میں حکم دوں کہ ان پر دروازے کو آگ لگادی جائے جب عمر چلا گیا تو وہ لوگ آئے تو اس نے (یعنی فاطمہ رض نے) کہا، "کیا تم جانتے ہو کہ عمر میرے پاس آیا اور اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی کہ اگر تم پھر آئے تو تم پر گھر کو آگ لگادیگا۔

اب اسی روایت کو چند دیگر کتب میں توریہ و کنایہ کرتے ہوئے یوں بیان کیا گیا ہے۔

استیعاب / برحاشیہ اصابہ / باب من اسمہ عبداللہ / ذکر عبداللہ بن ابو قحافہ / ص ۲۵۴ ○ عن زید بن اسلم عن ابیہ ان علیا والزبیر کانا حین بویع لابی بکر یدخلان علیٰ فاطمۃ فیشاورانہا ویتراجعون فی امرھم فبلغ ذالک عمر فدخل علیہا عمر فقال یا بنت رسول اللہ ما کان من الخلق احد احب الینا من ابیک وما احد احب الینا منک وقد بلغنی ان ھولاء النفر یدخلون علیک ولئن بلغنی لافعلن ولافعلن ثم خرج وجاؤھا فقالت لھم ان عمر قد جاءنی وحلف لان عدتم لیفعلن وایم اللہ لیفین بھا فانظروا فی امرکم ولا ترجعوا الیّ فانصرفوا فلم یرجعوا حتی بایعوا ابابکر۔

ترجمہ: زید بن اسلم نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ جب ابو بکر کی بیعت کی گئی تو علی رض اور زبیر رض حضرت فاطمہ رض کے پاس آئے اس سے مشورہ کرتے اور اپنے معاملہ میں باہمی گفتگو کرتے۔ پس اس امر کی اطلاع عمر رض کو پہنچی پس اس کے پاس آیا اور کہا "اے رسول اللہ کی بیٹی! تمام مخلوق میں مجھے تیرے باپ سے زیادہ کوئی شخص پیارا نہیں اور نہ ہی کوئی شخص مجھے زیادہ پیارا ہے اور مجھے اطلاع ملی ہے کہ یہ لوگ تیرے پاس آتے ہیں، اب مجھے یہ خبر ملی تو میں ضرور یہ کروں گا۔ ضرور کروں گا اور پھر چلا گیا، جب وہ آئے تو (حضرت فاطمہ رض) نے کہا کہ عمر میرے پاس آیا تھا اور اس نے قسم کھائی ہے کہ اگر تم پھر آئے تو وہ ضرور کرے گا اور بخدا اپنی قسم ضرور پوری کریگا پس اپنے معاملہ میں غور کرو اور میرے پاس لوٹ کر نہ آؤ، پس وہ واپس چلے گئے اور وہ اسوقت تک واپس نہ آئے جب تک ابوبکر رض کی بیعت نہ کرلی۔

روایت میں لاحرقن (آگ لگادوں گا) کی بجائے "لافعلن" (ضرور کروں گا) سے کنایہ کیا ہے

ج۔ ابوداؤد / جلد ۲ / ص ۲۶۰ / کتاب السنۃ / باب فی الخلفاء ○ عن عبداللہ بن ظالم المازنی۔ ذکر سفیان رجلاً فیما بینہ وبین عبداللہ بن ظالم رجلاً۔ قال سمعت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل قال لما قدم فلان الکوفۃ اقام فلانا خطیباً فاخذ بیدی سعید بن زید فقال الاتری ھذا الظالم فاشھد علی التسعۃ انھم فی الجنۃ ولو شھدت علی العاشر لم آثم قال ابن ادریس والعرب تقول آثم قلت ومن التسعۃ قال قال رسول اللہ صلعم وھو علی الحراء (۱) "اثبت حراء نہ لیس علیک الا نبی او صدیق او شھید" قلت ومن التسعۃ قال رسول اللہ صلعم (۲) وابوبکر وعمر وعثمان وعلی وطلحۃ والزبیر وسعد بن وقاص وعبدالرحمٰن بن عوف قلت ومن العاشر فتلکا ھنیھۃ ثم قال انا۔ **ترجمہ**: عبداللہ بن ظالم مازنی سے روایت (اور سفیان نے اپنے اور

عبداللہ بن ظالم کے درمیان روایت میں ایک اور شخص کا نام لیا ہے) اس نے کہا میں نے سعید بن زید بن عمرو بن نفیل سے سُنا، اس نے کہا کہ جب فلاں کوفہ آیا تو فلاں کو کھڑا کیا کہ خطبہ کہے، سعید بن زید نے میرا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ تو اس ظالم کو نہیں دیکھتا؟ اگر میں نو اشخاص کے متعلق گواہی دوں کہ وہ جنتی ہیں اور دسویں کے متعلق بھی میں گواہی دوں تو گناہگار نہیں ہونگا (ابن ادریس نے اپنی روایت میں" اور عرب کہیں گے کہ گناہگار ہوا" کے لفظ بھی کہے ہیں)، میں نے کہا وہ نو کون ہیں تو اس نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا، جبکہ وہ کوہ حرا پر تھے (اے حرا، ساکن رہ کیونکہ تجھ پر سوائے نبی یا صدیق یا شہید کے اور کوئی نہیں" میں نے کہا وہ نو کون تھے اس نے کہا رسول اللہ صلعم، اور ابوبکرؓ عمرؓ و عثمانؓ، و علیؓ و طلحہؓ و زبیرؓ و سعد بن وقاص و عبدالرحمٰن بن عوفؓ میں نے کہا کہ دسواں کون ہے پس وہ تھوڑی دیر جھجکا اور کہا میں۔

اس روایت کو نقل کرتے ہوئے ابوداؤد نے کوفہ آنے والے خطبہ دینے والے۔ خطبہ کے الفاظ سب کو اشاروں و کنایوں کی نذر کر کے حقیقت کو چھپانے کی مذموم کوشش کی ہے صرف اتنا معلوم ہوتا خطبہ میں ان نو شخصوں میں سے کسی ایک کے متعلق نازیبا لفظ کہے گئے تھے اسی لیئے سعید اسے ظالم کہہ رہا ہے۔

اب یہ معلوم کرنے کے لیئے کہ فلاں و فلاں کون ہیں، خطبہ کیا تھا، ابوداؤد کا حاشیہ (مرقاۃ الصعود) پڑھیئے۔

لہ قوله لما قدم فلان الی الکوفۃ اقام فلانا خطیباً الخ رأیت فی بعض الاصول فی الھامش فلان معاویہ بن سفیان و اقام فلانا المغیرۃ بن شعبۃ وکان فی الخطبۃ تعریضاً لسب علی رضؓ او بنفضیل معاویہ ولذالک قال سعید ما قال۔ ۱۲ ترجمہ: اسکا قول فلاں جب کوفہ آیا فلاں کو خطیب کھڑا کیا۔ الخ میں نے کسی کتاب حدیث کے حاشیہ پر دیکھا ہے کہ فلاں آیا سے مراد معاویہ بن سفیان اور فلاں کو کھڑا کیا سے مراد مغیرہ بن شعبہ ہے اور خطبہ میں علی رضؓ پر سب یا معاویہ کی فضیلت کی طرف اشارہ تھا، اسی لیئے سعید نے کہا....

اب اگر یہ دیکھنا ہو کہ ابوداؤد کے بھائیوں نے ابوداؤد کو اس حق پوشی پر کس طرح داد دی ہے تو ابوداؤد کی شرح "فتح الودود" کی اس عبارت کو ملاحظہ فرمائیے۔ عبارت فتح الودود ● ولقد احسن ابو داؤد فی الکنایہ عن اسم معاویہ و مغیرۃ بفلان ستراً علیھما فی مثل المحل لکونھما صحابیین رضؓ۔ (کما فی نفح المعبود شرح ابوداؤد) ابوداؤد نے معاویہ اور مغیرہ کے ناموں کی بجائے فلاں فلاں کے لفظ سے کنایہ کر کے بہت اچھا کیا ہے، ایسے مقام پر ان کا پردہ رکھنے کیلئے کیونکہ یہ دونوں صحابی ہیں۔

۲۔ اگر اصل لفظوں سے کنایہ ممکن نہ ہو تو تاویل کرو، چاہے نا معقول ہو۔

۱ مسلم، جلد ۲، کتاب الجہاد، باب الفئ، ص ۹۱، نولکشور مع نووی۔ ○ عن عائشۃ رضؓ انھا اخبرتہ ان فاطمۃ بنت رسول اللّٰہ صلعم ارسلت الی ابی بکر الصدیق تسالہ میراثھا من رسول اللّٰہ صلعم مما افاء اللّٰہ علیہ بالمدینۃ وفدک و ما بقی من خمس خیبر فقال ابوبکر ان رسول اللّٰہ صلعم قال لا نورث ما ترکنا صدقۃ انما یاکل آل محمد صلعم فی ھذا المال و انی واللّٰہ لا اغیر شیئاً من صدقۃ رسول اللّٰہ صلعم عن حالھا التی کانت علیھا فی عھد رسول اللّٰہ (صلعم) ولا

عملت فيها بما عمل رسول الله صلعم فابى ابو بكر ان يدفع الى فاطمة شيئاً فوجدت فاطمة على ابى بكر فى ذالك قال فهجرته فلم تكلمته حتى توفيت و دفنها زوجها على بن ابى طالب ليلاً و لم يؤذن بها ابو بكر و صلى عليها على۔ ترجمہ: عائشہ سے روایت ہے' اس نے خبر دی کہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلعم نے ابوبکر کو کہلا بھیجا اور اس سے رسول اللہ صلعم کی طرف سے اپنی میراث طلب کی۔ مدینہ کے مال فئے فدک اور خیبر کے خمس سے جو باقی رہ گیا تھا۔ ابی بکر نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ ہم (انبیاء) کسی کو وارث نہیں کرتے جو چھوڑ جائیں' وہ صدقہ ہے' آلِ محمدؐ اس مال سے خرچ خوراک لے سکتے ہیں اور میں خدا کی قسم رسول اللہ صلعم کے صدقات کی حالت میں کوئی تبدیلی نہیں کرونگا اس حالت سے جس پر رسول اللہ صلعم کے عہد میں تھی' اور اس میں وہی کرونگا جو رسول اللہ صلعم نے کیا' پس ابوبکر نے حضرت فاطمہ کو کوئی چیز دینے سے انکار کردیا' پس فاطمہؓ اس امر میں ابوبکر سے ناراض ہوگئیں اس سے قطع تعلق کرلیا اور کلام کرنا چھوڑ دیا' یہاں تک کہ فوت ہوگئیں۔ اُن کے شوہر علیؓ ابن ابی طالبؓ نے انہیں رات کو دفن کیا اور ابوبکرؓ کو (وفات کی) اطلاع نہ دی اور علیؓ نے ہی انکی نماز جنازہ پڑھی۔

اب اس حدیث کی شرح میں نووی کا کلام ملاحظہ فرمائیے۔ ● اما ما ذکر من هجران فاطمة ابا بکر فمعناه انقباضها عن لقائه وليس هذا من الهجران المحرم الذى هو ترك السلام والاعراض عند اللقاء وقوله فى هذا الحديث فلم تكلمه يعنى فى هذا الامر او لانقباضها لم تطلب منه حاجة ولا اضطرت الى لقائه فتكلمه۔ ترجمہ: لیکن یہ جو فاطمہ رض کے ہجران (قطع تعلق) کا ذکر ہے تو اس کا معنی ہے کہ اس سے یعنی ابوبکر سے ملنے سے رک گئیں اور یہ وہ ہجران نہیں جو مومن کیلئے حرام ہے اور جو ترکِ سلام اور منہ پھیر لینا ہے' ملاقات کے وقت اور اس (یعنی راوی) کا یہ قول (فلم تکلمه) تو اس کا معنی یہ ہے کہ اس معاملہ (فدک) کے کے بارے میں ان سے کلام نہ کی یا یہ معنی ہے کہ رنجیدگی کی وجہ سے پھر اس (یعنی ابوبکر) سے کوئی حاجت طلب نہ کی اور انہیں اس سے ملنے کی ضرورت ہی نہ ہوئی کہ کلام کریں۔

چونکہ نبی کریم صلعم کا ارشاد ہے۔ مسلم/جلد۲/ کتاب البر والصلہ باب باب تحریم الهجرة فوق ثلاثة ايام - ● عن ابى ايوب الانصارى ان رسول الله صلعم قال لا يحل لمسلم ان يهجر اخاه فوق ثلاث ليال يلتقيان فيعرض هذا ويعرض هذا وخيرهما الذى يبدء بالسلام۔

ترجمہ: ابوایوب انصاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ تین رات سے زیادہ مدت تک اپنے مسلمان بھائی سے قطع تعلق کئے رکھے اس طرح کہ جب ملیں تو ایک ایک طرف منہ پھیر لے اور دوسرا دوسری طرف' ان دو میں اچھا وہ ہے جو دوسرے پر سلام کہنے میں ابتداء کرے۔ اگر مذکورہ حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہ صلواۃ اللہ علیہا مرتے دم تک ابوبکر سے تعلقات منقطع رکھے اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ یا تو جناب سیدہ رض نے حرام کا ارتکاب کیا یا حضرت ابوبکر مسلمانوں کے زمرے سے باہر تھے' اس لیئے یہ تاویل کی گئی یہ ہجران وہ ہجران حرام نہیں۔ رہی یہ بات کہ یہ ہجران وہ ہجران کیوں نہیں ہے؟ تو اس کا جواب حافظ جی اور حافظ جی کے بھائی ہی دے سکتے ہیں۔

نیز مسلم کی روایت سے ظاہر ہے کہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا نے ابوبکر رض سے ترکِ تکلم و کلام کر لیا (بول چال ختم کردی) اور یہ ترکِ تکلم ہجران کی علامت ہے تو اسکی تاویل یہ کی گئی کہ یہ مطلقاً بول چال بند (ختم) کرنا نہ تھا بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ پھر فدک کے متعلق کلام نہ کیا۔ اب اگر کوئی یہ پوچھے کہ یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ یہ ترکِ تکلم مطلقاً نہ تھا بلکہ در بارۂ فدک تھا جبکہ حدیث میں لفظ " لم تکلمته " مطلقاً ہے تو اس کا جواب حافظ جی اور انکے بھائی ہی دے سکیں گے۔
نا معقول تاویل کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو۔

صواعق محرقہ / فصل ثم الصحابۃ اصناف / ص ۲۱۹ ● اما ما اخرجه ابن ابی شیبۃ فی المصنف عن سعید بن جمهان قال قلت لسفینۃ ان بنی امیۃ یزعمون ان الخلافۃ فیهم۔ فقال کذب بنو الزرقاء هم ملوک من اشر الملوک و اول الملوک معاویۃ۔ فلا یتوهم منه ان لا خلافۃ لمعاویۃ لان معناه ان خلافته وان کانت صحیحۃ الاغلب علیه مشابهته الملک لانها خرجت عن سنن خلافۃ الخلفاء الراشدین۔ **ترجمہ**: لیکن یہ وہ روایت ہے، جسے ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب "مصنف" میں سعید بن جمہان سے نقل کیا ہے کہ " اس نے کہا کہ میں نے سفینہ سے کہا کہ بنو امیہ گمان کرتے ہیں کہ خلافت اُن میں ہے تو اُس نے کہا کہ نیلی آنکھوں والی عورت کی اولاد جھوٹ کہتے ہیں، وہ بدترین بادشاہوں میں سے بادشاہ ہیں اور پہلا بادشاہ معاویہ ہے " تو اس حدیث سے یہ گمان نہ گذرے کہ معاویہ کے لیئے خلافت نہیں کیونکہ اسکا مطلب یہ ہے کہ اسکی خلافت اگرچہ صحیح تھی لیکن اس پر ایک بادشاہ کی مشابہت غالب تھی کیونکہ اس کی خلافت کے طور طریقے خلفاء راشدین کے طور طریقوں (سنن) سے مختلف تھے (باہر تھے)

غور فرمایا آپ نے! راوی (جناب سفینہ رض) صاف لفظوں میں معاویہ کو بادشاہ کہہ رہا ہے لیکن سیوطی صاحب یہ تاویل نا معقول فرماتے ہیں کہ سفینہ کی مراد یہ نہیں کہ معاویہ خلیفہ نہیں، بادشاہ تھا بلکہ انکی مراد یہ ہے کہ معاویہ کی خلافت پر بادشاہت کا رنگ غالب تھا، ویسے انکی خلافت ٹھیک ٹھاک خلافت تھی۔

۳۔ اگر اشارہ، کنایہ اور تاویل سے کام نہ نکل سکے تو راوی کو جھٹلا دو۔
۴۔ اگر یہ مذکورہ طریقہ بھی ممکن نہ ہو تو ان الفاظ کو ہی روایت سے نکال دو۔

اِن دونوں مذکورہ امور کیلئے مسلم شریف کی ایک روایت اور اس کے شارح نووی کا تبصرہ ملاحظہ فرمائیے

مسلم / جلد ۲ / کتاب الجہاد / باب الفئ / ص ۹۰ ● عن الزهری ان مالک ابن اوس حدثه قال ارسل الی عمر بن الخطاب فجئته حین تعالی النهار قال فوجدته فی بیته جالساً علی سریره مفضیاً الی رماله متکئاً علی وسادۃ من ادم فقال لی یا مالِ انه قد دف اهل ابیات من قومک وقد امرت فیهم برضخ فخذه فاقسمه بینهم قال فقلت لو امرت بهذا غیری قال خذ یا مالِ فجاء یرفاء فقال هل لک یا امیر المؤمنین فی عثمان و عبد الرحمن بن عوف والزبیر وسعد قال نعم فاذن لهم فدخلوا ثم جاء یرفاء فقال هل لک فی عباس و علیٍ قال

ثم فاذن لهما فقال عباس یا امیر المومنین اقض بینی و بین ھذا الکاذب الآثم الغادر الخائن فقال القوم اجل یا امیر المومنین فاقض بینھم و ارحھم .... (الحدیث)

ترجمہ: زہری سے روایت ہے کہ مالک بن اوس نے اس سے بیان کیا کہ عمر بن الخطاب نے مجھے بلا بھیجا جب دن چڑھا تو میں انکے پاس آیا ان کو ایک (بغیر فرش کے) ننگی چارپائی پر بیٹھے ہوئے، چمڑے کے تکیہ پر سہارا لیئے ہوئے پایا، انہوں نے مجھے کہا کہ تیری قوم کے بعض گھروں والے آئے تھے، پس میں نے انہیں تھوڑا سا مال دینے کا حکم دیا ہے پس تو وہ لے جا اوران میں تقسیم کر دے۔ میں نے کہا کہ کاش! آپ کسی اور کو اس امر کا حکم دیتے۔ انہوں نے کہا اے مالک لے لے، اتنے میں یرفاء (حضرت عمر کا غلام) آیا اور کہا، اے امیر المومنین! کیا عثمان، عبد الرحمٰن بن عوف، زبیر اور سعد آپ کے پاس آسکتے ہیں؟ عمر رض نے کہا ہاں! پس اس نے انکو اجازت دے دی اور وہ اندر آگئے۔ یرفا پھر آیا اور کہا، اے امیر المومنین! کیا عباس رض اور علی رض آسکتے ہیں؟ عمر رض نے کہا ہاں! پس اس نے اجازت انکو بھی دی۔ پس عباس رض نے کہا، اے امیر المومنین! میرے اور اس جھوٹے، گناہگار، غدار اور خیانتکار کے درمیان فیصلہ کر۔ ان لوگوں (یعنی عثمان، عبد الرحمٰن بن عوف اور سعد نے) نے کہا، ہاں اے امیر المومنین! ان کے درمیان فیصلہ کریں، اور انہیں پرسکون کیجئے۔ (الحدیث)

اب **شرح نووی** کی عبارت ملاحظہ ہو۔ **قولہ:** اقض بینی و بین ھذا الکاذب ....الخ

قال جماعة من العلماء ھذا الکاذب ان لم ینصف فحذف الجواب وقال القاضی عیاض قال المازری ھذا اللفظ الذی وقع لا یلیق ظاہرہ لعباس وحاش لعلی ان یکون فیہ بعض ھذا الاوصاف فضلاً عن کلھا۔ لسنا نقطع بالعصمة الا للنبی صلعم، ومن شھد لہ بھا۔ لکنا ماموروں بحسن الظن بالصحابة رضی اللہ عنھم اجمعین۔ النفی کل رزیلة عنھم اذا انسدت طرق تاویلھا نسبنا الکذب الی رواتھا۔ قال وقد حمل ھذا المعنیٰ بعض الناس علی ان ازال ھذا اللفظ من نسختہ تورعاً عن اثبات مثل ھذا۔ **ترجمہ: قولہ اقض.... الخائن:** علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے کہ "اس جھوٹے کے درمیان اگر انصاف نہ کرے" اور شرط کے الفاظ جو روایت میں واقع ہوئے ہیں عباس رض کو زیب نہیں دیتے اور نا ممکن ہے کہ علی رض میں ان عیبوں میں سے ایک بھی ہو، چہ جائیکہ یہ تمام عیب۔ ہم نبی کریم صلعم کے علاوہ اور اس شخصیت کے علاوہ جس کی معصومیت کی گواہی حضور صلعم نے دی، کسی اور کو یقینی طور پر معصوم نہیں کہتے لیکن ہمیں صحابہ کے متعلق حسن ظن کا حکم دیا گیا ہے، اس لیئے ہر گھٹیا بات کی ان سے نفی کی جائے اور جب تاویل کا راستہ بند ہو جائے (تاویل کرنا ممکن نہ ہو) تو ہم راویوں کو جھوٹا کہہ دیتے ہیں۔ اسی امر نے بعض لوگوں کو ان الفاظ کو اپنی کتاب میں سے زائل کر دینے پر آمادہ کیا ہے، تاکہ ایسے امور کو ثابت کرنے سے بچ سکیں۔

مختصر یہ کہ اس حدیث میں وارد ہونے والے اعتراضات سے بچنے کیلئے:

(ا) ہم نے تاویل کا سہارا لیا کہ حضرت عباس رض کا حضرت علی رض کو کاذب آثم، غادر کہنا اس شرط پر تھا کہ اگر یہ انصاف نہ کرے تو کاذب۔ غادر..... الخ ہے، مگر شرط کے الفاظ حذف ہو گئے ہیں۔

ب:- بعض نے اس روایت کے راویوں کو جھوٹا قرار دیا ہے۔

ج:- بعض نے اپنے نسخوں کے لکھتے وقت ان الفاظ کو ہی سرے سے نکال دیا ہے (نہ رہے بانس نہ بجے بانسری) چنانچہ اسی روایت کو جامع الاصول اور تیسیر الوصول کے مؤلفین نے یوں نقل کیا ہے۔

تیسیر الوصول / جلد ۱ / کتاب الجہاد / الباب الثالث / الفصل الثالث فی الغنائم / صفحہ ۲۹ ○ عن مالک بن اوس بن الحدثان قال ارسل الی عمر... ھل لک فی عباس وعلی قال نعم واذن ھما فدخلا فسلما فجلسا فقال العباس یا امیر المومنین اقض بینی وبین ھذا وھما یختصمان فقال القوم اجل یا امیر المومنین .... الحدیث۔ یعنی کاذب — آثم — غادر — خائن کے الفاظ کو چھوڑ کر انکی بجائے لفظ (ھما یختصمان = وہ دونوں جھگڑ رہے تھے) لکھ دیا ہے۔

الفاظ نکال دینے کی ایک اور مثال ملاحظہ فرمائیے۔ بیہقی، درمنثور، جامع الاصول، تیسیر الوصول میں اور ایک حدیث بخاری سے ان الفاظ میں نقل کی گئی ہے۔ **تیسیر الوصول** / جلد ۴ / کتاب النکاح / الباب الثانی / الفصل الاول فی العقد ○ عن ابن مسعود قال کنا نغزو مع رسول اللہ صلعم ولیس معنا النساء فقلنا الا نستخصی فنھانا ثم رخص لنا ان نستمتع فکان احدنا ینکح المرأۃ بالثوب الی اجل۔ ثم قرأ عبد اللہ " یا ایھا الذین امنو لا تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین۔ (اخرجہ الشیخان)

ترجمہ: ابن مسعود سے روایت ہے، اس نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلعم کے ساتھ جہاد کرتے تھے اور ہمارے ساتھ عورتیں نہ ہوتی تھیں، ہم نے کہا، کیا ہم اپنے آپ کو خصی نہ کر دیں؟ تو رسول اللہ صلعم نے ہمیں اس سے منع فرمایا، پھر ہمیں اجازت دی کہ ہم متعہ کر لیا کریں پس ہم میں سے ایک آدمی کپڑا (مہر) کے عوض ایک مقررہ مدت کے لیے نکاح کر لیتا، پھر عبد اللہ نے یہ آیت پڑھی " اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو ان پاک صاف چیزوں کو (اپنے آپ پر) حرام نہ کرو جنہیں اللہ نے تمہارے لیے حلال کیا ہے اور نہ حد سے بڑھو۔ اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ (بخاری و مسلم دونوں نے اسے روایت کیا ہے)

اب اسی حدیث کو موجودہ بخاری شریف میں ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ بخاری / مطبوعہ دار الفکر استنبول۔ **۲۔ بخاری** / مطبوعہ تاج کمپنی / مع ترجمہ وحید الزمان / کتاب النکاح / باب من لم یستطع الباہ۔ ○ عن اسمعیل عن قیس عن ابن مسعود قال کنا نغزو مع النبی صلعم ولیس لنا شئی (تاج: لیس لنا النساء) فقلنا الا نستخصی فنھانا عن ذلک ثم رخص لنا ان ینکح المرأۃ بالثوب ثم قرأ علینا یا ایھا الذین آمنو لا تحرموا .... **ترجمہ**: ابن مسعود سے روایت ہے اس نے کہا ہم نبی صلعم کے ساتھ جہاد کرتے تھے اور ہمارے پاس کوئی چیز نہ تھی (تاج کے مطبوعہ میں: ہماری عورتیں نہ تھیں) ہم نے کہا ہم اپنے آپ کو خصی نہ کر لیں، حضور صلعم نے ہمیں اس سے منع فرمایا پھر ہمیں اجازت دی کہ ہم ایک کپڑا (مہر) کے عوض نکاح کریں پھر اس نے ہمارے سامنے یہ آیت پڑھی (اے ایمان والو .... حرام نہ کرو۔ الآیہ)

چونکہ اصل حدیث متعہ کے جواز پر نص صریح تھی اور یہ امر مذہب اہل سنت کے خلاف ہے اس لیے اس کے بعض الفاظ

کر، بعض کو روایت میں سے خارج کر کے اس کی ایسی صورت کر دی کہ یہ نکاح دائمی کے لیئے ہو جائے۔

۱۔ اصل عبارت میں یعنی اصل حدیث میں ہے لیس معنا النساء : ہمارے ساتھ عورتیں نہ تھیں۔ بخاری مطبوعہ استانبول میں اسکی بجائے لیس لنا شئی : ہمارے پاس کوئی چیز نہ تھی، کر دیا ہے۔ تاج کمپنی والے نے لنساء کی بجائے شئی تو نہیں کیا لیکن لیس معنا النساء = ہمارے ساتھ عورتیں نہ تھیں کو لیس لنا النساء = ہماری عورتیں نہ تھیں (یعنی کنوارے تھے) کر دیا ہے۔

۲۔ اصل حدیث میں ان نستمتع (ہم متعہ کریں) کا لفظ ہے، موجودہ بخاری میں سے اس لفظ کو خارج کر دیا ہے۔

۳۔ اصل روایت میں الی اجل کا لفظ تھا، موجودہ بخاری میں خارج کر دیا ہے۔

۴۔ جب کنایہ، تاویل، راوی کی تکذیب، الفاظ کا نکالنا ممکن نہ ہو تو کتاب کے سنی مذہب کی کتاب ہونے ہی کا انکار کر دو۔ کہہ دو کہ "ابن قتیبہ دینوری سنی لیکن اسکی کتاب الامامۃ والسیاسۃ" شیعوں کی کتاب۔ امام غزالی سنیوں کے امام لیکن ان کی کتاب "سر العالمین" شیعوں کی کتاب۔

۵۔ اگر مذکورہ بالا تمام حربے ناکام ہو جائیں تو آخری حربہ استعمال کرو، وہ یہ کہ شیعوں پر افتراء و بہتان باندھو۔ اس امر کے بیسیوں شواہد پیش کئے جا سکتے ہیں لیکن تطویل سے بچنے کے لیئے اہل سنت کے نزدیک صحابہ رضوان اللہ علیہم کے بعد سب سے محترم ہستی" جناب غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی رض کے ارشاد پر اکتفاء کرتا ہوں۔

غنیۃ الطالبین : الفصل الثانی / فی بیان الفرق الضالۃ / ص ۲۲۶ ○ فقد شبہت مذاھب الروافض بالیھودیۃ قال الشعبی محبۃ الروافض محبۃ الیھود۔ قالت الیھود ولا یصلح الامامۃ الا لرجل من آل داؤد وقالت الروافض لا تصلح الامامۃ الا لرجل من ولد علی رض بن ابی طالب و قالت الیھود لا جھاد فی سبیل اللہ حتی یخرج المسیح الدجال ینزل عیسی (ع) لسبب من السماء وقالت الرافضۃ لا جھاد فی سبیل اللہ حتی یخرج المھدی وینادی منادٍ من السماء و تؤخر الیھود صلوٰۃ المغرب حتی اشتبکت النجوم وکذالک الروافض یؤخرونھا والیھود تزول عن القبلۃ شیأً وکذالک الروافض والیھود تنود فی الصلوٰۃ وکذالک الرافضۃ والیھود تستحل دم کل مسلم وکذالک الرافضۃ والیھود لا تری علی النساء العدۃ وکذالک الروافض والیھود لا تری فی الطلاق الثلاث شیئاً وکذالک الروافضۃ۔ والیھود حرفت التوراۃ وکذالک الرافضۃ حرفوا القرآن لانھم قالوا القرآن غیر و بدل وخولف بین نظمہ وترتیبہ واحیل عما انزل وقرئ علی وجوہ غیر ثابتۃ من الرسول وانہ قد نقص منہ و زید فیہ والیھود یبغضون جبریل علیہ السلام ویقولون ھو عدونا من الملائکۃ وکذالک صنف من الروافضۃ یقولون غلط جبریل علیہ السلام بالوحی الی محمد و انما بعث الی علی

ترجمہ : رافضیوں کے مذہب یہودیت سے مشابہت رکھتے ہیں، شعبی نے کہا رافضیوں سے محبت کرنا یہودیوں سے محبت کرنا ہے، یہود نے کہا کہ امامت درست نہیں مگر آلِ داؤد میں سے کسی مرد کی اور رافضیوں نے کہا کہ امامت درست نہیں

مگر اولادِ علی رضؓ بن ابی طالب میں سے کسی مرد تک۔ یہود نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد اس وقت تک (واجب) نہیں جب تک دجال کا خروج نہ ہو اور عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں، رافضیوں نے کہا کہ اللہ کی راہ میں جہاد نہیں جب تک مہدی علیہ السلام کا خروج ہو اور آسمان سے ایک ندا دینے والا ندا دے۔ یہود مغرب کی نمازیں تاخیر کرتے ہیں یہاں تک کہ آسمان پر ستاروں کا جال بچھ جائے اسی طرح رافضی بھی مغرب کی نماز میں تاخیر کرتے ہیں۔ یہود (عبادت میں) قبلہ سے کچھ رُخ ہٹا کر رکھتے ہیں اور اسی طرح رافضی بھی یہود نمازیں جھومتے ہیں یا جھولتے ہیں اور اسی طرح رافضی بھی۔ یہود ہر مسلمان کے خون کو (بہانا) حلال جانتے ہیں اور اسی طرح رافضی بھی۔ یہود عورتوں کے لیئے (طلاق کے بعد) عدۃ کا عقیدہ نہیں رکھتے اور اسی طرح رافضی بھی۔ یہود تین طلاق کی کوئی پرواہ نہیں کرتے اسی طرح رافضی بھی۔ یہود نے توراۃ میں تحریف کی اور اسی طرح رافضیوں نے قرآن کی تحریف کی، کیونکہ یہ کہتے ہیں کہ قرآن میں تغیر تبدل ہوا ہے اور جس ترتیب اور نظم پر قرآن کریم نازل ہوا، اسے اس کے خلاف الٹ پلٹ کر دیا گیا ہے اور یہ کہ اس میں کمی بیشی کی گئی ہے۔ یہود جبریل علیہ السلام سے بغض و دشمنی رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فرشتوں میں سے وہ ہمارا دشمن ہے اسی طرح رافضیوں کی ایک قسم یہ کہتی ہے کہ جبریل علیہ السلام نے حضرت محمد صلعم پر وحی لانے میں غلطی کی، وہ تو حقیقت میں علی رضؓ کی طرف بھیجا گیا تھا۔[1]

شیعوں پر الزام تراشی کے ثبوت کے لیئے دور کیوں جائیں، دیکھ لیجئے حافظ صاحب نے انہی سوالات میں شیعوں پر کس قدر بہتان باندھے ہیں (شیعہ اپنے دوسرے امام کے مخالف ہیں، شیعہ اصحاب رسول صلعم کے دشمن ہیں، شیعہ قرآن کریم کے قائل نہیں وغیرہ)[1]

قولہ: اوہ کیا افسوسناک المیہ ہے .... چھپانے کے لیئے اسلام زندہ کر دکھایا۔

اقول: علماء اہل سنت یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اہل کوفہ کلہم شیعہ تھے انہوں نے امام حسین علیہ السلام کو کوفہ آنے کی دعوت دی اور پھر خود انہوں نے ہی امام کو شہید کر دیا، حالانکہ حقیقت اس کے خلاف ہے، اہل کوفہ کی اکثریت خلفاء ثلاثہ کے محبین اور خیر خواہانِ معاویہ کی تھی، جناب علی علیہ السلام ہمیشہ ان کی نافرمانیوں سے نالاں رہے جہاں کوفہ والوں میں سے بعض افراد نے امام علیہ السلام کو دعوت دی، وہاں کوفہ میں ایسے افراد کی کمی بھی نہ تھی جو یزید کو کوفہ کے حالات سے برابر خبر دیتے۔ کوفہ کے یزید کے قبضہ سے نکل جانے کے خطرے سے آگاہ کرتے رہے۔

کامل / ابن اثیر / سنة ستین / ذکر بیعة یزید / ص ۱۴ ● فکتب عبد اللہ بن مسلم (الی یزید) بخبرہ بقدوم مسلم بن عقیل الکوفة و مبایعة الناس لہ و یقول لہ ان کان لک حاجة فی الکوفة فابعث الیھا رجلاً قویاً ینفذ امرک و یعمل مثل عملک ثم کتب الیہ عمارة بن الولید و عمر بن سعد بن ابی وقاص بنحو ذالک فلما اجتمعت الکتب عند یزید دعا سرجون مولی معاویة فاقرأہ الکتب و استشارہ فیمن یولیہ الکوفة فاخرج عہد عبید اللہ فقال ھذا رای معاویة فاخذ برایہ و جمع الکوفة والبصرة لعبید اللہ۔ **ترجمہ:** عبد اللہ بن مسلم نے یزید کی طرف خط لکھا اور مسلم بن عقیل کے (کوفہ) آنے کی اور لوگوں نے اسکی بیعت کرنے کی اطلاع دی۔ پھر عمارہ بن ولید اور عمر بن سعد نے بھی ایسے ہی خطوط لکھے، جب یزید کے پاس بہت سے خطوط جمع ہو گئے تو معاویہ کے آزاد کردہ غلام سرجون کو بلایا، اسے خطوط پڑھ ... طلب کیا کہ کوفہ کا والی بنائے۔ اس نے (معاویہ کی) وصیت عبید اللہ کے متعلق نکالی اور کہا کہ یہ مدد

رائے پر عمل کیا اور کوفہ اور بصرہ دونوں عبید اللہ کے لیے جمع کر دیئے، (یعنی دونوں کا والی اسے بنا دیا۔)

عبید اللہ بن زیاد بصرہ کے کچھ آدمیوں کیساتھ کوفہ پہنچا، عبید اللہ بن زیاد نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ کوفہ کی تمام قوموں کے سرداروں کو بلا کر قصر الامارہ میں نظر بند کر لیا۔ مسلم بن عقیل، ہانی بن عروہ کے گھر میں تھے۔ عبید اللہ نے ہانی کو مسلم بن عقیل کو اس کے حوالے کرنے کا حکم دیا، ہانی نے انکار کر دیا جس پر ہانی شہید کر دیئے گئے، مسلم بن عقیل نے عبید اللہ کے خلاف خروج کیا۔

تذکرۃ الخواص / ذکر قتل مسلم بن عقیل / ص ۲۵۳ ○ وبلغ مسلم بن عقیل الخبر فخرج من دار هانی و نادی بشارۃ فاجتمع الیہ اربعۃ آلاف من اهل الکوفۃ فعباهم و سار الی القصر و کان عند ابن زیاد وجوہ اهل الکوفۃ۔ فقال لهم قوموا ففرقوا عشایرکم عن مسلم و الا ضربت اعناقکم فصعد و علی القصر و جعلو یکلمونهم فتتفرق من کان مع مسلم۔ ترجمہ: جب مسلم کو اس امر کی خبر پہنچی تو ہانی علیہ رحمہ کے گھر سے نکلے اور اپنے شعار (مخصوص علامتی کلمہ) سے ندا دی پس چار ہزار آدمی ان کے پاس جمع ہو گئے اور حضرت مسلم دار الامارۃ کی طرف چلے کوفہ کے تمام سردار تو ابن زیاد کے پاس بیٹھے ہی، انہیں کہا کہ اٹھو اور اپنی اپنی قوم کے آدمیوں کو مسلم کے چھوڑ دینے کے لیے کہو، ورنہ تمہاری گردنیں مار دوں گا پس وہ قصر کی چھت پر چڑھ گئے اور وہ سب جناب مسلم کو چھوڑ کر چل دیئے۔

آخر جناب مسلم کو ہانی رحمۃ اللہ کے ساتھ شہید کر دیا مسلم و ہانی علیہما الرحمہ کے سر کاٹ کر یزید کے پاس بھیجے گئے۔ یزید نے ابن زیاد کے کام کو سراہا اور لکھا: الیضاً۔ الیضاً / ص ۲۵۶۔ ○ قد عملت عمل الحازم وصلت صولۃ الشجاع الرابط الجاش وقد صدق ظنی فیک وبلغنی ان الحسین قد توجہ الی العراق فضع لہ المناظر والمسالح و احترس منہ واحبس علی الظنۃ وخذ علی التهمۃ واکتب الی فی کل مایحدث من خیر وشر والسلام۔ ترجمہ: تونے ہوشیار (چوکنے شخص کا سا کام کیا اور جرأت مند بہادر کا سا حملہ کیا، تو میرے گمان کو جو تیرے بارے میں تھا) اسے درست ثابت کر دکھایا، مجھے اطلاع ملی ہے کہ حسین علیہ السلام نے عراق کا رخ کیا ہے پس اس کے لیے نگران اور چوکیاں قائم کر اس سے ہوشیار رہ، جس پر ذرا بھی شک ہو اسے قید کر لے اور جس پر صرف تہمت ہی ہو اسے پکڑ لے جو کچھ بھی اچھا یا برا واقع ہو اسکی مجھے خبر دیتا رہ۔ والسلام۔

چنانچہ عبید اللہ بن زیاد نے یزید کے حکم پر عمل کرتے ہوئے جس پر ذرا بھی شک ہوا کہ یہ محبین اہل بیت میں سے ہے اسے قید میں ڈال دیا۔ **تاریخ کامل** / ابن اثیر / جلد نمبر ۴ / ص ۱۵ / قتل مسلم بن عقیل ○ قیل وکان ممن خرج معہ المختار بن ابی عبید و عبد اللہ بن الحارث بن نوفل فطلبهما ابن زیاد وحبسهما۔ ترجمہ: اور کہا گیا ہے کہ ان افراد میں جنہوں نے مسلم بن عقیل کے ساتھ خروج کیا تھا مختار بن ابو عبیدہ ثقفی (جس نے بعد میں قاتلان حسینؑ سے انتقام لیا تھا) اور عبد اللہ بن حارث بن نوفل بھی تھے پس ان دونوں کو ابن زیاد نے طلب کیا اور قید کر دیا۔

نیز۔ یزید کے حکم کے مطابق کوفہ کے تمام راستوں پر نگران چوکیاں بٹھا دیں تاکہ امام حسین علیہ السلام تک کوئی نہ جا سکے، اس طرح جو شیعہ قید سے بچ گئے وہ اپنے گھروں میں نظر بند ہو گئے۔ صرف چند آدمی چھپ چھپا کر امامؑ تک پہنچ سکے، جیسے نافع بن ہلال، مسلم بن عوسجہ، حبیب بن مظاہر وغیرہ۔ ——— **کامل** / ابن اثیر / جلد ۴ / ص ۲۹ ○ فاذا هو بالرجعۃ

نفروقد اقبلو من الکوفۃ علی رواحلھم بجنبون فرساً لنافع بن ھلال یقال لہ الکامل ومعھم ودلیلھم الطرماح بن عدی وانتھوا الی الحسین فاقبل الیھم الحر وقال ان ھولاء النفر من اھل الکوفۃ وانا حابسھم وراد ھم فقال الحسین لا منعنّھم مما امنع منہ نفسی انما ھولاء انصاری۔

ترجمہ: اتنے میں چار آدمی جو کوفہ سے اپنی سواریوں پر آئے تھے اور نافع بن ھلال کا گھوڑا، جسے کامل کہتے تھے ساتھ لاتے تھے اور ان کا راہنما طرماح بن عدی تھا، حسین علیہ السلام تک پہنچے، پس حُر ان کی طرف بڑھا اور کہا کہ یہ اشخاص اہلِ کوفہ سے ہیں، میں انہیں گرفتار کرتا ہوں اور واپس لے جاتا ہوں، حسین علیہ السلام نے کہا کہ میں ان کا اسی طرح دفاع کروں گا جس طرح اپنے نفس کا۔

مختصر یہ کہ واقعۂ کربلا کے وقت کوفہ میں دو خیالاتِ مختلفہ کے لوگ تھے۔ (۱) طرفدارانِ یزید (سُنّی) ۲۔ محبانِ اہلِ بیت (شیعہ) محبانِ اہلِ بیت تو یا قید میں تھے یا گھروں میں نظر بند تھے اور طرفدارانِ یزید تو امام حسین علیہ السلام کے خلاف صف آراء ہوئے اور فرزندِ رسول صلعم کو مع یاور انصار کے شہید کیا۔

واقعۂ کربلا کے تین سال بعد ۶۴ سنہ ہجری کے شروع میں یزید مر گیا، ابن زیاد کو اپنا انجام نظر آنے لگا، کوفہ چھوڑ کر دمشق میں مروان بن الحکم (جو یزید کے بعد خلیفہ بنا تھا) کے پاس پناہ لی، شیعانِ اہلِ بیت کو قید و بند سے نجات ملی تو امام حسین علیہ السلام کی نصرت نہ کر سکنے کے غم و غصہ نے انہیں شعلۂ جوالہ بنا دیا۔ سلیمان بن صرد خزاعی اور مختار بن ابو عبید کی سرکردگی میں امام حسین علیہ السلام کا انتقام لینے کے لیے اُٹھے، تمام قاتلانِ حسینؑ کو واصلِ جہنم کیا۔

تمام علماء اسلام اور مؤرخین اسلام اس امر پر متفق ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کا انتقام لینے والے کوفی اور عراقی تھے (حافظ جی ابن اُمر بدیہی کا انکار کر دیں تو کر دیں) قاتلانِ حسین ع، اور منتقمانِ حسین دونوں کا کوفی ہونا اس امر کی بین دلیل ہے کہ کوفہ میں دو اعتقادات کے لوگ تھے طرفدارانِ یزید (سنی) جنہوں نے امام حسین ع، کو شہید کیا اور محبانِ اہلِ بیت (شیعہ) جنہوں نے انتقام لیا۔

البدایہ والنہایہ/ قصۃ الحسین بن علی رضی اللہ عنہما/ جلد ۸/ ص ۱۲۱ ۞ ثم دخلت سنۃ خمس و ستین۔ فیھا اجتمع الی سلیمان بن صرد الخزاعی نحو من سبعۃ عشر الفاً کلھم لطلبون الاخذ بثار الحسین ممن قتلہ قال الواقدی لما خرج الناس الی النخیلۃ کانوا قلیلا فلو لتجب سلیمان قلتھم فارسل حکیم بن منقذ فنادی فی الکوفۃ باعلی صوتہ یا لثارات الحسین فسمع الناس فخرجوا الی النخیلۃ وخرج اشراف الکوفۃ فکانو قریباً من عشرین الفاً وقد کان سلیمان بن صرد الخزاعی صحابیاً جلیلاً نبیلاً عابداً زاھداً۔ ترجمہ: اس سال میں سلیمان بن صرد الخزاعی کے پاس تقریباً سترہ ہزار آدمی جمع ہوئے۔ سب امام حسین علیہ السلام کے قاتلین سے انتقام لینے کا مطالبہ کر رہے تھے۔ واقدی نے کہا کہ جب لوگ نخیلہ کی طرف نکلے تو سلیمان کو ان کی قلت پسند نہ آئی، حکیم بن منقذ کو بھیجا، اس نے کوفہ میں جا کر ندا دی "اے حسین کا انتقام لینے والو!" جسے لوگوں نے سنا اور نخیلہ کی طرف نکلے اور کوفہ کے اشراف بھی نکلے، یہ سب تقریباً بیس ہزار نفوس تھے، سلیمان بن صرد خزاعی ایک جلیل القدر، شریف صحابی تھے۔

سلیمان کا یہ لشکر عبید اللہ بن زیاد کے قتل کے لیے شام روانہ ہوا، عبید اللہ اس سے آگاہ ہوا اور عبدالملک بن مروان

سید رضی الحسن نقوی
F-117/1 مارٹن روڈ جہانگیر روڈ
کراچی 49 29 083

لشکر طلب کیا، عین الوردۃ پر مقابلہ ہوا، سلیمان خود اور اس کے اکثر ساتھی شہید ہو گئے، جو تھوڑے سے بچے وہ مختار کے ساتھ دوبارہ انتقام کے لیئے اٹھے (میں حافظ جی سے پوچھتا ہوں کہ یہ شیعہ جنہوں نے اپنی جانیں امام حسین علیہ السلام کے نام پر قربان کر دیں اگر انہیں امام علیہ السلام تک پہنچنے کا موقعہ ملتا تو یہ اپنی جانیں قربان نہ کرتے؟ یقیناً کرتے (افسوس کہ حالات ایسے پیدا کر دیئے گئے کہ شیعانِ علی علیہ السلام، امام تک پہنچ ہی نہ سکتے) تفصیل کے لیئے دیکھیئے ہدایہ اور دیگر کتب تاریخ)

تذکرۃ الخواص / لسبط ابن الجوزی / ذکر سلیمان صرد الخزاعی / ص۲۹۴ ⊖ لما دخلت سنۃ ست و ستین اعلن المختار بالطلب بثار الحسین رض وکان ابنِ زیاد بالجزیرۃ۔ لفی المختار عبد اللہ بن مطیع والی ابن الزبیر علی الکوفتہ الی مکۃ وملک القصر ثم اخذ المختار من شہد قتل الحسین با قبح القتلات فلم یبق من السقۃ الاف الذین قاتلوہ مع عمر بن سعد وملکوا الشرائع احدٌ۔ **ترجمہ**: جب سنہ ۶۶ داخل ہوا (یعنی شروع ہوا) مختار نے حضرت امام حسین علیہ السلام کا انتقام لینے کا اعلان کیا اور ابنِ زیاد اسوقت جزیرہ میں تھا، پھر مختار نے عبد اللہ بن مطیع (ابن زبیر کی طرف سے حاکم کوفہ) کو مکہ کی طرف نکال دیا اور قصر الامارۃ پر قبضہ کر لیا، پھر مختار نے ان تمام کو جو قتلِ امامؑ میں شریک ہوئے تھے بُری طرح قتل کیا اور ان چھ ہزار میں سے جنہوں نے عمر بن سعد کے ساتھ امامؑ سے جنگ کی تھی اور پانی کی گھاٹوں پر قبضہ کیا تھا، ایک بھی نہ بچا

قولہ: ایک طرف ماتم کو دین بنایا

اقول: حافظ جی! اگلے گیارہ سوالات (از سوال نمبر ۳۲ تا ۴۲) عزاداریٔ حسینؑ کے متعلق ہیں اُن کے جوابات میں واضح ہو جائیگا کہ ماتم دین ہے یا بیدینی۔

قولہ: دوسری طرف اپنا جرم اور سازش چھپانے کیلیئے۔

اقول: یہ امر تو اظہر من الشمس ہے کہ کون اس جرم اور سازش کو چھپانا چاہتا ہے اور کون ظاہر کرنا چاہتے ہیں، کون ہے جو ذکرِ حسینؑ کو حرام قرار دیکر اس پر پردہ ڈالنا چاہتے ہیں اور کون ہیں جو ذکرِ حسینؑ کو عبادت قرار دیکر اور متواتر ذکر کر کے اس پردہ کو فاش کرنا چاہتے ہیں، کون ہیں کہ جو جلوس نکال کر اس سازش کو تمام بنی نوعِ انسان کے کانوں تک پہنچانے کے لیئے جان تک دیتے ہیں اور کون ہیں جو اس آواز کو دبانے اور جلوسوں کو رکوانے میں سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے ہیں۔ ایسے امرِ بدیہی کے لیئے میں کسی دلیل کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ (آفتاب آمد دلیلِ آفتاب)

قولہ: اسلام زندہ کر دکھایا، کا نعرہ ایجاد کیا۔

اقول: حافظ جی بیچارے کی الٹی کھوپڑی یہ سمجھنے سے قاصر ہے کہ اسلام کس طرح مردہ یا زندہ ہو سکتا ہے کیا اسلام کوئی گوشت پوست کا روح رکھنے والا مجسمہ ہے جو روح کی موجودگی میں زندہ اور روح کے انفصال سے مردہ کہلائے؟۔

حافظ جی! آپ نے احادیث میں اماتت سنۃ (سنّت کا مار دینا) اور احیاءِ سنۃ (سنّت کو زندہ کرنا) کے لفظ تو پڑھے ہوں گے اگر نہیں پڑھے تو اس مختصر حدیث کو پڑھیئے۔

تیسیر الوصول / جلد۳ / کتاب العلم / فصل اوّل فی فضل العلماء / ص۱۵۲ ⊖ عنہ (اے علی) قال رسول اللہ صلعم من احیا سنتہ من سنتی امیت بعدی فاحبّنی ومن احبّنی کان معی۔ **ترجمہ**: حضرت علی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جس نے میری سنّت میں سے کسی ایسی سنّت کو زندہ کیا کہ جسے مار دیا گیا ہو پس اس نے مجھ سے محبت کی اور

وہ (جنت میں) میرے ساتھ ہوگا۔

حافظ جی! یہ سنت کا ماردینا دین کا ماردینا اور سنت کا زندہ کرنا دین کا زندہ کرنا کہلاتا ہے۔

چونکہ یزید نے سنتِ رسول صلعم کو مار دیا تھا۔ حدیہ کہ جو بیعتِ یزید میں سنتِ رسول صلعم کا نام لیتا اسے قتل کر دیا جاتا (جیسا کہ اسی سوال کے جواب میں سابقاً ذکر ہوا) اور امام حسین علیہ السلام نے اپنے جدِ امجد رسول اللہ صلعم کی سنت کو زندہ کیا۔

البدایہ والنہایہ / جلد ۸ / قصۃ الحسین بن علی رضی اللہ عنہما / ص۱۷۱۔ (امام حسین علیہ السلام نے بصرہ والوں کو خط لکھا)

● "وقد بعثت الیکم بھذا الکتاب وادعوکم الی کتاب اللہ وسنۃ نبیہ فان السنۃ قد امیتت وان البدعۃ قد احییت فاستمعوا قولی واطیعوا امری فان فعلتم اھدکم سبیل الرشاد۔ (بعث الحسین مع مولیٰ لہ یقال لہ سلیمان کتاباً الی اشراف اھل البصرۃ) **ترجمہ:** میں نے تمہیں یہ خط بھیجا ہے اور تمہیں کتابِ خدا اور سنتِ رسول صلعم کی طرف بلاتا ہوں پس تحقیق سنت کو مار دیا گیا ہے اور بدعت کو زندہ کر دیا گیا ہے، پس میری بات سنو! میرے حکم کی اطاعت کرو اگر تم نے ایسا کیا تو میں تمہیں ہدایت کے راستہ پر لے جاؤں گا۔"

امام حسین علیہ السلام کا یہ جہاد احیاء سنت کیلئے تھا تبھی تو حضور نبی کریم صلعم نے ارشاد/حکم فرمایا تھا کہ جو بھی واقعۂ کربلا کے وقت موجود ہو اُس پر میرے فرزند حسین (ع) کی نصرت واجب ہے۔

کنز العمال / جلد ۱۲ / کتاب الفضائل / فضائل حسین / حدیث نمبر ۳۴۳۲۴ ● یزید لا بارک اللہ یزید۔ الطعان، اللعان، اما انہ نعی الی حبیبی سخیلی حسین اتیت بتربتہ و رأیت قاتلہ اما لا یقتل بین ظھرانی قوم ینصرونہ الا عمھم اللہ بعقاب۔ (ابن عساکر عن ابن عمر) **ترجمہ:** یزید۔ اللہ یزید کو برکت نہ دے بہت بڑا طعن کرنے والا، بڑا لعنت کرنے والا ہے (یا بڑا طعن کیا ہوا، بڑا لعنت کیا ہوا ہے، کیونکہ مبالغہ کا صیغہ اسمِ فاعل اور اسمِ مفعول دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے) آگاہ ہو کہ مجھے اپنے پیارے بیٹے حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر دی گئی، مجھے اس کے (مشہد) کی مٹی دی گئی مجھے اسکا قاتل دکھایا گیا ہے، آگاہ ہو! کہ ہر ایسی قوم جس کے سامنے وہ (حسین) قتل ہوا اور انہوں نے اسکی مدد نہ کی تو اللہ تعالیٰ انہیں عذاب میں مبتلا کریگا۔

۲۔ **کنز العمال** / جلد ۱۲ / الحسن والحسین الاکمال / حدیث نمبر ۳۴۳۲۷ ● ان ابنی ھذا یعنی الحسین یقتل بارض کربلا من ارض العراق فمن شھد ذالک منکم فلنصرہ۔ **ترجمہ:** میرا یہ بیٹا یعنی حسین (ع) سرزمین کربلا (عراق) میں قتل کیا جائیگا تم میں سے جو بھی اُس وقت موجود ہو پس وہ اُس کی مدد کرے۔

سنو حافظ جی! امام حسین علیہ السلام کے اس احیاء سنت "پر اسلام زندہ کیا" کا نعرہ صرف ہم ہی نہیں لگاتے بلکہ آپ کے ہم مذہب اولیاء منکر اور شعراء بھی یہ نعرہ لگاتے ہیں۔ (ا) سلطان الاولیاء **خواجہ معین الدین چشتی الہجویری** رح فرماتے ہیں۔

دین است حسین، دین پناہ ہست حسین ع ——— شاہ است حسین، بادشاہ است حسین ع
سر داد نہ داد دست در دستِ یزید لع ——— حقا کہ بنائے لا الہ است حسین ع

(ب) **ڈاکٹر اقبال** فرماتے ہیں۔ بہر حق در خاک و خوں غلطیدہ است ——— پس بنائے لا الہ گردیدہ است

ج۔ ظفر علی خان ایڈیٹر زمیندار اخبار کا یہ مصرعہ تو زبان زد خاص و عام یہ ہے: ع۔ اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد۔

سوال نمبر ۳۲: تیر و تلوار کی ضربوں سے آپکا بدن آفتاب کو سرخ کر کے جب دنیا سے غروب کر دیا تو آپ کے تابعداروں کو خلافت ملنے اور تمام ظالموں کے تباہ ہو جانے سے اسلام زندہ ہوا یا لوگوں میں ایمان و اتباع کی لہر دوڑنے سے ہوا؟ یا یہ تصوری دسویں صدی میں عہدِ صفوی کی یادگار ہے کہ جب امام باڑے بن گئے اور یزید پر تبرا و نفرین عام ہو گیا، گویا حسین رضؓ کے خون کی قیمت امام باڑہ اور مرثیہ گو ذاکر اور تبرا بر یزید تجویز ہوئی۔

جواب: قولہ: تیر و تلوار کی ضربوں .... دنیا سے غروب کر دیا۔

اقول: بلاشک اس آفتابِ امامت کو تیر و تلوار کے زخموں سے غروب کرنے والوں کا مقصد یہی تھا کہ وہ اپنی امارت و خلافت کو دوام بخش سکیں لیکن وہ اس خونِ ناحق پر قہر و غضبِ خداوندی کے جوش میں آنے سے غافل تھے سب امیدیں خاک میں مل گئیں، یزید اس واقعہ ہائلہ کے بعد تین چار سال پشیمانی کی زندگی بسر کر کے راہیٔ ملکِ عدم ہوا، وہ خلافت کو "نسلِ ابوسفیان" میں منتقل مستقلاً کرنا چاہتا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس نسل کو منقطع کر دیا، عمر بن سعد رے کی حکومت کی حسرت لیئے ہوئے مختار کے ہاتھوں بد ترین موت سے دوچار ہوا، عبید اللہ بن زیاد جزیرہ و مصر کی حکومت کا ارمان لیئے ہوئے مختار کے ہاتھوں واصلِ جہنم ہوا۔

قولہ: کیا آپکے تابعداروں کو .... تباہ ہو جانے سے دین زندہ ہوا۔

اقول: امام حسین علیہ السلام اور ان کے تابعدار نہ حصولِ خلافت کے لیئے میدان کربلا آئے تھے نہ احیائے سنت و دین کے لیئے خلافت پر قابض ہونا ضروری تھا۔ علامہ اقبال رحؒ نے کیا خوب کہا ہے: مدعائش سلطنت بودے اگر - باچنیں ساماں نہ کردے سفر۔ میں آپکی توجہ امام علیہ السلام کے مکہ سے روانگی کے وقت کے ارشادات "لوکنت فی حجر هامة من هذا الهوام لاستخرجونی" اور نبی کریم صلعم (ر) کی اطلاع بالغیب" ان ابنی هذا یقتل بارض من ارض العراق یقال لها کربلا" کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں، ان ارشادات سے ظاہر ہے کہ امام علیہ السلام حصولِ خلافت کیلئے نہیں بلکہ شہید ہو کر یزید کو امام عادل کی بجائے فاسق - فاجر - جائر - ظالم اور بدکار حاکم اور اس کے اعمال و احکام کو خلافِ سنت ثابت کر کے سنتِ رسول (لا طاعة لمن عصی الله / کنز العمال / جلد ۶ / الفرع الثالث فی جواز مخالصة الاکمال / حدیث نمبر ۱۴۸۸۹ (طب) جو سنن رسول کی حفاظت کی ضمانت دار ہے، کے احیاء کے لیئے میدانِ کربلا آئے تھے اور اپنے اس مقصد میں کامیاب رہے یزید کا مکروہ چہرہ اور اس کے قبیح اعمال کو اس خوبی سے ظاہر کیا کہ ع نام یزید داخلِ دشنام ہو گیا۔ کوئی مسلمان اپنے بیٹے کا نام یزید رکھنے کو تیار نہیں۔

حافظ جی! یہ دنیاوی امارت (جسے آپ خلافت کا نام دیتے ہیں) جسکے آپ پرستار ہیں نہ تو احیاء دین کا موجب بنی ہے نہ ہوئی ہے کیونکہ ہوس اقتدار اور حب مال و احیاء دین کی تمنا کبھی ایک دل میں بیک جا باہم نہیں ہو سکتیں حافظ جی! اس بات سے انکار نہیں کر سکتے کہ اس خلافت کی بنیاد ہی دنیاوی امور کے نظم و نسق اور انتظامِ ریاست کیلئے رکھی گئی تھی دیکھئے شرح فقہ اکبر — شرح فقہ اکبر / ملا علی قاری۔ مجتبائی / دلیل فضیلة الصدیق / ص ۷۶-۷۷ ● وهذا الامامة کانت اشارة الی نصب الخلافة ولذا قالت الصحابة رضیه صلعم (ر) لدیننا أفلا نرضی به فی امر دنیانا۔ **ترجمہ:** یہ نماز کی

امامت خلافت کے تقرر کی طرف اشارہ تھا، اسی لیے صحابہؓ نے کہا کہ ہم انہیں اپنے دنیاوی امر (خلافت) کے لیے پسند نہ کریں جناب عائشہؓ کے نزدیک بھی یہ خلافت دنیاوی حکومت تھی، دیکھئے

البدایہ والنہایہ/جلد ۷/ترجمۃ معاویۃ وما وقع فی مناقبہ/ص ۱۳۲ ● عن الاسود ابن یزید قال قلت لعائشۃ الا تعجبین لرجل من الطلقاء ینازع اصحاب رسول اللّٰہ صلعم فی الخلافۃ فقالت وما تعجب من ذلک ھو سلطان اللّٰہ یوتیہ من یشاء البر والفاجر قد ملک فرعون اھل مصر اربعمائۃ سنۃ۔ وکذالک غیرہ من الکفار۔ ترجمہ: اسود بن یزید سے روایت ہے، اس نے کہا میں نے عائشہؓ سے کہا کیا آپ کو تعجب نہیں ہوتا کہ طلقاء میں سے ایک مرد اصحاب رسول اللہ صلعم سے امرِ خلافت میں جھگڑتا ہے؟ اس نے کہا اس پر مجھے تعجب کس امر کا ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکومت ہے، وہ جسے چاہتا ہے نیک اور بد کو عطا کرتا ہے، فرعون مصر کے لوگوں پر چار سو سال حاکم رہا اور اسی طرح دوسرے کفار۔ نیز اس حدیث پر غور فرمائیے۔

البدایہ والنہایہ/جلد ۶/ذکر الاخبار عن خلفاء بنی امیہ/ص ۲۴۵ ● قال النودی عن علی بن زید عن سعید بن مسیب قال لما رای رسول اللّٰہ صلعم بنی امیۃ علی منابرھم فساءہ ذلک فاوحی اللّٰہ الیہ انما ھی دنیا اعطوھا۔ فقرت عینہ۔ وھی قولہ اللّٰہ تعالیٰ ما جعلنا الرویا التی...... ترجمہ: سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے بنی امیہ کو منبروں پر دیکھا تو حضور صلعم کو بہت رنج ہوا، اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ "یہ دنیا ہے جو انہیں دی گئی"، پس حضور صلعم مطمئن ہو گئے اللہ تعالیٰ کے ارشاد (ما جعلنا الرویا التی) میں اسی طرف اشارہ ہے۔

سو حافظ جی! صحابہ رضوان اللہ علیہم اس خلافت کو دنیاوی امر سمجھتے تھے، یہ جزوِ دین نہ تھا، بعد کے آنے والوں نے اسے جزوِ دین قرار دیا، پس یہ دنیاوی خلافت کبھی بھی احیاءِ سنت نبوی و احیاءِ دین کا موجب نہیں ہوئی، بلکہ امامت سنت کا سبب بنتی رہی ہے اگر وہ طائفہ (جماعت قلیل) جس کے متعلق حضور صلعم نے فرمایا تھا ● لایزال طائفہ من امتی ظاہرین علی الحق۔ ترجمہ: میری امت کا ایک طائفہ ہمیشہ حق پر جارہے گا۔ یہ طائفہ نہ ہوتا اور کبھی خلیفہ کی اصلاح کر کے اور کبھی اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کر کے سنت کی حفاظت نہ کرتا تو بنو امیہ اور بنو عباس کی خلافتیں (خاکم بدہن) اسلام کا اس طرح حلیہ بگاڑتیں کہ اسلام پہچانا نہ جاسکتا۔

ہمارے آئمہ اہل بیت علیہم السلام جنہیں اللہ تعالیٰ نے دینی امامت و ولایت عطا کی تھی، نے کبھی اس دنیاوی خلافت کی تمنا نہیں کی اگر دیکھنا ہو کہ ان ذواتِ مقدسہ کی نگاہ میں اس خلافت کی کیا قدر و قیمت تھی تو حضرت علیؑ کے اس قول کو پڑھیے۔

نہج البلاغۃ/خطبہ نمبر ۳ (شقشقیہ)/جلد اول/ص ۳۶ ● اما والذی فلق الحبۃ وبرا النسمۃ لولا حضور الحاضر وقیام الحجۃ بوجود الناصر وما اخذ اللّٰہ علی العلماء ان لا یقاروا علی کظۃ الظالم ولا سغب المظلوم لالقیت حبلھا علی غاربھا ولسقیت آخرھا بکاس اولھا ولالفیتم دنیاکم ھذہ ازھد عندی من عفطۃ عنز۔ ترجمہ: آگاہ ہو! اس ذات کی قسم جس نے دانے کو پھاڑا، نفس کو پیدا کیا، اگر یہ امر مجھے حاصل نہ ہوتا اور ان ناصرین کی موجودگی میں (دین شریعت) کے موجب مجھ پر لازم نہ ہوجاتا کہ میں ظالم کی پرخوری اور مظلوم کی فاقہ کشی پر خاموش نہ بیٹھوں تو میں اس خلافت کی مہار اسکی گردن ڈالتا اور اس (خلافت) کے آخر سے وہی سلوک کرتا جو اول سے کیا تھا اور تم دیکھ لیتے کہ تمہاری یہ دنیا میرے نزدیک

بھیڑ کے آب بینی سے بھی کم قیمت ہے ـــــ سو ان آئمہ ہدیٰ کے نزدیک یہ دنیاوی خلافت بھیڑ کی ناک سے نکلنے والی غلاظت سے بھی کم قیمت ہے۔

پس حافظ جی! امام حسین علیہ السلام نے نہ تو خلافت لیکر اسلام زندہ کیا نہ ظالموں کو ختم کر کے اسلام زندہ کیا بلکہ اپنی اور اپنے یار و انصار کی قربانی پیش کر کے دین کو زندہ کیا، جس طرح احیاء سنت کے لیئے حصولِ خلافت و امارت ضروری نہیں اسی طرح ظالموں کو تباہ کرنا بھی ضروری نہیں، راہنمایانِ دین کا فریضہ اللہ تعالیٰ کی طرف تبلیغِ حق ہے اور بس (ما علینا الا البلاغ) ارشادِ خداوندی ہے۔

دنیاوی خلافت کے مسند نشین مخالفوں کو تباہ کر کے تلوار کے زور سے اپنی مسند بچاتے ہیں لیکن دینی خلافت کے عہدیداران دین کے راستہ کو اپنے خون کی شمعوں سے روشن کرتے ہیں۔

قولہ: یا لوگوں میں ایمان و اتباع کی لہر دوڑنے سے ہوا۔

اقول: بلاشبہ ایمان و اتباعِ حق کی لہر دوڑنے سے اسلام زندہ ہوا، اس شہادت نے مستضعفین کے دلوں کو جرأتِ ایمان بخشی، ظالم و فاسق کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کی قوت بخشی۔ حق کی خاطر جان و مال قربان کر دینے کا سبق سکھایا، آج ہر ظالم کیخلاف جہاد کرنے والوں کیلئے یہ شہادت اسوۂ حسنہ ہے جو یہ کہتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔

؎ بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن ۔ خدا رحمت کند آں عاشقانِ پاک طینت را ـــــ (وہ کربلا والے کیا خوب رسم رکھ گئے ہیں خاک و خون میں تڑپنے کی، خدا کی رحمت ہو ان پاک طینت عاشقوں پر) اگر حافظ جی کو اس میں شہادت ایمان و استقامت کا کوئی سبق نظر نہیں آتا تو کیا کیا جا سکتا ہے سوائے اس کے کہ اللہ انہیں چشم بصیرت عطا کرے۔

قولہ: یا یہ تصوری دسویں صدی میں عہدِ صفوی کی یادگار ہے کہ جب امام باڑے بن گئے۔

اقول: جی نہیں! یہ عہدِ صفوی کی یادگار نہیں اک ارشادِ نبوی کی تعمیل اور سنتِ نبوی کی تقلید ہے چونکہ آپ نے سوال نمبر ۴۲ اور سوال نمبر ۵۱ میں بھی یہی مسئلہ پیدا کیا ہے وہاں اس امر کی توضیح کرونگا کہ یہ عزاداریٔ حسین ؑ کب سے ہے؟

قولہ: اور یزید پر تبرا و لعن عام ہو گیا۔

اقول: حافظ جی کے انہی الفاظ سے ہی ظاہر ہے کہ انہیں یزید سے کتنی محبت ہے، ان پر تبرا کے خیال سے کتنے بپھر رہے ہیں اللہ نصیب کرے بفحوائے حدیث شریف: المرء مع من احبہ ـ یوم قیامت یزید کیساتھ محشور ہوں" ـــــ اس یزید کے ساتھ محبت ہے جس نے جگر گوشۂ رسول کو شہید کیا، جس نے اہل مدینہ پر ظلم کے پہاڑ توڑے صحابہ کو قتل کیا، صحابہ (مہاجرین و انصار) کی بہو بیٹیوں کی عصمت لوٹی۔ جس نے خانۂ خدا پر فوج کشی کی، حالانکہ رسول کریم صلعم کا ارشاد ہے۔

مشکوٰۃ / بیانِ اہل بیت / ص ۲۵۳ / حدیث نمبر ۵۸۹۲۔ (عنہ ان رسول اللہ صلعم قال لعلی و فاطمۃ والحسن والحسین انی حرب لمن حاربہم و سلم من سالمہم ۔ ترجمہ: نبی کریم صلعم نے علی، فاطمہ، حسن اور حسین علیہم السلام کے متعلق فرمایا، جس نے ان سے جنگ کی، اس نے مجھ سے جنگ کی ـــــ نیز فرمایا

وفاء الوفاء / الباب الثانی / الفصل الثانی / فی الحث علی الاقامۃ بہا / ص ۳۲ ـــــ و فی صحیح مسلم من حدیث جابر فی تحریم المدینہ مرفوعاً، ولا یرید احدٌ لاھل المدینہ بسوءٍ الا اذابہ اللہ فی النار ذوب الرصاص ـ ترجمہ: نہیں ارادہ کرتا کوئی

شخص بن مدینہ والوں کے ساتھ برے سلوک کا مگر اللہ تعالیٰ اسے آگ میں سیسے کیطرح پگھلا دیگا) اور خلاقِ عالم کا ارشاد خانۂ خدا کے متعلق ہے کہ (من دخله کان آمنا) مگر پھر بھی حافظ جی " رسول کریم صلعم کے ساتھ جنگ کرنے والے ، دوزخ میں پگھلنے والے ، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنیوالے سے شدید محبت کرتے ہیں ان سے تبرّا انہیں ناگوار ہے ۔

قولہ : گویا خونِ حسین کی قیمت امام باڑہ ، مرثیہ گو ذاکر اور تبرا بر یزید تجویز ہوئی ۔

اقول : حافظ جی ! یہ کیا جاہلانہ باتیں کرتے ہیں ، اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر خاصانِ خدا کا ذکر کیا جائے تو یہ انکی خدماتِ دین کی قیمت ہو گی ؟ کیا محافل میلاد اور سیرت کانفرسوں میں جو آپ ذکر رسول صلعم کرتے ہیں یہ (عیاذاً باللہ) حضور صلعم کی نبوّت کی قیمت ہے ؟ کیا سیرتِ صدیق اور سیرۃ عمر جلسوں میں ان حضرات کا ذکر انکی خدماتِ دین کی قیمت ہے ، یا یہ صرف امام حسین علیہ السلام کے لیئے ہی مخصوص ہے کہ انکی شہادت کا ذکر انکے خون کی قیمت ٹھہرے ؟ اس طرح تو درس قرآن کریم کے مدرسے سے پیسے لیکر ترادیح پڑھانے والے حافظ اور شیطان سے تبرّا (عیاذاً باللہ) قرآنِ کریم کی قیمت اور مساجد ذکرِ خدا (نمازیں) اور غیر اللہ سے تبرّا (عیاذاً باللہ) توحید خداوندی کی قیمت ٹھہرے گا ۔

یہ یزید سے تبرا پر آپ اس قدر سیخ پا کیوں ہو رہے ہیں ، یزید پر تبرّا صرف ہم نہیں کرتے بلکہ اللہ ، اللہ کے فرشتے اور تمام انسان لعنت کرتے ہیں ۔ **وفاء الوفا** ، **وفاء الوفا** ، الباب الثانی ، الفصل الثانی فی الحث علی الاقامۃ بہا ، ص ۴۲ ○ و فی الکبیر للطبرانی حدیث : من آذی اہل المدینۃ آذاہ اللہ وعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین ولا یقبل اللہ منہ صرفاً ولا عدلاً ۔ ترجمہ : جس نے مدینہ والوں کو اذیت پہنچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچائی اس پر اللہ تعالیٰ ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے ۔ کہ

سوال نمبر ۳۳ : اگر شہادت حسین رض (العیاذ باللہ) اسلام کے لیئے المناک اور ناقابلِ تلافی نقصان ہونیکی بجائے اسلام کے لیئے فائدہ اور حیات کا سبب ہے تو فرمائیے کہ لوگ مرتد کیوں ہو گئے ۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ارتد	حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں ۔
الناس بعد قتل الحسین صلوٰۃ اللہ علیہ	کہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد تین آدمیوں
الا ثلاثہ ابو خالد کابلی یحییٰ بن ام طویل ۔	کے سوا سب لوگ مرتد ہو گئے پھر لوگ رفتہ
جبیر بن مطعم ۔	واپس آنے لگے ۔ [1] رجال کشی ص ۸۱

حضرت زین العابدین (علیہ السلام) اس تصور سے کیوں ہر وقت روتے اور غم میں ڈوبے رہتے تھے کہ

بکشتن او عالمیان گمراہ شدند و دین خدا	آپکی شہادت سے اہلِ جہان گمراہ ہو گئے ۔ خدا
ضائع شد و سنن رسول بر طرف شد و بدع	کا دین ضائع ہو گیا اور رسولِ خدا صلعم کی سنتیں معطل
بنی امیہ ظاہر گردید ۔ (جلاء العیون ص ۴۰۲)	ہو گئیں ، بنو امیہ کی بدعتیں ظاہر ہو گئیں ۔

قولہ : اگر شہادت حسین (العیاذ باللہ) اسلام ...... فائدہ اور حیات کا سبب ہے

[1] حافظ نے عربی عبارت میں روایت کا آخری فقرہ (ثم ان الناس لحقوا وکثروا) چھوڑ دیا ہے لیکن ترجمہ میں شامل کیا ہے ۔

اقول: حافظ جی! کیا خلافِ عقل غیر معقول باتیں کرتے ہو، کوئی قتل شہادت تبھی کہلا سکتا ہے جبکہ دین کو فائدہ پہنچانے کیلئے قبول کیا گیا ہو۔ اپنے آپکو قتل کے لیئے ایسی صورت میں پیش کرنا کہ دین اسلام کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچتا ہو، شہادت نہیں بلکہ اپنے آپکو ہلاکت میں ڈالنا اور حرام ہوتا ہے۔ ارشادِ ربی ہے "لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات" **ترجمہ** (شہید وہ ہے جو فی سبیل اللہ قتل ہو۔) اور سبیل اللہ کیا ہے دینِ الٰہی کی تبلیغ و ترویج، اعلائے کلمۃ الحق۔ پس شہید اپنے آپکو تیغ کے حوالے کرکے دین کی تبلیغ و ترویج اور اعلائے کلمۃ الحق کرکے دین اسلام کو بے انتہا فائدہ پہنچا جاتا ہے نہ کہ ناقابلِ تلافی نقصان۔ اگر کسی کی شہادت سے اسلام کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچتا ہے تو (عیاذاً باللہ) اسلام کا تو بیڑا غرق ہو جائیگا۔ (حافظ کے کلیہ کے مطابق تو احد کے ستر شہدا کے بعد اسلام کے پلے کچھ بھی نہ رہا ہوگا۔ عیاذاً باللہ۔

حافظ جی! میرا خیال ہے کہ ہر سوال کے قائم کرنے کے بعد آپ نے یہ شعر ضرور پڑھا ہوگا۔ بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی۔
اور اگر نہیں پڑھا ہے تو اب اگلے اڈیشن میں ہر سوال کے بعد لکھ دیجیئے۔

تنبیہ: گو اس امر کا اس بحث سے کوئی تعلق نہیں لیکن موقع محل کے مطابق اسکی طرف اشارہ ضروری سمجھتا ہوں کہ یہی راز و حکمت ہے آئمہ اور انبیاء کے عملی تضاد کا کہ کبھی تو گمنام رہ کر، چھپ کر تبلیغ کرتے ہیں (گویا تقیہ کرتے ہیں) ـــــــــــ کبھی یکا و تنہا بھی تیروں تلواروں کا مقابلہ کرتے ہیں اور جان دے دیتے ہیں۔ جب دیکھتے ہیں کہ جان دینے سے دین و اسلام کا نقصان ہوگا تو اخفاء اور تقیہ سے کام لیتے ہیں اور جب دیکھتے ہیں کہ دین و اسلام کا فائدہ ہمارے جان دینے سے ہوگا تو شہید ہو جاتے ہیں یہی راز ہے حضرت علی علیہ السلام کے جہاد نہ کرنے میں اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے جہاد کرکے جان دے دینے میں۔

قولہ: تو فرمائیے کہ لوگ مرتد کیوں ہو گئے۔

اقول: میں باور نہیں کرتا کہ حافظ جی عربی سے اتنے ناواقف ہیں کہ "ارتد" کے معنی نہ جانتے ہوں۔ یقیناً حافظ جی عمداً ارتد کا مرتد من دین غلط ترجمہ کر رہے ہیں مگر حافظ جی سے کیا گلہ جبکہ انکے مذہب کا اصول یہ ہو کہ اگر اپنی کتابوں میں بھی کوئی ایسی حدیث، روایت دیکھو جس سے تمہارے عقیدہ و مذہب پر زد پڑتی ہو تو جھوٹ بولو، غلط تاویل کرو، لفظ نکال دو۔ وغیرہ تو ہماری کتابوں کا ترجمہ غلط کرنا کیا بعید ہے۔

قولِ امام علیہ السلام میں "ارتد الناس بعد قتل الحسین" کا یہ معنی نہیں کہ لوگ (دین سے مرتد ہو گئے) بلکہ یہ معنی ہے کہ اہلبیت کی نصرت سے منہ موڑ گئے یا ہمیں چھوڑ کر لوٹ گئے۔ عبارت کا آخری فقرہ (ثم الناس لحقوا وکثروا) کہ پھر لوگ ہم سے ملنے لگے اور زیادہ ہو گئے اس معنی مقصود پر دلیل بیّن ہے اگر لفظ "ارتد" سے مراد مرتد ہوگا تو اس آخری فقرہ میں "ثم لحقوا" کی بجائے "ثم امنوا" ہوتا۔ حافظ جی! ذرا ان آیات کا ترجمہ تو کریں۔

۱۔ پ ۱۳ ع ۵: فلما ان جاء البشیر القاہ علی وجہہ فارتد بصیراً۔ **ترجمہ:** جب کہ بشیر آیا اور اس (کرتے) کو اس (یعقوب علیہ السلام) کے چہرے پر ڈالا تو وہ بیتاب ہو گئے۔
کیا آپ اس آیت کا یہ معنی کریں گے کہ "دیکھنے والے مرتد ہو گئے" نعوذ باللہ، کیونکہ یہاں بھی تو لفظِ ارتد موجود ہے۔

۲۔ قال ذلک ما کنا نبغی فارتدا علی اثارھما (پ ۱۰ ع ۲۰) ترجمہ: (حضرت خضر نے کہا) یہی تو ہم چاہتے تھے، پس وہ

دونوں اپنے نشانِ قدم پر واپس لوٹے۔

کیا حافظ جی! آپ اس کا یہ معنی کریں گے کہ وہ دونوں اپنے قدم پر (نعوذ باللہ) مرتد ہو گئے کیونکہ یہاں لفظ "ارتد" موجود ہے۔

قولہ: حضرت زین العابدین ع ..... تا بدع بنی امیہ ظاہر گردید۔

اقول: اس روایت میں حافظ جی حضرت نے ایک لفظ "بکشتن" کا غلط معنی کر کے سارے مطلب کو ہی الٹ دیا ہے (اسے کہتے ہیں عیاری و پرکاری) "کشتن" کے معنی شہادت یا شہید ہونا نہیں بلکہ قتل کرنا یا شہید کرنا ہیں۔ امام حسین علیہ السلام کے شہید ہونے سے دینِ خدا ضائع نہیں ہوا، سنّتِ رسولِ خدا معطل نہیں ہوئیں، بنی امیہ کی بدعتیں ظاہر نہیں ہوئیں بلکہ یہ تمام (چیزیں) شہید کر دینے سے ہوئیں۔

اس میں شک نہیں کہ قاتلوں نے امام علیہ السلام کو دینِ خدا کو ضائع کر کے، دینِ خدا کے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہوئے شہید کیا، اپنے ساتھیوں پیروکاروں کو گمراہ کیا، بنی امیہ کی بدعتوں کو ظاہر کیا، بخلاف اسکے (جیسا کہ ہر ذی فہم جانتا ہے کہ مقتول کا عمل قاتل کے عمل کا رد ہوتا ہے) امام حسین علیہ السلام نے شہید ہو کر دینِ خدا کو زندہ کیا، اپنے ساتھیوں پیروکاروں کو گمراہی سے نکالا، بنی امیہ کی بدعتوں کو باطل ثابت کیا۔ (اس میں نہ اشکال ہے نہ ابہام اور نہ جائے اعتراض)۔ حافظ جی نے اس روایت کو نقل کرتے ہوئے روایت کے سیاق و سباق کو حذف کر دیا، میں چاہتا ہوں کہ سیاق و سباق کا ذکر کر کے واضح کروں کہ امام زین العابدین علیہ السلام کیوں روتے اور کیوں ان امور کا ذکر کرتے تھے۔

اس عبارت سے قبل یہ الفاظ ہیں ـــــ گریۂ دوستانِ خدا و مقربانِ حق تعالیٰ برائے یکدیگر از بابت گریۂ دیگراں نیست کہ محبت بشری باشد ولہذا در فوت فرزندان چنداں نمے گریستند بلکہ چوں امام زین العابدین ع پدر بزرگوار را بہتر از دیگراں میشناختند و فوائد وجودِ ایں بزرگوار را، و مفاسد فقدانِ امام اخیار را زیادہ از دیگراں میدانست و میدانست کہ او در زمانِ خود محبوب ترین خلق بود نزد خدا و بکشتن او۔ (حافظ کی ذکر کردہ عبارت) بایں جہت میگریست و ایں ہم بعد از تامل بگریہ محبت خدا برمیگردد۔ **ترجمہ:** دوستانِ خدا اور مقربانِ بارگاہِ خداوندی کا رونا دیگر لوگوں کی مانند محبتِ بشری کی بناء پر نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ یہ (بزرگوار) اولاد کی ذفات پر بھی نہیں روتے، بلکہ امام زین العابدین علیہ السلام دوسروں سے بہتر اپنے پدر بزرگوار کو اور انکے وجود کے فوائد اور نہ ہونے کی خرابیوں کو جانتے تھے اور جانتے تھے کہ وہ اپنے زمانے میں تمام مخلوق سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو محبوب تھے اور ان کے قتل کرنے میں لوگ گمراہ ہوئے ..... پس وہ ان وجوہات کی بناء پر روتے تھے، غور کرنے پر واضح ہو جاتا ہے کہ یہ سب رونا محبتِ خدا میں رونا ہے۔

گویا امام زین العابدین علیہ السلام یہ الفاظ کہہ کر (فرما کر) واضح فرمانا چاہتے تھے (ہیں) کہ میرا رونا اس لیئے نہیں کہ امام حسین علیہ السلام میرے والد ہیں اور میں اس محبتِ بشری کے تقاضہ سے رو رہا ہوں بلکہ میرا رونا محبتِ خدا میں ہے کیونکہ میرے والد محبوبِ خدا تھے اور انہیں قتل کر کے دینِ خدا اور سنّتِ رسول صلعم کی ہتک اور تحقیر کی گئی ہے۔

سوال نمبر ۳۴: قرآن پاک میں جگہ جگہ صبر کی تلقین اور لاتحزنوا سے بے صبری کی ممانعت (یا نفی) موجود ہے، الفاظ سے بتلیئے از روئے لغت و شرع بین، رونا پیٹنا، ہائے ہائے کرنا، ران سینہ منہ پیٹنا، کالا لباس پہننا وغیرہ بے صبری اور جزع فزع میں داخل ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو (اگر داخل ہے تو) ایمان کے ساتھ بالیقین بتائیے

کردہ کونسی سنّتِ نبوی قولی و فعلی کتبِ فریقین میں ثابت ہے جس میں حضرت حسینؑ کے لیئے تمام امورِ ممنوعہ کا جواز و استثنا مذکور ہے ؟۔

جواب ؛ قولہ؛ قرآن پاک میں .... داخل ہے یا نہیں۔

اقول ؛ بلا شک قرآن کریم میں جگہ جگہ صبر کی تلقین اور بے صبری کی نہی موجود ہے لیکن ہم انصاف سے بتلاتے ہیں کہ جن چیزوں کا آپ نے ذکر کیا ہے ان میں کوئی چیز بھی بے صبری میں داخل نہیں البتہ (ران، سینہ، منہ) کا پیٹنا اور سارا لباس سیاہ پہننا جزع فزع میں شامل ہے جو شرعاً ممنوع ہے لیکن ہمارے آئمہ علیہم السّلام کے اقوال کے مطابق غمِ حسین میں اور کسی دینی نقصان پر جزع فزع کرنا نہ صرف جائز بلکہ ممدوح ہے (جیسا کہ آگے چل کر وضاحت کرونگا)۔

بحار الانوار/ جلد ۱۱/ ص — عن ابی عبد اللّٰہ علیہ السّلام کل الجزع والبکاء مکروہ سواء الجزع والبکاء علی الحسین علیہ السّلام ۔ **ترجمہ** ؛ ہر جزع اور رونا مکروہ ہے سوائے حضرت امام حسین علیہ السلام (کے غم میں) جزع اور رونے کے۔

صبر کے لغوی معنی ہیں مقامِ جائز و درست پر ثابت قدم رہنا اور **بے صبری** مقامِ جائز کو چھوڑ دینا ہے۔

شرعی لحاظ سے "صبر مصیبت میں" کی تشریح قرآنِ کریم میں موجود ہے۔

پ ۲ ع ۳ ؛ ولبشر الصابرین ۝ الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ۔

ترجمہ ؛ ان صبر کرنیوالوں کو بشارت دو کہ جب انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں ہم اللہ کے لیئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ جانیوالے ہیں مقصد یہ کہ اللہ تعالیٰ کے اس (مصیبت میں مبتلا کرنے) کے فعل پر اظہارِ ناخوشی اور ناپسندیدگی نہیں کرتے بلکہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے لیئے ہیں اس لیئے اُس کی ذات پاک کو اختیار و حق حاصل ہے کہ ہمیں جس حالت میں چاہے رکھے ۔ پس رونا، پیٹنا وغیرہ بے صبری نہیں بلکہ بے صبری یہ ہے کہ فعلِ خدا پر اظہار ناپسندیدگی و ناراضگی کر کے اپنے جائز و درست مقام (دائرۂ ایمان) سے ہٹ جائے ۔

قولہ: رونا

اقول ؛ حضور نبی کریم صلعم کے مندرجہ ذیل ارشادات سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ رونا بے صبری نہیں بلکہ ایسے الفاظ منہ سے نکالنا جو آدابِ عبودیت کے خلاف ہوں بے صبری ہے۔

بخاری/ کتاب الجنائز/ باب قول النبی انا بک لمحزونون — عن انس بن مالک عنہ قال دخلنا مع رسول اللّٰہ صلعم علیٰ ابی سیف القین وکان ظئراً لابراھیم علیہ السّلام فاخذ رسول اللّٰہ صلعم فقبلہ وشمہ ثم دخلنا وابراھیم یجود بنفسہ ۔ فجعلت عینا رسول اللّٰہ صلعم تذرفان فقال عبد الرحمٰن بن عوف وانت یا رسول اللّٰہ فقال یا ابن عوف انھا رحمۃ ثم اتبعھا اخریٰ فقال ان العین تدمع و القلب یحزن ولا نقول الا ما یرضیٰ ربنا ۔ وانا بفراقک یا ابراھیم لمحزونون ۔ **ترجمہ** ؛ انس بن مالک سے روایت ہے انہی بابت اس نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلعم کے ساتھ (فرزندِ رسول صلعم) ابراہیم علیہ السلام کے دایہ سیف القین کے ہاں گئے، نبی کریم صلعم نے (اپنے فرزند کو) لیا، چوما، خوشبو سونگھی، پھر ہم داخل ہوئے تو ابراہیمؑ دم توڑ رہا تھا، پس رسول اللہ صلعم کی آنکھیں بہنے لگیں تو عبد الرحمٰن بن عوف نے کہا اور آپ! یا رسول اللہ ؟۔ تو آپ نے فرمایا اے ابنِ عوف! یہ تو رحمت ہے۔

اس کے بعد ایک اور بات فرمائی کہ تحقیق آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں، دِل غمزدہ ہے لیکن ہم نہیں کہتے مگر ایسی بات جس سے ہمارا رب راضی ہو۔

اِس حدیث سے بھی صاف ظاہر ہے کہ رونا بے صبری نہیں، بلکہ یہ تو رحمت ہے، بے صبری یہ ہے کہ کوئی ایسی بات کہی جائے جس سے اَللہ تعالیٰ ناراض ہو۔

حضور صلعم کی ایک اور حدیث سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ کسی عزیز کی فرقت و وفات پر رونا رحمت و رأفت کی علامت ہے اور ایسے موقع پر آنسو نہ نکلنا سنگدلی کی اور بے مروّتی کی علامت ہے۔

اُبو داؤد/ کتاب الجنائز/ باب البکاء علی المیت/ حدیث نمبر ۳۱۰۹۔ ○ عن عاصم الاحول قال سمعت ابا عثمان عن اسامة بن زید ان ابنةً لرسول اللّٰہ صلعم ارسلت الیہ وانا معہ وسعد واحسب اُبیّاً ان ابنی وابنتی قد حضر فاشہدنا فارسل یقرئ السّلام فقال قل للّٰہ ما اخذ واعطی وکل شئ عندہ الی اجل فارسلت علیہ فاتاھا فوضع الصبی فی حجر رسول اللّٰہ صلعم ونفسہ تقعقع عینا رسول اللّٰہ فقال لہ سعد ماھذا یارسول اللّٰہ قال انہا رحمۃ یضعھا اللّٰہ فی قلوب من یشاء وانما یرحم من عبادہ الرحماء۔ ترجمہ! اسامہ بن زید سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلعم کی ایک بیٹی نے پیغام بھیجا جبکہ میں اور سعد اور میرا گمان ہے اُبی بھی رسُول اللہ صلعم کے ساتھ تھے کہ میری بیٹی یا میرے بیٹے کا آخری وقت ہے پس ہمارے پاس آئیے، رسُول اللہ صلعم نے سلام کہا اور کہلا بھیجا کہ اَللہ کے لیئے ہے جو چاہے عطا کرے، جو چاہے لے لے، ہر چیز کیلئے اس کے پاس ایک مقرّرہ میعاد ہے۔ (رسُول اللہ صلعم کی بیٹی) نے پھر پیغام بھیجا اور قسم دی، پس رسُول کریم صلعم اس کے پاس آئے۔ بچّے کو رسُول اللہ کی گود میں دیا گیا، جبکہ اس کی سانس اکھڑ رہی تھی، پس رسُول اللہ صلعم کی آنکھیں بہنے لگیں۔ سعد نے کہا، یا رسُول اللہ صلعم یہ کیا؟ حضور صلعم نے فرمایا، بے شک یہ وہ رحمت ہے کہ جسے اَللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے اس کے دِل میں ڈال دیتا ہے۔ بیشک اللہ کے رحیم بندے رحم کرتے ہیں۔

دیکھا حافظ جی! آپ جسے بے صبری شمار کر رہے ہیں، حضور صلعم اُسے رحمت و رأفت بتاتے ہیں، رحیم بندوں کی صفت بتلاتے ہیں (اور رحم کرنیوالوں پر ہی اَللہ تعالیٰ اپنی رحمت نازل فرماتا ہے۔ حضور صلعم کا ارشاد من لایرحم لایُرحم۔ جو دُوسروں پر رحم نہیں کرتا، اس پر رحم نہ کیا جائیگا) پس میت پر رونا بخلاف آپکے عقیدہ کے باعث ثواب ہوا نہ کہ بے صبری، بشرطیکہ مرنے والا نیک مرد، اللہ کا پیارا قابلِ رحم ہو۔ اگر رونا بے صبری ہے تو (اعاذنا اللہ) بعض انبیاء، رسول صلعم، اور صحابہ کرامؓ کو تسلیم بے صبرہ کہنا پڑیگا۔

احادیث اور مطویات کی روشنی میں ایک صاحب عقلِ سلیم کا یہی فیصلہ ہوگا کہ ایک مردِ صالح، اَللہ کے بندے کی وفات پر رونا باعث ثواب ہی چاہیئے کیونکہ یہ رونا اسے خراجِ عقیدت و محبت پیش کرتا ہے اور مرنے والے کی موت پر کسی رونے والے کا نہ ہونا اسکی بے وقری کا باعث ہے، کیونکہ دیکھنے والا یہی خیال کرتا ہے کہ مرنے والا شاید کوئی ایسا بے فیض شخص تھا کہ جس کے مرنے کا کسی کو افسوس نہیں، دیکھئے اَللہ تعالیٰ اپنے قرآن میں فرعونیوں کی ذِلّت آمیز موت کے متعلق فرماتا ہے ما علیہم السمٰوٰت والارض۔ (زمین و آسمان والوں میں سے کوئی ان کی ہلاکت پر نہ رویا)۔ یہی وجہ ہے کہ رسُول اللہ صلعم نے جب دیکھا کہ شہدائے احد کے گھروں میں شہداء کے غم میں رونا ہو رہا ہے تو نہایت حسرت و یاس سے فرمایا کہ "افسوس حمزہ

رونے والیاں نہیں" جسے سن کر انصار کی عورتیں آئیں اور حمزہ کا ماتم کیا اور رسول اللہؐ سے دعائیں لیں۔

البدایہ والنہایہ / ذکر احد / جلد ۴ / ذکر الصلاۃ علی حمزہ وقتلی احد / ص ۴۸ ○ قال ابن اسحٰق ومر رسول اللّٰہ صلعم بدار بنی عبد الاشہل وسمع البکاء والنوائح علی قتلاھم فذرفت عینا رسول اللّٰہ صلعم ثم قال لکن حمزۃ لا بواکی لہ فلما رجع سعد بن معاذ واسید بن حضیر الی دار بنی عبد الاشہل امرا نساءھن ان یتحزمن ثم یذھبن فیبکین علی عم رسول اللّٰہ صلعم وحدثنی حکیم بن حکیم بن عباد بن حنیف عن بعض رجال بنی عبد الاشہل قال لما سمع رسول اللّٰہ صلعم بکاءھن علی حمزۃ خرج علیھن وھن فی المسجد یبکین ارجعن یرحمکن اللّٰہ آسیتن بانفسکن۔ **ترجمہ:** ابن اسحٰق نے کہا کہ رسول اللہ صلعم بنی الاشہل کے گھروں کے پاس سے گذرے انہیں اپنے مقتولوں پر روتے اور نوحہ (بین) کرتے ہوئے سنا پس رسول اللہ صلعم کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور فرمایا لیکن حمزہ پر کوئی رونے والیاں نہیں ہیں جب سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر بنی الاشہل کے گھروں کیطرف لوٹے تو اپنی عورتوں کو حکم دیا کہ کمریں باندھلیں اور جائیں اور رسول اللہ صلعم کے چچا پر روئیں۔ حکیم بن حکیم نے بنی الاشہل کے بعض مردوں سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا کہ جب رسول اللہ صلعم نے انکا رونا حمزہ پر سنا تو باہر تشریف لائے وہ مسجد میں رو رہی تھیں فرمایا لوٹ جاؤ اللہ تم پر رحمت نازل کرے تم نے غمخواری کا حق ادا کر دیا۔

اسی کتاب کی دوسری روایت ملاحظہ ہو۔ **البدایہ والنہایہ / جلد ۴ / ص ۴۸-۴۹** ○ حدثنا زید بن الحباب حدثنی اسامہ بن زید حدثنی نافع عن ابن عمر ان رسول اللّٰہ صلعم لما رجع عن احد فجعل نساء الانصار یبکین علی من قتل من ازواجھن قال فقال رسول اللّٰہ صلعم ولکن حمزۃ لا بواکی لہ قال ثم نام فانتبہ وھن یبکین علی حمزۃ۔ قال ھن الیوم اذا یبکین یندبن علی حمزۃ۔ وھذا علی شرط مسلم۔

ترجمہ: ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلعم احد سے واپس لوٹے تو انصار کی عورتوں نے اپنے خاوندوں پر جو شہید ہو گئے تھے رونا شروع کیا، رسول اللہ صلعم نے فرمایا" لیکن حمزہ پر رونے والیاں نہیں ہیں" راوی نے کہا پھر حضور صلعم سو گئے اور حضور صلعم کی آنکھ کھل گئی درانحالیکہ وہ حمزہ پر ندبہ (نوحہ) کر رہی تھیں۔ راوی نے کہا کہ ان انصار کی (عورات) کا آج بھی یہ دستور ہے کہ جب کبھی (کسی اپنے میت پر) روتی ہیں تو جناب حمزہ پر ندبہ کرتی ہیں یہ حدیث مسلم کی شرط پر پوری اترتی ہے۔

قولہ: ہائے ہائے کرنا۔

اقول: حافظ جی! یہ انسانی فطرت ہے کہ جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو بے اختیار اسکے منہ سے ہائے نکلتی ہے (کیا جب کبھی آپکے پیٹ میں سنی شیعہ کا مروڑ اٹھتا ہوگا تو آپ "ہائے" نہیں کرتے ہونگے۔) کسی کو فطرت کے خلاف امر کا حکم دینا تکلیف مالایطاق ہے اور اللہ تعالیٰ کسی کو اسکی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا"

دیکھیئے یعقوب علیہ السلام تکلیف کے وقت "ہائے" پکار رہے ہیں۔

پ ۱۳ ع ۱: ولتوٰلی عنھم وقال یاسفٰی علی یوسف وابیضت عیناہ من الحزن فھو کظیم۔ ترجمہ ۱۱س (یعقوبؑ)

نے ان سے روگردانی کی اور کہا ہائے افسوس یوسف اور اسکی آنکھیں حزن و غم سے سفید ہوگئیں پس وہ بہت ضبط کرنیوالے تھے۔

۲۔ رسول اللہ صلعم اور عائشہ رض سر درد سے ہائے پکار اٹھتے ہیں۔

موسوعۃ آل نبی / تالیف عائشہ بنت شاطی / مطبوعہ مصر / ص ۲۸۵ / ذکر عائشہ رض ـ فلما اصبح مرّ بعائشہ رض فی الغداۃ فوجدھا تشکو صداعاً وتئن متوجعۃ واراساہ ـ قال وقد بدأ یحس الم المرض بل انا واللہ یا عائشہ واراساہ ـ ترجمہ: جب صبح ہوئی (حضور صلعم) صبح کیوقت عائشہ رض کے پاس سے گذرے، پس اسے سر درد میں مبتلا اور درد کیوجہ سے کراہتے اور "ہائے میرا سر" کہتے ہوئے پایا، تو فرمایا درانحالیکہ بیماری کی تکلیف محسوس فرمانے لگے تھے "بلکہ اللہ کی قسم اے عائشہ میں" ہائے میرا سر ہوں" (السمہ الثمین السیرۃ الحلبیہ) اگر "آل النبی" کتاب تک رسائی نہ ہو تو معارج النبوۃ رکن چہارم باب سیزدھم (ذکر مرض آنحضرت[۴]) میں یہ تفصیل دیکھیئے۔

۳۔ جناب زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا اپنے والد بزرگوار کی تکلیف پر "ہائے بابا کی تکلیف" کہتی ہیں۔

مشکوٰۃ / بیان وفات النبی / حدیث نمبر ۵۷۰۷ ـ عن انس قال لما ثقل النبی صلعم جعل یتغشاہ الکرب فقالت فاطمۃ رض "واکرب اباہ" فقال صلعم لیس علی ابیک کرب بعد الیوم ـ ترجمہ: انس سے روایت ہے کہ جب نبی صلعم کی بیماری بڑھ گئی تو فاطمہ رض نے کہا "ہائے میرے بابا کی تکلیف" تو حضور صلعم نے فرمایا کہ آج کے بعد تیرے بابا پر کوئی تکلیف نہ آئیگی۔

قولہ: ران، سینہ، منہ پیٹنا، کالا لباس پہننا۔

اقول: گو یہ امر بے صبری کے ضمن میں نہیں آتے لیکن یہ جزع و فزع کے ضمن میں آتے ہیں۔ اسکا جواب اگلے سوال نمبر ۳۵ میں دونگا جہاں بعض جزع و فزع کے امر ممنوع و مکروہ ہونے سے استثناء کا ذکر کرونگا۔

قولہ: اگر داخل ہے ۔ ۔ ۔

اقول: جی نہیں ان میں سے کوئی امر بھی بے صبری میں داخل نہیں جیسا کہ میں نے قبلاً ذکر کیا البتہ بعض امور جزع و فزع میں شامل ہیں لیکن دینی نقصان پر خوف خدا سے یا حرمات الٰہی کی ہتک پر محبت حرمات الٰہی کیوجہ سے جزع و فزع کرنا، ممنوع و مکروہ جزع فزع سے مستثنیٰ ہے۔

قولہ: (ایمان کیساتھ .... جواز و استثناء مذکور ہو)

اقول: ہم ایمان کیساتھ بالیقین بتلاتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام اور دیگر اہل بیت کے مصائب یاد کرکے رونا نہ صرف سنت ہے بلکہ موجب حصول جنت ہے، رہے وہ امور جو جزع و فزع میں شامل ہیں تو انکا جواز سنت فعلی سے ثابت کرنا تو ناممکن ہے کیونکہ معصوم کی شان اس سے ارفع و اعلیٰ ہے کہ انکا رونا جزع و فزع کی حد تک پہنچ جائے لیکن سنت قولی (یعنی اس امر میں دوسروں کے ایسا کرنے پر خاموش رہنا) سے اور فعل صحابہ سے ثابت کیا جا سکتا ہے۔

(۱) رونے کی سنت قولی: (ا) ۱۔ المودۃ القربیٰ ـ المودۃ الثانیۃ عشر۔

(ب) ینابیع المودۃ / الباب السادس والخمسون / ص ۲۶۰ ـ جناب زہرا قیامت

دن حسین رضؓ کی خون آلود قمیض کے ساتھ میدانِ حشر میں آئیں گی۔ ● فتحتوی علی ساق العرش فتقول انت الجبار العدل اقض بینی وبین من قتل ولدی فیقضی اللہ لبنتی ورب الکعبۃ ثم تقول اللھم اشفعنی فیمن بکی علی مصیبۃ لیشفعھا اللہ فیھم۔ ترجمہ: پس وہ (یعنی فاطمہؑ علیہا السلام) عرش کے پائے سے لپٹ جائیگی اور کہے گی اے اللہ تو عادل وحاکم ہے میرے اور میرے بیٹے کو قتل کرنے والوں کے درمیان فیصلہ فرما، پس ربِّ کعبہ کی قسم اللہ تعالیٰ میری بیٹی کے حق میں فیصلہ فرمائے گا، پھر (میری بیٹی) کہے گی اے میرے اللہ میرے بیٹے کے غم میں رونے والوں کے حق میں مجھے انکا شفیع بنا، پس اللہ تعالیٰ اسکی شفاعت کو قبول فرمائے گا، پوری حدیث جواباً سوال نمبر ۱۹ میں ذکر ہو چکی ہے۔

تمہید / ص ۶۱۵ / مطبوعہ نولکشور / سن ۱۸۷۳ء (ب) روضۃ الشہدا / ملا حسین کاشفی ● گریہ درین ماتم موجبِ حصولِ رضائے ربّانی وسببِ وصولِ ریاضِ جاودانی، چنانچہ در حدیث آمدہ من بکی علی الحسین او ابکی وجبت لہ الجنتہ۔ ہر کہ بر حسین گریہ یا دیگران بگریاند سزاوار باشد کہ او را بہ بہشت برند زمخشری فرماید کہ ہر کہ بگرید بہشت براد را واجب مے شود، ہر کہ خود را گریاں فرماید بحکم من تشبہ بقوم فھو منھم در وعدہ وجبت لہ الجنتہ داخل است۔

ترجمہ: اس واقعۂ غمناک پر رونا اللہ کی رضا کے حصول اور باغہائے غیر فانی (بہشت) تک پہنچنے کا سبب ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ جو حسینؑ پر رو دیا۔ یا۔ دوسروں کو رلایا، حقدار ہوگا کہ اسے جنت میں لے جائیں زمخشری نے فرمایا کہ جو روئے بہشت اسکے لیئے واجب ہو جاتا ہے جو اپنے آپکو روتا ہوا ظاہر کرے بحکم اس حدیث کے کہ "جس نے اپنے کو جس قوم کے مشابہ بنایا وہ انہیں میں سے ہے" جنت کے وعدے میں وہ بھی داخل ہے۔

۲۔ رونے کی سنّتِ فعلی: کنز العمال / جلد ۱۳ / کتاب الفضائل / فضائل الحسین / حدیث نمبر ۳۷۶۶۶۔

● عن ام سلمۃ قالت کان النبی جالساً ذات یوم فی بیتی فقال لا ید خل علیّ احد۔ فانتظرت فدخل الحسین فسمعت نشیج النبی صلعم، فاطلعت فاذا الحسین فی حجرہ او الی جنبہ یمسح راسہ وھو یبکی فقلت واللہ ما علمت بہ حتیٰ دخل فقال النبی (صلعم) ان جبریل کان معنا فی البیت فقال اُتحبّہ فقلت اما من حب الدنیا فنعم فقال ان امتک ستقتل ھذا بارض یقال لھا کربلا فتناول جبرائیل من ترابھا ناراہ۔

ترجمہ: ام سلمہؓ سے روایت ہے اس نے کہا کہ ایک دن نبی کریم صلعم میرے گھر بیٹھے ہوئے تھے پس فرمایا کہ کوئی شخص میرے پاس نہ آئے، پس میں نے انتظار کیا پس حسینؑ داخل ہو گئے پس میں نے نبی کریم صلعم کے رونے کی آواز سنی پس میں نے جھانک کر دیکھا تو کیا دیکھتی ہوں کہ حسین رضؓ انکی گود میں یا پہلو میں ہیں اور نبی کریم صلعم اس کے سر پر ہاتھ پھیر رہے ہیں اور رو رہے ہیں، پس میں نے کہا بخدا مجھے اسوقت پتا چلا جب وہ داخل ہو چکے تھے۔ پس نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ جبریلؑ اس گھر میں میرے ساتھ تھے پس اس نے کہا کہ آپ اس (یعنی حسینؑ) سے محبت کرتے ہیں؟ میں نے کہا دنیاوی محبت کے طور پر ہاں" پس اس نے کہا کہ تیری امت اسکو کربلا کی زمین میں قتل کریگی پس جبرائیل نے اس کی مٹی لی اور مجھے دکھائی۔

(ب) مشکوٰۃ / مترجم / جلد ۳ / باب المناقب / فصل بیان اہل البیت ص ۲۵۹ / حدیث نمبر ۵۹۱۸ ● عن ام الفضل بنت الحارث انھا دخلت علی رسول اللہ صلعم فقالت یا رسول اللہ رایت حلما منکراً اللیلۃ قال وما ھو

قالت انه هو شدید قال وما هو قالت کان قطعة من جسدک قطعت و وضعت فی حجری فقال رسول اللّٰہ صلعم رأیت خیراً تلد فاطمة ان شاء اللّٰہ غلاماً یکون فی حجرک فولدت فاطمة الحسین وکان فی حجری کما قال رسول اللّٰہ صلعم فدخلت یوماً علی رسول اللّٰہ صلعم فوضعته فی حجرہ ثم کانت فاذا اعینا رسول اللّٰہ صلعم قالت فقلت یا نبی اللّٰہ بابی انت ملک قال اتانی جبرائیل فاخبرنی ان امتی ستقتل ابنی هذا فقلت هذا قال نعم واتانی بتربة من تربته حمراء۔ ترجمہ: ام الفضل بنت حارث سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلعم کے پاس گئیں اور کہا اے اللہ کے رسول میں نے اس رات بڑا عجیب خواب دیکھا ہے، حضور صلعم نے فرمایا کہ وہ کیا ہے؟ اس نے کہا وہ بہت سخت خواب ہے، حضور صلعم نے فرمایا کہ وہ کیا ہے؟ اس نے کہا، گویا (میں نے دیکھا کہ) کہ آپ صلعم کے جسم (مبارک) سے ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں رکھ دیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تو نے اچھا خواب دیکھا ہے (میری بیٹی) فاطمہ کے ہاں انشاء اللہ ایک لڑکا پیدا ہوگا اور وہ تیری گود میں ہوگا پس فاطمہ (سلام اللہ علیہا) کے ہاں حسین رض پیدا ہوئے اور میری گود میں آئے۔ ایک دن میں رسول اللہ صلعم کے پاس گئی اور اسے (حسینؑ کو) انکی گود میں رکھ دیا، پھر (تھوڑی دیر بعد) جو حضور صلعم کی طرف مڑ کر دیکھا تو حضور صلعم کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں، میں نے کہا اے نبی اللہ، میرے ماں باپ آپ پر قربان، یہ آپ کو کیا ہوا۔ (آپ کیوں روتے ہیں) آپ صلعم نے فرمایا، جبرائیل میرے پاس آیا اور مجھے خبر دی کہ میری امت میرے اس بیٹے کو قتل کرے گی، میں نے کہا، اس کو؟ آپ صلعم نے فرمایا ہاں! اور مجھے اس (کے جائے قتل) کی مٹی میں سے سرخ رنگ کی مٹی دی۔

ج: وفاء الوفاء (سمہودی) / الباب الرابع / الفصل العاشر فی حجرة فاطمةؓ / ص ۴۶۸ — عن علیؓ قال زارنا رسول اللّٰہ صلعم فعملنا له خزیرة واهدت لنا ام ایمن من لبن وصحفة من تمر۔ فاکل رسول اللّٰہ صلعم وکلنا معه ثم وضأت رسول اللّٰہ صلعم فمسح راسه وجبهته بیده ثم استقبل القبلة فدعا بما شاء ثم اکب الی الارض بدموع غزیرة فعل ذالک ثلاث مرات فتهیبنا رسول اللّٰہ صلعم ان نسأله فوثب الحسین علی ظهر رسول اللّٰہ صلعم وبکی فقال له بابی امی انت ما یبکیک قال یا ابت رأیتک تصنع شیئاً ما رایتک مثله فقال رسول اللّٰہ صلعم یا بنی سررت بکم الیوم سروراً لم اسر بکم مثله وان حبیبی جبرئیل علیه السلام اتانی واخبرنی انکم قتلی وان مصارعکم شتی فاحزنی ذلک ودعوت اللّٰہ لکم بالخیرة۔ ترجمہ: علی علیہ السلام سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلعم ہم سے ملنے آئے، پس ہم نے انکے لیئے خزیرہ (ایک قسم کا کھانا) تیار کیا جبکہ ام ایمن نے ہمیں ایک پیالہ دودھ اور طشتری کھجوروں کی ہدیہ بھیجی تھی، پس رسول اللہ صلعم نے نوش فرمایا اور ہم نے بھی انکے ساتھ کھایا، پھر میں نے رسول اللہ صلعم کے ہاتھ دھلائے، حضور صلعم نے اپنے سر اور پیشانی پر ہاتھ پھیرا، پھر قبلہ رخ ہوئے اور دعا مانگی جو مانگنا چاہتے تھے پھر زمین کی طرف سر جھکا کر خوب آنسو بہائے، اسی طرح تین مرتبہ کیا۔ پس ہمیں جرأت نہ تھی کہ حضور صلعم سے سبب پوچھیں، حسین رض رسول اللہ صلعم کی پشت (مبارک) سے لپٹ گئے اور رونے لگے۔ حضور صلعم نے فرمایا، میرے ماں باپ تجھ پر قربان، کیوں روتے ہو؟ (حسین رض نے کہا، اے اباجان! میں نے آپکو وہ کچھ کرتے دیکھا ہے جو پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا، اے میرے بیٹے! آج میں تمہاری وجہ سے اسقدر خوش ہوا

کہ اس طرح پہلے کبھی نہ ہوا تھا اور میرے حبیب جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھے خبر دی کہ تم (سب) قتل کیئے جاؤ گے اور تمہارے قتل کے مقام (یا مقابر) مختلف مقامات (جگہوں) پر ہوں گے ۔ پس اس امر نے مجھے غمزدہ کر دیا اور اللہ تعالیٰ سے تمہاری بھلائی کیلئے دعا مانگی ۔

کنز العمال / جلد ۱۳ / فضائل علی / حدیث نمبر ۳۶۵۲۳ ۔ ٥ عن علی بینا رسول اللہ صلعم اخذ بیدی و نحن نمشی فی بعض سکک المدینۃ فمرانا بحدیقۃ فقلت یا رسول اللہ ما احسنھا من حدیقۃ قال لک فی الجنۃ احسن منھا ثم مررت باخری فقلت یا رسول اللہ ما احسنھا من حدیقۃ قال لک فی الجنۃ احسن منھا حتی مرانا بسبع حدائق کل ذالک اقول ما احسنھا و یقول لک فی الجنۃ احسن منھا فلما خلی لہ الطریق اعتنقنی ثم اجھش باکیا قلت یا رسول اللہ ما یبکیک قال ضغائن فی صدور اقوام لا یبدونھالک الا بعدی قلت یا رسول اللہ فی سلامۃ من دینی قال فی سلامۃ من دینک (البزاد ع ۔ ک ۔ ابو الشیخ فی کتاب القطع والسرقہ ۔ خط ۔ ابن النجار فی تاریخہ) **ترجمہ**: علیؑ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے میرا ہاتھ پکڑ لیا جبکہ ہم مدینہ منورہ کی سڑکوں پر چل رہے تھے پس ہم ایک باغ کے پاس سے گذرے میں نے کہا یا رسول اللہ صلعم کیسا خوبصورت باغ ہے حضور صلعم نے فرمایا "تیرے لیئے جنت میں اس سے بھی زیادہ خوبصورت (باغ) ہے"۔ پھر ہم ایک اور باغ کے پاس سے گذرے میں نے کہا کیسا خوبصورت باغ ہے اے رسول اللہ صلعم ۔ حضور صلعم نے فرمایا "جنت میں اس سے بھی خوبصورت تیرے لیئے ہے" یہاں تک کہ ہم سات باغوں کے پاس سے گذرے، میں نے ہر ایک کے متعلق یہی کہا کہ کیسا خوبصورت ہے اور حضور صلعم فرماتے "تیرے لیئے جنت میں اس سے بھی خوبصورت ہے"۔ جب راستہ (آنے جانے) والوں سے خالی تھا تو حضور صلعم نے مجھے گلے لگا لیا اور بے اختیار رونے لگے، میں نے کہا، یا رسول اللہ صلعم آپ کیوں روتے ہیں؟ تو فرمایا، لوگوں کے دلوں میں (تم سے) بغض اور کینہ ہے جسے وہ میرے بعد ظاہر کریں گے ۔

صواعق محرقہ / المقصد الخامس / الفصل الثالث فی الاحادیث الواردۃ فی بعض اہل البیت / ص ۱۹۲ ۔ ٥ اخرج الترمذی ان ام سلمہ رات النبی صلعم باکیا و براسہ ولحیتہ التراب لسالتہ فقال قتل الحسین آنفاً وکذالک راٰہ ابن العباس نصف النہار اشعث اغبر ۔ **ترجمہ**: ام سلمہ سے روایت ہے کہ اس نے نبی کریم صلعم کو روتے ہوئے اور ان کے سر اور ریش مبارک پر خاک کو دیکھا اور حضور صلعم سے پوچھا تو حضور صلعم نے فرمایا "ابھی ابھی حسین شہید کر دیئے گئے" اور اسی طرح ابن عباس نے بھی دوپہر کے وقت غبار سے اٹے ہوئے پریشان بالوں کیساتھ (خواب میں) حضور صلعم کو دیکھا۔

سوال نمبر ۳۵: ۔ قرآن و سنت میں اگر ایسی استثنا نہیں ہے اور ہرگز نہیں ہے تو کسی شیعہ مجتہد و عالم کو کیا حق پہنچتا ہے کہ قرآن و سنت اور ارشادات آئمہ کے خلاف صرف قیاس فاسد سے حضرت حسین پر ماتم و نوحہ کو جائز بتلائے ۔

جواب: قولہ: قرآن و سنت میں اگر ایسی استثنا ..... ہرگز نہیں ہے ۔

اقول: حافظ جی! قرآن و سنت میں اگر ایسی استثناء موجود ہے اور ضرور ہے، لیکن

ے گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ۔ چشمہ آفتاب را چہ گناہ ۔

(رونا) ۔ قرآن کریم میں ایسے رونے کا ذکر موجود ہے جو خداوند کریم کو محبوب ہے اور ایسے رونے والوں کی قرآن میں مدح فرمائی گئی ہے ۔ **۱ ۔ محبتِ خدا اور خوفِ خدا میں رونا ۔**

(ا) پ ۱۶ ع ۷ : ومِمّن هدينا واجتبينا اذا تتلى عليهم آيات الرحمٰن خرّوا سجّداً وبكيّاً ۔

ترجمہ : اور اُن میں سے جنہیں ہم نے راہ دکھائی اور چن لیا جب ان پر رحمٰن کی آیتیں پڑھی جائیں تو وہ گر پڑتے سجدہ کرتے اور روتے ہوئے ۔

(ب) پ ۱۵ ع ۱۲ : ان الذين اوتوا العلم من قبله اذا تتلى عليهم يخرّون للأذقان سجداً ويقولون سبحٰن ربّنا ان كان وعد ربّنا لمفعولاً ۝ ويخرّون للأذقان يبكون ويزيدهم خشوعاً ۔

ترجمہ : بیشک وہ جنہیں اس (قرآن) کے اترنے سے پہلے علم ملا جب ان پر پڑھا جاتا ہے ٹھوڑی کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں پاکی ہے ہمارے رب کو بیشک ہمارے رب کا وعدہ پورا ہونا تھا اور ٹھوڑی کے بل گرتے ہیں روتے ہوئے اور یہ (قرآن) انکے دل کا جھکنا بڑھا دیتا ہے ۔

حدیث : (قرآن کریم مترجم احمد رضا خاں) مذکورہ بالا آیت کا حاشیہ نمبر ۲۲۹ ۔

مسئلہ : قرآن کریم کی تلاوت کے وقت رونا مستحب ہے ترمذی اور نسائی کی حدیث میں ہے کہ وہ شخص جہنم میں نہ جائیگا جو خوف الٰہی سے روئے ۔

اس امر میں کسی شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں کہ امام حسین علیہ السلام کے مصائب پر نوحہ و ماتم کرنیوالے امام علیہ السلام سے للّٰہ فی اللّٰہ محبت کی بناء پر روتے ہیں اور ماتم کرتے ہیں کیونکہ دنیاوی کسی رشتہ و تعلق کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا جسکی بناء پر امام علیہ السلام کے ساتھ اس محبت کو دنیاوی محبت کہا جا سکے ۔ امام علیہ السلام سے صرف اس لیئے محبت ہے کہ

ا ۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب رسول اللہ صلعم کے نواسے سیدۃ النساء العالمین کے جگر گوشہ اور علی علیہ السلام کے فرزند دلبند ہیں

ب ۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے دین اور اسکی خوشنودی کی خاطر اپنا مال اپنی جان اولاد سب کچھ قربان کر دیا تھا ۔ ان وجوہات کی بناء پر محبت اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت (یا للّٰہ فی اللّٰہ محبت) ہوگی جو بالواسطہ اللہ تعالیٰ سے محبت ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں رونا ایک امر مستحسن اور قابل مدح شئے ہے نہ کہ امر قبیح و معصیت

محبوبانِ خدا کی مصیبت پر رونا سنتِ رسول ہے ۔ اب رہا یہ سوال کہ سنت میں استثناء موجود ہے کہ نہیں ؟ تو سوال نمبر ۱۳ میں سنتِ رسول (قولی و فعلی) کے ثبوت میں جو سات احادیث بیان ہوئی ہیں تو کیا وہ سنتِ رسول صلعم میں استثناء کے اثبات کے لیئے کافی نہیں ہیں ؟ ۔

۲ ۔ دینی نقصان پر رونا ۔ قرآن کریم نے مومن کی پہچان ہی یہی بتائی ہے کہ دینی نقصان سے غمزدہ ہوتا ہے اور دنیاوی نقصان کو کوئی وقعت نہیں دیتا ۔ پ ۱۰ ع ۱۷ : فرح المخلفون بمقعدهم خلاف رسول الله و

کرھوا ان یجاھدوا باموالھم و انفسھم فی سبیل اللہ وقالوا لا تنفروا فی الحر قل نار جھنم اشد حراً لوکانوا یفقھون فلیضحکوا قلیلاً و لیبکوا کثیراً جزاءً بما کانوا یکسبون۔

ترجمہ: (جنگِ تبوک کے موقع پر) رسول اللہ صلعم کے عمل کے خلاف (مدینہ میں) بیٹھے رہنے والے، اپنے بیٹھے رہنے پر خوش ہو رہے ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان و مال سے جہاد کرنے کو ناپسند کیا اور کہا اس گرمی میں مت سفر کرو، انہیں کہو کہ دوزخ کی آگ اس سے کہیں گرم ہے، اگر ان میں عقل و سمجھ ہو تو (اپنے اس دینی نقصان پر) انہیں چاہیئے کم ہنسیں اور بہت روئیں اس (نقصان) کے صلہ میں جو انہوں نے کمایا ہے۔

احادیث میں بھی مذکور ہے کہ حضور صلعم کے صحابہ کرام دینی نقصان پر روئے اور اظہارِ افسوس کیا۔

(الف) **تیسیر الوصول** / جلد ۳ / کتاب الفضائل / ذکر ام ایمن۔ ○ عن انس رض قال قال ابو بکر لعمر بعد وفاۃ رسول اللہ صلعم انطلق بنا الی ام ایمن لنزورھا کما کان رسول اللہ صلعم یزورھا فلما اتیا الیھا بکت فقالا ما یبکیک۔ اما تعلمین ان ما عند اللہ خیر لرسول اللہ صلعم قالت بلیٰ انی لا اعلم ان ما عند اللہ خیر لرسول اللہ و ابکی ان الوحی قد انقطع من السماء فھیجتھما علی البکاء فجعلا یبکیان معھا۔ (مسلم فی فضائل اہل البیت)۔ ترجمہ: انس سے روایت ہے کہ ابوبکر رض نے بعد وفات نبی صلعم عمر رض سے کہا، آ، ام ایمن کی ملاقات کو جائیں، جیسے رسول اللہ صلعم جایا کرتے تھے جب وہ اس کے پاس آئے تو وہ رونے لگی، انہوں نے کہا کہ کونسا امر تجھے رلاتا ہے کیا تو نہیں جانتی کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاں رسول اللہ صلعم کے لیئے بہتر ہے؟ اس نے کہا یہ تو میں جانتی ہوں کہ جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے وہ رسول اللہ صلعم کے لیئے دنیا و مافیہا سے بہتر ہے لیکن میں روتی ہوں کہ وحی کا نزول منقطع ہو گیا، (ہم نزولِ وحی کی نعمت سے محروم ہو گئے)۔ اس نے ان دونوں (کے دلوں) میں جوش و ہیجان کو ابھارا، پس وہ دونوں بھی اس کے ساتھ رونے لگے۔

(ب) **روضۃ الاحباب** / جلد ۲ / صـ۲۰۲ / فصل احادیث و آثار در فضیلتِ عمر۔ ○ نقلست کہ سعید بن زید در روزِ فوت عمر بسیار میگریست۔ از دمے پرسیدند کہ چرا ایں ہمہ میگری گفت بر اسلام گریہ میکنیم چہ موت عمر موت اسلام است۔

(ج) **احیاء العلوم غزالی** / روضۃ الاحباب / جلد ۲ / صـ۲۰۸ ○ ذکرِ مقتل عمر رض در اخبار وارد است کہ رسول اللہ صلعم فرمود۔ ○ قال قال لی جبریل لیبک الاسلام علی موت عمر (نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ جبرئیل نے مجھے کہا کہ عمر کی موت پر اسلام کو (مراد یہ کہ تمام اہل اسلام کو) رونا چاہیئے۔ بعض فرقِ اسلام اس سے استنباط کرتے ہیں کہ عمر کے قتل سے مسلمانوں کا سب سے بڑا دینی نقصان ہوا ہے، اسی لیئے جبرئیل نے کہا تھا کہ عمر کی موت پر اسلام کو رونا چاہیئے۔ امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے مسلمانوں کا جو دینی نقصان ہوا وہ پوشیدہ نہیں، مسلمان فرزندِ رسول کے فیوض سے محروم ہو گئے، اس لیئے امام علیہ السلام کے غم میں رونا اسلام پر رونا ہے۔

جزع و فزع کا استشناد: دنیاوی مصیبت و غم میں جزع و فزع اہلِ اسلام کے نزدیک نہایت مذموم چیز ہے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے فعل پر اظہارِ ناپسندیدگی اور ناراضگی کی موہوم ہے مگر مندرجہ ذیل حالات میں جزع و فزع کو جائز اور درست تسلیم کیا گیا ہے۔

(۱) دینی نقصان اور مصیبت فی الدین میں جزع و فزع کرنا:

(۱) **مؤطا امام مالک** : کتاب الصیام / باب کفارہ من انفطر فی رمضان ○ عن سعید بن المسیب انہ قال جاء اعرابی الی رسول اللہ یضرب نحرہ و ینتف شعرہ و یقول ھلک الابعد فقال لہ رسول اللہ (صلعم) ماذلک قال اصبت اھلی و انا صائم فی رمضان فقال لہ رسول اللہ صلعم ھل تستطیع ان تھدی بدنۃ قال لا قال فاجلس فاتی رسول اللہ صلعم بعرق من تمر فقال خذ ھذا فتصدق فقال ما احد احوج منی یا رسول اللہ فقال کلہ وصم یوما مکان ما اصبت ۔ **ترجمہ** : سعید بن مسیب سے روایت ہے اس نے کہا رسول اللہ صلعم کے پاس ایک بدوی اپنا سینہ کوٹتا ہوا اپنے بال نوچتا ہوا آیا اور کہہ رہا تھا، بدنصیب ہلاک ہو گیا، رسول اللہ صلعم نے فرمایا "کیا بات ہے" اس نے کہا میں نے اپنی بیوی سے صحبت کرلی درآنحالیکہ میں ماہِ رمضان میں روزے سے تھا، رسول اللہ صلعم نے فرمایا "کیا تو قربانی کی طاقت رکھتا ہے"؟ ۔ اس نے کہا نہیں، حضور صلعم نے فرمایا "اچھا، بیٹھ جا"۔ رسول اللہ صلعم کھجوروں کا ایک دونا (ٹوکرا) اٹھالائے اور فرمایا "یہ لے، صدقہ کردے" اس نے کہا یا رسول اللہ صلعم مجھ سے زیادہ محتاج اور کوئی نہیں، حضور صلعم نے فرمایا اچھا انہیں (خود) کھالے اور اس روزہ کے بدلے جس دن تو نے صحبت کی تھی ایک روزہ رکھ لے۔

حافظ جی ! ذرا غور کیجئے یہ شخص اپنے دینی نقصان پر جزع و فزع کرتا ہے لیکن حضور صلعم کسی قسم کی تنبیہ و تہدید نہیں فرماتے اسکی شرح میں زرقانی لکھتا ہے :-

— **شرح زرقانی** / جلد ۲ / ص ۱۰۱ / باب کفارۃ من انفطر فی رمضان ۔ ○ (یضرب نحرہ و ینتف شعرہ) زاد الدار قطنی یحثی التراب علی راسہ و فی روایۃ یلطم وجھہ و یدعو ویلہ ۔ قیل فیہ جواز ذلک لمن وقعت لہ معصیۃ فی الدین لما یشعر بہ حالہ من شدۃ الندم و یحتمل ان ھذہ الواقعۃ قبل النھی عن لطم الخدود و حلق الشعر عند المصیبۃ ۔ **ترجمہ** : (سینہ کوٹتا تھا اور بال نوچتا تھا) دارقطنی نے اس پر یہ بھی زیادہ کہا ہے کہ اپنے سر پر خاک ڈالتا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ منہ پر تھپڑ مارتا تھا اور "ہائے میں تباہ ہو گیا" پکارتا تھا، کہا گیا ہے کہ اس روایت میں ان (تمام امورِ جزع) کا جائز ہونا موجود ہے، اس شخص کے لیے جس پر امرِ دین میں مصیبت نازل ہو، کیونکہ ان سے اسکی شدتِ ندامت کی کیفیت ظاہر ہوتی ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ واقعہ مصیبت میں منہ پر تھپڑ مارنے اور بال نوچنے کی ممانعت سے پہلے پیش آیا ہو۔

یہ حدیث اس امر کی واضح دلیل ہے کہ مصیبت فی الدین میں جزع و فزع نہ صرف جائز بلکہ ممدوح ہے ۔ زرقانی کا پیش کردہ احتمال بلا وجہ و قرینہ قابلِ قبول نہیں ورنہ یوں تو ہر حکم میں احتمال پیدا کرکے اسے مشکوک بنا دیا جائے ۔

(ا) امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے بڑھ کر کونسی مصیبت فی الدین ہو سکتی ہے، جس میں تمام حرماتِ الٰہی کی ہتک کی گئی ۔

(ب) حضرت عمر جیسا قوی دل شخص مصیبت فی الدین میں جزع و فزع کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ عمر کے جزع و فزع پر رحم فرماتا ہے ۔

معارج النبوۃ / رکن چہارم / باب پنجم / وقائع سال سوم ہجرت / ص ۹۲ ○ نقلست کہ حفصہ خاتون رض درمیان امہات المومنین بہ تندخوئی شہرتے داشت و احیاناً بایں جہت خاطر عاطر آنحضرت صلعم ملول میشد چنانکہ ہمتش بجلۓ رسید

حضرت صلعم خواست کہ طلاق دہد و روایتی آنست کہ طلاقش داد و چوں امیرالمومنین عمرؓ ایں معنی معلوم کرد خاک بر سر ریخت و فغاں بر آورد کہ بعد ازیں مراچہ آبرو بماند کہ فرزند من از حبالہ آنحضرت صلعم بیروں شد حق تعالیٰ بر طبق خاطر خواہ عمرؓ جبرائیل علیہ السلام را فرستاد تا خواجہ عالم صلعم را برجعت دلالت کرد، جبرئیل گفت یا رسول اللہ صلعم حق تعالیٰ فرماید کہ از طلاق حفصہ رجوع فرماکہ نماز گذار و روزہ دار است و در بہشت داخل زنان تو خواہد بود، حضرت صلعم بروفق امر حضرت ربانی مراجعت فرمود۔ و ایں منقبتی عظیم در فضائل حفصہ ثبت افتاد۔

(ج) وفات رسول اللہ صلعم، چونکہ اہل اسلام کیلئے عظیم دینی نقصان اور بہت بڑی مصیبۃ فی الدین تھی، اس لیئے اکثر صحابہ سے جزع فزع سرزد ہوا، جیساکہ آگے چل کر بیان ہوگا، یہاں تو حضرت علی علیہ السلام کے اس ارشاد پر غور فرمایئے دیکھیئے کہ حضرت علیؓ حضور صلعم سرور کائنات کی وفات پر جزع وفزع کا فتویٰ دے رہے ہیں۔

روضۃ الاحباب / ذکر دفن آنحضرت صلعم ص ۵۶۷ ○ ثبوت پیوستہ کہ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ بر سر قبر رسول اللہ بایستاد و بگریست و گفت بابی انت و امی ان الجزع لقبیح الا علیک وان الصبر لجمیل الا علیک۔ **ترجمہ:** یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے رسول اللہ صلعم کی قبر مبارک کے پاس کھڑے ہو کر روئے اور فرمایا میرے ماں باپ آپؐ پر قربان، بیشک جزع فزع ناپسندیدہ امر ہے مگر تجھ پر (نہیں ہے)، بیشک صبر اچھی صفت ہے مگر آپؐ کی موت پر (نہیں ہے)۔

اہلِ اسلام پر دینی مصائب میں سے عظیم ترین مصیبت واقعۂ کربلا تھا، کیونکہ اس واقعہ میں نہ صرف یہ کہ فرزند رسول صلعم قرۃ العین البتول شہید ہوئے بلکہ حدودِ اسلام کو پامال کیا گیا اور حرماتِ الٰہی کی ہتک کی گئی تھی۔

۱۔ **مودۃ القربیٰ** / المودۃ الثانیہ عشر، نمبر ۹۔ ۲۔ **ینابیع المودۃ** / الباب السابع والخمسون، ص ۲۷۲ ○ عن ابی سعید الحذری مرفوعاً ان اللہ عزوجل ثلاث حرمات فمن حفظھن حفظ اللہ لہ دینہ واخرتہ قلت وماھن قال حرمۃ الاسلام وحرمتی وحرمۃ رحمی۔ **ترجمہ:** ابوسعید حذری سے مرفوعاً روایت ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ کی تین حرمات ہیں، جس نے انکی حفاظت کی، اللہ تعالیٰ اسکے دین اور آخرت کی (اسکی آخرت کی) حفاظت کریگا، میں نے کہا وہ کونسی ہیں، فرمایا (۱) اسلام کی حرمت ۔ (۲) میری حرمت ــــ اور ــ (۳) میرے رحم خاندان والوں کی حرمت۔

چونکہ واقعہ کربلا میں یزیدیوں کا عمل خلافِ اصولِ اسلام، باعثِ دل آزاری رسول کریم صلعم اور اہل بیت رسول و رحم رسول صلعم پر ظلم وہتک پر مشتمل تھے، اس لیئے ہمارے آئمہ علیہم السلام کا فتویٰ ہے۔ <

بحار الانوار / جلد ۱۰ ○ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام کل الجزع والبکاء مکروہ سواء الجزع والبکاء علی الحسین علیہ السلام۔

۲۔ دوسرا مقام جہاں شریعت نے جزع وفزع کی اجازت دی ہے، وہ ہے ظالم کے خلاف احتجاج۔ ارشادِ خداوندی ہے کہ لایحب اللہ الجھر بالسوء الا من ظلم۔ پ ۶ ع ۱؛ ترجمہ: اللہ تعالیٰ (کسی کے حق میں) برے ذکر کو علی الاعلان کرنے کو پسند نہیں کرتا مگر ان سے (پسند کرتا ہے) جن پر ظلم ہوا ہے۔

مظلوم اپنے مصائب و آلام اور ظالم کے مظالم کو گن گن کر دردناک انداز غم و غصہ کے عالم میں ظاہر کر سکتا ہے۔

(جہر بالسوء) کا مطلب تقریباً تمام مفسرین نے جزع و فزع کیلئے ـــــ

یزیدیوں نے آلِ رسُول پر ظلم و ستم کی انتہا کر کے اہلِ اسلام کو تا حدِ آخر مبتلائے الم، غمزدہ اور دل شکستہ کیا، مسلمان اس ظلم کے خلاف جزع و فزع کا حق رکھتے ہیں۔

سوال نمبر "۳۶"

:- رسُولِ خُدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حرمتِ ماتم و نوحہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

۱۔ وفات کے وقت جب صحابہ بے قابو ہو کر رونے لگے تو حضور صلعم نے فرمایا "صبر کرو، خدا تم کو معاف کرے اور رونے اور نالہ کرنے سے مجھے تکلیف مت دو۔ جلاء العیون صــ۷۵ "و" حیات القلوب صــ۶۹۵، جلد ۲۔

جواب : سمجھ میں نہیں آتا کہ حافظ جی نے اس روایت کے کن الفاظ سے ماتم و نوحہ کی حرمت استنباط کی ہے، کیا ان الفاظ سے کہ "مجھے رونے اور نالہ کرنے سے تکلیف مت دو"؟ کیا اگر کوئی خاص امر یا خاص چیز خاص حالات میں حضور صلعم کیلئے باعثِ تکلیف ہوئی ہو تو وہ ہمیشہ کے لیئے حرام ہو جائیگی، احتضار کی حالت میں عزیز و اقارب کی بیقراری انکا غم و اندوہ دیکھنا مریض کے لیئے مشکل اور تکلیف دہ ہو جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ آج بھی اگر کسی محتضر کے گھر عزیز پر رونے کا یا رنج کا غلبہ ہو جائے تو مریض سے دور اس سے چھپ کر روتا ہے، اسی امر کا اظہار حضور صلعم بھی فرما رہے ہیں، اس سے یہ کس طرح ثابت ہوا کہ عزیز و محبوب یا رشتہ دار کے وقتِ احتضار یا انکی وفات پر رونا حرام ہے اگر ایسے مواقع پر رونا حرام ہوتا تو خود رسُول کریم صلعم ایسے مواقع پر نہ روتے حالانکہ حضور صلعم اپنے پیارے اصحابی کو سکرات کی تکلیف میں دیکھ کر روئے۔

بخاری / کتاب الجنائز / باب البکاء عند المریض۔ ⊖ عَن عَبد اللہ بن عمر رض قال اشتکی سعد بن عبادۃ شکوی لہ فاتاہ النبی صلعم یعودہ مع عبد الرحمٰن بن عوف و سعد بن وقاص و عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم فلما دخل علیہ فوجدہ فی غاشیۃ اھلہ۔ فقال قد قضیٰ؟ قالو لا یا رسُول اللہ فبکیٰ النبی صلعم فلما راء القوم بکاء النبی صلعم بکوا۔ فقال الا تسمعون ان اللہ لا یعذب بدمع العین و لا بحزن القلب لکن یعذب بھذا و اشار الی لسانہ۔ **ترجمہ** : عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ سعد بن عبادہ کسی بیماری میں مبتلا ہو گئے، پس نبی کریم صلعم انکی عیادت (بیمار پرسی) کے لیئے عبد الرحمٰن بن عوف، سعد بن وقاص اور عبد اللہ بن مسعود کے ساتھ تشریف لائے، اسے اپنی اہلِ بیت سے گھرا ہوا پایا۔ حضور صلعم نے فرمایا، کیا گذر گیا؟ انہوں نے کہا نہیں یا رسُول اللہ۔ پس نبی کریم صلعم روئے، جب لوگوں نے حضور صلعم کو روتے دیکھا تو وہ بھی رونے لگے، پس حضور صلعم نے فرمایا، کیا تم سنتے نہیں ہو؟۔ بلا شک اللہ تعالیٰ آنکھوں کے آنسوؤں اور دل کے غم و اندوہ پر عذاب نہیں دیتا بلکہ اسکی وجہ سے عذاب کرتا ہے (زبان کیطرف اشارہ کیا)

(ب) اپنے صحابہ کی شہادت کی خبر پا کر روئے۔

البدایہ و النہایہ / ذکر غزوۃ موتہ / صــ۲۴۵ / جلد ۵ ⊖ عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلعم نعی زیداً و جعفراً و ابن رواحۃ الناس قبل ان یاتی منھم خبراً فقال اخذ الرایۃ زید فاصیب۔ ثم اخذ جعفر فاصیب ثم اخذھا ابن رواحۃ فاصیب و عیناہ تذرفان۔ **ترجمہ** : انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلعم نے زید، جعفر اور ابن رواحۃ کی شہادت کی خبر لوگوں کو سنائی، اس سے پہلے کہ کوئی اطلاع آئے ــــ پس حضور صلعم نے فرمایا کہ زید نے علم لیا وہ شہید ہوئے، پھر جعفر نے علم لیا وہ شہید ہوئے پھر ابنِ رواحۃ نے لیا وہ شہید ہوئے اور حضور صلعم

کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

(ج) اپنی والدہ کی وفات اور ماتا کو یاد کرکے روئے۔

مسلم، جلد اوّل، کتاب الجنائز۔ ○ عن ابی ھریرۃ قال زار النبی صلعم قبر امہ. فبکی و ابکی من حولہ فقال صلعم، استاذنت ربی فی ان استغفر فلم یوذن لی و استاذنتہ فی ان ازور قبرھا فاذن لی فزوروا القبور فانھا تذکر الموت۔ ترجمہ: ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلعم اپنی والدہ کی قبر پر تشریف لے گئے پس روئے اور اوروں کو رلایا جو اُن کے ارد گرد تھے، پھر فرمایا میں نے اپنے ربّ سے اجازت چاہی کہ اس کے لیئے مغفرت کی دعا کروں لیکن اجازت نہیں دی گئی اور میں نے اسکی قبر کی زیارت کی، اجازت طلب کی اور مجھے اجازت دے دی گئی پس قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ موت کو یاد دلاتا ہے۔

قولہ: سوال ایضاً: ۲۔ ارشادِ قرآنی "ولا یعصینک فی معروف" کی تشریح میں مومن عورتوں سے بیعت لیتے ہوئے فرمایا "مصیبت میں اپنے منہ پر تھپیڑ نہ مارنا، اپنا منہ نہ نوچنا، بال نہ اکھیڑنا، اپنا گریبان چاک نہ کرنا، کالے کپڑے نہ پہننا، ہائے وائے نہ کرنا، بس ان شرطوں پر بیعت لی۔

جواب: اس سے قبل سوال نمبر ۳۵ میں ثابت کرچکا ہوں یہ تمام امور جزع و فزع دینی نقصان یا مصیبت فی الدین میں سرزد ہونا جائز ہیں۔ دیکھئے حضور نبی کریم صلعم کا وصال چونکہ صحابہ کے لیئے ایک عظیم دینی مصیبت تھی اس لیئے صحابہ سے حضور صلعم کی وفات پر یہ امور صادر ہوئے۔

(۱) منہ پر تھپیڑ نہ مارنا۔ سیرۃ ابن ھشام، جلد ۴، ذکر ازواج النبی، ص ۳۳۲۔ ○ عن یحییٰ بن عباد بن عبد اللہ بن الزبیر عن ابیہ عباد قال سمعت عائشۃ تقول مات رسول اللہ صلعم بین سحری ونحری وفی دوری لم اظلم فیہ احداً فمن سفھی وحداثۃ سنی ان رسول اللہ صلعم قبض وھو فی حجری ثم وضعت راسہ علی وسادۃ وقمت التدم مع النساء واضرب وجھی۔ ترجمہ: یحییٰ بن عباد نے اپنے باپ عباد سے روایت کی ہے، اس نے کہا میں نے عائشہ کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلعم میری گردن اور سینے کے درمیان میری اپنی باری کے دن فوت ہوئے ہیں نے کسی پر ظلم نہیں کیا تھا لیکن میری سادہ لوحی اور کم عمری (دیکھئے) کہ رسول اللہ صلعم کی روح پرواز کرچکی تھی اور وہ ابھی تک میری گود میں تھے، پھر میں نے انکا سرِ مبارک تکیہ پر رکھا اور اٹھ کر عورتوں کے ساتھ پیٹنے لگی۔ اپنے چہرے پر مارتی تھی۔

(ب) نیز جنگ احد کے موقع پر شیطان نے ندا کردی کہ (قُتِلَ مُحَمَّدٌ) اس ملعون کی یہ آواز مدینہ پہنچی۔

معارج النبوۃ فی مدارج النبوۃ، رکن چہارم، باب ششم، واقعات غزوۃ الاحد، نصف دوم، ص ۱۰۲، نولکشور۔ ○ گویند کہ آواز شیطان کہ بقتل آنحضرت صلعم خبر دادہ ندا میکرد آواز شوم او بمدینہ رسید تا در خانہائے مدینہ شنیدند، فاطمہ رضی اللہ عنہا چوں آواز شنید دست بر سر زنان از خانہ بیرون آمد و زار زار میگریست و ہمہ زنان ہاشمیہ دستہا بر سر زنان از خانہ بیرون آمدند۔ ترجمہ: کہتے ہیں کہ شیطان کی آواز جبکہ وہ حضور صلعم کے قتل کی خبر دیتے پکار رہا تھا، مدینہ منورہ تک پہنچی اور مدینہ کے گھروں میں سنی گئی، فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ آواز سنی تو سر پر ہاتھ مارتی ہوئیں گھر سے باہر آئیں اور زار زار روتی تھیں اور تمام ہاشمی عورتیں سروں پر ہاتھ مارتی ہوئیں گھروں سے باہر آگئیں۔

(ب) **بال نہ اکھیڑنا :** مدارج النبوۃ / جلد۲ / صـ۵۳۲ / وفات النبی صلعم ⊖ پس بیرون آمد بلال دست بر سرزناں و فریاد کناں. کاش نمے زائیدمرا مادر من ۔ **ترجمہ :** پس بلال سر پر ہاتھ مارتے ہوئے اور نالہ و فریاد کرتے ہوئے باہر آیا ... اے کاش مجھے میری ماں نے نہ جنا ہوتا۔

کالے کپڑے نہ پہننا : حافظ جی ! کالے کپڑے پہننا کوئی کفر نہیں گناہ کبیرہ نہیں لیکن تمام کپڑے سیاہ پہننے کو شعار بنا لینا (یعنی ہمیشہ لازمی طور پر سیاہ لباس ہی پہننا) مکروہ اور ناپسندیدہ ہے، کیونکہ یہ فرعونیوں کا شعار تھا اور حضور صلعم نے قوم ضال کے تشبہ سے منع فرمایا تھا، لیکن کسی کپڑے کا (بطور علامت غم) سیاہ کر لینا، ہمیشہ نہ پہننا کسی قسم کی قباحت نہیں رکھتا۔

ابوداؤد / جلد۳ / باب ۲۴۴ فی العمام ⊖ عن جابر ان النبی صلعم دخل عام الفتح مکۃ وعلیہ عمامۃ سوداء۔
ترجمہ : جابر سے روایت ہے کہ عام الفتح میں نبی کریم صلعم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو ان کے سر پر سیاہ عمامہ تھا۔

تیسیر الوصول : جلد۳ / باب انما یرید اللہ ۔ ⊖ عن عائشۃ قالت خرج رسول اللہ صلعم و علیہ مرط اسود فجاء الحسن فادخلہ ثم جاء الحسین فادخلہ ثم جاءت فاطمۃ فادخلہا ثم جاء علی فادخلہ ثم قال انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل بیت ویطھرکم تطھیرا ۔ **ترجمہ :** عائشہ سے روایت ہے، اس نے کہا رسول اللہ صلعم باہر تشریف لائے ان پر کالی اونی چادر تھی پس حسن آئے انہیں (چادر میں) داخل کر لیا پھر حسین آئے انہیں داخل کر لیا پھر جناب فاطمہ آئیں انہیں داخل کر لیا پھر علی آئے انہیں داخل کر لیا، پھر فرمایا " انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس ...

(ج) **ہائے وائے نہ کرنا :** کتاب کے الفاظ یہ ہیں " جامہ خود را سیاہ مکنید و واویلا مکنید " یعنی اپنے لباس کو سیاہ رنگ نہ کرو، واویلا نہ کہو۔ واویلا کے معنی " ہائے وائے " نہیں بلکہ اس کے معنی ہیں ہائے تباہی یا ہائے میں تباہ ہو گیا۔ دنیاوی مصیبت میں یہ لفظ نہیں کہنے چاہئیں اب رہا ہائے وائے کرنا تو انسان فطرت سے مجبور ہے، درد و تکلیف میں " ہائے " پکار اٹھتا ہے۔

روضۃ الاحباب / قصہ مرض (بیماری) و وفات آنحضرت صلعم / صـ۵۶۳ ۔ (اس سے قبل ذکر کیا گیا کہ ابوبکر حضور صلعم کی وفات (رحلت) کے وقت اپنے گھر میں تھے، جو سنح میں تھا، جب حضور صلعم کے وصال کی خبر ملی) ۔ پس ابوبکر بتعجیل سوار شد و مے گفت ! وا محمداہ وانقطاع ظہراہ (ہائے محمد (صلعم) ہائے میری کمر ٹوٹ گئی۔) و در راہ میگریست تا بمسجد رسول اللہ صلعم در آمد۔ (اور راستہ میں روئے تا آنکہ مسجد رسول اللہ صلعم میں آئے۔

قولہ : (سوال ایضاً) ۳۔ حضرت فاطمہ کو وصیت میں حضور صلعم نے فرمایا ... " اے فاطمہ پیغمبر پر گریبان چاک نہ کرنا چاہیئے، منہ نہ نوچنا چاہیئے، ہائے وائے نہ کرنا چاہیئے لیکن تو وہی کہہ جو تیرے باپ نے اپنے فرزند ابراہیم کی وفات پر کہا، دل غمناک ہے، آنکھ اشکبار ہے، مگر اے ابراہیم ایسی باتیں ہم نہیں کہتے جن سے خدا تعالیٰ ناراض ہو۔

جواب : حضور صلعم نے ہائے وائے سے منع نہیں فرمایا تھا بلکہ " واویلاہ " (ہائے تباہی و بربادی) کہنے سے منع فرمایا تھا، اگر ہائے وائے سے منع فرمایا ہوتا تو ناممکن تھا کہ جناب زہرہ صلوٰۃ اللہ علیہا اپنے باپ کی وصیت پر عمل نہ فرماتیں۔ اور یہ کہ روایات بتاتی ہیں کہ جناب زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا نے اپنے بابا کی وفات پر ہائے وائے کہا۔

مشکوٰۃ : بیان وفات النبی صلعم / حدیث نمبر ۵۷۰۷ ۔ ⊖ عن انس قال لما ثقل النبی صلعم

جعل یتغشاہ الکرب فقالت فاطمۃ واکرب اباہ۔ فقال صلعم لہا لیس علیٰ ابیک کرب بعد الیوم فلما مات فقالت یا ابتاہ اجاب رباً دعاہ۔ یا ابتاہ من جنۃ الفردوس ماواہ یا ابتا الی جبریل ہ۔ ترجمہ: جب نبی کریم صلعم کا مرض شدید ہو گیا اور درد و تکلیف نے حضور کو گھیر لیا تو فاطمہ رض نے کہا "ہائے بابا کی تکلیف" پس حضور صلعم نے فرمایا کہ آج کے بعد تیرے بابا کے لیئے کوئی تکلیف نہیں۔ جب حضور صلعم فوت ہو گئے تو بی بی نے کہا "ہائے میرے بابا نے رب کے بلائے کو قبول کیا، ہائے ابا، جنۃ الفردوس اسکا ٹھکانہ ہو ہائے ابا، ہم جبریل کو انکی موت کا پرسہ دیتے ہیں۔

قولہ: سوال ایضاً، جز "۴": ابن بابویہ نے معتبر سند سے حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول کریم صلعم نے فرمایا "چار بُری عادتیں تاقیامت میری امت میں رہیں گی"، ۱۔ اپنے خاندان پر فخر کرنا۔ ۲۔ لوگوں کے نسب میں طعن کرنا۔ ۳۔ بارش بذریعہ نجوم ماننا۔ ۴۔ بین کرنا۔ یقیناً اگر بین کرنے والی توبہ سے پہلے مرجائے تو قیامت کے دن اس حالت میں اٹھے گی کہ گندھک اور تارکول کا لباس پہنے ہوگی۔ (حیات القلوب/جلد۲/ص۶۷۷)۔ کیا ان ارشادات حرمت کے مقابلے جواز پر بھی ارشاد نبوی موجود ہے؟

جواب: قولہ: بین کرنا یقیناً ..... تارکول کا لباس پہنے گی۔

اس روایت کے لفظ "النائحۃ" سے مراد نوحہ کرنیوالی نہیں بلکہ "نائحہ" وہ عورت ہے جسکا پیشہ نوحہ گری ہوتا تھا جب کسی کا کوئی مرجاتا تو وہ اجرت پر ایسی عورتوں کو بلاتے وہ مردہ کی فرضی جھوٹی صفات بیان کرکے جھوٹے موٹے آہ وزاری کر لیتیں ایسی عورت کے متعلق فرمایا اگر اس نے اس کذب بیانی اور نقالی سے توبہ نہ کی تو تارکول کی قمیض پہنے گی۔

اس سے مطلق نوحہ کہنے کی حرمت ثابت نہیں اگر مطلقاً نوحہ کرنا (بین کرنا) حرام ہوتا تو حضور صلعم کے سامنے اور حضور صلعم کے بعد حضور صلعم کے صحابہ اور اہل بیت نوحہ نہ کرتے۔

(۱) جناب زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا کے بین اِس سے قبل متصل جز (۳) میں مشکوٰۃ کی روایت سے بیان کر آیا ہوں یا ابتاہ اجاب ...

۲۔ جناب عائشہ کے بین۔ قد کنت لی جبلا الوزبہ الیوم اخضع للضعیف واتقی۔ ترجمہ۔ آپ میرے لیئے وہ پہاڑ تھے جسکی پناہ لیتی تھی آج ایک ضعیف سے بھی ڈرتی اور جھکتی ہوں۔ (روضۃ الاحباب قصہ مرض و وفات آنحضرت صلعم، ص۵۶۶ ج۔۱)۔

۳۔ **حضرت ابوبکر کا نوحہ:** لیت القیامۃ قامت عند مہلکتہ کیلانری بعد مالاً ولا ولداً ———

ترجمہ: اے کاش! انکی وفات کے وقت قیامت قائم ہو جاتی اور ان کے بعد ہم نہ اپنے مال دیکھتے نہ اولاد۔ (حوالہ ایضاً مذکورہ بالا)

۴۔ **حضرت عمر کا نوحہ:** نفسی فداک من لنا فی امرنا۔ ام من نشاورہ اذا نتوجع۔ ترجمہ: میرا نفس آپ پر قربان اب ہمارے معاملہ میں ہمارا کون (مددگار) ہوگا اور جب ہم دکھی ہوں گے تو کس سے مشورہ لیں گے۔ (روضۃ الاحباب/ص۵۶۶/جلد۱۔)

قولہ: جواز پر ارشاد .....

اقول: حافظ جی! مطلقاً رونے دھونے، آہ وزاری کرنے، بین و نوحہ کرنے کی حرمت کہیں وارد نہیں ہوئی، دنیا کی محبت میں آہ وزاری، جھوٹی نوحہ خوانی مکروہ و مذموم ہے، سعد بن معاذ کی والدہ سعد پر بین کرتی ہے (یا نوحہ کرتی ہے) حضور صلعم اسے اس امر سے منع نہیں فرماتے، بلکہ فرماتے۔

سیرۃ النبی/ابن ہشام/اشعار متعلقہ غزوۂ خندق قال قالت ام سعد - ویل ام سعد سعداً

صرامۃ وجداد سوددا ومجداً ۔ فارساً معداً ۔ یسد بہ مسداً ۔ یقدہا مأ قدا قال یقول رسول اللہ صلعم کل نائحۃ تکذب الا نائحۃ سعد بن معاذ ۔ ترجمہ : راوی نے کہا ۔ سعد کی ماں کہتی تھی، ہائے برباد ہوئی سعد کی ماں سعد (کی موت) سے وہ سعد جو مجسم استقلال تھا، مجسم تیز کاٹ تھا، مجسم سرداری اور عظمت تھا، ہر وقت تیار و آمادہ شہ سوار تھا، (دشمن کی) کھوپڑیوں کو پھاڑتا تھا، راوی نے کہا کہ رسول اللہ صلعم فرما رہے تھے، ہر نوحہ کرنے والی جھوٹ کہتی ہے سوائے سعد بن معاذ پر نوحہ کرنے والی کے ۔ (۴)

سوال نمبر ۳۷ :- حضرت علی المرتضیٰ نے ماتم کے متعلق یوں فرمایا ہے کہ حضور صلعم کو غسل دیتے وقت فرما رہے تھے، آپ کی وفات تمام لوگوں کے لیئے دردناک مصیبت ہے اگر یہ بات نہ ہوتی کہ آپ نے صبر کا حکم دیا اور رونے پیٹنے سے روکا تو ہم یقیناً سب اپنے آنسو آپ پر بہا دیتے آپ کی مصیبت کے درد کا علاج نہ کرتے

الجواب : حافظ جی ! جناب امیر المومنین (علیہ السلام) کے مذکورہ بالا ارشاد سے یہ کس طرح ثابت ہوا کہ جناب مطلقاً حضور صلعم کے غم فراق میں رونے کو ناجائز سمجھتے تھے جناب امیر کا یہ فرمانا کہ اگر آپ کی طرف سے صبر کی تلقین اور جزع سے نہی (حیات القلوب (۱)) اگر نہ آں بود کہ امر کردی بصبر کردن و نہی نمودی از جزع نمودن) نہ فرمائی ہوتی تو ہم رونے کی انتہا کر دیتے" کہاں اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ مطلقاً رونا منع ہے جبکہ حضرت علی خود روئے، تمام صحابہ روئے، اہل بیت روئے، پھر رونے کو ممنوع و حرام کس طرح کہہ سکتے ۔ جزع کے متعلق جناب امیر علیہ السلام کا فتویٰ پچھلے سوال کے جواب میں مذکور ہوا ہے ۔

(۱) روضۃ الاحباب / ذکر دفن آنحضرت صلعم (۲) ۲ ۔ نہج البلاغۃ / جلد ۳ / الکلم / ص ۶۴۷ ○ ان الصبر لجمیل الا عنک وان الجزع لقبیح الا علیک ان المصاب بک لجلیل وانہ قبلک و بعدک لجلل ۔ ترجمہ : بیشک صبر پسندیدہ شے ہے لیکن آپکی وفات پر نہیں، بے شک جزع قابل نفرت شے ہے لیکن آپ (کی وفات) پر نہیں، آپ کی (وفات) کی مصیبت بہت بڑی ہے، پہلے اور بعد میں آنیوالی مصیبتیں اب معمولی ہیں ۔

سوال نمبر ۳۸ :- حضرت حسین رض نے اپنی شہادت کی اطلاع بہن کو دی اور وہ بیقرار ہوئیں تو آپ نے فرمایا، بہن ! ہلاکت و عذاب تیرے لیئے نہیں، تیرے دشمنوں کے لیئے ہے، صبر کر اور فی الفور دشمنوں کو ہم پر خوش نہ کر، نیز فرمایا، اے جان کی طرح پیاری بہن ! سلم اور بردباری اختیار کر، شیطان کو اپنے اوپر مسلط نہ کر اور حق تعالیٰ کی رضا پر صبر کر، نیز فرمایا، اگر یہ مجھے چھوڑتے تو میں کبھی اپنے آرام کو ہلاکت میں نہ ڈالتا، (جلاء العیون / ص ۳۸۷) ۔ نیز صبر کے سلسلہ میں آسمان و زمین کے فنا اور باپ دادا کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا، اے بہن ! تجھے میں قسم دیتا ہوں کہ جب میں ظالموں کی تلواروں سے عالم بقا کو رحلت کروں تو گریبان چاک نہ کرنا، منہ نہ چھیلنا اور ہائے وائے نہ کرنا ۔ (ایضاً ص ۳۸۷)

صاحبزادی سکینہ رض سے فرمایا، خدا کی قضا پر صبر کرو کیونکہ دنیا جلدی ختم ہو جائیگی اور آخرت کی ابدی نعمت ختم نہ ہوگی ۔ کیا اس کے برخلاف ماتم دین کی بھی امام حسین نے اپنے اعزہ کو وصیت فرمائی تھی ۔

جواب : ایک صحیح العقیدہ مسلمان جس کے سینے دل میں اہل بیت رسول صلعم کا احترام داخل ایمان ہے یقیناً تسلیم کرتا ہے گا کہ زہرا علیہا السلام کی بیٹیوں نے اپنے امام بھائی کی وصیت کا احترام کیا ہوگا اور ہرگز کوئی ایسا فعل ان سے سرزد نہ ہوا ۔

جس کے نہ کرنے کی امام نے وصیت کی ہوگی۔ آؤ خاندانِ رسالت کے طرزِ عمل و سلوک پر نگاہ ڈالیں کہ امام کی شہادت کے بعد انہوں نے کیا رویّہ اختیار کیا، ان کا طریق کار یقیناً شریعتِ محمدی اور وصیتِ حسین علیہ السلام کے عین مطابق تھا، سیدانیوں نے کربلا میں ماتم کیا۔

البدایہ والنہایہ: جلد ۸ / وقائع سنۃ ستین / ص ۱۹۳ کامل ابن اثیر جلد ۴ / ص ۸۱ (والعبارۃ للبدایۃ)

○ واما بقیۃ اہلہ ونسائہ فان عمر بن سعد وکّل بہم من یحرسہم ویکلؤہم ثم ارکبوہم علی الرواحل فی الہوادج فلما مرّوا بمکان المعرکۃ ورأوا الحسین واصحابہ مطرحین ہنالک بکتہ النساء وصرخن وندبت زینب اخاہا الحسین واہلہا فقالت وہی تبکی: — یا محمّداہ۔ یا محمّداہ صلّی علیک اللّٰہ وملک السماء ہذا الحسین العراء مرمّل بالدماء۔ ونسائک سبایا وذریتک مقتلۃ تسفی علیہا الصباء قال فابکت واللّٰہ کل عدو وصدیق قال قرۃ بن قیس لما مرّت النسوۃ بالقتلی صحن ولطمن خدود وھن۔ **ترجمہ**: اور جو امام حسین ع کی اہل اور عورات سے باقی رہ گئے تھے، عمر بن سعد نے ایک شخص مقرر کیا جو اُن کی نگرانی اور حفاظت کرے پھر انکو سواریوں پر کجاووں میں سوار کرایا، جب مقامِ جنگ سے گذرے اور حسین ع اور ان کے اصحاب کو خاک پر پڑا ہوا دیکھا تو وہاں عورتوں نے رونا اور چلّانا شروع کیا اور زینب ع نے اپنے بھائی اور اسکی اہل پر نوحہ پڑھا (لیکن تیرا نواسہ) یہ حسین ع بے کفن خاک و خون میں لتھڑا ہوا پڑا ہے، تیرے (حرم) کی مستورات قیدی ہیں، تیری ذریت قتل کر دی گئی ہے، جس پر ہوا خاک ڈال رہی ہے، راوی نے کہا، خدا کی قسم ان مستورات نے ہر دوست و دشمن کو رلا دیا۔ عمر بن قیس نے کہا کہ جب مستورات مقتولوں کے پاس سے گذریں تو چیخیں اور منہ پیٹے۔

۲۔ **شام میں ماتم کیا، البدایہ والنہایہ / جلد ۸ / ص ۱۹۸**۔ ○ ثم انزل النساء عند حریمہ فی دار الخلافۃ فاستقبلتہن نساء آلِ معاویہ یبکین وینحن علی الحسین ثم اقمن المناحۃ ثلاثۃ ایام۔ **ترجمہ**: پھر عورتوں کو دار الخلافت کے زنانخانہ کے قریب اتارا گیا، پس آلِ معاویہ کی عورتوں نے ان کا استقبال کیا وہ حسین ع پر رو اور نوحہ کر رہی تھیں پھر تین دن تک انہوں نے ماتم قائم رکھا۔

۳۔ **مدینہ منورہ واپس آکر زہرا زادیوں نے ماتم کیا۔ ینابیع المودۃ / جلد ۲ / ص ۱۲۹ / طبع بیروت** ○ لما علم اہل المدینۃ بمجیئہم نما بقیت مخدّرۃ الابرزت من خدرہا خمشتہ وجوہا لطن خدودھن۔ **ترجمہ**: جب مدینہ منورہ کے باسیوں کو ان کے (اہل بیت کے) آنے کا علم ہوا تو کوئی ایسی پردہ نشین نہ تھی جو باپردہ باہر نہ آگئی ہو، وہ اپنے چہروں کو چھیلتی اور رخساروں کو پیٹتی تھیں۔

اہل بیت کی مستورات کا امام حسین ع کی شہادت کے بعد ماتم کرتے رہنا اس امر کی دلیل ہے کہ امام علیہ السلام کا مقصود مستورات کو میدانِ جنگ میں دشمنوں کے سامنے آہ و زاری سے منع کرنا تھا تاکہ باعثِ شماتتِ اعداء نہ ہو، جیسا کہ "فی العو دشمنوں کو ہم پر خوش نہ کر" کے الفاظ سے صاف ظاہر ہے۔

قولہ: کیا اسکے برخلاف ماتم و بین کی بھی امام حسین نے اپنے اعزاء کو وصیت کی تھی۔

اقول: جی ہاں! صرف اپنے اعزاء کو ہی نہیں بلکہ تمام اہل دل انسانوں کو وصیت کی تھی۔

ینابیع المودۃ / الباب السادس والمنسین / ص۱۹۳ ۔ عن الربیع بن المنذر عن ابیہ قال کان حسین بن علی رضی اللہ عنھما یقول من دمعت عینا فینا دمعۃ بقطرۃ اعطاہ اللہ تعالیٰ الجنۃ (اخرجہ احمد فی المناقب) ترجمہ: ربیع بن منذر نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ حسین ؓ ابن علی رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ جس کی آنکھ نے ہمارے (غم میں) لیئے ایک قطرہ آنسو بہایا تو اللہ تعالیٰ اُسے جنت عطا کریگا۔

سوال نمبر "۳۹"

حضرت امام صادق نے مرفوعاً بیان فرمایا کہ مصیبت کے وقت مسلمان کا ران وغیرہ کا پیٹنا اجر و ثواب کو ضائع کر دیتا ہے نیز فرمایا، سخت بے صبری یہ ہے: چیخ و پکار سے رونا، منہ اور سینہ پیٹنا، بال نوچنا، جس نے ماتمی مجلس قائم کی تو صبر چھوڑ دیا اور بے صبری میں لگا اور جس نے صبر کیا انا للہ پڑھی خدا اس پر رحم کرے وہ اللہ کی رضا پر راضی رہا، اس کا ثواب اللہ کے ذمے ہے جس نے ایسا نہ کیا خدا نے اسکا ثواب ضائع کر دیا۔ (فروع کافی / جلد ۳ / ص۲۲۳) نیز فرمایا کہ قبر پہ رونا ٹھیک نہیں ہے، نہ مناسب ہے لیکن لوگ یہ بات نہیں جانتے کہ صبری بہتر ہے۔ ص۲۲۶ ۔ نیز فرمایا، کہ جب تم کو اپنی ذات اور اولاد کے متعلق مصیبت درپیش آئے تو رسول اللہ صلعم کی وفات پر اپنے صدمے کو یاد کرو کیونکہ لوگوں کو اتنی بڑی مصیبت کبھی نہ پہنچی۔

کیا ان ارشادات کی ضد میں امام باقرؒ و جعفرؒ کا ایسا ارشاد ہے جس نے ماتمی مجالس و نوحہ کی اجازت دی ہو۔

جواب: قول: مصیبت کے وقت ران وغیرہ کا پیٹنا.... اجر و ثواب کو ضائع کر دیتا ہے۔

اقول: سابقہ سوالات کے جوابات میں واضح کر چکا ہوں کہ دنیاوی مصیبت میں مبتلا ہونے پر پیٹنا اور جزع و فزع کرنا قبیح و مذموم ہے لیکن مصیبت فی الدین میں نہ صرف جائز بلکہ مستحسن ہے حافظ صاحب مندرجہ ذیل حدیث پر غور فرمائیں۔

مسلم / جلد اوّل / کتاب الصلوٰۃ / باب الحث علی الصلوٰۃ الوقت / ص / ۔ عن علی رضؓ بن ابیطالب ان النبی (صلعم) طرقہ وفاطمۃ فقال الا تصلون فقلت یا رسول اللہ انما انفسنا بید اللہ فاذا شاء ان یبعثنا بعثنا فانصرف رسول اللہ صلعم حین قلت لہ ذالک لم یرجع وھو مدبر یضرب فخذہ ویقول کان الانسان اکثر شیء جدلاً ۔ ترجمہ: علی رضؓ ابن ابیطالب سے روایت ہے کہ نبی کریم صلعم نے ان کے اور فاطمہ رضؓ کے دروازے پر دستک دی اور فرمایا کیا تم نماز نہیں پڑھتے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ (صلعم) بلاشک ہمارے نفس اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہیں جب ہمیں اٹھانا چاہے گا، اٹھا دے گا پس رسول اللہ صلعم واپس مڑے جب میں نے یہ بات کہی پھر میں نے سنا جب حضور صلعم واپس جا رہے تھے کہ اپنے زانو پر (ہاتھ) مارتے تھے اور فرماتے تھے کہ انسان ہر چیز سے زیادہ جھگڑالو ہے (آپ صلعم کی اس حدیث کی رو سے) جب علیؓ واجب نماز کی ادائیگی سے باز رہنے کیلئے (عیاذاً باللہ) عذر نامعقول پیش کرکے مصیبت فی الدین میں مبتلا ہوئے تو حضور صلعم ران پیٹنے لگے۔

قولہ: نیز فرمایا، سخت بے صبری .... خدا نے اسکا نور و ثواب ضائع کر دیا۔

اقول: حافظ جی نے حسبِ عادت روایت کے معنی میں تحریف سے کام لیا ہے، روایت کے الفاظ حسب ذیل ہیں ۔

فروعِ کافی: جلد ۳ / باب الصبر و الجزع والاسترجاع / ص — عن جابر عن ابی جعفر علیہ السلام قال قلت لہ ما الجزع قال اشد الجزع الصراخ بالعویل ولطم الوجہ والصدر وجز الشعر من النواصی ومن اقام النواحۃ فقد ترک الصبر و اخذ فی غیر طریقہ .... الخ۔ **ترجمہ:** جابر رض سے روایت ہے اس نے کہا، میں نے ابو جعفر (ع) سے کہا کہ جزع کیا ہے؟۔ انہوں نے فرمایا سخت ترین جزع یہ ہے چیخ و پکار کرنا، چہرہ اور سینہ کو ٹنا، پیشانیوں کے بال اکھیڑنا اور جس نے نوحہ گر عورتیں مقرر کیں اس نے صبر کو ترک کر دیا اور اس کے غیر طریقہ اختیار کیا۔

"قام النواحۃ" کا ترجمہ ہے "نوحہ گر عورتیں مقرر کیں" نواحہ، نائحۃ کا جمع ہے اور نائحۃ کا مطلب میں سوال نمبر ۳۶ کے جواب میں ذکر کر چکا ہوں۔

بلاشک کچھ اعمال و افعال عقلاً اور شرعاً مستحسن اور ممدوح شمار ہوتے ہیں اور کچھ قبیح و مذموم۔ مستحسن اعمال کا جب بغیر کسی قید و شرط کے ذکر ہوگا تو ان کی تعریف ہوگی اور قبیح کا جب اسی طرح مطلقاً (بغیر قید و شرط) کے ذکر ہوگا، تو ان کی مذمت کی جائیگی، لیکن اسکا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ اعمالِ حسنہ ہر صورت اور ہر حالت میں مستحسن اور ممدوح ہیں اور اعمالِ قبیحہ ہر حالت میں قبیح و مذموم ہوں گے، بلکہ تمام اعمال کا مرجع و مآل خلاقِ عالم کی ذاتِ پاک ہے! اعمالِ حسنہ، حسنہ ہیں جب ان سے مقصود رضائے خدا اور اسلام و مسلمین کی بہبود ہو، لیکن اگر ان کے ارتکاب سے اسلام و مسلمین کو ضرر پہنچتا ہو ان سے مقصود دنیاوی مفاد ہو تو یہ اعمالِ حسنہ، اعمال حسنہ اور افعال ممدوح نہیں رہیں گے بلکہ اعمالِ قبیحہ میں شامل متصور ہو جائیں گے، اسی طرح جب قبیح اعمال، رضائے خدا اور اسلام و مسلمین کی بہتری کے لیے سرزد ہوں تو اعمالِ حسنہ سمجھے جائیں گے۔

۱۔ **جھوٹ**، ایک امر قبیح ہے، اس لیئے قرآن کریم و احادیث شریفہ میں اسکی پرزور مذمت کی گئی ہے، قرآن کریم میں جھوٹوں پر لعنت کی گئی ہے لیکن جب جھوٹ کہنا اسلام و مسلمین کے مفاد میں ہو تو جائز اور مستحسن ہے۔

تیسیر الوصول / جلد ۴ / کتاب الکذب / فصل مایباح من ذالک عن اسماء بنتِ یزید الکذب کلہ علی ابنِ آدم حرام الا فی ثلاثۃ خصال رجل کذب علی امرأتہ لیرضیہا و رجل کذب فی الحرب فان الحرب خدعۃ و رجل کذب بین مسلمین لیصلح بینہما۔ **ترجمہ:** اسماء بنتِ یزید سے روایت ہے کہ تمام جھوٹ اولادِ آدم پر حرام ہے۔ سوائے تین مقامات کے جبکہ ایک شخص اپنی بیوی کو خوش کرنے کیلئے جھوٹ کہے۔ اور ایک شخص جنگ میں جھوٹ کہے، کیونکہ جنگ تو ہے ہی چالبازی، اور جبکہ ایک شخص دو مسلمانوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے جھوٹ کہے۔

نیز تیسیر الوصول / جلد ۳ / کتاب الغزوات / قتل کعب بن اشرف / ص ۱۷۸، طویل حدیث میں حضور صلعم نے اپنے صحابی محمد بن مسلمہ کو جھوٹ بولنے کی اجازت (بالمصلحت) دی۔

۲۔ غرور اور تکبر مذموم فعل ہے، قرآن کریم میں ارشادِ خداوندی ہے۔

پ۲۱ ع ۱۱۔ ان اللّٰہ لا یحب کل مختال فخور۔ ترجمہ: "بیشک اللہ ہر اکڑنے والے فخر کرنیوالے کو پسند نہیں کرتا"۔

لیکن۔ اس کے باوجود ایسا تکبر اور اکڑنا بھی ہے جو پسندیدہ اور مستحسن بھی ہے۔

تیسیر الوصول / جلد ۴ / کتاب الکبر والعجب / حدیث نمبر ۱ / ص ۱۳۲ ○ وان من الخیلاء ما یبغض اللّٰہ و منہا ما یحب اللّٰہ تعالیٰ فاما التی یحبہا اللّٰہ تعالیٰ فاختیال الرجل بنفسہ عند القتال واختیالہ عند الصدقۃ و اما التی یبغضہا اللّٰہ تعالیٰ فاختیالہ فی البغی والفخر۔ ترجمہ:

ترجمہ: بلاشک بعض تفاخر (اکڑنا) وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔ اور ان میں سے بعض اللہ کو پسند ہیں۔ جنگ کے وقت ایک شخص کا تکبر اور اکڑنا، صدقہ دیتے وقت تفخر (اکڑنا) اور جس اکڑنے کو اللہ ناپسند کرتا ہے۔ وہ بغاوت اور فخر میں اکڑنا ہے۔

۳۔ حسد مذموم فعل ہے، اللہ تعالیٰ نے سورۂ فلق میں حسد کو شر فرمایا ہے اور اس سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے، "ومن شر حاسد اذا حسد"۔ لیکن۔ ایسا حسد بھی ہے جو ممدوح و مستحسن ہے۔

تیسیر الوصول / جلد ۲ / کتاب الحسد / حدیث نمبر ۱ / ص ۲۱ ○ عن ابن مسعود رض قال قال رسول اللّٰہ صلعم لاحسد الا فی اثنین۔ رجل اتاہ اللّٰہ الحکمۃ فہو یقضی بہا و یعلمہا و رجل اتاہ اللّٰہ مالاً فسلطہ علی ھلکتہ فی الحق۔ ترجمہ: ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا، کہ حسد جائز نہیں مگر دو (قسم کے اشخاص) سے۔ ایسا آدمی جسے اللہ تعالیٰ نے علم و حکمت عطا کی اور اس نے دوسروں تک پہنچایا اور پڑھایا۔ اور ایسا شخص جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا اور اسے قدرت و طاقت دی کہ اسے راہِ حق میں ختم کر دے۔

اسی طرح جزع و فزع بھی دو طرح کا ہے، ایک وہ جو قبیح اور مذموم ہے یعنی وہ جزع و فزع جو دنیاوی نقصان و مصائب پر کیا جائے اور دوسرا وہ جو مستحسن و ممدوح ہو یعنی جو مصیبت فی الدین اور محبت خدا میں ہو آئمۂ ھدیٰ علیہم السلام نے جس جزع و فزع کی مذمت کی ہے اور جس سے منع کیا ہے وہ پہلی قسم کا جزع و فزع ہے، اسی لیے بغیر شرط و قید ذکر کیا ہے لیکن یہ غم حسین علیہ السلام میں جزع فزع مصیبت فی الدین اور محبت خدا میں جزع فزع ہے اور ممدوح ہے جیسا کہ سابقاً ذکر کر چکا ہوں۔

خاصانِ خدا اور محبوبانِ خدا کی مصیبت پر رونا مصیبت فی الدین، رونا اور انکی محبت میں رونا محبت خدا میں رونا ہے۔

کنز العمال / جلد ۶ / کتاب الزکوٰۃ / الباب الثانی / فی السخاء والصدقۃ۔ (الاکمال) حدیث نمبر ۱۶۱۱ ○

کان یعقوب علیہ السلام اخ مواخیا فی اللّٰہ فقال ذات یوم یا یعقوبؑ ما الذی اذھب بصرک و ما الذی قوس ظہرک فقال اما الذی اذھب بصری فالبکاء علی یوسف و اما الذی قوس ظہری فالحزن علی بنیامین فاتاہ جبریلؑ فقال یا یعقوبؑ اللّٰہ یقرئک السلام و یقول اما تستحیی ان تشکونی الی غیری فقال یعقوبؑ "انما اشکو بثی وحزنی الی اللّٰہ"۔ ترجمہ: یعقوب علیہ السلام ایک اللہ (دینی) بھائی تھا۔ ایک دن اس نے کہا، اے یعقوبؑ! کس امر نے تیری بینائی کھو دی؟ اور کس امر نے تیری کمر جھکا دی؟ یعقوب علیہ السلام نے

کہا، (فرمایا) "میری بینائی کھوئی یوسف ؑ پر رونے نے اور میری کمر جھکا دی بنیامین کے غم نے۔ جبریل (علیہ السلام) آئے اور کہا، اے یعقوب علیہ السلام! اللہ تعالیٰ تجھے سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے " تجھے حیا نہیں آتی کہ میرے غیر سے میری شکایت کرتا ہے"۔ پس یعقوب (علیہ السلام) نے کہا، "میں اپنے غم اور حزن کی شکایت صرف اللہ تعالیٰ سے کرتا ہوں"۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یعقوب علیہ السلام کا محبوب خدا، یوسف علیہ السلام کے لیئے رونا درست تھا ورنہ جہاں اللہ تعالیٰ نے غیر سے شکایت کرنے پر تنبیہ کی تھی (فرمائی تھی) رونے سے بھی منع فرماتا۔

امام حسین علیہ السلام کے محبوب رسول و محبوب خدا ہونے میں شک کی گنجائش نہیں اس لیئے انکی محبت میں رونا اور جزع و فزع کرنا محبت خدا میں رونا متصور ہوگا۔

اگر غم حسین ؑ میں رونا گناہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کی معصوم مخلوق ملائکہ غم حسین (علیہ السلام) میں نہ روتے

غنیۃ الطالبین / فصل انذکر من فضائل یوم عاشوراء / ص ۶۸۴ ۔ – واخبرنا ابو النصر عن والدہ باسنادہ عن ابی السامۃ عن جعفر (ع) بن محمد (رض) قال ھبط علی قبر الحسین (۴) بن علی (رض) یوم اصیب سبعون الف ملک یبکون علیہ الی یوم القیامۃ۔ **ترجمہ:** "ابو السامہ نے جعفر بن محمد (رض) سے روایت کی ہے کہ جب حسین (علیہ السلام) بن علی (رض) شہید ہوئے ستر ہزار (۷۰،۰۰۰) فرشتے اُن کی قبر (مبارک) پر اترے۔ وہ اس پر (اُن پر) قیامت تک روتے رہیں گے۔

(اختتام)

-!-

اظہر کتابت سنٹر کربلا روڈ ساہیوال

(تحریر صفدر شاہ)

۱۹۹۲ء

(کتابت بذریعہ / نب انگلش)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سوال نمبر ۴: ذرا انصاف سے بتائیے کہ امام باڑہ معین تاریخوں میں ماتمی محافل قائم کرنا، موسیقاری اور سوز خوانی کرنا، تعزیہ شبیہہ روضہ ضریح بنانا، علم اور دلدل نکالنا کس امام معصوم کی سنت ہے اور ایجاد ہیں؟ کیا آپ کا امام معصوم دنیا کا بدترین ظالم تیمور لنگ تو نہیں جس نے سب کام کئے شیعہ، ماہنامہ المعرفت حیدر آباد محرم ۱۳۸۹ھ مدیر حشمت علی ممتاز الافاضل کے قلم سے ملاحظہ ہو:

تعزیہ داری کے متعلق ابھی تک پوری تحقیق و تدقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کی ابتداء کہاں سے ہوئی۔ البتہ اس کے آغاز کے بارے ایک روایت ضرور مشہور ہے کہ پہلا تعزیہ صاحب قران امیر تیمور نے رکھا تھا۔

بہرحال جہاں تک عزاداری کا تعلق ہے اس کی ابتدا ایران میں صفوی عہد سے ہوئی۔ اس کے بعد ہندوستان میں جب تغلق خاندان کا زوال شروع ہوا اور سلطنت کا شیرازہ منتشر ہوا تو جنوبی ہندوستان میں ایک شخص حسن گنگو نے بہمنی سلطنت کی بنیاد رکھی۔ یہ ایران کے بہمنی خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ اس سلطنت کے سلاطین میں شیعہ اور سنی دونوں عقائد کے بادشاہ گذرے ہیں۔ امرائے دربار میں بھی ملکی اور غیر ملکی مصاحبین اور وزراء شامل رہے۔ اس لئے شمالی ہند میں تعزیہ داری رائج ہونے سے پہلے تعزیہ داری کا آغاز ان سے ہوا۔ جب چودھویں صدی کے آخر میں سلطنت بہمنی کو زوال ہوا اور وہ پانچ چھوٹی چھوٹی سلطنتوں میں تقسیم ہوگئی تو بالخصوص عادل شاہی سلطنت میں عادل شاہ اور قلی قطب شاہ نے تعزیہ داری کو باقاعدہ طور پر رواج دیا۔ ان ریاستوں میں باقاعدگی کے ساتھ دس روز تک یعنی اتا۱۰ محرم عزاداری ہوتی تھی۔ تعزیئے رکھے جاتے تھے۔

اب جہاں تک تعزیوں کی اقسام کا تعلق ہے۔ اس کی آٹھ قسمیں ہیں۔ جن کی شبیہہ بنا کر واقعہ کربلا کی یاد تازہ کر کے سوگ منایا جاتا ہے۔

۱۔ تعزیہ۔ ۲۔ ضریح۔ ۳۔ مہندی۔ ۴۔ ذوالجناح۔ ۵۔ تابوت۔ ۶۔ براق۔ ۷۔ تخت۔ ۸۔ علم۔

اس شیعی تحقیق سے معلوم ہوا کہ عزاداری کی تمام اقسام و آلات سمیت امراء کی ایجاد و بدعت ہے۔ ان امور میں شیعہ کے امام یہی ظالم امراء ہیں۔ اہل بیت ہرگز نہیں۔ ورنہ اس ارشادِ امام صادق کا کیا مطلب ہے "ومن جدد قبراً او مثل مثالاً فقد خرج من الاسلام" جس نے کسی قبر و مزار کو از سرِ نو بنایا یا اس کا کوئی مجسمہ (بطور یادگار) بنایا تو وہ اسلام سے خارج ہوگیا۔ (من لا یحضرہ الفقیہ ص۴۸)

جواب: قولہٗ: ذرا انصاف سے بتائیے امام باڑہ۔

اقول: جی حافظ جی ہم انصاف سے بتا رہے ہیں کہ عبادت کیلئے ایک مقام کا مخصوص کرنا حکم خداوندی اور سنت رسول ہے۔ اسی لئے احادیث بتاتی ہیں کہ حضور صلعم نے حکم دیا کہ اپنے گھروں میں نماز پڑھنے کیلئے مقام مخصوص (مصلی) متعین کرو۔ ہمارے نزدیک ذکر کربلا بحکم خداوندی (وذکرھم بایام اللہ) اور احادیث رسول عبادت ہے (جیسا کہ قبل ازیں ذکر ہوا۔ اور جس کی تصدیق آپ کے مذہب کی کتب سے بھی ہوتی ہے) اس لئے اس عبادت کے لئے مقام مخصوص کرتے ہیں۔ جسے امام باڑہ یا امام بارگاہ کہتے ہیں۔

قولہ: معین تاریخوں میں ماتمی محافل قائم کرنا۔

اقول: حافظ جی تعصب کی تاریکی نے آپ کی بصیرت پر پردے ڈال دیئے ہوں تو اس کا کیا علاج ورنہ واقعہ کربلا اور ایسے دیگر واقعات کی مقررہ معینہ تاریخوں میں یاد منانا:-

ا۔ تعمیل حکم خداوندی ہے: (پ نمبر ۱۳ ع ۱۲)

لقد ارسلنا موسیٰ بآیاتنا ان اخرج قومک من الظلمٰت الی النور وذکرھم بایام اللہ ان فی ذالک لآیات لکل صبار شکور ہ

ترجمہ: ہم نے موسیٰ ؑ کو اپنی آیات کے ساتھ بھیجا (حکم دیا) کہ اپنی قوم کو تاریکی سے نکال کر نور کی طرف لا۔ انہیں ایام اللہ یاد دلا۔ بلاشک اس (یاد دلانے) میں ہر صبر وشکر کرنے والے کیلئے (اللہ تعالیٰ کی) آیات ونشانیاں ہیں۔

اس آیت کریمہ سے واضح ہے تذکیر ایام اللہ (اللہ کے دنوں کو یاد دلانا) رضائے خدا اور ہدایت عباد اللہ کا باعث ہے۔ اس تذکیر کی واحد صورت محافل قائم کرنا ہے۔

اب ایام سے مراد کون سے دن ہیں:-

اس کے لئے اپنی کتب لغت، اپنے مفسرین اور اپنے مترجمین کی توضیحات ملاحظہ فرمائیں۔

ا:- لغت: المنجد، والمعجم الوسیط: یوم ج ایام، ج ج ایاویم، ایام اللہ ایام نعمۃ ونقمۃ (یوم (جمع) ایام (جمع الجمع) ایاویم ایام اللہ یعنی (اللہ تعالیٰ) کے نعمت عطا کرنے اور اس کے عذاب دینے کے دن۔

ب:- الفوز الکبیر (شاہ ولی دہلوی) فصل بقیہ مباحث العلوم الخمسہ ص۳۳:

اختار (جلت جلالہ) من ایام اللہ یعنی الوقائع التی احدثہا اللہ سبحانہ وتعالیٰ لتنعیم المطیعین وتعذیب العصاۃ ماقرع سمعہم وذکرھم اجمالاً: مثل قصص قوم نوح و عاد وثمود وکانت العرب تتلقاھا اباً عن جد ومثل قصص ابراھیم وانبیاء بنی اسرائیل علیہم السلام فانہا کانت مالوفۃ لاسماعہم بمخالطۃ الیہود والعرب:

ترجمہ: ایام اللہ یعنی ایسے واقعات جنہیں اللہ تعالیٰ نے اطاعت گذاروں پر نعمت کرنے اور نافرمانوں کو عذاب دینے کے لئے واقع کیا۔ ان میں صرف ان واقعات کے ذکر کو اختیار فرمایا جو پہلے ان کے کانوں تک پہنچ چکے تھے۔ اور مختصراً ان کا ذکر فرمایا: جیسے قوم نوح، قوم عاد، اور قوم ثمود کا ذکر اور (ان واقعات) کا ذکر جو یہود اور عرب

کے مِل جُل کر رہنے کی وجہ سے عرب آباؤ اجداد سے سنتے چلے آرہے تھے۔
(ولی اللہ دہلوی بھی ایام اللہ سے مراد وہ دن لے رہے ہیں جن میں اللہ کی نعمتیں یا اللہ تعالیٰ کے عذاب نازل ہوئے)

۲: موضح القرآن (ترجمہ قرآن کریم از شاہ عبدالقادر (ذکرھم ..... بایام اللہ) یاد دلا ان کو دن اللہ کے یعنی اللہ ساکھے جو ہر قوم پر گذرے۔
نوٹ: ساکھے: یعنی اللہ کی طرف سے یا اللہ کی خاطر یا اللہ کے واسطے)

۳: تفہیم القرآن (مودودی) ایام کا لفظ عربی زبان میں اصطلاحاً یادگار تاریخی واقعات کے لئے بولا جاتا ہے۔ ایام اللہ سے مراد تاریخ انسانی کے وہ اہم ابواب ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے گذشتہ زمانے کی قوموں اور بڑی شخصیتوں کو اُن کے اعمال کے لحاظ سے جزا یا سزا دی۔"

۴:- اردو ترجمہ قرآن کریم: رضا خان بریلوی (حاشیہ: آیت مذکورہ کی تشریح میں) قاموس میں ہے کہ ایام اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں۔
حضرت ابن عباس اور اُبیؓ ابن کعب و مجاہد و قتادہ نے بھی ایام اللہ کی تفسیر اللہ کی نعمتیں فرمائی ہیں۔ مقاتل کا قول ہے کہ ایام اللہ سے مراد وہ دن ہیں جن میں اللہ نے اپنے بندوں پر انعام کئے۔ جیسے بنی اسرائیل کے لئے من وسلویٰ اتارنے کا دن۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے دریا میں راستہ بنانے کا دن (خازن، مدارک و مفردات راغب) ان ایام میں سب سے بڑی نعمت کے دن سید دو عالم کی ولادت و معراج کے دن ہیں۔ ان کی یاد قائم کرنا بھی اس حکم میں داخل ہے۔ اسی طرح اور بزرگوں پر جو اللہ کی نعمتیں ہوئیں یا جن ایام میں واقعات عظیم پیش آئے۔ جیسا کہ دسویں محرم کو کربلا کا واقعہ ہائلہ ان کی یادگار قائم کرنا بھی تذکیر بایام اللہ میں داخل ہے۔ بعض لوگ میلاد شریف، معراج شریف اور ذکر شہادت کے ایام کی تخصیص میں کلام کرتے ہیں۔ انہیں اس آیت سے نصیحت پذیر ہونا چاہئیے۔
حافظ جی: آیا خیال شریف میں؟ احمد رضا خان مرحوم کی اس تشریح کے بعد مزید کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں۔ ایام محرم (ایام اللہ) کی یادگار منانا حکم خداوندی ہے۔

۲: ان ایام میں ماتمی محافل سنت رسول ہیں۔ اس امر کے متعلق پہلے بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ (دیکھئے سوالات نمبر ۲۶، ۳۰، ۳۵ کے جوابات) جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور صلعم کا تو معمول ہی یہی تھا کہ جب بھی امام حسینؑ کو دیکھتے۔ امام حسین علیہ السلام کے مصائب بیان کر کے خود بھی روتے اور دوسروں کو بھی رلاتے۔ اور اگر حافظ جی! کہیں کہ ان میں معینہ تاریخ کو ایسے اذکار کا ذکر نہیں تو میں حافظ جی کو مندرجہ ذیل حدیث کی طرف توجہ دلاؤں گا۔

ینابیع المودۃ الباب ستون فی الاحادیث الواردۃ فی شہادت الحسین صفحہ ۳۲۰ واخرج الترمذی:
عن سلمیٰ امرأۃ من الانصار قالت دخلت علی ام سلمۃ وھی تبکی فقلت ما یبکیک قالت رأیت رسول اللہؐ فی المنام وعلی راسہ و لحیتہ التراب فقلت ما لک یا رسول اللہؐ؟ قالت شہدت قتل الحسینؑ انفا
وفی ... ابن عباس ... فی المنام ... النہار اشعث اغبر بیدہ قارورۃ فیہا

دم یلتقطہ فسئلتہ فقال دم الحسینؑ و اصحابہ فلم یزل یمرد و الخبر فوجدان الحسینؑ قد قتل ذالک الیوم ۔

ترجمہ: انصار کی ایک عورت سلمیٰ سے روایت ہے کہ میں ام المومنین ام سلمہؓ کے پاس گئی ۔ درآنحالیکہ وہ رو رہی تھیں ۔ میں نے کہا تمہیں کون سا امر رُلا رہا ہے تو اسؓ نے کہا میں نے رسول اللہؐ کو خواب میں دیکھا کہ ان کے سر اور ریش مبارک میں خاک ہے ۔ میں نے کہا یا رسول اللہؐ یہ آپؐ کو کیا ہوا ۔ حضورؐ نے فرمایا ابھی ابھی حسینؑ کو قتل ہوتے دیکھا ہے ۔

اسی طرح ابن عباسؓ نے بھی دوپہر کے وقت نیند میں دیکھا کہ حضورؐ کے بال پریشان اور غبار آلود ہیں ۔ اور ہاتھ میں ایک شیشی ہے جس میں خون کو زمین سے اٹھا اٹھا کر ڈال رہے ہیں ۔ پس میں نے حضورؐ سے دریافت کیا تو فرمایا یہ حسینؑ اور ان کے اصحاب کا خون ہے ۔ ابن عباسؓ برابر اس خبر کو دہراتے تھے ۔ یہاں تک کہ معلوم ہوا کہ عین اُسی دن حسینؑ شہید ہوئے ۔

کیوں حافظ جی ! حضورؐ کا عین عاشورا کے دن دو معتبر ترین صحابیوں (صحابی و صحابیہ) کے خواب میں اسطرح غمزدہ اور پریشان حال ظاہر ہونا اس امر کا ثبوت نہیں کہ مسلمان مردوں اور عورتوں تک یہ پیغام پہنچ جائے کہ وہ عاشورہ کے دن اسطرح پیغمبرؐ کے بیٹے کی یاد منانا ۔

پس حافظ جی ! قرآن کریم کے ارشاد کی تعمیل میں اور سنت نبویؐ کی پیروی میں ان ایام معین میں امامباڑوں (مقام عبادت) میں محافل تذکیر قائم کرتے ہیں ۔ لیکن چونکہ فرزند رسول، جگر گوشہ بتول حسین مظلومؑ کی داستانِ غم اس قدر دردانگیز اور دلدوز ہے ۔ کہ رونے، آہ وزاری کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں ۔ اور محافل تذکیر، محافل ماتم کا رنگ اختیار کر لیتی ہیں ۔

شاید حافظ جی کہیں ہم بھی تو امام حسینؑ کے واقعات اور حالات سنتے اور پڑھتے ہیں ۔ لیکن ہماری تو پلکیں تک نہیں بھیگتیں ۔ میں کس طرح تسلیم کر لوں کہ آپ لوگ رونے و آہ وزاری کرنے پر مجبور رہیں ۔ تو میں اس کے جواب میں حضرت عبداللہ ابن عمر کا استدلال پیش کروں گا ۔

وفیات الاعیان : جلد ۳ ص۱٦ ذکر نمبر ۳۱۸ (ام المومنین عائشہ)

لما ماتت عائشۃ بکیٰ علیہا ابن عمر فبلغ ذالک معاویہ فقال لہٗ تبکی علیٰ امرأۃ فقال انما یبکی علیٰ ام المومنین بنوھا و اما من لیس لہا ابن فلا !

ترجمہ: جب عائشہ فوت ہوئیں تو ابن عمر اُن پر روئے ۔ معاویہ کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو اسے کہا "ایک عورت (کی موت) پر روتے ہو"، ابن عمر نے کہا کہ ام المومنین پر اس کے بیٹے تو ضرور روئیں گے اور جو ان کا بیٹا نہیں وہ نہیں روئے گا ۔

سو حافظ جی کا جواب یہی ہے کہ جو امام حسین علیہ السلام کو محبوب رسولؐ، دلبند بتولؑ، امام حق نما سمجھتے ہیں وہ روتے ہیں ۔ جو نہیں سمجھتے وہ نہیں روتے ۔ ؟؟

قولہ: موسیقاری اور سوز خوانی کرنا:

اقول: حافظ جی! سچ کہا تھا کسی نے کہ نیم ملاّں خطرہ ایمان، کم علم ملاّں نے جہاں کسی کو لمبی، رسیلی اور پرسوز آواز نکالتے سنا: جھٹ حرام " الغنا اشدّ من الزنا" کا فتویٰ صادر فرما دیا۔

حضرت! ہر رسیلی پرسوز آواز، شرعی اصطلاح میں غنا یا موسیقاری نہیں۔ خواہ ایک لغوی اسے غنا ہی کہہ دے۔ اس لغوی معنی کے غنا کی ایک صورت وہ بھی ہے جس کا وعظ و نصیحت کے بیان میں استعمال کرنا نہ صرف شرعاً جائز ہے بلکہ مستحب ہے۔ آپ کی بعض احادیث سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن کریم کو اس غنا کے ساتھ پڑھنا لازم ہے۔ اور قرآن کریم کا اس طرح پڑھنا اللہ تعالیٰ کو بہت ہی پسند ہے۔

١۔ ابو داؤد ح ا کتاب الصلواۃ باب ٥١٠، کیف یستحب الترتیل حدیث نمبر ١٤٥٥

قال رسول اللہ لیس منا من لم یتغن بالقرآن:

ترجمہ: رسول اللہ ؐ نے فرمایا وہ شخص ہم میں سے (یعنی اہل اسلام میں سے) نہیں ہے جو قرآن کریم غنا (رسیلی آواز) کے ساتھ نہ پڑھے۔

٢۔ ایضاً: حدیث نمبر ١٤٥٧:

عن عبید اللہ بن ابی یزید قال مر بنا ابولبابۃ فاتبعناہ حتی دخل بیتہ فدخلنا علیہ فاذا ھو رجل رث البیت رث الحیأۃ یقول سمعت رسول اللہ ؐ یقول لیس منا من لم یتغن بالقرآن قال فقلت لابن ابی ملیکۃ یا ابا محمد أرایت اذا لم یکن حسن الصوت قال یحسنہ ما استطاع:

ترجمہ: عبید اللہ ابن ابی یزید سے روایت ہے۔ اس نے کہا کہ ابولبابہؓ ہمارے پاس سے گذرا۔ ہم اس کے پیچھے چلے یہاں تک کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہوگیا۔ ہم بھی اس کے پاس اندر چلے گئے۔ ہم نے دیکھا کہ وہ ایک بوسیدہ گھر والا، خستہ حال شخص ہے۔ وہ کہہ رہا تھا کہ میں نے رسول کریم ؐ کو کہتے سنا کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو قرآن کریم کو غنا کے ساتھ نہ پڑھے۔ راوی نے کہا میں نے کہا اے ابن ملیکہ اگر کوئی (شخص) اچھی آواز والا نہ ہو تو۔ اس نے کہا خوبصورت بنائے جتنی اس کی طاقت ہو۔

٣۔ تفسیر خازن، تمہید، الفصل الاول فی فضل القران ص٦ ضمن حدیث ق (یعنی متفقہ شیخین مسلم و بخاری)

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ؐ ما اذن اللہ لشئ کاذنہ لنبی یتغنی بالقرآن،

(اللہ جل جلالہ کو کسی امر (صوت) کا سننا اس قدر پسند نہیں جس قدر ایک نبی کے قرآن کریم کو غنا کے ساتھ پڑھنا...

تشریح: وقولہ: یتغنی بالقرآن ای یحسن صوتہ ویکون ذالک مع تحزین وترقیق فی القرأۃ وقیل معناہ یستغنی بالقرآن عن الناس والقول الاول اولیٰ:

ترجمہ: یتغنی بالقرآن کا مطلب ہے کہ اپنی آواز کو خوبصورت بناتا ہے اور یہ امر قرأت میں سوز و گداز

اور رقت پیدا کرنے سے ہی حاصل ہو سکتا ہے اور کہا گیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ علم قرآن کریم کو حاصل کرنے سے اپنے آپ کو تمام لوگوں سے مستغنی اور بے پرواہ بنا لیتا ہے۔ لیکن قول اول (غنا) بہتر ہے۔

سو ان احادیث کی روشنی میں ہمارے واعظین و ذاکرین قرأت قرآن، تفسیر آیات، وعظ و نصیحت اور ذکر حسینؑ کو اس غنا مستحب کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ اگر کوئی کم فہم ذاکر اس سے تجاوز کرتا ہے تو یہ اُس کا اپنا قصور ہے اس سے محافل ماتم کے جواز اور استحباب پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اور سچ پوچھئے تو ہمارے ذاکرین میں یہ تجاوزت سُنی مذہب کے نعت خوانوں کی دیکھا دیکھی پیدا ہوا۔ چونکہ سنی مذہب میں حمد و نعت کو راگ (موسیقاری) سے پڑھنا جائز بلکہ بعض کے نزدیک باعث ثواب ہے۔ (جیسے بعض کے نزدیک قوالی) اس لئے سنی نعت خوانوں نے حمد و نعت میں راگ کو استعمال کیا۔ اور جب شیعہ محافل میں سوز خوانی میں قصیدہ خوانی شامل ہوئی تو سنی نعت خوانوں کی دیکھا دیکھی شیعہ ذاکرین نے جائز غنا سے تجاوز کیا۔

شاید حافظ جی کہیں کہ احادیث میں تو صرف قرآن کریم کو سریلی، رسیلی آواز (غنا) سے پڑھنے کا ذکر ہے۔ باقی امور کا ایسی آواز سے ادا کرنے کا جواز کہاں سے ثابت ہوا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ!

جب قرآن کا غنا سے پڑھنا جائز تو قرآن کریم کے بیانات اور احکامات کو غنا سے پڑھنا کیوں ناجائز ہوگا جبکہ اہل سنت کے علماء نے ان ہی احادیث سے متعلق غنا و راگ کے متعلق یہ استنباط کیا ہے کہ مطلق راگ (موسیقاری) اس صورت میں حرام ہے کہ لہو و لعب کی خاطر طربیہ، لغو اور مہیج شہوات اشعار و بیانات میں استعمال ہو۔ حق و صداقت، وعظ و نصیحت پر مشتمل اشعار کو راگ و غنا کے ساتھ پڑھنا حرام نہیں (جیسا عنقریب اس کی وضاحت کروں گا۔

سو حافظ جی غنا کی یہ قسم (یعنی مدّ الصوت مع حسنہٖ فیہ تحزین و ترقیق)

ترجمہ: آواز کا حسن کے ساتھ لمبا کرنا جس میں سوز و گداز ہو۔

جسے عام اصطلاح میں ترنم کا نام دیا جاتا ہے۔ تمام علمائے اسلام کے نزدیک مباح مستحب ہے۔

غنا کی وہ قسم جسے شرعاً حرام اور اشد من الزنا تسلیم کیا گیا ہے۔ اُس کی تعریف تقریباً تمام علمائے اسلام نے یہ کی ہے کہ وہ آواز جو سُر تال (ردھم، ٹائمنگ) پر مشتمل ہو اور مزامیر (ساز و سارنگی) اس کے ہم آہنگ ہوں۔ یعنی موسیقاری۔

راگ و غنا کی یہ قسم شیعہ مذہب میں تو کسی امر میں جائز نہیں۔ خواہ تلاوت قرآن ہو یا ایام اللہ و احکام اللہ کا بیان ہو۔ یا حمد خدا و نعت رسولؐ وغیرہ ہو۔ لیکن سُنی مذہب میں بعض اشخاص اور بعض حالات میں اس غنا کا بجالانا اور بھی جائز ہے۔ جیسے:

۱۔ راگ (غنا) حمد خدا، مدح رسولؐ اور عمل خیر پر تحریص کے لئے جائز ہے۔

مجموعہ الرسائل الکبریٰ (لابن تیمیہ) الجزالثانی، الرسالۃ الثالثۃ عشرۃ فی السماع والرقص:

قال شیخ الاسلام ابن تیمیہ فی ہذا الباب :

ینبغی ان ینظر فی ماھیۃ الشی ثم یطلق علیہ التحریم او الکراہیۃ او غیر ذالك ، والغناء اسم یطلق علی اشیاء منھا غناء الحج فانھم ینشدون اشعاراً یصفون فیھا الکعبۃ وزمزم والمقام وغیر ذالك ، سماع تلك الاشعار مباح وفی معنیٰ ھذٰا غناء الغزاۃ فانھم ینشدون اشعاراً یحرضون بھا علی الغزو ، وفی ھذا المعنیٰ اشعار متبارزین وقد قال لحادیہ رویدك سوقاً بالقواریر قال عبداللہ بن رواحہ کان یمدح النبیؐ :

؎ وفینا رسول اللہؐ یتلو کتابہ ۔۔۔ اذا انشق معروف من الفجر ساطع

ترجمہ: تیرھواں رسالہ ناچ گانے کے بیان میں : شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اس بارے میں کہا کہ ہر چیز کی ماہیت پر نظر ڈالنی چاہیئے اور پھر اس پر حرمت یا کراہت وغیرہ کا حکم لگایا جائے۔ غنا ایک ایسا اسم ہے جس کا اطلاق مختلف اشیاء پر ہوتا ہے۔ غنا میں سے ہے غنار حج ۔ حجاج ایسے اشعار گا کر پڑھتے ہیں جن میں کعبہ شریف زمزم اور مقام وغیرہ کی تعریف ہوتی ہے۔ ایسے اشعار کا سماع مباح اور اسی حکم میں ہیں جہاد کرنے والے (غازی) کہ وہ جہاد پر اکسانے والے اشعار گا کر پڑھتے ہیں۔ اور اسی حکم میں ہیں جنگ کیلئے مقابلے میں نکلنے والے مجاہدین ۔ اور نبی کریمؐ نے اپنے اونٹوں کو چلانے کیلئے حدی گا کر پڑھنے والے کو فرمایا تھا شیشوں کی سواریوں کو آہستہ چلاؤ۔ (یعنی حدی گانے سے منع نہیں فرمایا بلکہ آہستہ گانے کو فرمایا) اور عبداللہ بن رواحہ کا بیان ہے کہ وہ حضور صلعم کی مدح میں یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

؎ اور ہم میں اللہ کا رسولؐ ہے جو طلوع فجر کے وقت اللہ تعالیٰ کی کتاب مبارک پڑھتا ہے۔

۲۔ عید اور خوشی کے مواقع (شادی بیاہ) پر عورتوں کو اور بچوں کو گانے بجانے (غنا) کی اجازت ہے، اور ان کے لئے یہ امر مباح ہے۔ گو مرد خود گا بجا نہیں سکتے لیکن ایسے مواقع پر عورتوں اور بچوں کا گانا بجانا سننا ان کے لئے حلال و مباح ہے۔

۱: بخاری جلد نمبر ۲ ۔ کتاب المناقب : باب قصۃ الحبش وقول النبی یا بنی ارفدہ صفحہ ۲۱۶ :

عن عروۃ عن عائشہ ان ابا بکر دخل علیھا وعندھا جاریتان فی ایام منیٰ تغنیان وتدففان وتضربان والنبی متغش بثوبہ فانتھرھما ابوبکر فکشف النبیؐ عن وجھہ فقال دعھما یا ابابکر انھا ایام عید ۔ وتلك الایام ایام منیٰ ۔

ترجمہ: عائشہؓ سے روایت ہے کہ ابوبکرؓ ان کے پاس آئے جبکہ ان کے پاس دو لونڈیاں (یا دو لڑکیاں) گا رہی تھیں۔ دف بجا رہی تھیں۔ اور تالیاں پیٹ رہی تھیں۔ اور نبی کریم صلعم اپنے چہرہ مبارک کو اپنے کپڑے سے ڈھانپے ہوئے تھے۔ ابوبکر نے اُن چھوکریوں کو جھڑکا ۔ تو نبی کریمؐ نے اپنے چہرہ مبارک سے کپڑا ہٹا دیا۔ اور کہا " ابوبکر! انہیں کچھ نہ کہو کیونکہ یہ عید کے دن ہیں" اور وہ منیٰ کے ایام تھے۔

ب : ابوداؤد، باب ۴۷۲ فی الغناء حدیث نمبر ۱۴۹۱:

عن الربیع بنت معوذ بن عفراء، قالت جاء رسول اللہ ؐ فدخل علیّ صبیحۃ بُنی لی، فجلس علیٰ فراشی بمجلسک۔ فجعلت جویرات یضربن بدف لھن ویندبن من قتل من آبائی یوم بدر۔ الی ان قالت احدیھنّ ہ وفینا بنی یعلم ما فی غد فقال دعی ھذا وقولی ما کنت تقولین۔

ترجمہ: معوذ بن عفراء کی بیٹی رُبیع سے روایت ہے۔ اس نے کہا رسول اللہ ؐ میری شب زفاف کی صبح کو میرے پاس تشریف لائے۔ اور اسی تیرے بیٹھنے والی جگہ پر میرے بستر پر بیٹھ گئے۔ چھوکریوں نے دف بجانا اور میرے ان آباؤ اجداد کا مرثیہ گانا شروع کیا جو بدر کے دن شہید ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ ان میں سے ایک نے یہ کہا ہ ہم میں وہ نبی ہے جو جانتا ہے جو کل ہوگا۔ پس آپؐ نے فرمایا اسے چھوڑ اور وہی کہہ جو تو کہہ رہی تھی۔

ج : تیسیر الوصول جلد ۳۔ کتاب الغنا و اللہو صہ ۲۱۹ :

عن عامر بن سعد قال دخلت علیٰ قرظہ بن کعب و ابی مسعود الانصاری فی عرس فاذا جواری یغنین۔ فقلت انتما صاحبا رسول اللہ ؐ ومن اھل البدر یفعل ھذا عندکم فقال اجلس ان شئت فاستمع معنا ان شئت اذھب فقد رخّص لنا فی اللھو عند العرس:

ترجمہ: عامر بن سعد سے روایت ہے اس نے کہا کہ ایک بیاہ کی تقریب میں قرظہ بن کعب اور ابومسعود انصاری کے پاس گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ چھوکریاں گا رہی ہیں۔ پس میں نے کہا تم دونوں رسول اللہ صلعم کی صحابی اور اہل بدر سے ہو۔ اور تمہارے پاس یہ کچھ ہو رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر تو چاہے تو بیٹھ جا اور ہمارے ساتھ سن اور اگر چاہے تو چلا جا۔ شادی بیاہ کے موقع پر ہمیں لہو ولعب کی اجازت دی گئی۔

۳۔ ایسے اشخاص جو اتقاء کے ایسے درجہ پر فائز ہو کہ ان کے فتنہ و فریب میں پڑنے کا خوف نہ ہو تو ان کیلئے اعیاد و اعراس (یعنی عید اور خوشی کے مواقع) کے علاوہ دیگر ایام میں بھی راگ رنگ سننا جائز اور مباح ہے۔

۱ مشکوٰۃ : باب مناقب قریش، فصل مناقب عمر حدیث نمبر ۵۷۹۱ :

عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ جالسا فسمعنا لغطاً وصوت صبیان فقام رسول اللہ فاذا حبشیۃ تزفن والصبیان حولھا فقال یا عائشہ تعالی فانظری فجئت فوضعت لحیی علیٰ منکب رسول اللہ ؐ فجعلت انظر الیھا ما بین المنکب الی رأسہ فقال لی أما شبعت فجعلت اقول لا لانظر منزلتی عندہ اذ اطلع عمر فارفض الناس عنھا۔ فقال رسول اللہ ؐ انی لا نظر الی شیاطین الجن والانس قد فروا من عمر قالت فرجعت:

ترجمہ: عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ رسول اللہ ؐ بیٹھے ہوئے تھے کہ ہم نے شور وغل اور بچوں کی آواز سنی۔ پس رسول اللہ ؐ اٹھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک حبشن گا بجا رہی ہے۔ اور بچے اس کے گرد جمع ہیں۔ پس حضورؐ نے فرمایا "اے عائشہ آ اور دیکھ۔ پس میں آئی اپنی تھوڑی رسول اللہ ؐ کے کندھے پر رکھی اور حضورؐ کے سر اور کندھوں کے درمیان سے دیکھنے لگی۔ پس مجھ سے فرماتے تھے کیا تو سیر ہوئی اور میں کہتی نہیں" تاکہ میں

ان کے نزدیک اپنی منزلت دیکھوں۔ اتنے میں عمر ظاہر ہوئے تو لوگ بکھر گئے اس کے پاس سے۔ پس رسول اللہؐ نے فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ شیاطینِ انس و جن عمر سے بھاگ گئے۔ (عائشہ نے) کہا پس میں واپس آگئی۔

ب: جمع الفوائد ج ۲ ص۱۵۸:

ان امرأة جاءت الی النبیؐ فقال یا عائشه تعرفین هذه. قالت لا قال هذه قینة بنی فلان اتحبین ان یغنیک قالت نعم فاعطاها طبقاً فغنتها فقال لها نفخ الشیطان فی منخریها حون احمد و الکبیر:

ترجمہ: ایک عورت نبی کریمؐ کی خدمت میں آئی۔ حضورؐ نے فرمایا اے عائشہ تو اسے پہچانتی ہے (عائشہؓ) نے کہا نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا: یہ بنی فلاں کی گلوکارہ ہے۔ کیا تو پسند کرے گی کہ تجھے گانا سنائے۔ اس نے (عائشہؓ نے) کہا "ہاں"۔ پس حضورؐ نے اسے ایک تھال دیا اور اُس نے اُس کو (عائشہؓ) کو گانا سُنایا۔ پس حضورؐ نے اس سے (عائشہ سے) فرمایا شیطان نے اُس کے نتھنوں میں پھونکا ہے۔

ج: کامل بن اثیر ج ۲ ص۲۱۳ (سنة ستین۔ ذکر بعض سیرتہ دلے معاویہ)

قال محمد بن عامر لام معاویة عبد اللہ بن جعفر علی الغنا فدخل عبد اللہ علی معاویة و معه بدیح و معاویة واضع رجله علی رجل فقال عبد اللہ لبدیح "ایها۔ یا بدیح" فتغنی فحرک معاویة رجله فقال عبد اللہ "مه۔ یا امیر المومنین" فقال معاویة ان الکریم طروب:

ترجمہ: معاویہ کی سیرت کے بیان میں۔ محمدؐ بن عامر نے کہا کہ معاویہ نے عبداللہ بن جعفر کو غنا (راگ) سننے پر ملامت کی۔ پس عبداللہ معاویہ کے پاس آئے جبکہ بدیح (مشہور گلوکار) ان کے ساتھ تھا۔ اور معاویہ ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھے بیٹھا تھا۔ پس عبداللہ نے کہا کہ "ہاں۔ اے بدیح" (یعنی شروع کردے) پس (بدیح) گانے لگا۔ پس معاویہ نے (سرتال کے ساتھ) پاؤں ہلایا۔ عبداللہ نے کہا "یہ کیا اے امیرالمومنین، معاویہ نے کہا ایک شریف آدمی بہت زیادہ طرب میں آجانے والا ہوتا ہے۔

قولہ: تعزیہ شبیہہ روضہ ضریح بنانا۔ علم اور دلدل نکالنا۔

اقول: تعزیہ اور شبیہہ کے متعلق سوال نمبر ۲۶، ۲۷ کے جواب میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ علم و دلدل (ذوالجناح) کے متعلق اسی سوال کے فقرات "جہاں تک تعزیوں کی اقسام کا تعلق ہے"، کے جواب میں تحریر ہوگا۔

قولہ: کس امام معصوم کی سنت و ایجاد ہیں؟

اقول: حافظ جی! تمام کتب تاریخ و اخبار شاہد ہیں کہ ان آئمہ معصومین کا زمانہ خلفائے جور کے عہد میں گذرا جن کے عہد میں امام حسین علیہ السلام کے مصائب کا ذکر اور ماتمی محافل کی سزا عبرتناک موت تھی۔ اس لئے ایسی محافل کے قیام کو مخفی رکھا جاتا تھا۔ پھر بھی جب موقع ملا محافل ماتم قائم کرکے سنت رسول کی توضیح و تشریح ہمارے لئے ثبت فرما گئے۔ کئی روایات میں سے ذیل کی ایک روایت پر غور کیجئے اور غور کیجئے کہ کن مشکل حالات میں یہ آئمہ ہدیٰؑ

موقع ملنے پر مجلس عزا قائم فرماتے تھے۔

فروع کافی: جلد ۸ (الروضہ) حدیث الکمیت ص۲۱۵:

عن سفیان بن مصعب العبدی عن الکمیت قال دخلت علی ابی عبداللہ علیہ السلام فقال قولوا لام فروۃ بلتہ علیہا السلام تجیئ فتسمع ماصنع بجدّھا قال فجاءت فقعدت خلف الستر ثم قال انشونا قال فقلت ے فروجودی بدمعک المسکوب قال فصاحت وصحن النساء۔ فقال ابو عبداللہ علیہ السلام "الباب۔ الباب" فاجتمع اھل المدینۃ علی الباب۔ قال فبعث الیھم ابو عبداللہ "صبی لنا غشی علیہ فصحن النساء":

ترجمہ: کمیت (شاعر معروف) سے سفیان بن مصعب عبدی نے روایت کی (کمیت نے) کہا میں ابو عبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پس امام علیہ السلام نے فرمایا کہ امّ فروہ سے کہو کہ آئے اور اس کے جدّ (امام حسینؑ) سے جو سلوک کیا گیا اسے سُنے۔ پس اُم فروہ آئیں اور پردہ کے پیچھے بیٹھ گئیں۔ تب امام علیہ السلام نے فرمایا۔ "ہمیں پڑھ کر سنا"، کمیت کہتا ہے پس میں نے کہا:

ے اے فروہ اپنے بہتے آنسوؤں کو خوب بہا۔ پس وہ (ام فروہ) چیخ چیخ کر روئیں۔ اور دوسری عورتیں بھی چیخ چیخ کر روئیں۔ ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا "دروازہ بندکرو، دروازہ بندکرو"، پس اہلِ مدینہ دروازے پر جمع ہوگئے۔ ابو عبداللہ علیہ السلام نے انہیں کہلا بھیجا کہ ہمارا ایک بچہ بے ہوش ہوگیا تھا۔ پس عورتیں چیخ چیخ کر رونے لگیں۔

اس روایت کے سیاق وسباق سے مندرجہ ذیل امور کا اظہار ہوتا ہے۔

۱۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایام غم میں کمیت (شاعر) ہر روز آکر امام علیہ السلام کے پاس مرثیہ پڑھا کرتا تھا۔ اور مستورات بھی پس پردہ مرثیہ سنتی تھیں۔ تب ہی تو کمیت کے آتے ہی اس کے آنے کا مدعا پوچھے بغیر اپنی بیٹی کو یہ کہلا بھیجا کہ آئے اور اپنے جد کے مصائب سُنے۔

۲۔ اس زمانے میں کھلم کھلا مجلس قائم کرنا جان جوکھم کا کام تھا۔ ایسی محافل ومجالس کو مخفی رکھا جاتا تھا۔ اسی لئے مستورات کی آواز بلند ہونے پر جب لوگ دروازے پر جمع ہوگئے تو انہیں یہ کہلا بھیجا کہ ایک بچہ پر غشی طاری ہو گئی تھی اور عورتیں دھاڑیں مار کر رونے لگیں۔

قولہ: کیا آپ کا معصوم امام دنیا کا بدترین ظالم تیمور لنگ تو نہیں جس نے یہ سب کام کئے۔

اقول: جی نہیں حافظ جی: نہ تیمور لنگ ہمارا امام ہے نہ تیمور لنگ نے ان رسومات عزاداری کی ابتداء کی۔ یہ عزاداری تیمور لنگ سے بہت پہلے ۳۲۲ھ میں جب کہ کرخ میں دیالمہ (بنی بویہ) کی حکومت قائم ہوئی تو کرخ میں عزاداری کھلم کھلا ہونے لگی۔ اور یہ زمانہ بارہویں امام علیہ السلام کی غیبت صغریٰ کا زمانہ ہے۔ (غیبت صغریٰ از ۲۶۲ھ تا ۳۲۹ھ) جبکہ خواص شیعہ امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوکر مسائل دریافت کرسکتے تھے۔ اور پھر ۳۵۲ھ میں بغداد میں بھی عزاداری شروع ہوئی جب خلیفۂ وقت کے وزراء یہی بنی بویہ بنے اور خلیفہ پر انہیں پورا

پورا اثرو رسوخ تھا۔

۱- شذرات الذہب سنۃ اثنین وخمسین وثلاثمائۃ :

۲- تاریخ الخلفاء (سیوطی) ذکر المطیع للہ ابوالقاسم ۳۵۲ھ ، ۳۵۲ھ و فی سنۃ اثنین وخمسین یوم عاشوراء الزم معز الدولۃ الناس بغلق الاسواق ومنع الطباخین من الطبخ ونصبوا القباب فی الاسواق علقوا علیھا المسوح واخرجوا النساء منشورات الشعور یلطمن بالشوارع ویقمن الماتم علی الحسین وھذا اول یوم نیح بیغداد واستمرت ھذہ البدعۃ سنین :

ترجمہ: سن باون عاشورہ کے دن معزالدولہ نے لوگوں پر لازم قرار دیا کہ بازار بند رکھیں اور نان بائیوں کو کھانا پکانے سے منع کر دیا اور بازاروں میں قبے بنائے گئے جن میں کپڑے منڈھے گئے (تعزیہ بنائے گئے) اور عورتوں کو بال بکھیرے پیٹتے ہوئے اور امام حسین پر ماتم کرتے ہوئے باہر نکالا۔ اور یہ پہلا دن تھا جب اس پر (حسین علیہ السلام) پر بغداد میں نوحہ کیا گیا۔ پھر یہ بدعت کئی سالوں تک جاری رہی۔

قولہ: ماہنامہ المعرفت ۔ ۔ ۔ ۔ پہلا تعزیہ صاحب قرآن امیر تیمور نے رکھا۔

اقول: قربان جاؤں حافظ جی کے اس لاجواب (مسکت) ثبوت پیش کرنے کے اب آج بائیس سال پہلے شائع ہونیوالے رسالے کو کہاں تلاش کیا جائے۔ اور دیکھا جائے کہ مضمون نگار مرحوم نے اس مشہور روایت پر کیا تبصرہ کیا ہے۔ آیا "رب مشہور لا اصل لہا" کے تحت اسے رد کیا ہے یا کیا کہا ہے؟

قولہ: بہرحال عزاداری کا جہاں تک ۔ ۔ ۔ ۔ رکھے جلتے تھے۔

اقول: حافظ جی اگر عزاداری ایران میں صفوی خاندان کے عہد سے شروع ہوئی اور ہندوستان میں بہمنی خاندان سے شروع ہوئی تو اس سے یہ نتیجہ تو نہیں نکلتا کہ اس سے پہلے اہل اسلام میں عزاداری تھی ہی نہیں۔ بلکہ اس سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عزاداری مسلمانوں کا شعار تھا۔ جہاں جہاں انہیں اقتدار و حکومت حاصل ہوئی عزاداری بھی قائم ہوئی۔

حافظ جی: یہ عزاداری ہندوستان میں صرف بہمنی خاندان کی ریاستوں میں ہی رائج نہ تھی۔ بلکہ ہندوستان میں تمام مسلمان حکمرانوں کی حکومتوں میں رائج تھی۔ حتیٰ کہ مغلیہ خاندان کے بادشاہوں اور حتیٰ کہ اورنگ زیب کے عہد میں بھی عزاداری ہوتی تھی۔

ازالۃ الاوہام ابن بحرالعلوم:

در عہد صحابہ و تابعین کتاب اللہ غیر معرب بود و بعدہ معرب شد و اجماع امت بداں شد و بتواتر رسید ، ہمچناں جمع کردن احادیث و تفاسیر و فقہیات و چہار مصلے درخانہ کعبہ و تالیف صرف و نحو وغیرہا و ہمچناں مجالس ذکر میلاد شریف نبوی (صلعم) و اجماع برآں گردید و ہمچناں مراسم تعزیہ داری جناب امام حسین علیہ السلام از صدہا سال جاری و مروج است و در زمان سلاطین متشرع مانند جلال الدین و شاہجہان و عالمگیر اورنگ زیب وغیرہم کہ

درتمامی ملک خودنافذالامرکلی بودندمراسم تعزیہ داری بتقدیم میرسید ــــ ــــ ــــ ایں صورت ترویج آن باجماع امت بنی ثابت گشت و بتوا تر رسید :

ترجمہ: صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن) بغیر اعراب و حرکات تھا۔ بعد میں اعراب لگائے گئے۔ اور اس پر امت کا اجماع ہوا۔ اور حد تواتر تک پہنچا۔ اسی طرح یہی صورت ہے احادیث و تفاسیر اور فقہی مسائل کے جمع کرنے کی۔ خانہ کعبہ میں چار مصلے ہونے، صرف و نحو وغیرہ تالیف کرنے کی۔ اور یہی صورت ہے ذکر میلاد شریف نبوی صلعم کی کہ اس پر اجماع ہوا۔ اور یہی صورت ہے امام حسین علیہ السلام کے تعزیہ داری کی کہ سینکڑوں سالوں سے جاری اور مروّج ہے۔ اور شرع کے پابند بادشاہوں مثلاً جلال الدین، شاہجہان اور اورنگ زیب وغیرہ کے عہد میں تمام ملک نافذالامر (جاری) تھی اور تعزیہ داری کی رسوم ادا کی جاتی تھیں۔ ۔ ۔ ۔ اس صورت میں ان کا رائج ہونا اجماعِ امتِ نبی سے ثابت ہوگیا اور تواتر کو پہنچا۔

نوٹ : افسوس کہ اس کتاب کی تالیف کے عرصہ کے دوران مجھے ان کتب خانوں میں جو میری دسترس میں تھے کتاب ازالۃ الاوہام نہیں ملی۔ یہ عبارت میں نے ۱۹۳۳ء میں (جبکہ اورینٹیل کالج لاہور کی مولوی فاضل جماعت کا طالب علم تھا) لاہور یونیورسٹی کی لائبریری میں موجود ازالۃ الاوہام سے نقل کی۔ جس کا پہلا حصہ طویل عرصہ گذرنے کی وجہ سے پھٹ اور مٹ چکا ہے۔ اس لئے صفحہ وغیرہ کا حوالہ دینے سے قاصر ہوں۔

۲۔ "آبِ حیات" نامی کتاب جو الطاف حسین حالی مرحوم نے شعرائے ہند کے حالات میں لکھی ہے۔ اس (۲) بعض شعراء کے حالات میں ضمناً ایسے فقرات و جمل ملتے ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاہانِ مغلیہ کے عہد میں مراسم عزاداری ادا کئے جاتے تھے۔

ا: آبِ حیات (مطبوعہ سنگِ میل پبلیکیشن) ذکر خواجہ میر درد ص۱۵۸ :

اہلِ تصوف کے اکثر فرقوں نے اسے (راگ کو) بھی عبادت میں شامل کیا ہے۔ چنانچہ معمول تھا کہ ہر مہینے کی دوسری اور چوبیس کو شہر کے بڑے بڑے کلاونت، گویّے اور صاحب کمال اور اہلِ ذوق جمع ہوتے تھے۔ یہ دن ان کے کسی بزرگ کی وفات کے ہیں۔ محرم غم کا مہینہ ہے اس میں دو تاریخ کو بجائے گانے کے مرثیہ خوانی ہوتی تھی۔

ب : ایضاً : ذکر مرزا جانجانان مظہر ص۱۲۳ :

اس قتل کا سبب خاص و عام میں مشہور تھا کہ بموجب رسم کے ساتویں کو عَلَم اٹھتے تھے۔ یہ سرراہ اپنے بالا خانہ میں خاص خاص مریدوں کو لئے بیٹھے تھے۔ جیسا کہ عوام جہلا کی عادت ہے۔ شاید طرفین سے کچھ طعن و تعریض ہوئے ہوں۔ ان میں کوئی سنگدل فولاد خان نام سخت جاہل تھا۔ اس نے یہ حرکت کی۔ (تاریخ وفات ہائے جانجانان مظلوم (۱۱۹۵) ہے۔

۳: حافظ جی : حقیقت تو یہ ہے کہ وہابیت کے ظہور سے پہلے شیعہ سُنی دونوں مراسم عزاداری بجالاتے تھے۔

دہابیت نے جہاں روضے اور مقابر گرا کر بزرگانِ دین کی یادگاروں کو مٹانا چاہا وہاں مجالس میلاد و عزا داری کو بند کر کے تذکیر ایام اللہ کو مٹانے کی کوشش کی۔

دیکھئے عزاداری کے متعلق ہند کے پہلے علمائے اہلِ سنت کا کیا خیال تھا۔

۱۔ فتاویٰ عزیزیہ (شاہ عبدالعزیز دہلوی) بیان مرثیہ خوانی و مجلس، صفحہ ۱۴۰ (مطبع مجتبائی دہلی)

در تمام سال دو مجلس در خانہ فقیر منعقد میشوند، مجلس ذکر وفات شریف و مجلس شہادت حسنینؑ اول کہ مردم روز عاشورا یا یک دو روز بیش ازیں قریب چہار صد یا پنج صد بلکہ ہزار فراہم میشوند و درود مے خوانند بعد ازاں فقیر مے آید و مے نشیند، ذکر فضائل حسنینؑ کہ در احادیث مے آید و آنچہ در احادیث و اخبار شہادت ایں بزرگان و تفصیل بعضے حالات و بد مآلی قاتلان ایشان وارد شدہ نیز مذکور مے شود۔ بایں تقریب بعضے شدائد کہ در جناب ایشان گذشتہ از روئے احادیث معتبرہ بیان کردہ میشود۔ در ایں ضمن بعضے مرثیہ ہائے کہ از مردم غیر یعنی جن و پری کہ ام سلمہ و دیگر صحابہ شنیدہ اند نیز مذکور مے شود۔ خوابہائے متوحش کہ ابن عباسؓ و دیگر صحابہؓ دیدند و دلالت بر فرط حزن و اندوہِ روح مبارک جناب صلعم میکنند مذکور مے گردد۔ و بعد ازاں ختم قران مجید و بنج آیت خواندہ بر ما حضر فاتحہ نمودہ مے آید۔ دریں بین اگر شخصے خوش الحان سلام مے خواند یا مرثیہ مشروع اتفاق مے شود ظاہر است کہ دریں بین حضارِ مجلس را و ایں فقیر را بکاء و رقت لاحق مے شود۔ ایں است قدریکہ بعمل مے آید۔ اگر ایں چیزہا نزد فقیر بہمیں وضع کہ مذکور شد جائز نمے بود اقدام بریں اصلاً نے کرد۔

ترجمہ: تمام سال میں دو مجلسیں اس فقیر (یعنی میرے) گھر میں منعقد ہوتی ہیں۔ مجلس ذکر وفات شریف اور مجلس شہادت حسنینؑ، اول یہ کہ عاشورا کے دن یا اس سے ایک دو دن قبل تقریباً چار سو یا پانچ سو بلکہ ہزار اشخاص جمع ہوتے تھے۔ اور درود شریف پڑھتے ہیں۔ پھر یہ فقیر آتا ہے۔ بیٹھتا ہے اور حسنینؑ کے فضائل جو احادیث میں مذکور ہوئے ہیں اور جو کچھ ان بزرگوں کی شہادت کے متعلق احادیث و اخبار میں ہے۔ اور بعض حالات کی تفصیل اور ان کے قاتلان کے انجام بد میں جو وارد ہوا ہے ذکر کیا جاتا ہے۔ اور اس سلسلہ میں وہ بعض شدائد (مصائب) جو ان حضرات پر گذرے از روئے احادیث معتبرہ بیان کئے جاتے ہیں۔ اسی ضمن میں بعض وہ مرثیے جو غیر انسان (مخلوق) یعنی جنوں اور پریوں سے ام سلمہؓ اور دوسرے صحابہؓ نے سُنے اُن کا ذکر ہوتا ہے۔ وہ وحشت ناک خواب جو عباسؓ اور دیگر صحابہؓ نے دیکھے جو حضورؐ کی روح مبارک کے فرط حزن و غم پر دلالت کرتے ہیں اُن کا ذکر ہوتا ہے۔ اس کے بعد ختم قرآن اور بنج آیات پڑھا جاتا ہے۔ اور ما حضر (طعام) پر فاتحہ دیا جاتا ہے اس اثنا میں اگر کوئی خوش الحان شخص سلام پڑھتا ہے یا مشروع (مطابق شریعت) مرثیہ کا اتفاق ہوتا ہے تو ظاہر ہے کہ حاضرین مجلس پر بھی اور اس فقیر پر بھی رقت اور رونا طاری ہو جاتا ہے۔ یہ ہے وہ کچھ جس پر عمل کیا جاتا ہے۔ اگر یہ چیزیں اسی وضع سے جیسے کہ مذکور ہوئیں اس فقیر (یعنی میرے) نزدیک جائز نہ ہوتیں تو میں ہرگز اقدام نہ کرتا۔

۲: مجموعۃ الفتاویٰ (عبدالحئی) استفتا نمبر ۱۹۱ ص ۱۲۵ ، ذکر مصائب و استرجاع برآں امریست مشروع :

در مجالس الابرار مے نویسد :

قد روی احمد و ابن ماجہ : عن فاطمۃ بنت الحسینؑ عن ابیہ ان النبیؐ قال ما من مسلم یصاب المصیبۃ فیذکرھا و ان قدم عہدھا فیحدث لھا استرجاع الا کتب لہ اجر مثلھا یوم اصیب" ھذا الحدیث رواہ الحسین علیہ السلام وعنہ بنتہ التی شھدت مصرعہ قد ثبت فی علم اللہ ان مصیبۃ الحسینؑ یذکر مع تقادم العھد فکان من سنۃ الاسلام ان تجری ھذہ السنۃ کلما ذکر تلک المصیبۃ بان یسترجع لھا فیکون للانسان من الاجر الذی کان لمن استرجع یوم اصیب المسلمون لھا :

ترجمہ : مجالس ابرار میں لکھا ہے کہ احمد اور ابن ماجہ نے کہ فاطمہ بنت حسینؑ نے اپنے باپ سے روایت کی کہ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ کوئی مسلمان ایسا نہیں کہ اسے کوئی مصیبت پہنچی ہو اور وہ اس مصیبت کو یاد کرے چاہے اسے کتنا ہی عرصہ کیوں نہ گذر چکا ہو۔ اور اِنَّا لِلّٰہِ پڑھے۔ مگر یہ کہ اسے اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا کہ اُس دن کہ جب اُسے وہ مصیبت پہنچی تھی۔ (اور اس نے اِنَّا لِلّٰہِ پڑھا تھا) یہ حدیث امام حسین علیہ السلام نے اور اُن سے اُن کی اس بیٹی نے روایت کی کہ جو ان کے قتل کے وقت موجود تھی۔ پس ثابت ہوا کہ یہ امر اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ امام حسینؑ کی مصیبت کا ذکر زمانہ گذرنے کے ساتھ (ہمیشہ) ہوتا رہے گا۔ لہٰذا یہ سنت اسلام ہو کہ یہ سنت جاری رہے کہ جب بھی اس مصیبت کا ذکر ہو تو اِنَّا لِلّٰہِ پڑھا جائے۔ پس اس انسان کے لئے وہی اجر ہو جو اس شخص کے لئے تھا۔ جس نے اس دن اِنَّا لِلّٰہِ پڑھا۔ جس دن مسلمان اس مصیبت میں مبتلا ہوئے تھے۔

قولہ : اب جہاں تک تعزیوں کی اقسام - - - - تا اخرہ

اقول : حافظ جی ! ایام اللہ کی یادگار قائم کرنا تعمیل حکم خداوندی ہے جیسا کہ ذکر ہوا۔ اور ایام اللہ کی یاد کو قائم کرنے کے طریقے کی تعلیم فریضۂ حج میں دی گئی ہے۔

حج کیا ہے ؟

جناب ابراہیم علیہ السلام کے ایام اللہ کی یادگار کا قیام۔

اس حج کے مناسک کیا ہیں ؟

اس یادگار کے منانے کے طریقے : اور طریقے یہ ہیں کہ ہر واقعہ کی یادگار اس طرح مناؤ کہ اُس واقعہ میں جو اعمال و افعال حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ظہور پذیر ہوئے اس واقعہ کی یاد میں وہی اعمال و افعال تا حدِ امکان بجا لاؤ۔

۱۔ طواف : خانہ کعبہ کی تعمیر میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کو سات چکر پورے کرنے پڑے تھے۔ (کیونکہ حضرت ابراہیمؑ نے اس مقدس گھر کی سات ہاتھ بلند دیوار تعمیر کی تھی۔ اور ہر ردہ ایک ہاتھ اونچائی

کے پتھروں کا تھا) تعمیر کعبہ کی یاد منانے کے لئے حاجیوں کو حکم ہوا کہ خانہ کعبہ کے گرد سات شوط (چکر) کا طواف کرو۔

۲۔ سعی: جناب حاجرہؑ نے پانی کی تلاش میں صفا و مروہ کے درمیان سات چکر لگائے۔ حاجیوں کو حکم ہوا کہ وہ بھی اس محترمہ بی بی کی تاسی میں سات چکر لگائیں۔

۳۔ رمی جمرات: جن مقامات پر شیطان ملعون نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بہکانے اور اس آزمائش میں ناکام بنانے کی ناکام کوشش کی اور حضرت ابراہیمؑ نے اسے کنکریاں ماری تھیں۔ حاجیوں کو حکم ہے کہ انہیں کو وہاں شیطان نظر نہیں آتا، تاہم کنکریاں ماریں۔

۴۔ قربانی: جس مقام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بدلے دُنبہ ذبح کیا۔ حاجی بھی وہاں جانور ذبح کرکے قربانی پیش کریں۔

علیٰ ہٰذا القیاس تمام مناسک حج حضرت ابراہیم علیہ السلام کے افعال کی تاسی اور تشبیہہ ہیں۔

چونکہ واقعہ کربلا بھی اسی آزمائش ابراہیمی کی آخری کڑی ہے۔

؎ حدیث سادہ و رنگین ہے داستانِ حرم — نہایت اس کی حسینؑ ابتداء ہے اسماعیلؑ

(مناسک حج کی راہنمائی میں اہلِ تشیع ان واقعات کی یاد میں تاحدِ امکان امام علیہ السلام کے اعمال و افعال کی تاسی اور تشبیہہ پیش کرتے ہیں۔)

۱۔ تعزیہ، ضریح، تابوت (تینوں تعزیہ ہی کے نام ہیں حافظ جی خوامخواہ تعداد بڑھانے کے لئے ایک کے تین بنا رہے ہیں)

تعزیہ ہم اللہ تعالیٰ کے ان نعمات کے ایام (ایام اللہ) کی یاد میں مناتے ہیں کہ دشمنان اہلِ بیت نے بار بار امام حسین علیہ السلام کی قبر کو مٹانے کی کوشش کی۔ اور ہر بار اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض بندوں کو موفق کیا کہ نہ صرف انہوں نے قبر مبارک کے نشانات ظاہر کئے بلکہ اس پر ضریح اور قبہ بھی تعمیر کیا۔

اہل تشیع بھی ہر سال ضریح کی شبیہہ بنا کر گویا یہ عہد کرتے ہیں کہ اپنی جانیں قربان کرکے بھی آثار و تعلیمات حسینی کی حفاظت کریں گے۔

۲۔ ذوالجناح، براق۔ (یہ دونوں امام حسین علیہ السلام کے گھوڑے کی شبیہہ کے نام ہیں۔ حافظ جی خوامخواہ ایک کو دو کر رہے ہیں)

چونکہ امام حسینؑ گھوڑے پر سوار ہو کر نکلے تھے اور یہی گھوڑا ہی تھا جو امام علیہ السلام کی شہادت کے بعد اپنی خالی زین کے ساتھ اہلِ بیت کو زبان حال سے امامؑ کی شہادت کی خبر دینے خیمہ گاہ پہنچا (ورنہ اصحاب حسینؑ میں سے تو کوئی ایسا بھی نہ بچا تھا کہ جو شہادت کی سنائی دینے آتا)

یہی گھوڑا وہ وفادار مرکوب تھا جس نے اپنے راکب کی شہادت کے بعد اپنے آپ کو دریا میں ڈال کر اپنی

زندگی ختم کرلی ۔ ہم بھی اس خالی زین رہوار کی شبیہہ بنا کر یاد قائم کرتے ہیں ۔

۳۔ مہندی، تخت: واقعات کربلا کی اخبار میں ایک روایت یہ بھی ملتی ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے عاشورا کے دن عین اس وقت جب جنگ جاری تھی اور شہزادہ قاسم بن امام حسن علیہ السلام نے اپنے چچا سے اذن جہاد چاہا تو امام حسین علیہ السلام نے اپنے بھائی امام حسن علیہ السلام کی وصیت کو پورا کرتے ہوئے شہزادہ قاسم کے ساتھ اپنی بیٹی فاطمہ (کبریٰ) کا نکاح کر دیا۔

اب چونکہ شادی کے وقت دُلہن کے لئے مہندی اور تخت لوازمات میں سے ہیں ۔ تو اس روایت پر عمل کرتے ہوئے (شاید) بعض اہل تشیع مہندی اور تخت کی تشبیہہ بناتے ہیں ۔

نوٹ: اکثر اہلِ علم شہزادہ قاسم کے نکاح کی روایت کو ضعیف قرار دیتے ہیں اور جو اسے قوی قرار دیتے ہیں عاشورا جیسے دن میں مہندی و تخت کے مہیا کرنے کو ناممکن قرار دیتے ہیں۔ لہٰذا یہ مہندی و تخت کی شبیہہ ایسے مقامات پر اہل تشیع نکالتے ہوں ۔جہاں ابھی تک علم کی روشنی پوری طرح نہیں پہنچی تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا ۔ ورنہ یہ شبیہہ میں نے کہیں نہیں دیکھی ۔

۴۔ علم: امام حسین علیہ السلام نے علم حق بلند کیا اور اس شان سے بلند کیا کہ علمبردار کے بازو کٹ گئے لیکن علم حق کو سرنگوں نہ ہونے دیا ۔ ہم بھی اس عمل کی تاسی و تشبیہہ میں علم اٹھاتے ہیں اور بفحوائے "من تشبہ بقوم فھو منھم" کربلا والوں کی صف میں شامل ہونے کی کوشش کرتے ہیں ۔

حافظ جی! مختصر یہ کہ ہم اہلِ تشیع کوشش کرتے ہیں کہ (حج کی تعلیمات کے ماتحت) کربلا کے واقعات کو عملاً پیش کریں خواہ اس صورت میں تعزیہ ں کی تعداد بقول آپ کے آٹھ ہو جائے یا کم و بیش رہے ۔

سوال نمبر ۴۱: کیا نماز سب سے بڑا فرض ہے اور امام جعفر صادق ؑ نے الفقیہ ص۵۵ پر عمداً تارک نماز کو زانی سے بدتر اور کافر بتایا ہے؟

کیا راگ اور موسیقی حرام ہے ۔ اس کے سننے سنانے والے پر لعنت برستی ہے ؟

اگر جواب اثبات میں ہے تو ذرا بتائیے کہ عشرہ محرم میں خصوصاً اور بقیہ سال میں عموماً بدعات عزاداری اور مرثیہ گوئی اور سوز خوانی میں راگ و موسیقی کے حرام کام میں پڑ کر نماز کو کیوں ترک کر دیا جاتا ہے ۔ حتیٰ کہ مشاہدہ ہے کہ پابند قسم کے لوگ بھی جماعت تو کجا بر وقت علیحدہ بھی نماز نہیں پڑھ سکتے ۔ کیا شرعی اصول میں ترکِ واجب کا سبب بننے والا مباح بھی ناجائز نہیں ہو جاتا ۔ چہ جائیکہ حرام کام فرض چھڑا دے ۔

جواب: حافظ جی! میں آپ کے اس سوال کا کیا جواب دوں جو سر تا پا افتراءات و بہتانات کا مجموعہ ہے ۔ نہ کسی کتاب کا حوالہ نہ بیانات پر کوئی شاہد:

قولہ: کیا نماز سب سے بڑا فرض ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ اور کافر بتایا ہے ۔

اقول: بے شک نماز سب سے بڑا فرض اور تارک الصلوٰۃ کے لئے یہی حکم ہے جو مذکور ہوا ۔ مگر تارک الصلوٰۃ

(نماز ترک کرنے والا) اور فائت الصلواۃ (نماز کو فوت کرنیوالا) میں فرق ہے۔ ما
تارک الصلواۃ وہ جو کبھی نماز نہ پڑھتا ہو۔ چنانچہ ایسے شخص کے لئے ہماری کتب فقہ میں یہ حکم بھی ملتا ہے کہ اگر کوئی ایسا شخص مرجائے کہ دو عادل گواہ بھی ایسے نہ ملیں جو گواہی دیں کہ ہم نے اسے نماز پڑھتے دیکھا تھا۔ تو ایسے شخص کا جنازہ مت پڑھو۔ لیکن یہ حکم تارک الصلواہ کا ہے نہ کہ فائت الصلواۃ کا ورنہ ہم میں کون شخص ہے جس کی بعض نمازیں نہ فوت ہوئی ہوں۔

قولہ: بدعات عزاداری:

اقول: عزاداری اور اس کی رسومات کے متعلق پچھلے سوالات کے جوابات میں وضاحت کر چکا ہوں۔ نہ عزاداری بدعت ہے (بلکہ سنت رسول ہے) نہ رسومات عزاداری بدعت ہیں (بلکہ اصولِ اسلام کے مطابق اعمال ہیں۔ خواہ آئمہ کے زمانے میں بسبب مجبوری ان پر عمل نہ ہو سکا ہو)

قولہ: کیا راگ و موسیقی حرام ہے　　　　لعنت برستی ہے۔

اقول: بلاشک راگ حرام ہے لیکن شیعہ فقہ کی رو سے۔
سُنی فقہ کی رُو سے بعض حالات اور بعض مضامین کے لئے نہ صرف حلال بلکہ بعض کے نزدیک عبادت ہے۔
دیکھیے!

مجموع فتاوی ابن تیمیہ (طبع یاسر فہد ملک السعود) ج ۳: فصل قاعدۃ الانحراف عن الوسط:
مثال ذالک سماع الغناء: عبادۃ عندھم۔ بازائھم من ینکر جمیع انواع الغناء و یحرّمہ ولا یفصل بین غناء الصغیر والنساء فی الافراح وغیرھن وغنائھن فی غیر الافراح:

ترجمہ: فصل وسط (حد اعتدال) سے روگردانی کا قاعدہ:

اس کی مثال غنا (راگ) سننے میں ہے۔ بعض کے نزدیک یہ عبادت ہے (یعنی افراط) اور ان کے بالمقابل وہ ہیں جو غنا کی تمام اقسام کا انکار کرتے ہیں۔ اور بچوں اور عورتوں کے خوشی کے موقع پر گانے کے درمیان اور ان کے (عورتوں بچوں کے) غیر کے گانے کے درمیان اور ان (عورتوں بچوں) کے خوشی کے موقعوں کے علاوہ گانے کے درمیان فرق نہیں کرتے۔ (یعنی پہلی صورت میں غنا حرام نہیں اور دوسری صورت میں ہے۔ لیکن حدِ وسط و اعتدال سے تفریط کرتے ہوئے تمام گانوں کو حرام کہہ دیتے ہیں)

قولہ: مرثیہ گوئی اور سوز خوانی میں۔

اقول: پچھلے سوال کے جواب میں وضاحت کر چکا ہوں کہ ایسی آواز جو لمبی رسیلی ہو جس میں حسن اور سوز و گداز پیدا کیا جائے۔ شرعی اصطلاح میں غنا (راگ) نہیں ہے۔

اور مرثیہ گوئی، سوز خوانی میں یہی آواز استعمال ہوتی ہے۔ جو حرام نہیں۔ گو مجھے اس سے انکار نہیں کہ ہمارے ذاکرین (واعظین نہیں) نے سوز خوانی میں سُنی نعت خوانوں کی دیکھا دیکھی قصیدہ خوانی کو بھی شامل کر لیا ہے جو شاید

بعض اوقات غنا حرام کی حد تک پہنچ جاتی ہو۔ تو یہ ذاکرین کا قصور ہے اس سے سوز خوانی و مرثیہ خوانی کے جواز پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

قولہ: حرام کام میں پڑ کر نماز کو کیوں ترک کر دیا جاتا ہے۔

اقول: (سبحانک ہذا بہتان عظیم) حافظ جی! یہ شیعہ مذہب پر آپ کا افترا و بہتان عظیم ہے۔ محرم میں خاص طور پر اور دیگر مواقع پر عام طور پر مجلس عزا یا رسومات عزاداری کسی طرح بھی نماز ادا کرنے میں رکاوٹ و مانع نہیں۔ نماز پڑھنے والے اپنے وقت پر نماز بھی پڑھ لیتے ہیں اور مجالس میں بھی شریک ہوتے ہیں۔

دنیا دیکھ رہی ہے کہ ایام محرم میں اور ایام مجالس میں اہل تشیع اپنے دنیاوی کاروبار، ملازمتوں کی ذمہ داریاں بھی پوری طرح سرانجام دیتے ہیں اور مجالس میں بھی شریک ہوتے ہیں۔ جب یہ مجالس اہل تشیع کی دیگر ذمہ داریوں میں حارج نہیں ہوتیں تو بالخصوص نماز میں کیونکر حارج ہوتی ہیں۔

قولہ: حتیٰ کہ مشاہدہ ہے — — — — — — تا آخر

اقول: کس کا مشاہدہ ہے؟

یہ مشاہدہ کسی سلیم الطبع، صحیح النظر شخص کا تو ہو نہیں سکتا۔ ہاں اگر تعصب زدہ احول (بھینگے) کا ہو تو ہو۔ جو ایک کو دو دیکھتا ہے۔ اور پھر بھی اپنے مشاہدہ کو حق الیقین کا درجہ دیتا ہے ———— کوئی ایک ایسا سنی المذہب شخص پیش کرو جو شیعوں میں گھل مل کر رہتا ہو۔ اور رسومات عزاداری اول تا آخر دیکھ چکا ہو۔ اور حلفیہ بیان کرے کہ میں نے ایام عزاداری میں پابند صلوٰۃ شیعوں کو بھی نماز ترک کرتے دیکھا ہے۔

سوال نمبر ۴۲: کیا اسلام میں عورت کی آواز بھی عورت ہے کہ آذان و اقامت تلبیہ بالجبر نہیں کہہ سکتی؟ کیا عورت کا بدون حاجات ضروریہ گھر سے نکلنا ممنوع ہے۔ کہ نماز پنجگانہ اور جمعہ و عیدین میں شرکت اس پر لازم نہیں۔

کیا غیر مردوں کے ساتھ اختلاط اور مصاحبت حرام ہے

اگر جواب اثبات میں ہے تو خالص بدعات، ماتمی مجالس و جلوسوں میں عورتیں زرق برق لباس میں ملبوس ہو کر مردوں کے شانہ بشانہ کیوں ہوتی ہیں۔

سوز خوانی، مرثیہ گوئی اور واویلا کیوں کرتی ہیں؟

بے پردگی میں تنگ و تاریک مقامات پر فساق و فجار کے مجمع میں ان کی عزت و ناموس کا دیوالیہ کیوں نکالا جاتا ہے؟

کیا ذاکر و مجتہد کی عزاداری شریعت میں یہ سب حرام حلال ہو گئے۔ اور فرائض معاف ہو گئے! بینو:

جواب: حافظ جی! پہلے مندرجہ ذیل احادیث پر غور فرمائیے۔ اس کے بعد میرے لئے آپ کے تمام سوالات کے جوابات آسان ہو جائیں گے۔

۱۔ بخاری کتاب العیدین:

عن ام عطیۃ کنا نؤمر ان تخرج یوم العید حتی تخرج البکر من خدرھا وحتی تخرج الحیض فیکن خلف الناس فیکبرن بتکبیرھم ویدعون بدعائھم ویرجون برکۃ ذالک الیوم:

ترجمہ: ام عطیہ سے روایت ہے کہ ہمیں حکم دیا جاتا تھا کہ عید کے دن باہر نکلیں۔ حتیٰ کہ کنواریاں بھی اپنے پردوں سے نکلتیں۔ اور حتیٰ کہ حائضہ عورتیں بھی نکلتیں۔ پس وہ مردوں کے پیچھے پیچھے ہوتیں اور ان کی تکبیر کے بعد تکبیر کہتیں۔ جو دعا وہ مانگتے وہی دعا مانگتیں اور اُس دن کی برکت کی تمنا کرتیں۔

۲- مسلم: کتاب العیدین (باب ندارد)

عن ام عطیہ قالت امرنا رسول اللہؐ ان نخرجھن فی الفطرۃ والاضحیٰ العواتق والحیض وذوات الخدور فاما الحیض فیعتزلن الصلوٰۃ ویشھدون الخیر ودعوۃ المسلمین، قلت یا رسول اللہ احدنا لا یکون لھا جلباب قال لتلبسھا اختھا من جلبابھا (لنووی) قولھا یشھدون الخیر۔ ودعوۃ المسلمین: فیہ استحباب حضورھن مجامع الخیر ودعاء المسلمین وحلق الذکر والعلم ونحو ذالک:

ترجمہ: ام عطیہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن عورتوں کو باہر لائیں۔ کنواریوں کو، حائضہ عورتوں کو، پردہ نشینوں کو (سب کو) پس حائضہ نماز سے ایک طرف ہو جاتیں۔ اور خیر کے کاموں اور مسلمانوں کی دعا میں شامل ہو جاتیں۔ میں نے کہا یا رسول اللہؐ اگر ہم سے کسی کے پاس چادر نہ ہو تو۔ آپؐ نے فرمایا اس کی بہن (دوسری مسلمان عورت) اپنی چادر کا کچھ حصہ اسے پہنائے۔ (اس پر ڈال دے) (شارح نووی کہتا ہے) اس قول میں کہ "خیر اور مسلمان کی دعا میں شامل ہوتیں" اس امر کی دلالت ہے کہ عورتوں کا کار خیر کے مجمعوں، مسلمانوں کی دعا، ذکر و علم کے حلقوں (مجلسوں) اور اس قسم کے دوسرے امور میں حاضر ہونا مستحب ہے۔

قولہ: کیا اسلام میں ـ ـ ـ ـ ـ ـ بالجہر نہیں کہہ سکتی۔

اقول: جی ہاں عورت کی آواز بھی عورت ہے۔ لیکن جیسا کہ عورت پردہ میں اس طرح کہ پہچانی نہ جا سکے باہر آ سکتی ہے۔ اسی طرح عورت کی آواز بھی دیگر عورت کی آواز کے پردے میں اس طرح کہ اُن کی فرداً فرداً آواز پہچانی نہ جا سکے۔ باہر آ سکتی ہے۔ جیسا کہ مذکورہ بالا احادیث سے ظاہر ہے کہ عورتیں مل کر مردوں کے پیچھے پیچھے بلند آواز سے تکبیر کہتی تھیں۔

قولہ: کیا عورت کا بدون حاجات ضروریہ ـ ـ ـ ـ لازم نہیں۔

اقول: بلاشک بلا ضرورت باہر آنا ممنوع ہے۔ لیکن کار خیر کے مجمعوں، ذکر و علم کی مجالس، جمعہ، عیدین، میں شمولیت ضروریات میں سے یا (حاجات ضروریہ) میں سے ہے۔ اسی لئے تو حضورؐ عیدین کے دن عورتوں کو گھر سے نکلنے اور دعاؤں، عبادتوں میں شمولیت کا حکم دیتے تھے۔

اسی طرح شہید کا جنازہ

کنزالعمال: کتاب الصلوٰۃ ، فصل فی حکم خروج النساء الی المسجد : حدیث ۲۰۸۷۵ :
قال ؐ لاخیر فی جماعۃ النساء الا فی مسجد جماعۃ او جنازۃ قتیل :
ترجمہ: عورت کا کسی جماعت میں ہونا اچھا نہیں سوائے مسجد کی جماعت کے اور شہید کے جنازہ کے۔
قولہ: کیا غیر مردوں کے ساتھ اختلاط و مصاحبت حرام ہے۔
اقول: جی ہاں حرام ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ عبادات میں مردوں کے ساتھ شامل نہ ہوں۔ بلکہ مردوں سے الگ مردوں کے پیچھے رہ کر مردوں کی معیت میں عبادات بجالائیں۔
قولہ : زرق برق لباس میں ملبوس مردوں کے شانہ بشانہ :
اقول: حافظ جی ! آپ سفید جھوٹ کہنے ، واضح بہتان باندھنے میں کس قدر دلیر ہیں۔ ماتمی لباس کو زرق برق کہنا آپ کی الٹی منطق ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ محرم کا چاند نظر آتے ہی شیعہ عورتیں ہر قسم کی زینت و زیبائش ترک کردیتی ہیں۔ زیور اتار دیتی ہیں۔ بال پریشان کرلیتی ہیں۔ اور محرم کے دس ایام میں سر میں تیل تک نہیں ڈالتیں۔ زرق برق لباس تو کیا قیمتی لباس تک نہیں پہنتیں۔
اسی طرح مردوں کے شانہ بشانہ کہنا بھی آپ کا بہتان عظیم ہے۔ عورتوں کا حلقہ مردوں سے الگ مردوں کے پیچھے پیچھے ہوتا ہے۔ اگر آپ اگر بنظر انصاف دیکھ سکیں تو ان ماتمی جلوسوں کو عین حضورؐ کے زمانے کے اعیاد کے جلوسوں کے مشابہ پائیں گے۔ جن کا ذکر مذکورہ بالا احادیث میں ہوا۔
ان میں مرد آگے آگے اور عورتیں پیچھے۔ ان میں بھی یہی کیفیت۔ اُن میں عورتیں مردوں کے ساتھ تکبیر کی آواز بلند کرتیں۔ ان میں مرد بھی نوحہ خواں ، عورتیں بھی نوحہ خواں : صرف فرق یہ کہ وہ خوشی کے جلوس تھے اور یہ حزن و ماتم کے۔ اُن میں عورتوں کے لباس زرق برق ہوتے تھے۔ اس میں سیاہ دس دن کی میل سے چکٹ۔ ان میں عورتیں زیب و زینت کئے ہوئے ہوتی تھیں اس میں عورتیں سر اور چہرے پر خاک ڈالے ہوئے ہوتی ہیں۔
قولہ: بے پردگی میں تنگ و تاریک مقامات ـــ ـــ ـــ دیوالیہ کیوں نکالا جاتا ہے۔
اقول : حافظ جی ! افترا پردازیوں کے باوجود دل کی بھڑاس نہیں نکال سکے۔ کہ اب دشنام طرازی پر اتر آئے ہو۔ شرفا گالی کا جواب گالی سے نہیں دے سکتے۔ البتہ آپ کو ہوش میں لانا ضروری سمجھتا ہوں۔
حافظ جی ! آپ کو بغضِ اہلِ بیت اور شیعوں کے خلاف غیض و غضب نے ہوش و حواس سے بیگانہ کردیا ہے۔ ذرا سوچو کہ اگر کوئی دشمن اسلام آپ کے ان الفاظ کی بناء پر تنگ و تاریک مطاف میں عورتوں اور مردوں کے مل کر طواف کرنے ، تنگ و تاریک مسعیٰ میں مل کر سعی کرنے کو پیش کرکے تمام اہلِ اسلام کے خلاف یہ لغویات بکنے لگے تو کیا جواب دوگے۔
تیسیر الاصول: ج ۱ (جامع الاصول) کتاب حج ۔ فی طواف الرجال مع النساء صفحہ ۲۸۵ :
عن ابن جریج قال اخبرنی عطاء اذ منع ابن ھشام النساء الطواف مع الرجال قال کیف یمنعھن

و قد طاف نساء النبیؐ مع الرجال قال قلت أبعد الحجاب او قبله قال لقد ادرکته بعد الحجاب قال قلت یخالطن الرجال قال لم یخالطن الرجال کانت عائشہ تطوف حجرۃ من الرجال لاتخالطھم فقالت امرأۃ انطلقی نستلم یا ام المومنین قالت انطلقی عنک و ابت وکن یخرجن متنکرات باللیل؛

ترجمہ: ابن جریج سے روایت ہے کہ اس نے کہا مجھے عطا نے خبر دی کہ جب ابن ہشام نے عورتوں کو مردوں کے ساتھ طواف کرنے سے منع کیا تو اس نے کہا کہ انہیں کیونکر منع کر سکتا ہے۔ جبکہ نبی کریمؐ کی بیبیوں نے مردوں کے ساتھ طواف کیا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے اس سے کہا حجاب (حکم پردہ) کے بعد بھی اور پہلے بھی، اس نے کہا کہ اس نے یہ امر حجاب کے بعد پایا۔ راوی نے کہا کہ میں نے کہا وہ مردوں کے ساتھ گھل مل جاتی تھیں تو اس نے کہا کہ گھل مل نہیں جاتی تھیں۔ عائشہ مردوں کے ایک طرف طواف کرتیں اور اُن میں گھل نہیں جاتی تھیں ایک عورت نے انہیں کہا چلو حجر اسود کو بوسہ دیں اے ام المومنین تو انہوں نے کہا کہ تو ہی جا اور وہ (نبی کی بیبیاں) رات کو پردہ کے ساتھ نکلتیں۔

سو حافظ جی! اسلام عورتوں کو عبادات میں مردوں کے ساتھ شامل ہونے کا حکم دیتا ہے۔ ایسی صورت میں کہ مردوں سے الگ رہیں۔ ان میں گھل مل نہ جائیں۔ شیعہ عورتیں مراسم محرم مردوں کے ساتھ ادا کرتی ہیں مگر الگ رہ کر۔ مجالس میں عورتوں کے بیٹھنے کی جگہ الگ۔ اور مردوں اور عورتوں کے درمیان پردہ حائل، ماتمی جلوسوں میں عورتوں کا حلقہ مردوں کے پیچھے پیچھے اور الگ ہوتا ہے۔

قولہ: کیا ذاکر و مجتہد کی عزاداری شریعت ــــــــ الخ

اقول: حافظ جی! عزاداری ذاکر و مجتہد کی شریعت نہیں۔ بزرگانِ دین اور دین کی خاطر قربانیاں دینے والوں کی یاد منانا سنت الٰہی ہے۔ شریعت اسلام کا حکم ہے۔

سوال نمبر ۴۳) ذرا بتائیں ایمان بالرسول کی کیا حقیقت ہے۔ کیا آپؐ کو امین سچا اور نیک اور پارسا ماننا کافی ہے؟

یہ تو ابو جہل بھی مانتا تھا یا جو کچھ آپؐ خدا کی طرف سے لائے ہیں۔ اور قول و عمل سے امت تک پہنچایا اس سب کی تصدیق ضروری ہے۔ اگر سب کی تصدیق ضروری ہے تو شیعہ عملاً اس تفریق کے کیوں قائل ہیں کہ بقول ان کے حضورؐ نے حضرت علیؑ اور آپؑ کی اولاد کے متعلق جو کچھ فرمایا وہی اخذ کیا اور احکام شرع میں شیعہ حضورؐ کے محتاج نہیں نہ آپ سے حاصل کرنا ضروری ہیں۔ وہ عالم لدنی و مسلمان ازلی امام اول حضرت علی علیہ السلام سے لینا ضروری ہیں۔

چنانچہ حضرت امام جعفر صادقؑ کا فرمان اصول کافی: ج ۱ ص ۱۹۶ پر موجود ہے،

ما جاء بہ علی آخذ و ما نھی عنہ انتھی۔ جری لہ من الفضل ما جری لمحمدؐ

ترجمہ: جو احکام شرع علیؑ لائے ہیں وہ لیتا ہوں اور جس سے وہ روکیں رکتا ہوں۔ آپؑ کا وہی منصب

جو محمد وآلِ محمدؐ کا ہے۔

جواب: قولہ: ذرا بتائیں ایمان ـــــ ـــــ ـــــ ـــــ شیعہ حضورؐ کے محتاج نہیں نہ آپ سے حاصل کرنا ضروری ہیں۔

اقول: حافظ جی: آپ کو یہ سوال شیعوں سے نہیں بلکہ اپنے آپ سے اور اپنے ہم مذہب بھائیوں سے کرنا چاہیئے تھا۔ کیونکہ آپ کے تو مذہب کا اصول ہی یہی ہے کہ اس امر کا اقرار تو لازمی ہے کہ حضرت محمد مصطفٰےؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں۔ اور قرآن کریم صرف حضورؐ پر نازل ہوا۔ لیکن احکام شرع میں نبی کریمؐ کی پیروی ضروری نہیں۔ بلکہ صحابہ میں سے جس صحابی کی اقتداء کی ہدایت پا گیا۔ (با یھم اقتدیتم اھتدیتم) کیونکہ:

ا: ایسے احکام شریعت جن کے متعلق قرآن کریم میں نص نہیں ہے۔ ایسے احکام شرع نبی کریمؐ بھی بذریعہ اجتہاد و استنباط حاصل کرتے ہیں اور صحابہ بھی۔

ب: نبی کریمؐ سے بھی اجتہاد میں خطا ہوتی ہے اور صحابہ سے بھی۔

ج: جو شخص خود مجتہد نہیں ہے۔ اس کے لئے بہتر تو یہ ہے کہ خود اجتہاد کرے اور اپنے اجتہاد پر عمل کرے۔ مجتہد کے لئے جائز نہیں کہ دوسرے مجتہد کے فتویٰ پر عمل کرے۔ لیکن اجتہاد کا حق صرف نبی کریمؐ اور صحابہ کو ہے۔ غیر صحابی مجتہد نہیں ہو سکتا۔ اور جو مجتہد نہیں ہے۔ اسے اختیار ہے کہ مجتہدین سے جس مجتہد کی چاہے اقتداء کرے۔ (اُسے اختیار ہے چاہے تو نبی کریمؐ کی اقتداء کرے چاہے تو کسی صحابی کی)

د: ہاں اگر دو مجتہدین کے فتویٰ میں اختلاف ہو تو پھر افضل کا فتویٰ اختیار کرے۔ صحابہ کلھم مجتہد ہیں۔ لیکن خلفاء راشدین ان میں افضل ہیں۔ (باقی سب برابر ہیں) اور خلفاء راشدین اور نبی کریمؐ میں (بلحاظ فتویٰ) کون افضل ہے۔ اس کی تصریح باوجود تلاش مجھے کہیں نہیں مل سکتی۔

س: البتہ عملاً اہلِ سنت حضرت عمرؓ کے فتویٰ کو حضورؐ کے فتویٰ پر ترجیح دیتے ہیں۔ اور حضور صلعم کے فتویٰ کی بجائے حضرت عمرؓ کے فتویٰ پر عمل کرتے ہیں۔

اب میرے اس بیان کے شواہد ملاحظہ فرمائیے:

الاحکام فی اصول الاحکام للامدی (مطبوعہ دار الحدیث مصر) ج ۴ ص ۲۲۲:

المسئلۃ الاولیٰ (القاعدہ الثالثۃ فی المجتہدین) الباب الاول:

اختلفوا فی ان النبیؐ صلعم کان متعبداً بالاجتہاد فیما لا نص لہ: فقال احمد بن حنبل والقاضی ابو یوسف انہ کان متعبداً بہ وقال ابو علی الجبائی و ابنہ ھاشم انہ لم یکن متعبداً بہ وجوز الشافعی فی رسالتہ ذالک من غیر قطع وبہ قال بعض اصحاب الشافعی والقاضی عبد الجبار وابو الحسین البصری ومن الناس من قال انہ کان لہ الاجتہاد فی امور الحرب دون الاحکام الشرعیۃ۔ والمختار جواز

ذالک عقلاً و وقوعہ سمعاً

ترجمہ: اس امر میں اختلاف ہے کہ ایسے احکام شرع جن کے لئے نص نہیں تو کیا ایسے احکام میں نبی کریم صلعم اپنے اجتہاد سے عبادت کرتے تھے؟ احمد بن حنبل اور قاضی ابو یوسف نے کہا اسی (اجتہاد) سے عبادت کرتے تھے۔ اور ابو علی جبائی اور اس کے بیٹے ہاشم کا قول ہے کہ اس (اجتہاد) سے عبادت کرتے تھے۔ اور شافعی نے اسے اپنے رسالہ میں قطعی فتوی دیئے بغیر جائز کہا ہے۔ اور شافعی کے بعض اصحاب اور قاضی عبدالجبار اور ابو الحسین بصری بھی اسی کے قائل ہیں۔ اور بعض لوگوں نے کہا کہ حضورؐ جنگ کے امور میں تو اجتہاد سے کام لیتے تھے لیکن احکام شرعیہ میں نہیں لیتے تھے۔ اور مختار (پسندیدہ) عقیدہ اس (اجتہاد) کے جائز ہونے کا ہے عقلاً اور روایات میں واقع ہونے کی وجہ سے سمعاً بھی

علماء و آئمہ اہل سنت کے دیگر بیانات سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ صحیح مذہب یہی ہے کہ حضور صلعم اجتہاد سے کام لیتے تھے۔

دیکھئے شرح تجرید (علامہ قوشجی) بحث امامۃ کا اخیر:

"ان عمر قال ثلاث کن علی عہد رسول اللہ انا انھی عنھن و احرمھن و اعاقب علیھن، متعۃ النساء و متعۃ الحج و حیّ علی خیر العمل" ان ذلک مما لا یوجب قدحاً فیہ فان مخالفۃ المجتہد لغیرہ فی المسائل الاجتہادیۃ لیس ببدع:

ترجمہ: تحقیق عمر نے کہا تھا کہ تین چیزیں رسول اللہ (صلعم) کے زمانہ میں تھیں۔ میں ان سے منع کرتا ہوں۔ انہیں حرام قرار دیتا ہوں اور ان کے عمل میں لانے پر سزا دوں گا۔ وہ تین چیزیں: متعۃ النساء اور متعۃ الحج اور (اذان میں) حیّ یا علی خیر العمل" ہیں۔ تو یہ امر (ان کا یہ حکم) ان کی ذات پر کسی قسم کے اعتراض کا باعث نہیں۔ کیونکہ ایک مجتہد کا اجتہادی مسائل میں دوسرے مجتہد سے اختلاف کرنا بدعت نہیں کہلاتا (

(مطلب یہ کہ نبی کریمؐ) اور حضرت عمرؓ دونوں مجتہد، ایک کا دوسرے سے اختلاف بدعت نہیں بلکہ دونوں کے حکم اپنی اپنی جگہ درست ہیں۔)

ب: اس امر کا شاہد کہ نبی کریمؐ سے بھی اجتہاد میں خطا سرزد ہوتی تھی۔

کتاب مذکور، باب مذکور صفحہ ۲۹:

المسئلۃ الحادیۃ عشرۃ: القائلون بجواز الاجتہاد للنبی علیہ السلام اختلفوا فی جواز الخطاء علیہ فی اجتہادہ فذھب بعض اصحابنا الی المنع من ذالک وذھب اکثر اصحابنا والحنابلۃ واصحاب الحدیث والجبائی وجماعۃ من المعتزلۃ الی جوازہ لکن بشرط ان لا یقرّ علیہ وھو المختار و دلیلہ المنقول والمعقول:

ترجمہ: جو نبی کریم علیہ السلام کے لئے اجتہاد کے قائل ہیں۔ وہ اس امر میں اختلاف کرتے کہ نبی کریمؐ

کے لئے اپنے اجتہاد میں خطاء جائز (ممکن) ہے یا نہیں ۔ ہمارے اصحاب میں سے کچھ اس کی نفی کے قائل ہیں۔ (یعنی نبی کریمؐ اجتہاد میں خطا نہیں کرسکتے) اور ہمارے اکثر اصحاب اور حنبلی مذہب والے اور اصحاب حدیث (محدثین) اور جبائی اور معتزلہ میں سے ایک جماعت اس کے جواز (امکان) کی قائل ہے۔ (یعنی نبی کریمؐ سے اجتہاد میں خطا ہوسکتی ہے) اور مختار و صحیح مذہب یہی ہے۔ اس کی دلیل منقول (روایات) بھی اور معقول (عقلی دلائل) بھی ہیں۔

اب وہ (اہل سنت کی) روایات جن سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اجتہاد میں خطا کر جاتے تھے

۱۔ تفسیر بیضاوی (سورہ انفال آیت نمبر ۶۸ کی تفسیر میں):

روی انه علیه السلام اُتی یوم بدر بسبعین اسیراً فیهم العباس وعقیل بن ابی طالب: فاستشار فیهم فقال ابوبکر قومک واهلک استبقهم لعل الله یتوب علیهم وخذ منهم فدیة تقوی بها اصحابک وقال عمر اضرب اعناقهم فلم یعجبه ذلک رسول اللهؐ وقال لیلین قلوب رجال حتی تکون الین من اللبن فخیّر اصحابه فاخذ والفداء فنزلت " ما کان لنبی ان تکون له اسری فدخل عمرؓ علی رسول اللهؐ فاذا هو وابوبکر یبکیان فقال یا رسول الله اخبرنی فان اجد بکاءً بکیت والا تباکیت فقال کذا ابک علی اصحابک فی اخذ هم الفداء لقد عرض علیّ عذابهم ادنیٰ من هذه الشجرة ، لشجرة قریبة "۔ الایة دلیل علی ان الانبیاء علیهم السلام یجتهدون وانه قد یکون خطاً لا یقرون علیه:

(نیز تفسیر بیضاوی: اس سے چند سطور بعد: آیت لولا کتاب من اللہ سبق)

روی انه (صلعم) قال لونزل العذاب لما نجا منه غیر عمر وسعد بن معاذ لانه ایضاً اشار بالاثخان:

ترجمہ: روایت کی گئی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کے پاس بدر کے دن ستر قیدی لائے گئے ان میں عباس اور عقیل بن ابو طالب بھی تھے۔ ان کے بارے میں نبی کریمؐ نے مشورہ طلب کیا۔ ابوبکر نے کہا یہ تیری قوم اور تیرے خاندان کے لوگ ہیں۔ انہیں باقی رکھیے شاید اللہ تعالیٰ ان کو توبہ کی توفیق دے دے۔ اور ان سے فدیہ لے کر اپنے اصحاب کو تقویت پہنچائیے۔ اور عمر نے کہا ان سب کی گردن مار دیجئے۔ رسول اللہؐ اس (مشورے) کی طرف مائل نہ ہوئے۔ اور فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ (ان میں سے) بعض لوگوں کے دل نرم کردے گا حتیٰ کہ مکھن سے بھی زیادہ نرم ہوجائیں گے۔ پس اپنے صحابہ کو اختیار دے دیا (کہ چاہیں تو فدیہ لیں چاہیں تو قتل کریں) تو یہ آیت نازل ہوئی۔ " ما کان لنبی ان تکون له اسریٰ " پس عمر رسول اللہؐ کے پاس گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ حضورؐ اور ابوبکر دونوں رو رہے ہیں۔ پس اس نے کہا یا رسول اللہ مجھے بھی بتائیے۔ اگر میں رو سکا تو روؤں گا۔ ورنہ رونے والے کی شکل بناؤں گا۔ حضورؐ نے فرمایا یہ سب تیرے اصحاب کے فدیہ لینے کی وجہ سے ہے۔ ان پر آنے والا

عذاب مجھے اس درخت (اس قریب کے درخت) سے بھی زیادہ قریب دکھایا گیا" اور یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ انبیاء علیہم السلام اجتہاد کرتے ہیں اور بعض اوقات (یہ اجتہاد) خطا ہوتا ہے۔ لیکن اس خطاء پر قائم نہیں رہتے۔ (بلکہ اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی اس کی درستی فرما دیتا ہے)

نیز روایت کی گئی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ اگر عذاب نازل ہوجاتا تو اس سے سوائے عمرؓ اور سعد بن معاد کے کوئی نہ بچتا۔ یہ اس لئے کہ اس (سعد) نے بھی قتل کرنے کا مشورہ دیا تھا۔

(دیکھئے حضور صلعم کا اجتہاد خطا اور عمر کا اجتہاد صواب تھا)

۲: تفسیر درمنثور ج ۳ (سیوطی) آیت "ولا تصل علی احد منھم" کی تفسیر میں:

عن ابن عمر قال لما توفی عبد اللہ ابن أبی بن سلول اتی ابنہ عبد اللہ رسول اللہؐ فسألہ ان یعطیہ قمیصہ یکفنہ فیہ فاعطاہ ثم سألہ ان یصلی علیہ فقام رسول اللہؐ فقام عمرؓ بن الخطاب فاخذ بثوبہ فقال یا رسول اللہ أتصلی علیہ وقد نھاک اللہ ان تصلی علی المنافقین فقال ان ربی خیرنی وقال استغفر لھم اولا تستغفر لھم ان تستغفر لھم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لھم وسازید علی السبعین فقال انہ منافق۔ فصلی علیہ فانزل اللہ تعالیٰ "ولا تصل علی احد منھم مات ابداً"

ترجمہ: ابن عمر سے روایت ہے کہ جب عبد اللہ بن اُبی بن سلول مرا تو اس کا بیٹا عبد اللہ رسول اللہؐ کے پاس آیا اور سوال کیا کہ حضورؐ اسے اپنی قمیص عطا کریں۔ تاکہ اس میں اس کو (یعنی اپنے باپ کو) کفن دے۔ پس رسول کریمؐ نے اسے عطا کردی۔ پھر اس نے حضورؐ سے سوال کیا کہ آپؐ اس پر نماز (جنازہ) پڑھیں۔ تو رسول اللہؐ (جنازہ پڑھنے کے لئے) اٹھے۔ پس عمر بن خطاب اٹھے اور حضورؐ کے کپڑے کو پکڑا اور کہا کہ یا رسول اللہ کیا آپ اس پر نماز جنازہ پڑھیں گے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو منافقین پر نماز پڑھنے سے منع کیا ہے۔ پس حضورؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ "ان کے لئے استغفار کر یا نہ کر اور چاہے تو اُن کے لئے ستر دفعہ بھی استغفار کرے اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا" اور میں ستر سے زیادہ دفعہ کروں گا۔ پس اس نے (عمر نے) کہا کہ وہ منافق ہے۔ پھر بھی حضورؐ نے نماز (جنازہ) پڑھی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "ان میں سے کوئی مرجائے تو ان پر ہرگز نماز نہ پڑھ"۔

(گویا اس آیت نے حضرت عمر کے اجتہاد کی تصویب اور حضورؐ کے اجتہاد کا تخطیہ بیان کردیا)

۳۔ بیضاوی: سورہ احزاب "فاسألوھن من وراء حجاب" کی تفسیر:

روی عن عمرؓ قال یا رسول اللہ یدخل علیک البر والفاجر

ج: اس امر کا شاہد کہ غیر مجتہد کو اختیار ہے کہ جس مجتہد کی چاہے تقلید و اقتداء کرے۔

کتاب مذکور: باب مذکور صـ۳۰۳: المسئلۃ التاسعۃ:

المكلف اذا كان قد حصلت له اهلية الاجتهاد بتمامها فى مسألة من المسائل فان اجتهد فيها وادّاه اجتهاده الى حكم فيها فقد اتفق الكل على انهٗ لا يجوز له تقليد غيره من المجتهدين فى خلاف ما اوجبه ظنه وترك ظنه - وان لم يكن قد اجتهد اختلفوا فيه فقال ابو على الجبائى الاولى له ان يجتهد وان لم يجتهد وترك الاولى جاز له لتعيين الواحد من الصحابة اذا كان مترجحا فى نظره على غيره ممن خالفه وان استووا فى نظره يخير فى تقليد من شاء منهم ولا يجوز له تقليد من سواهم:

ترجمہ: جب مکلف (جس پر احکام شرع کا بجالانا واجب ہو) کسی مسئلہ میں اجتہاد کی پوری پوری قابلیت حاصل کرلے پھر اگر اُس (مسئلہ) میں اجتہاد کرے اور اجتہاد اُس کو ایک حکم تک لے جائے تو اس امر پر سب کا اتفاق ہے کہ اس کے لئے جائز نہیں کہ اپنے ظن (یعنی استنباط) کے خلاف کسی دوسرے مجتہد کی تقلید کرے۔ اور اپنے ظن (استنباط) کو ترک کردے۔ اور اس نے اس مسئلہ میں اجتہاد نہ کیا ہو تو اس میں اختلاف ہے۔

ابو علی جبائی کہتے ہیں کہ اس کے لئے اولیٰ یہی ہے کہ اجتہاد کرے۔ اور اگر اولیٰ کو ترک کرتے ہوئے اجتہاد نہ کرے تو اس کے لئے جائز ہے کہ صحابہ میں سے کسی ایک کو (تقلید کے لئے) مخصوص کرلے۔ جو اس کی نگا میں دوسرے صحابی پر ترجیح رکھتا ہو۔ جو اس کے خلاف (حکم دیتا) ہے۔ اور اگر برابر ہوں اس کی نگاہ میں۔ تو پھر اسے اختیار ہے کہ جس کی چاہے تقلید کرے۔ اور ان (یعنی صحابہ) کے بغیر کسی اور کی تقلید جائز نہیں۔

(آئمہ اربعہ یعنی مالک، ابوحنیفہ، شافعی، حنبل کے مقلدین تو مارے گئے بچارے کیونکہ ان کے آئمہ میں سے کوئی بھی صحابی نہیں)

ھ: اس امر کا شاہد کہ صحابہ مجتہدین میں فاضل مفضول تھے۔

کتاب مذکور، باب مذکور: المسئلۃ السابعۃ:

ان الصحابة كان فيهم الفاضل والمفضول، فان الخلفاء الاربعة كانوا اعرف بطريق الاجتهاد من غيرهم ولهذا قال عليه السلام "عليكم بسنتى وسنة الخلفاء الراشدين من بعدى عضوا عليها بالنواجذ:

ترجمہ: صحابہ افضل ومفضول تھے۔ خلفاء اربعہ دوسرے صحابہ سے زیادہ اجتہاد کے طریقے سے واقف تھے۔ ـ ـ ـ ـ ـ ـ اسی لئے حضور علیہ السلام

نے فرمایا کہ تم پر میری سنت اور میرے بعد والے خلفاء راشدین (کی سنت پر چلنا) لازم و واجب ہے۔ اسے اپنے دانتوں سے مضبوط پکڑ لو۔ (لیکن اس امر کی وضاحت نہیں کی کہ حضرت نبی کریمؐ اور خلفاء راشدین میں سے کس کا اجتہاد افضل ہے)

۳ : اس امر کے شواہد کہ اہل سنت حضرت عمرؓ کے اجتہاد کو حضور نبی کریمؐ کے اجتہاد پر ترجیح دیتے ہیں اور حضورؐ کے فتویٰ (حکم) کو ترک کر کے حضرت عمرؓ کے حکم کو اختیار کرتے ہیں۔

لہ مسلم جلد اول مع شرح نودی، کتاب الطلاق، باب الطلاق الثلاث ص۴۷۷ :

عن ابن عباس قال کان الطلاق علیٰ عہد رسول اللہؐ و ابی بکر و سنتین من خلافة عمرؓ طلاق الثلاث واحدة فقال عمر بن الخطاب ان الناس قد استعجلوا فی امر کانت لھم اناة فلو امضیناہ علیھم فامضیٰ علیھم :

ترجمہ : ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ کے زمانہ میں اور ابوبکر کے زمانے میں اور عمر کے عہد کے ابتدائی دو سالوں میں ایک وقت (یکمشت) دی گئی تین طلاق ایک طلاق شمار ہوتی تھی۔ عمرؓ بن الخطاب نے کہا کہ لوگ ایسے امر میں جس میں دیر کرنے (وقفہ دینے) کا حکم تھا۔ اس میں جلدی چلانے لگے ہیں۔ تو کیوں نہ اسے جاری کر دیا جائے (یعنی تین طلاق کو تین ہی کیوں نہ شمار کیا جائے) پس اسے جاری کر دیا۔

ب : مسلم : کتاب و باب مذکورہ (محولہ بالا حدیث کے متصل)

عن ابن طاؤس عن ابیہ ان ابا الصھباء قال لابن عباس اتعلم انما کانت الثلاث تجعل واحدة علیٰ عہد النبیؐ و ابی بکر و ثلاثہ من امارة عمر فقال ابن عباس نعم :

ترجمہ : ابن طاؤس نے اپنے باپ سے روایت کی کہ ابو الصہباء نے ابن عباس سے کہا کہ کیا تم جانتے ہو کہ نبی کریمؐ اور ابوبکر کے زمانہ میں تین (طلاق) ایک بنائی یا سمجھی جاتی تھیں اور عمر کی امیری کے زمانہ میں تین ابن عباس نے کہا ہاں :

مذکورہ بالا احادیث سے ظاہر ہے کہ حضورؐ کا حکم تھا کہ ایک ہی وقت یکمشت تین طلاق ایک طلاق شمار ہو گی۔ اور یہ طلاق بائن نہیں ہو گی۔ اور حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ ایسی تین طلاق تین ہی شمار ہوں اور یہ طلاق بائن سمجھی جائے۔ اہل سنت حضرت عمرؓ کے حکم و فتویٰ پر عمل کرتے ہیں اور حضور (صلعم) کے حکم کو ترک کرتے ہیں۔

۲ : حضور رسول کریمؐ کے ارشاد اور سنت کے مطابق نوافل کا منفرداً گھر میں پڑھنا افضل ہے اور حضورؐ نے نوافل کو گھر میں پڑھنے کا حکم دیا تھا۔

لہ : ابوداؤد : ج ۱ کتاب الصلوٰۃ باب ۵۰۱ : فی فضل التطوع فی البیت ص۱۸۵ :

عن زید بن ثابت انہ قال احتجر رسول اللہؐ فی المسجد حجرة فکان رسول اللہؐ یخرج

نیصلیٰ فیہا قال فصلوٰ معہ بصلوٰتہ لیعنی رجالاً وکانو یاتونہ کل لیلۃ حتیٰ اذا کان لیلۃ من اللیالی لم یخرج الیہم رسول اللہ ؐ فتنحنحوا ورفعو صوتہم وحصبوا بابہ قال فخرج الیہم رسول اللہ ؐ مغضباً فقال ایہا الناس مازال بکم صنیعکم حتیٰ ظننت ان سنکتب علیکم فعلیکم با الصلواۃ فی بیوتکم فان خیر صلواۃ المرئ فی بیتہ الا الصلواۃ المکتوبۃ :

ترجمہ: زید بن ثابت سے روایت ہے کہ حضور ؐ نے مسجد میں حجرا سا بنوایا اور حضور ؐ اس میں نوافل پڑھتے تھے۔ پس کچھ لوگوں نے حضور ؐ کے ساتھ (اقتدا کرتے ہوئے) نوافل پڑھنے شروع کئے۔ وہ ہر رات آجاتے۔ ایک رات حضور ؐ ان کی طرف تشریف نہ لائے۔ وہ کھانسے، اپنی آوازیں بلند کیں، حضور ؐ کے دروازے پر کنکر پھینکے۔ راوی نے کہا کہ حضور ؐ غضب ناک باہر تشریف لائے۔ اور فرمایا "اے لوگو! تمہارا برا یہی عمل رہا حتیٰ کہ میں نے گمان کیا کہ تم پر یہ نماز بھی واجب کر دی جائے گی۔ پس یہ نماز تم پر گھر میں پڑھنا لازم ہے۔ اور فرمایا کہ ایک شخص کی بہترین نماز وہ ہے جو گھر میں پڑھے سوائے فریضہ نماز کے (وہ مسجد میں پڑھے)

ب: ایضاً (ابوداؤد) باب ایضاً ص۱۸۵:

عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ ؐ اجعلو فی بیوتکم من صلواتکم و لاتتخذوا ہا قبوراً :

ترجمہ: ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا کہ اپنی نمازوں سے کچھ اپنے گھروں میں پڑھو اور گھروں قبرستان نہ بنادو۔

ج: تیسیر الوصول: ج ۳: الباب السابع فی فضائل اعمال واقوال متفرقہ الفصل الاول فی فضل صلوات مخصوصۃ :

عن زید بن ثابت قال رسول اللہ ؐ صلواۃ المرئ فی بیتہ افضل من صلواتہ فی مسجدی ھذا الا صلواۃ المکتوبۃ :

ترجمہ: زید ابن ثابت سے روایت ہے کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا کہ انسان کا گھر میں نماز پڑھنا میری مسجد میں پڑھنے سے بھی افضل ہے۔ سوائے فریضہ نماز کے۔

لیکن حضرت عمرؓ نے نوافل رمضان (تراویح) کو مسجد میں باجماعت پڑھنے کا حکم دیا۔

مؤطا امام مالک، کتاب الصلواۃ فی رمضان، باب ۲: ماجاء فی قیام رمضان :

عن عبد الرحمٰن ابن عبد القاری انہ قال خرجت مع عمر بن الخطاب فی رمضان الی المسجد فاذا الناس اوزاع متفرقون یصلی الرجل لنفسہ ویصلی الرجل فیصلی بصلواتہ الرھط فقال عمر واللہ انی لاری لو جمعت ھؤلاء علی قارئ واحد لکان امثل فجمعھم علی اُبی بن کعب قال ثم خرجت معہ لیلۃ اخریٰ والناس یصلون بصلواۃ قارئہم فقال عمرؓ نعمت البدعۃ ھذہ :

ترجمہ: عبدالرحمٰن ابن عبدالقاری سے روایت ہے۔ ماہ رمضان میں میں عمرؓ کے ساتھ مسجد کی طرف گیا۔

لوگ مختلف گروہوں میں بٹے ہوئے تھے۔ کہیں کوئی الگ نماز پڑھ رہا تھا۔ کہیں ایک گروہ ایک شخص کی اقتدا میں نماز پڑھ رہا تھا۔ پس عمرؓ نے کہا کہ میں خیال کرتا ہوں کہ اگر ان سب کو ایک ہی قاری کے پیچھے جمع کر دیا جائے تو یہ بہتر ہو گا۔ پس اُن سب کو ابی ابن کعب کے پیچھے جمع کر دیا۔ پھر میں ان کے ساتھ ایک اور رات نکلا اور لوگ اپنے قاری کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے تو عمرؓ نے کہا کہ یہ ایک اچھی بدعت ہے۔

اہل سنت نے حضرت نبی کریمؐ کے فتوی کو ترک کر کے حضرت عمر کے فتویٰ کو اختیار کیا۔

ج ۳ : اہل سنت کی احادیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریمؐ جنازہ پر پانچ تکبیر پڑھتے تھے۔

تیسیر الوصول ج ۲ : کتاب الصلواۃ : فصل فی صلواۃ الجنازہ صفحہ ۲۹ :

عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ قال : کان زید بن ارقم یکبّر علی جنائزنا اربعاً وانہ کبّر علی جنازۃ خمساً فسألناہ فقال کان النبیؐ یکبّرھا (اخرجہ الخمسۃ الا البخاری):

ترجمہ : عبدالرحمٰن بن لیلی سے روایت ہے اس نے کہا کہ زید بن ارقم جنازہ پر چار تکبیریں کہا کرتے تھے۔ ایک جنازہ پر اُس نے پانچ تکبیریں کہیں۔ ہم نے اُس سے اس کے متعلق دریافت کیا۔ پس اس نے کہا نبی کریمؐ یہ (پانچ تکبیریں) کہتے تھے۔

اس حدیث کو بخاری کے علاوہ دیگر پانچ صحاح ستہ کی کتب نے اسے بیان کیا ہے۔

چنانچہ مسلم مع شرح نووی مطبوعہ نولکشور ۱۲۸۵ھ : کتاب الجنائز جلد اول صفحہ ۳۱۱ پر:

اور ابوداؤد (مطبوعہ نولکشور ۱۳۱۲ھ) کتاب الجنائز جلد سوم صفحہ ۵۸ پر یہ حدیث درج ہے:

لیکن حضرت عمرؓ نے جنازہ پر چار تکبیر پڑھنے کا حکم دیا۔

کامل (ابن اثیر) جلد ۳ : ذکر عمرؓ : ذکر بعض سیرتہ صفحہ ۵۹ :

وھو اول من جمع الناس فی صلواۃ الجنائز علی اربع تکبیرات وکانو قبل ذالک یصلّون اربعاً وخمساً وستاً وقال الواقدی وھو اول من جمع الناس علی امام یصلّی بھم التراویح فی شھر رمضان وکتب بہ الی البلدان وامرھم بہ :

ترجمہ : اور وہ (حضرت عمر) پہلے شخص ہیں جس نے لوگوں کو جنازہ میں چار تکبیر کہنے پر جمع کیا۔ (یعنی سب کو چار تکبیر کہنے کا حکم دیا) اس سے پہلے لوگ چار بھی، پانچ بھی اور چھ تکبیریں بھی پڑھتے تھے۔ وہ ہی (حضرت عمر) پہلے شخص ہیں جنہوں نے ماہ رمضان میں تراویح ایک امام کے پیچھے پڑھنے کا لوگوں کو حکم دیا۔ دوسرے شہروں کو لکھ بھیجا اور یہی حکم دیا۔

اہل سنت حضور نبی کریمؐ کی سنت پانچ تکبیر کو مبطل نماز جنازہ سمجھتے ہیں۔ اور حضرت عمرؓ کے فتویٰ پر عمل کرتے ہیں۔

۴۔ رسول اللہؐ نے متعۃ النساء کو (بوقت ضرورت) جائز فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے اسے ممنوع قرار دیا

اہل سنت حضرت عمر کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے رسول اللہؐ کے حلال کو حرام قرار دیتے ہیں۔ اور اسے زنا سے موسوم کرتے ہیں۔

سنن بیہقی: ج ۲ : باب نکاح المتعۃ صفحہ ۲۰۶ :

روی ابو نضرۃ عنہ (جابر بن عبد اللہ) ایضاً : قلت ان ابن الزبیر ینھیٰ عن المتعۃ وان ابن عباس یامر بھا قال (جابر) علیٰ یدی جریٰ الحدیث : تمتعنا مع رسول اللہؐ و مع ابی بکرؓ فلما ولی عمرؓ خطب الناس فقال ان رسول اللہؐ ھذا الرسول وان القرآن ھذا القرآن وانھما کانتا متعتان علیٰ عھد رسول اللہؐ وانا انھیٰ عنھما واعاقب علیھما احدیٰ ھما متعۃ النساء ولا اقدر علیٰ رجل تزوج امرأۃ الیٰ اجل الا غیبتہ بالحجارۃ :

ترجمہ: ابونضرہ نے جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ میں نے انہیں کہا کہ ابن زبیر تو متعہ سے منع کرتا ہے۔ اور ابن عباس اس کا حکم دیتا ہے۔ جابر نے کہا کہ میرے ہی ہاتھ پر (میرے ذریعے ہی) تو یہ حدیث جاری ہوئی ہے۔ ہم نے رسول اللہؐ کے عہد میں اور ابوبکر کے عہد میں متعہ کیا۔ جب عمر حاکم ہوئے تو انہوں نے لوگوں کو خطبہ دیا اور کہا "رسول اللہ یہ ہیں، رسول اللہ اور قرآن کریم یہ ہے۔ قرآن کریم۔ بلاشک رسول اللہؐ کے زمانہ میں دو متعہ تھے اور میں ان دونوں سے منع کرتا ہوں۔ اور اُن (کے کرنے پر) سزا دوں گا۔ اُن دو میں سے ایک متعۃ النساء، میں کسی ایسے شخص پر جس نے ایک مقررہ مدت کے لئے کسی عورت سے نکاح کیا ہو۔ قابو نہیں پاؤں گا مگر یہ کہ اسے سنگسار کر دوں گا۔

(متعہ پر مزید بحث سوال نمبر ۹۶ و ۹۷ کے جواب میں کی جائے گی)

۵۔ حضور نبی کریمؐ کے زمانہ میں اذان میں "حیّ علیٰ خیر العمل" کہا جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اسے اذان سے نکال دینے کا حکم دیا۔

اہلِ سنت نبی کریمؐ کے ارشاد کو ترک کرتے ہوئے حضرت عمرؓ کے حکم پر عمل کرتے ہیں (دیکھو شرح تجرید (قوشجی) بحث امامت :

ان عمرؓ قال ثلاث کنّ علیٰ عھد رسول اللہؐ انا انھیٰ عنھن واعاقب علیھن متعۃ النساء ومتعۃ الحج وحیّ علیٰ خیر العمل :

ترجمہ: تحقیق عمرؓ نے کہا تین چیزیں رسول اللہؐ کے عہد میں تھیں۔ میں ان سے منع کرتا ہوں۔ اور ان پر سزا دوں گا۔ وہ ہیں متعۃ النساء، متعۃ الحج اور حیّ علیٰ خیر العمل۔

(جیساکہ اسی سوال کے جواب میں قبل ازیں ذکر ہوا۔ اس امر پر مزید بحث سوال نمبر ۸۹ کے جواب میں دیکھئے)

اس کے علاوہ اور کئی ایسی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اہلِ سنت بجائے سنت

نبویؐ کی اتباع کے سنت خلفائے راشدین کی اتباع کرتے ہیں۔ (مثلاً جمعہ کی نماز کیلئے دوسری اذان)
تیسیر الوصول، ج ۲: صلواۃ الجمعہ، فصل فی الوقت والنداء ص۲۶۳:
اور عرفات میں ترک تلبیہ:
مؤطا امام مالک: کتاب الحج، الباب السادس، الفصل الثالث، فی التلبیہ بعرفۃ: وغیرہ، وغیرہ:
لیکن میں ان ہی پانچ پر اکتفا کرتا ہوں تاکہ تطویل لاطائل سے محفوظ رہوں۔
البتہ تاریخ الخلفاء سیوطی کی اس عبارت کو پڑھئے کہ کس قدر امور میں اہل سنت حضورؐ کی بجائے حضرت عمر کی سنت پر کاربند ہیں۔
ذکر خلافۃ عمر: فصل اولیات عمر ص۹۳:
قال العسکری هو اول من سمی امیر المومنین واول من کتب التاریخ من الهجرة واول من اتخذ بیت المال واول من سن قیام شهر رمضان واول من عس باللیل واول من عاقب علی الهجاء واول من ضرب فی الخمر ثمانین واول من حرم المتعة واول من منع عن بیع امهات الاولاد واول من جمع فی صلواة الجنائز علی اربع تکبیرات واول من اتخذ الدیوان واول من فتح الفتوح:
ترجمہ: عسکری کا کہنا ہے کہ حضرت عمر پہلا وہ شخص ہے جس نے اپنے کو امیر المومنین کہلوایا، یہی پہلا وہ شخص ہے کہ جس نے تاریخ ہجری کی ابتداء کی، یہی پہلا وہ شخص ہے جس نے بیت المال بنایا، یہی پہلا وہ شخص ہے جس نے تراویح ایجاد کی، یہی پہلا وہ شخص ہے جس نے رات کو جاسوسی کی، یہی پہلا وہ شخص ہے جس نے توہین پر سزا مقرر کی، یہی پہلا وہ شخص ہے جس نے شراب پر اسی کوڑے لگائے، یہی پہلا وہ شخص ہے جس نے متعہ کو حرام قرار دیا، یہی پہلا وہ شخص ہے جس نے جنازہ کی چار تکبیریں مقرر کیں، یہی پہلا وہ شخص ہے جس نے دیوان بنایا، اور یہی پہلا وہ شخص ہے جس نے بزور تلوار فتوحات کیں۔
قولہ: تو شیعہ عملاً اس تفریق کے ——— نہ آپ سے حاصل کرنا ضروری ہے۔
اقول: حافظ جی! شیعہ کے کون سے عمل یا قول سے آپ نے یہ نتیجہ نکالا کہ شیعہ احکام شرع میں حضورؐ کے محتاج نہیں۔ بلکہ حضورؐ کے حکم کے خلاف آئمہ علیہم السلام کے احکام کو اختیار کرتے ہیں۔
میں نے پانچ سے زائد ایسی روایات پیش کیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ سنی نبی کریمؐ کے احکام کو ترک کر کے خلفاء کے احکام پر عمل کرتے ہیں۔
میں تمہیں چیلنج کرتا ہوں کہ تم صرف ایک ہی ایسی مثال پیش کر دو جس سے ظاہر ہو کہ شیعہ نبی کریمؐ کے حکم کے خلاف اپنے آئمہ علیہم السلام کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔
اہل سنت (۱) سنت رسول اللہؐ کے ساتھ سنت خلفاء کو بھی جزو دین قرار دیں۔
علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین تمسکوا بهما:

تیسیرالوصول جلد اول کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ص۲۴
اور شیعہ صرف سنت رسول اللہؐ ہی کو دین اور دیگر ہر سنت کو بدعت قرار دیں۔
قال النبیؐ والمسلمون حوله مجتمعون ایها الناس لانبیّ بعدی ولا سنّة بعد سنتی فمن ادعی بعد ذالک فدعواه وبدعته فی النار:
(ترجمہ: آنحضورؐ نے اس وقت فرمایا جب مسلمان آپ کے گھر بیٹھے تھے۔
لوگو! میرے بعد نہ کوئی نبی ہوگا نہ کوئی سنت، اس کے بعد جو بھی اپنی سنت کو رائج کرنے کا دعویٰ کرے گا وہ مع اپنے دعویٰ اور رائج کردہ سنت کے جہنم میں ہوگا۔)
من لا یحضر: جلد چہارم، باب فی ما یجب من احیاء القصاص ص۱۲
ب: اہل سنت نبی کریمؐ کو بھی صحابہ کی طرح ایک مجتہد سمجھتے ہوں۔ جس سے احکام شرع میں خطا بھی ہو سکتی ہو۔ (جیسا کہ ذکر ہوا) اور شیعہ اس کے خلاف نبی کریمؐ کے ہر حکم کو وحی و الہام کہیں۔
اصول کافی، کتاب الحجة، باب الراسخین فی العلم ص۲۱۳:
عن احدهما علیهما السلام فی قول الله عزّ وجلّ "ما یعلم تاویله الا الله والراسخون فی العلم"، فرسول اللهؐ افضل الراسخین فی العلم قد علمه الله عزّ وجلّ جمیع ما انزل علیه من التنزیل والتاویل وما کان الله لینزل علیه شیأً لم یعلّمه تاویله:
ترجمہ: آیت مایعلم تاویله الا الله والراسخون فی العلم، کی تفسیر میں امام صادقؑ اور امام باقرؑ میں سے کسی ایک سے مروی ہے کہ آنحضورؐ راسخین فی العلم سے افضل تو ہیں۔ اللہ نے آپ پر جو بھی تاویل و تنزیل نازل کی اس کا علم آپ کو دے دیا۔ یہ تو ویسے بھی نہیں ہو سکتا کہ اللہ آنحضورؐ پر کوئی چیز نازل کرے اور انہیں اس کے علم سے بے بہرہ رکھے۔
ج: اہل سنت رسول اللہؐ کے احکام کے خلاف خلفاء راشدین کے فتاویٰ پر عمل کو درست سمجھیں (جیسا کہ ذکر ہوا) اور شیعہ صرف حضورؐ کے احکام جو معصومین کی وساطت سے پہنچیں اسے قبول عمل سمجھیں۔
اصول کافی: جلد اول، کتاب فضل العلم: باب روایة الکتب والحدیث ص۵۳:
عن هشام بن سالم وحماد بن عثمان وغیره قالوا سمعنا ابا عبد الله علیه السلام یقول حدیثی حدیث ابی وحدیث ابی حدیث جدّی وحدیث جدی حدیث الحسینؑ وحدیث الحسینؑ حدیث الحسنؑ وحدیث الحسنؑ حدیث امیرالمومنینؑ وحدیث امیرالمومنین حدیث رسول اللهؐ وحدیث رسول اللهؐ قول الله عزّ وجلّ:
ترجمہ: ہشام بن سالم اور حماد بن عثمان وغیرہ سے مروی ہے کہ ہم نے امام صادقؑ سے سنا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: میری حدیث میرے بابا کی حدیث ہے۔ میرے بابا کی حدیث میرے دادا کی حدیث ہے میرے

داد کی حدیث امام حسینؑ کی حدیث ہے۔ امام حسینؑ کی حدیث امام حسن کی حدیث ہے۔ امام حسنؑ کی حدیث حضرت علیؑ کی حدیث ہے۔ حضرت علیؑ کی حدیث نبی اکرمؐ کی حدیث ہے اور نبی اکرمؐ کی حدیث حکم خدا ہے۔
اور پھر بھی حافظ جی اہل سنت کو حضورؐ کے ہر قول و عمل کا منبع اور شیعہ کو تفریق کا قائل کہیں تو ان کی مرضی (خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد)

قولہ: وہ علم لدنی و مسلمان ازلی امام اول ـ ـ ـ ـ ـ الی آخرہ

ماجاء بہ علی آخذ وما نہی عنہ انتہی۔ جری لہ من الفضل ما جری لمحمد:

ترجمہ: جو احکام شرع علیؑ لائے ہیں میں وہ لیتا ہوں اور جس سے وہ روکیں رکتا ہوں۔ آپؑ کا وہی منصب ہے جو محمدؐ کا ہے۔

اقول: سب سے پہلے اصول کافی اصل عبارت اور اس کے صحیح ترجمہ پر غور فرمائیے: اور حافظ جی کی دیانت کی داد دیجئے۔

اصول کافی (مطبوعہ دار الکتب الاسلامی، تہران، ایران) جلد اول:
کتاب الحجۃ، باب ان الائمۃ ہم ارکان الارض: صـ۱۹۶ـ:

عن المفضل بن عمر عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ماجاء بہ علی علیہ السلام آخذ بہ وما نہی عنہ انتہی عنہ جری لہ من الفضل مثل ما جری لمحمدؐ ولمحمدؐ الفضل علی جمیع خلق اللہ کذالک یجری لآئمۃ الہدیٰ واحداً بعد واحد:

ترجمہ: مفضل ابن عمر نے امام صادقؑ سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا کہ جو احکام مجھ تک حضرت علیؑ سے پہنچے ہیں انہی کو لیتا ہوں۔ اور جو نواہی حضرت علیؑ سے موصول ہوئے ہیں انہی سے رکتا ہوں۔ حضرت علیؑ کے (تمام آئمہ سے) افضل ہونیکا حکم جاری ہوا جیسے محمدؐ کے افضل ہونیکا اور اسیطرح تمام آئمہ کی افضلیت کا ایک کے بعد دوسرے کا (مطلب یہ کہ جس طرح حضورؐ کے تمام خلق اللہ سے افضل ہونے کی وجہ سے تمام مخلوق پر حضورؐ کی اطاعت واجب تھی اسی طرح علی علیہ السلام کے افضل ہونے کی وجہ سے تمام اہل اسلام پر ان کی اطاعت واجب ہے۔ اس لئے میں احکام شرع علی علیہ السلام سے لیتا ہوں۔ مجھے دیگر صحابہ سے کوئی سروکار نہیں)

اسی حدیث کے بعد صرف ایک حدیث چھوڑ کر یہی حدیث امام باقرؑ سے مندرجہ ذیل الفاظ میں ہے۔
عن ابی جعفر علیہ السلام قال فضل امیر المومنین: ماجاء بہ آخذ ونہی عنہ انتہی جری لہ من الطاعۃ بعد الرسول اللہؐ ما الرسول اللہ والفضل لمحمدؐ والمتقدم بین یدیہ کالمتقدم بین یدی اللہ ورسولہ ـ ـ ـ والراد علیہ فی صغیرۃ او کبیرۃ علی حد الشرک باللہ فان رسول اللہؐ باب اللہ الذی لا یوتی الا منہ ـ ـ ـ وکذالک کان امیر المومنینؑ من بعدہ وجری للآئمۃ واحداً بعد واحد:

ترجمہ : امام محمد باقرؑ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ امیرالمومنینؑ افضل ہیں : جو آپؐ سے موصول ہوا اسے لیتا ہوں اور جس سے آپؐ نے منع فرمایا اس سے رکتا ہوں۔ آنحضورؐ کے بعد آپؑ کی اطاعت ویسی ہے جیسی آنحضورؐ کی اطاعت تھی۔ افضلیت آنحضورؐ کو حاصل ہے۔ حضرت علیؑ کی اطاعت کرنے والا ایسے ہے جیسے اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کرنے والا ہو۔ چھوٹی یا بڑی کسی بھی بات میں حضرت علیؑ کی رد کرنے والی حد شرک پر ہے۔ کیونکہ آنحضورؐ ہی اللہ کا وہ باب ہیں جس کے سوا اور کسی دروازہ سے داخل نہیں ہوا جاسکتا۔ اسی طرح آنحضور کے بعد حضرت علیؑ اور ان کے بعد اپنے وقت کا ہر امام اہلبیت :

لیکن حافظ جی نے اپنی دیانت کا ثبوت دیتے ہوئے

ا : "مثل ماجریٰ" سے مثل کا لفظ حذف کر دیا ہے۔

ب : "جری لہ ما جریٰ لمحمدؐ" کا ترجمہ "آپؑ کا وہی منصب ہے جو محمدؐ کا ہے" کیا ہے۔

عربی زبان سے معمولی سی واقفیت رکھنے والا شخص بھی جان سکتا ہے کہ یہ ترجمہ قطعی غلط ہے اور بددیانتی ہے۔

اگر حافظ جی جاننا چاہیں کہ حضرت علیؑ کی افضلیت اور ان کی اطاعت کا حکم کہاں جاری ہوا ہے تو اپنی کتب حدیث کی اس حدیث کا ملاحظہ فرمائیں۔

ا : مستدرک (الحاکم) الجزء الثالث، کتاب معرفۃ الصحابہ صفحہ ۱۲۱، ۱۲۸ :

۲ : ریاض النضرۃ الجزالثانی، الباب الرابع، الفصل السادس صفحہ ۱۶۷ :

۳ : ینابیع المودۃ وکنزالعمال ؟

عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہؐ لعلی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ من اطاعنی فقد اطاع اللہ ومن عصانی فقد عصی اللہ ومن اطاعک فقد اطاعنی ومن عصاک فقد عصانی :

ترجمہ : جناب ابوذر سے مروی ہے کہ آنحضورؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ جس نے تیری اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے تیری نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

ب : مودۃ القربیٰ (المودۃ السابقہ)

قال سلمان رضؓ دخلت علی رسول اللہ وھو فی غمرات الموت فقلت یا رسول اللہؐ ھل اوصیت قال یا سلمانؓ اتدری من الاوصیاء قلت اللہ ورسولہ اعلم قال آدمؑ وصیہ شیث وکان افضل من ترک بعدہ من ولدہ وکان وصی نوح سام وکان افضل من ترکہ بعدہ وکان وصی موسیٰ یوشع وکان افضل من ترکہ وکان وصی سلیمان آصف بن برخیا وکان افضل من ترکہ وکان وصی عیسیٰ شمعون بن فرخیا وکان افضل من ترک بعدہ وانی اوصیت الی علیؑ وھو افضل من اترک بعدی :

ترجمہ: جناب سلمان سے مروی ہے کہ میں آنحضورؐ کے پاس گیا۔ آپؐ اس وقت زندگی کے آخری لمحات میں تھے۔ میں نے عرض کیا، حضورؐ کیا آپؐ نے وصیت فرما دی ہے؟ آپ نے پوچھا: سلمان کیا تجھے معلوم ہے کہ اوصیاء کون ہیں؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا آدم کا وصی شیث تھا۔ اور وہی آپ کی دیگر اولاد سے افضل تھا۔ نوح کا وصی سام تھا اور وہی آپ کی دیگر اولاد سے افضل تھا۔ موسیٰ کا وصی یوشع تھا اور وہی آپ کے پسماندگان میں سے افضل تھا۔ سلیمان کا وصی آصف تھا اور وہی افضل امت تھا۔ عیسیٰ کا وصی شمعون تھا اور وہی آپ کے پسماندگان سے افضل تھا۔ اور میرا وصی علیؑ ہے اور وہی میرے پسماندگان سے افضل ہے۔

حافظ جی! اگر طبیعت میں شوق کجروی اور دماغ میں تعصب و تفسف کا خلل نہ ہو تو اس عبارت کے پڑھنے سے اس معنی اور مطلب کا شائبہ تک پیدا نہیں ہوتا جو معنی مطلب لیتے ہوئے آپ نے شیعوں پر بہتان باندھا ہے۔

ﻫ: "ما جاء بہ" کے الفاظ سے واضح ہے کہ امام علیہ السلام حضرت علی علیہ السلام کو شارع اور احکام شرع دینے والا نہیں فرما رہے ہے بلکہ نبی کریمؐ کے پاس سے لانے والا کہہ رہے ہیں۔ کیونکہ عربی زبان میں دوسرے کے حکم یا خبر لانے کے اظہار کے لئے "جاء بہ" استعمال ہوتا ہے۔ جیسے اس آیت کریمہ میں: پ۲۶ ع ۱۳: یا ایھا الذین اٰمنوا ان جاءکم فاسق بنباءٍ فتبینو:

ترجمہ: اے ایمان والو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لو:

اپنے حکم و علم دینے کے لئے "اتاہ" کا لفظ استعمال ہوتا جیسے اس آیت کریمہ میں: پ۲۸ ع ۴:

ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھو

ترجمہ: جو تمہیں رسول دے وہ لے لو اور جس سے روکے اس سے رک جاؤ۔

ج: جب صرف شئی منتخب و مختص کا ذکر ہوا ور منتخب منہ اور مختص منہ کا ذکر نہ ہو تو ایک سادہ عقل رکھنے والا شخص بھی سمجھ جاتا ہے کہ یہ اختصاص و انتخاب نوع و صنفِ منتخب سے ہے۔ نہ کہ تمام اشیاء۔ ایک شخص کہتا ہے کہ "مجھے تو بس گلاب ہی پسند ہے" اور پھر کبھی کہتا ہے کہ "مجھے تو بس آم ہی پسند ہیں" تو ہم اُسے یہ نہیں کہہ سکتے کہ کہ چل جھوٹے کل تو نے کہا تھا کہ صرف گلاب پسند ہے اور اب کہہ رہے ہو کہ مجھے صرف آم پسند ہے"۔ کیونکہ ہر سلیم الطبع جانتا ہے کہ پہلی صورت میں اس کا انتخاب پھولوں کی نوع سے تھا۔ دوسری صورت میں پھلوں کی نوع سے۔

اسی طرح امام علیہ السلام کے اس فرمان سے بھی ہر سلیم العقل یہی مطلب لے گا کہ یہ انتخاب و اختصاص صنف صحابہ میں سے ہے۔ نبی کریمؐ کو اس میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔

سوال نمبر ۴۴: کیا خدا کی طرف سے پیدائشی عالم و فاضل شیعہ کے امام و معلم اول حضرت علی علیہ السلام

کتاب اللہ اور شرع سیکھنے میں حضورؐ کے محتاج تھے؟

جمہور شیعہ اس کے منکر ہیں اور حضرت علی کی توہین جانتے ہیں۔ کیونکہ علم لدنی کا انکار اور جاہل و غیر مسلم ہونا لازم آتا ہے۔

خاتم المحدثین ملا باقر علی مجلسیؒ لکھتے ہیں کہ "جب حضرت علیؓ پیدا ہوئے حضرت ابراہیم و نوحؑ کے صحیفے، حضرت موسیٰ کی توریت فر فر ایسے زبانی سنا دیں کہ ان پیغمبروں سے بھی زیادہ یاد تھیں۔ جن پر نازل ہوئیں۔ پھر انجیل کی تلاوت کی اگر حضرت عیسیٰ حاضر ہوتے تو اقرار کرتے کہ یہ مجھ سے بہتر توراۃ و انجیل کا عالم ہے۔ پس وہ قرآن جو مجھ پر نازل ہوا سب پڑھ سنایا۔ بغیر اس کے کہ مجھ سے کچھ سنا۔ میں نے اس سے بات کی اس نے مجھ سے کی۔ جیسے پیغمبر اور اوصیاء ایک دوسرے سے کلام کرتے ہیں۔ (جلاء العیون ص۱۶۹)

جب حضرت علی از خود قرآن کے حافظ و عالم تھے اور صاحب انجیل کی طرح صاحب قرآن سے بڑے عالم ہوں گے۔ تو آپؓ حضور کے کسی بات میں قطعاً شاگرد و محتاج نہ بنے تو شیعی سلسلہ اسلام بواسطہ آئمہؒ براہ راست (بلا واسطہ نبوت) خدا تک پہنچ گیا۔ اس حقیقت کے باوجود شیعہ کا ایمان بالرسالت کا دعویٰ کیا سنگین جھوٹ اور فراڈ نہیں ہے۔

جواب: قولہ: کیا خدا کی طرف سے پیدائشی عالم و فاضل ۔ ۔ ۔ ۔ حضورؐ کے محتاج تھے۔

اقول: بلا شک حضورؐ کے محتاج تھے۔ بلکہ یہ سب علم و فضل جو حضرت علی علیہ السلام رکھتے تھے۔ سب حضور نبی کریمؐ کی بدولت تھا۔ حضور نبی کریمؐ نے یہ علم "ما کان و ما یکون" براہِ راست خلاق عالم جل جلالہٗ سے لیا۔ اور حضرت علیؑ نے حضورؐ سے سیکھا اور وراثۃً پایا۔

اصول کافی: جلد اول (مطبوعہ دار الکتب تہران) کتاب الحجۃ، باب ان الآئمۃ علیہم السلام ورثۃ العلم، ص۲۲۲

قال ابوجعفر علیہ السلام یمصون الثماد ویدعون النھر العظیم قیل لہ وما النھر العظیم قال رسول اللہؐ والعلم الذی اعطاہ اللہ: ان اللہ عزوجل جمع لمحمدؐ سنن النبیین من آدم ھلم جرّاً الی محمد قیل لہ وما تلک السنن قال علم النبیین باسرہ وان رسول اللہؐ صیّر ذالک کلہ عند امیر المومنین علیہ السلام:

ترجمہ: امام باقرؑ نے فرمایا: پیاسے لوگ چھوٹے نالے کی مٹی چوس رہے ہیں۔ لیکن دریا پر نہیں آتے۔ سوال کیا گیا دریا کون ہے؟ آپؑ نے فرمایا: آنحضورؐ اور اللہ کو انکو اللہ کا عطا کردہ علم، ذات احدیت نے آنحضورؐ کیلئے تمام انبیاء کی سنتیں جمع کر دیں۔ سوال کیا گیا سنن انبیاء کیا ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: علم انبیاءؑ اور آنحضورؐ نے تمام علوم انبیاء حضرت علیؑ کے حوالے کر دیتے تھے۔

ایضاً: باب: ص۲۶۳

ان اللہ عزّ وجلّ لم یعلّم نبیہ علماً الا امرہ ان یعلّمہٗ امیر المومنین ؑ قال ان جبریل علیہ السلام اتی رسول اللہ ؐ برمانتین فاکل رسول اللہ ؐ احدھما وکسر الاخریٰ بنصفین فاکل نصفاً واطعم علیاً نصفاً ثم قال رسول اللہ ؐ یا اخی ھل تدری ما ھاتان الرمانتان قال لا۔ قال اما الاولیٰ فالنبوۃ لیس لک فیھا نصیب واما الاخریٰ فالعلم انت شریکی فیہ۔ فقلت اصلحک اللہ کیف کان؟ یکون شریکہ فیہ قال لم یعلّم اللہ محمداً ؐ علماً الا امرہٗ ان یعلّمہٗ علیاً۔

ترجمہ: اللہ نے آنحضور ؐ کو جو علم بھی دیا آپ کو حکم دیا کہ وہ علی ؑ کو تعلیم کر دیں۔ ایک مرتبہ جبریل آنحضور ؐ کے لئے دو انار لائے۔ آپ نے ان میں سے ایک کو تنہا تناول فرمایا۔ اور دوسرے کو دو برابر حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ خود تناول فرمایا اور دوسرا حضرت علی ؑ کو دیا۔ پھر پوچھا۔ علی ؑ جانتے ہو یہ انار کیا تھے؟ آپ ؑ نے عرض کیا نہیں: آپ ؐ نے فرمایا پہلا انار نبوت تھی۔ اس میں تیرا کوئی حصہ نہیں۔ اور دوسرا انار علم تھا اس میں تو میرا شریک ہے۔

میں نے عرض کیا حضور! بھلا حضرت علی ؑ کیسے شریک علم نبی ؐ ہو سکتے ہیں؟ آپ ؑ نے فرمایا: اللہ نے آنحضور ؐ کو جو علم بھی دیا انہیں حکم دیا کہ وہ حضرت علی ؑ کو تعلیم کر دیں۔

یہ علم سکھانے اور سیکھنے کا سلسلہ حضور ؐ کے آخری دم تک جاری رہا۔ اور حضرت علی ؑ آخری دم تک حضور ؐ سے علم سیکھنے کے محتاج رہے۔

ایضاً: باب: الاشارہ والنص علیٰ امیر المومنین علیہ السلام صفحہ ۲۹۶:

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال قال رسول اللہ ؐ فی مرضہ التی توفی فیہ ادعو لی خلیلی فارسلتا الی ابویھما فلما نظر الیھما رسول اللہ ؐ اعرض عنھما ثم قال ادعو لی خلیلی فارسل الی علی ؑ فلما نظر الیہ اکبّ علیہ یحدّثہ فلما خرج لقیاہ فقال لہ ما حدّثک خلیلک فقال حدّثنی الف باب یفتح من کل باب الف باب:

ترجمہ: امام صادق ؑ سے مروی ہے کہ آنحضور ؐ نے اپنے مرض وفات میں حکم دیا کہ میرے دوست کو تو بلاؤ۔ چنانچہ بیویوں نے اپنے اپنے باپ کو بلایا۔ جب آپ ؐ نے دیکھا تو منہ پھیر لیا۔ اور پھر فرمایا میرے دوست کو تو بلا دو۔ پھر حضرت علی ؑ کو بلایا گیا۔ آپ تشریف لائے اور آنحضور ؐ پر جھک گئے۔ کافی دیر تک دونوں باتیں کرتے رہے۔ پھر آپ اٹھ کر باہر چلے گئے۔ دونوں حضرات آپ کو ملے اور پوچھا: آپ کے دوست نے آپ سے کیا باتیں کیں۔ آپ نے جواب دیا۔ میرے آقا نے مجھے ایک ہزار باب علم تعلیم کیا اور ہر باب سے ایک ایک ہزار باب کا انکشاف ہوا ہے۔

شاید حافظ جی کہیں کہ یہ سلسلہ تعلیم و تعلم تو نبی کریم ؐ کے مبعوث ہونے کے بعد ہی ممکن ہو سکتا ہے۔ پیدائش سے قبل حضرت علی ؑ کا خدمت رسول ؐ میں حاضر ہونا ناممکن اور حضور ؐ کا توراۃ، زبور، انجیل کا پڑھنا ناممکن

جبکہ بعثت سے قبل حضورؐ خود اُمیؐ اور ہر علم سے بے بہرہ تھے۔

تو میں کہوں گا کہ آپ کے عقیدہ کے مطابق بلاشک ناممکن لیکن ہمارا عقیدہ ہے کہ حضرت نبی کریمؐ کی نبوت اور حضرت علیؑ کی وصایت بھی بہت ہی قدیم ہے۔ آدم علیہ السلام سے ہزاروں سال قبل (کُنْتُ نَبِیّاً آدَمُ بَینَ المَاءِ وَالطِّینِ ہ) اور ایک ساتھ ہونا بھی بہت قدیم تخلیق عالم سے بھی قبل (اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُورِیْ" اور اَنَا وَعَلِیٌّ مِنْ نُورٍ وَّاحِدٍ)

اب یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ "جب نبی تھے تو علم نبوت بھی رکھتے تھے اور حضورؐ کا علم نبوت تمام انبیاء کے علم کو احاطہ کئے ہوئے تھا۔ اور جب حضرت علیؑ کا نور بھی حضورؐ کے نور کے ساتھ تھا تو فیضان علم بھی ہوتا تھا۔

قولہ: جمہور شیعہ اس کے منکر ـــــ غیر مسلم ہونا لازم آتا ہے۔

اقول: حافظ جی! شیعوں کا انکار کس کتاب میں پڑھا۔ کس شیعہ عالم سے سُنا ہے؟ یہ بہتان صریح باندھنے میں آپ کو اس دنیا میں کسی کا خوف نہیں تو روز قیامت سے ڈرو۔

؎ گر تو مے مذہبی داد روزِ داد ے۔ ہست

قولہ: خاتم المحدثین علامہ باقر علی مجلسیؒ لکھتے ہیں کلام کرتے ہیں۔ جلاء العیون ص۱۲۹:

اقول: حافظ جی! یہ صرف علامہ مجلسی ہی نہیں لکھتے آپ کے مذہب کے محدثین بھی لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ توراۃ، زبور اور انجیل کا علم رکھتے تھے۔ گو یہ وضاحت نہیں کی کہ حضرت علیؑ نے یہ علوم کہاں سے حاصل کئے جبکہ شیعہ قائل ہیں کہ یہ تمام علوم حضورؐ سے حاصل کئے۔

۱: ینابیع المودۃ الباب الرابع عشر ص۷۰:

۲: تذکرۃ الخواص الامۃ: فصل فی تصدق علی الخاتم ص۱۰:

۳: مطالب السئول: الفصل السادس ص۸۹:

(الالفاظ لتذکرۃ الخواص) ذکر الثعلبی (فی تفسیرہ) ایضاً باسنادہ:

الی علی علیہ السلام من روایۃ زاذان قال سمعتہ علیہ السلام یقول والذی خلق الحبۃ وبرء النسمۃ لو ثنیت لی وسادۃ لحکمت بین اھل التوراۃ بتوراتھم وبین اھل الانجیل بالانجیلھم واھل الزبور بزبورھم وبین اھل الفرقان بفرقانھم والذی نفسی بیدہ ما من رجل من قریش جرت علیہ المواسی الا وانا اعرف آیۃ تسوقہ الی الجنۃ او تقودہ الی النار:

ترجمہ: زاذان سے مروی ہے کہ میں نے حضرت علیؑ کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے دانہ میں شگاف ڈالا اور کونپل کو جنم دیا۔ اگر مجھے مسند بچھا کر دی جائے تو میں اہل تورات کے مابین تورات سے، اہل انجیل کے مابین انجیل سے، اہل زبور کے مابین اہل زبور سے اور اہل قرآن کے مابین قرآن

سے فیصلے کروں - اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے ۔قریش کا کوئی فرد ایسا نہیں ہے کہ جس پر جو کچھ بیتی ہے میں سب جانتا ہوں ۔ میں ہر اس آیت سے آشنا ہوں جو قریش کے افراد کو جنت یا جہنم میں لے جائے گی۔"

یہ آپ کی مرضی کہ (عیاذاً باللہ) حضرت علیؑ کو حضورؐ سے بڑا عالم کہیں یا چھوٹا۔

قولہ: کسی بات میں شاگرد و محتاج نہ بنے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بلا واسطہ نبوت خدا تک پہنچ گیا۔

اقول: شیعہ ہرگز اس امر کے قائل نہیں کہ حضرت علی علیہ السلام حضورؐ کے شاگرد یا محتاج نہیں ، نہ یہ عقیدہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام حضورؐ سے بڑے عالم تھے۔

بلکہ شیعوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کا علم حضورؐ کی بدولت ہے ۔ اور حضرت علیؑ وہی کچھ جانتے ہیں جو کچھ علم حضورؐ نے انہیں عطا کیا۔

اصول کافی : کتاب الحجۃ : فصل فی شان : اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةِ الۡقَدۡرِ : صـ۲۵۲ـہ

عن ابی جعفر علیہ اسلام ۔ ۔ ۔ (طویل حدیث) قال السائل فھل یعلم الاوصیاء ما لا یعلم الانبیاء قال لا ۔کیف یعلم وصی غیر علم ما اوصی الیہ :

ترجمہ: سائل نے عرض کیا ۔کیا اوصیاء وہ کچھ بھی جانتے ہیں جسے انبیاء نہیں جانتے ؟ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں بھلا یہ کیسے ممکن ہے ۔کہ وصی وہ علم جانے جس کی اسے وصیت ہی نہ کی گئی ہو۔

لیکن اہل سنت گو زبان سے اقرار نہ کریں لیکن ان کے مذہب کے اصول اور روایات سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ "سنی سلسلہ اسلام بواسطہ صحابہ اور آئمہ براہ راست (بلا واسطہ نبوت) خدا تک پہنچ گیا۔

ا۔ جن امور شرعی کے متعلق قرآن کریم میں نص نہیں ان کے متعلق نبی کریمؐ کا حکم بھی بر بنائے اجتہاد اور صحابہ کا حکم بھی بر بنائے اجتہاد ، نبی کریمؐ بھی مجتہد اور صحابہ بھی مجتہد : ان میں سے جس کی بھی اقتدا کی خدا تک پہنچ گئے ۔ (اور اسی وجہ سے اکثر مسائل میں سُنی حضورؐ کی بجائے صحابہ کی اقتدا کر لیتے ہیں ۔جیسا کہ ذکر ہوا) گویا بواسطہ صحابہ براہ راست خدا تک پہنچا جا سکتا ہے۔

۲۔ خلفاء راشدین (خصوصاً حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ) کی سنت بھی جزو دین ۔ ان کی سنت کا منکر بھی دین کا منکر: جب ان کی سنت بھی سنت نبویؐ کی طرح حصول جنت و نجات کا ذریعہ ہے تو بواسطہ سنت خلفاء راشدین براہ راست خدا تک پہنچ گئے۔

۳: حضرت ابوبکرؓ کے متعلق آپ کی احادیث میں ہے:

تاریخ الخلفاء (سیوطی) میں مسند معاذ بن جبل ، مسند اسامہ اور طبرانی کے حوالہ سے تحریر ہے: ذکر ابوبکر: فصل فی علمہ صـ۳ـہ:

قال قال رسول اللہؐ ان اللہ یکرہ ان یخطاء ابوبکر:

ترجمہ: اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا کہ ابوبکر سے خطا ہو۔
گویا اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ حضرت ابوبکر سے خطا ہو۔ جس امر کو اللہ تعالیٰ نہ چاہے اس کا واقع ہونا محال۔ پس حضرت ابوبکر معصوم عن الخطا ہوئے۔
کنز العمال ج ۱۰ کتاب الرابع من حرف الفاء کتاب الفضائل۔ الفصل فضائل الخلفاء حدیث ۳۲۶۳۵
الناس کلھم یحلسابون الا ابابکر (ابونعیم عن عائشہ)
ترجمہ: ابوبکر کے سوا ہر ایک کا محاسبہ ہوگا۔
معصوم کسی کا شاگرد ہونے کا محتاج نہیں۔ اور ان کی اتباع واقتدا سے "براہ راست خدا تک پہنچ گئے"
۳۔ حضرت عمر کی عصمت کا درجہ تو بہت ہی بلند ہے۔
ا: تاریخ الخلفاء: ذکر عمرؓ: فصل فی الاحادیث الواردۃ فضلہ اخرج الترمذی:
عن ابن عمرؓ ان رسول اللہ ﷺ قال ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر وقلبہ:
ترجمہ: اللہ نے زبان عمر اور قلب عمر پر حق رکھا ہے۔
جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا ہی ان اوصاف سے کیا ہو کہ قلب ہمیشہ حق ہی کا ارادہ کرے اور زبان ہمیشہ حق ہی کہے اس کی اتباع واقتدا بلاشک براہ راست خدا تک پہنچا سکتی ہے۔
ب: ایضاً صـ۸۰: اخرج الترمذی والحاکم وصححہ:
عن عقبۃ بن عامر قال قال رسول اللہ ﷺ لوکان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب:
ترجمہ: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔
گویا حضرت عمر میں ایک نبی کے تمام اوصاف موجود ہیں۔ لیکن مبعوث نہ ہوں گے۔ کیونکہ میرے بعد کسی نبی نے نہیں آنا۔ ایک نبی کے اوصاف رکھنے والے شخص کی اقتداء سے براہ راست خدا تک پہنچ گئے۔
ج: شرح فقہ اکبر (مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۴۸ھ) صـ۲۱:
ان اللہ ینطق علی لسان عمر:
ترجمہ: عمر کی زبان پر بلاشک اللہ بولتا ہے۔
حضور نبی کریم وحی کے مطابق کلام کرتے ہیں۔ لیکن حضرت عمر کی زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ گویا کلام خدا ہے کیا ایسے مقدس بزرگ کی اقتداء سے براہِ راست خدا تک نہ پہنچ گئے۔
د: کنز العمال: ج ۱۱، کتاب الرابع، حرف الفاء، کتاب الفضائل: فصل فضائل الخلفاء (عمرؓ) حدیث نمبر ۳۲۷۶۱
لولم ابعث لبعث عمر اید اللہ عزوجل عمر بملکین یوفقانہ و یؤیدانہ فاذا اخطاء صرفاہ حتی یکون صواباً:

ترجمہ: اگر میں مبعوث نہ ہوتا تو عمرؓ نبی ہوتا - اللہ نے عمر کے ساتھ دو ملائکہ لگا رکھے ہیں۔ جو اسے موفق رکھتے ہیں اور سیدھی راہ چلاتے ہیں۔ اگر کوئی غلطی کرے تو وہ اسے روکتے ہیں اور صحیح کام کرتا ہے۔
(مالک و ابن عساکر) نیز حدیث نمبر ۶۵، ۳۲:
الشیطان یفرُّ من حس عمر :
ترجمہ: شیطان عمر کے آہٹ ہی سے بھاگ جاتا ہے۔
ایسے بزرگ جن کے ساتھ دو فرشتے ہمیشہ موجود رہیں اور حق کی طرف راہبری کرتے رہیں۔ اور شیطان جس کی اہٹ پا کر بھاگ جاتا ہو۔ اس کی عصمت کے کیا کہنے۔ ایسے کسی کی شاگردی کی ضرورت نہیں۔
۴: حضرت عثمانؓ کے متعلق حضورؐ کا ارشاد:
تاریخ الخلفاء: ذکر عثمانؓ: فصل فی الاحادیث الوارده فی فضله صـ۱۰۴ـ:
اخرج ابو یعلیٰ عن ابن عمر ان النبیؐ قال ان الملائکة لتستحیی من عثمان کما تستحی من الله ورسوله
ترجمہ: فرشتے عثمان سے اسی طرح حیا کرتے ہیں۔ جس طرح اللہ اور اس کے رسولؐ سے:
اصول فطرت ہے کہ ہمیشہ ناقص کامل سے شرماتا ہے۔ اس حدیث کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ فرشتوں سے خطا د ترک اولیٰ ممکن ہے۔ لیکن حضرت عثمان سے نہیں۔ کیونکہ حضرت عثمان فرشتوں سے زیادہ محفوظ عن الخطاء ہیں۔ تبھی تو فرشتے ان سے شرماتے ہیں۔ اور ان کی اقتداء سے براہِ راست خدا تک پہنچ گئے۔
۵: اب آئمہ میں سے امام ابو حنیفہ کی شان ملاحظہ فرمائیے:
نور الایضاح (مطبوعہ فرینڈز اون پریس) الدرس الثالث من مناقب ابی حنیفه صـ۳ـ:
ذکر ھا العلامة الحافظ النجم الغیطی فان الامام قال رأیت رب العزت فی المنام تسعا وتسعین مرة فقلت فی نفسی ان رأیته تمام المائة لاسئلنه بما تنجوا الخلائق من عذابه یوم القیامة قال فرأیت سبحانهٗ وتعالیٰ فقلت عزّ جارک وجل ثناؤک وتقدّست اسماؤک بم ینجو عبادک یوم القیامة من عذابک فقال سبحانه تعالیٰ من قال بعد الغداة والعشیٔ سبحان الابدی الابد
ترجمہ: امام ابو حنیفہ کا ارشاد ہے کہ میں نے رب العزة کو ننانوے مرتبہ خواب میں دیکھا ہے۔ میں نے دل میں فیصلہ کیا کہ اگر سوویں مرتبہ اتفاق ہوا تو اس سے یہ بات ضرور پوچھوں گا کہ قیامت کے دن لوگ اس کے عذاب سے کیسے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔ چنانچہ جب سوویں مرتبہ زیارت ہوئی تو میں نے عرض کیا: آپ کا پڑوسی ہمیشہ معزز رہے۔ آپ کی ثناء ہمیشہ اجل رہے۔ اور آپ کے اسماء ہمیشہ مقدس رہیں۔ قیامت کے دن آپ کی مخلوق آپ کے عذاب سے کیسے نجات حاصل کر سکتی ہے؟
اللہ سبحانہٗ نے فرمایا جو شخص نماز صبح اور عشاء کے بعد یہ دعا مانگے سبحان الابدی الابد: الخ

تو میرے عذاب سے نجات پائے گا۔
ایسا امام جو براہ راست اللہ تعالیٰ سے گفتگو کرسکتا ہو۔ احکام دین معلوم کرسکتا ہو وہ حضورؐ کے کسی بات میں شاگرد ومحتاج نہ بنے۔ اور ان کے متبعین کا سلسلہ اسلام بلاواسطہ خدا تک پہنچ گیا۔
ان حقائق کے باوجود سُنیوں کا ایمان بالرسالت کا دعوی (بالفاظ حافظ جی) کیا سنگین جھوٹ اور فراڈ نہیں ہے۔
سوال نمبر ۴۵/ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول وفعل سے جو کچھ ظاہر ہوتا وہ مبنی برحقیقت اور قابل تصدیق ہوتا تھا یا نہ؟
اگر ہر فعل وارشاد حقیقت کا ترجمان تھا تو شیعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تقیہ کا الزام شنیع کیوں لگاتے ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ جو بات آپ نے ظاہر کی وہ حق نہ تھی۔ جو کچھ دل میں چھپایا وہ حقیقت ہوتا تھا۔ اس صورت میں نبوت کے ارشادات واعمال سے یقین اٹھ جائے گا۔
امام صادقؑ کا یہ فرمان کہ حضور آیت "بلغ ما انزل" کے نازل ہونے سے پہلے کبھی کبھی تقیہ کرتے تھے نیز یہ کہ حج کی احادیث مختلفہ تقیہ پر محمول ہے۔
نیز حضرت علی علیہ السلام کی ولایت اور امامت کا حکم خدا پہنچانے میں لوگوں سے ڈرتے تھے۔ اور خدا نے ڈانٹ کر تاکیدی وحی اتاری:
نیز یہ کہ لشکر اسامہ کو بھیجنے سے مقصود جہاد نہ تھا۔ بلکہ مدینہ کو منافقوں سے خالی کرانا تھا تاکہ حضرت علیؑ کی خلافت میں کوئی نزع نہ کرسکے۔
ملاحظہ ہو حیات القلوب
ج ۲، ص۱۱، ص۵۳۷، ص۵۴۲، ص۶۲۸: وغیرہ
کیا نبوت محمدی کے انکار کرنے کے لئے اس سے بہتر حربہ کسی فرقے کو سوجھے ہیں؟
جواب: قولہ: کیا حضورؐ ـ ـ ـ ـ ـ ہوتا تھا یا نہ؟
اقول: اگر "مبنی برحقیقت" سے حافظ جی کی مراد یہ ہے کہ حکم خداوندی اور اصول اسلام کے مطابق ہوتا تھا تو بلاشک حضورؐ کا ہر قول وفعل حقیقت کا ترجمان ہے۔ اور اگر اس سے حافظ جی کی مراد یہ ہے کہ حضورؐ کا ہر قول واقعہ کے مطابق اور دل کے ارادہ کے ساتھ ہوتا تھا۔ اور جو ارادہ فرماتے اسی کے مطابق بیان بھی فرماتے تھے۔ تو اس کی تصدیق حافظ جی کے نزدیک مسلّمہ احادیث سے ہوتی۔
ابوداؤد: کتاب الجہاد: الفصل الثانی فی آدابہ حدیث نمبر ۵:
عن کعب ابن مالک کان رسول اللہؐ اذا اراد غزوۃ ورّی بغیرھا ویقول الحرب خدعۃ:
مطلب یہ کہ جب بھی کسی جنگ کا ارادہ فرماتے تو جس کا دل میں ارادہ کیا ہوتا اس کی بجائے کسی دوسری

جنگ یا دوسرے مقصد ذکر کر کے اُس ارادہ کا توریہ (چھپانا) فرماتے۔ اور فرماتے کہ جنگ تو ہے ہی سرتاپا دھوکہ و فریب:

قولہ: کیا اس صورت میں ـ ـ ـ ـ ـ یقین اٹھ جائے گا۔

اقول: جی نہیں: ایک کامل ایمان جو اصول اسلام اور سنت نبیؐ سے واقف ہے اور جو ایمان رکھتا ہے کہ اللہ کے رسولؐ کا ہر قول و فعل حکمت و مصلحت پر مبنی ہے۔ اس کا یقین تو نہیں اٹھے گا۔ البتہ آپ جیسے لوگ جو اپنے قیاس باطل کی بناء پر ہر صورت اور ہر مقام پر اظہار واقعیت کو لازم و واجب اور غلط بیانی کو جرم وگناہ سمجھتے ہیں۔ اُن کا یقین اٹھ جائے تو کچھ بعید نہیں۔

دیکھئے اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم جانتے تھے کہ حضورؐ ہر جنگ کی تیاری پر توریہ فرماتے ہیں پھر اُن کا یقین نہیں اٹھ گیا تھا۔

قولہ: تقیہ کا الزام شنیع:

اقول: حافظ جی! آپ کی جرأت کی داد دیتا ہوں: جس امر کو خلاق عالم نے اپنے پاک کلام میں جائز قرار دیا اسے امر شنیع قرار دینا آپ جیسے جری سے ہی ہو سکتا ہے۔

پ ۳ ع ۱۱: لا یتخذ المومنون الکافرین اولیاء من دون المومنین ومن یفعل ذالک فلیس من اللہ فی شیٔ الا ان تتقوا منھم تقٰۃ:

ترجمہ: مومنین کے لئے ہرگز جائز نہیں ہے کہ مومنین کو چھوڑ کر کفار کو دوست بنائیں۔ جس نے بھی ایسا کام کیا وہ اللہ کے ہاں لیس بشیٔ ہے۔ ہاں اگر تقیہ مقصود ہو تو کفار سے محبت کر سکتے ہو۔

پ ۱۴ ع ۲۰: ومن کفر بعد ایمانہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان ولکن من شرح بالکفر صدرا فعلیھم غضب من اللہ:

ترجمہ: جو شخص ایمان کے بعد کافر ہو جائے لیکن اگر کسی کو مجبور کیا گیا ہو اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو تو اظہار کفر میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ جو شخص کفر کے لئے اپنے دل کی کھڑکیاں کھول دے تو ان پر اللہ تعالٰی کا غضب ہوگا۔

بخاری نے ان دونوں آیتوں سے تقیہ کا استنباط کیا ہے۔

بخاری کتاب الاکراہ

قولہ تعالٰی الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان وقال: الا ان تتقوا منھم تقاۃ ـ وھی تقیۃ:---

قال الحسن التقیۃ الی یوم القیامۃ:

ترجمہ: بخاری: کتاب الاکراہ: الا ان تتقوا منھم تقاۃ: یہی تقیہ ہے۔ حسن کا قول ہے کہ تقیہ تاقیامت جائز ہے۔

انبیاء نے تقیہ کیا:

ابوداؤد: کتاب الطلاق، باب فی الرجل یقول لامرأته یا اختی: ج ۱ صفحہ ۲۹۷:

عن ابی هریره عن النبی ان ابراهیم علیه السلام لم یکذب قط الا ثلثا ثنتان فی ذات الله قوله انی سقیم وقوله بل فعله کبیرهم هذا و بینا هو یسیر فی ارض جبار من الجبابرة اذ نزل منزلہ فاتی الجبار فقیل له انه نزل ههنا رجل معه امرأة احسن الناس قال فارسل الیه فسأله عنها فقال انها اختی. فلما رجع الیها قال هذا سألنی عنک فانبأته انک اختی وانه لیس الیوم مسلم غیری وغیرک انک اختی فی کتاب الله فلا تکذبینی عنده:

ترجمہ: ابوہریرہ نے آنحضور سے روایت کی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے پوری زندگی میں تین جھوٹ بولے ہیں۔ دو جھوٹ اللہ کے لئے تھے۔ ایک تو وہ جب انہوں نے قوم سے کہا کہ میں بیمار ہوں۔ اور دوسرا بُت شکنی کی جواب طلبی پر آپ نے قوم سے فرمایا۔ انہیں میں نے نہیں توڑا بلکہ ان کے بڑے نے توڑا ہے۔ اور تیسرا جھوٹ اس وقت بولا جب ایک جابر حکمران کی حدود میں جارہے تھے۔ دوران سفر ایک قیام کیا۔ ایک شخص نے آکر اس جابر حکمران کو بتایا کہ فلاں جگہ ایک مسافر آیا ہے۔ اس کے ساتھ حسین ترین عورت ہے۔ اس جابر حکمران نے آپ کو بلا بھیجا۔ آپ اس کے روبرو ہوئے تو اس نے پوچھا کہ یہ عورت کون ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ میری بہن ہے۔ پھر واپس پلٹ کر اپنی بیوی کو بتایا کہ میں نے بادشاہ کو بتایا ہے کہ تو میری بہن ہے۔ چونکہ اس وقت روئے ارض پر تیرے اور میرے سوا کوئی بھی مسلمان نہیں۔ اس لئے تو دینی اعتبار سے میری بہن ہے لہٰذا اس کے روبرو میری تصدیق کردینا۔

حافظ جی! اس سے بڑھ کر تقیہ کے ثبوت میں اور کیا ہوگا۔ مگر افسوس کہ شیعہ مذہب سے تعصب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے اس نبی پر جسے اللہ تعالیٰ نے (کَانَ صِدِّیقًا نَّبِیًّا) کا خطاب دیا۔ جھوٹ کا الزام شنیع لگا دیا۔ اور اسے تقیہ کہنا گوارا نہ کیا۔

۲۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے تقیہ کیا۔ جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔

اصحاب رسول نے تقیہ کیا:

۱۔ باقی صحابہ کا تقیہ:

ایضاً: صفحہ ۳۲: ان المومنین کانوا فی ذالک یستترون باسلامهم ولا یطلع علی امرهم کثیر احد من قراباتهم دع الاجانب:

ترجمہ: آغاز میں مومنین اپنے ایمان کو مخفی رکھتے تھے۔ بیگانے تو بیگانے اپنے اقرباء بھی ان کے اس قدم سے مطلع نہ تھے۔

حضرت علی علیہ السلام کا تقیہ:

البدایہ والنہایہ: جلد ۳: فصل فی ذکر اول من اسلم صفحہ ۲۴:

عن علیؓ جاءہ (صلعم) فقال ماذا عرضت علی یا محمدؐ فقال لہ رسول اللہؐ تشہد ان لا الٰہ الا اللہ وتکفر باللات والعزیٰ وتبرأ من الانداد ففعل علی واسلم وعلی مکث ماتیہ علی خوف من ابی طالب علی اسلامہ ولم یظھرہ:

ترجمہ: حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ آپؑ آنحضورؐ کی خدمت میں آئے اور عرض کی: اے محمدؐ آپؐ نے مجھے کیا حکم دیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کی شہادت، لات اور عزیٰ کے کفر اور بتوں سے تبرّا۔ علیؑ نے ایسا کیا۔ لیکن ابوطالبؑ کے ڈر سے ظاہر نہ کیا۔ اور کچھ عرصہ تک اپنے اسلام کو چھپائے رکھا۔

۳: عمار بن یاسرؓ کا تقیہ:

روضۃ الاحباب: ذکر ایذاء واضرار کہ مشرکان مکہ بہ پیغمبران و یاران ورسانیدند: صفحہ ۱۲۶:

اما عمار آنچہ کفار مے خواستند بزبان گفت، خبر پیش پیغمبرؐ آوردند کہ عمار کافر شد، پیغمبرؐ گفت حاشا کہ وے کافر شود بدرستیکہ وے مملو است از ایمان از سر تا قدم و ایمان درمیان گوشت و خون درآمدہ عمار بچوں از کفار خلاصی یافت نزد حضرت آمد و میگریست از جفائے کفار۔ انسرور دستہائے مبارک را بر چشمہائے او مالید و از اشک پاک کرد و فرمود ان عادو لک فعدلہم بما قلت:

ترجمہ: جہاں تک عمار کا تعلق ہے تو جو کفار چاہتے تھے اس نے زبان سے کہہ دیا۔ آنحضورؐ کو اطلاع دی گئی کہ عمار کافر ہوگیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ عمار ایمان سے لبریز ہے۔ اور سر سے قدم تک ایمان میں ڈوبا ہوا ہے۔ عمار کے تو خون اور گوشت میں ایمان رچ بس چکا ہے۔

جب عمار کی کفار سے گلو خلاصی ہوئی تو روتا ہوا آنحضورؐ کی خدمت میں آیا۔ آپؐ نے اپنے دست مبارک سے عمار کے آنسو پونچھے اور فرمایا: عمار اگر پھر بھی ایسا اتفاق ہو تو جو مطالبہ کریں ان کا مطالبہ پورا کر دینا۔

۴۔ حضرت ابوبکر کا تقیہ:

روضۃ الاحباب، ذکر بیرون آمدن انسرور از غار توجہ بصوب مدینہ: صفحہ ۱۹۷:

مردیست کہ دراں راہ مردم با ابوبکر میرسیدند و لے پیر لے بود کہ براہ شام آمد و شد کردہ بود و مردم آنجا ویرا دانستہ بودند اما سید عالمؐ جوان بود و باں راہ نرسیدہ مردم آنجا ویرا نمے شناختند ابوبکر ردیف آنسرور بود چوں کسی بایشاں میرسید از ابوبکر مے پرسید کہ ایں چہ کس است ابوبکر توریہ میکرد و میگفت ہٰذا الذی یہدینی السبیل:

ترجمہ: غار سے نکل کر بسوئے مدینہ آمد کے سلسلہ میں جب لوگ راستہ میں ملتے تھے۔ چونکہ ابوبکر سن رسیدہ تھے اور اس نے یہ راہ کئی مرتبہ دیکھی ہوئی تھی اس لئے لوگ ان سے آشنا تھے۔ اور سرور کونینؐ جوان تھے۔ آپ سے لوگ نا واقف تھے۔ جب راستہ میں لوگ ابوبکر سے سوال کرتے کہ تیرے ساتھ کون ہے؟ تو ابوبکر چونکہ آنحضو

کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ اس لئے وہ جواب دیا کہ یہ میرا راہنما ہے۔

۵ : عبداللہ بن جابرؓ کا تقیہ :

دخل بشر المدینة فصعد منبرها و قال این شیخی الذی عهدته هنا الامس یعنی عثمان بن عفان قال واللہ یا اهل المدینة لولا عهد الی معاویة ما ترکت فی المدینة محتلماً الا قتلته . ثم امر اهل المدینة ان یبایعو لمعاویة وارسل و ارسل الی بنی سلمة وقال مالکم عندی امان ولا سابقة حتیٰ یاتونی بجابر بن عبد اللہ فاخبر بذالک جابر فانطلق حتی دخل علی ام سلمة زوج النبیؐ فقال یا اماه انهم یطلبون انه ابایع لمعاویة فقالت له اریٰ ان بشراً وبایعه لمعاویة وهدم بشر دوراً کثیرة بالمدینه :

ترجمہ : بشر داخل مدینہ ہوا۔ منبر رسول پر بیٹھا۔ اور کہنے لگا میرا وہ بزرگ کہاں ہے جس سے کل میں نے اسی جگہ معاہدہ کیا تھا۔ اے اہل مدینہ بخدا ! مجھے اگر معاویہ نے (یا زبت) کا حکم نہ دیا ہوتا تو مدینے کے ہر بالغ کو قتل کر دیتا۔ پھر اہل مدینہ کو حکم دیا کہ معاویہ کی بیعت کرو۔ بنی سلمہ کو پیغام بھیجا کہ جب تک جابر انصاری کو میرے پیش نہیں کرتے اس وقت تک تمہارے لئے کسی قسم کی امان نہیں ہے۔ جب جابر کو اطلاع ملی تو وہ ام المومنین ام سلمہؓ کے پاس آیا اور شکوہ کیا کہ : ماں یہ لوگ مجھے بیعت معاویہ کے لئے تلاش کر رہے ہیں۔ ام المومنین ام سلمہ نے فرمایا۔ میرا مشورہ ہے کہ بیعت کر لو ورنہ جان سے مار دیئے جاؤ گے۔ جناب جابر نے کہا کہ یہ گمراہی کی بیعت ہے۔ پھر جابر بشر کے پاس آیا اور معاویہ کی بیعت کر لی۔ بشر نے مدینہ کے اکثر مکانات کو گرا دیا۔

۶ : امیر معاویہ کا تقیہ :

البدایہ (لابن کثیر) تحت ذکر معاویہ بن ابی سفیان :

وکان معاویة یقول انه اسلم عام القضیة (عمرة القضاء) انه لقی رسول اللہؐ مسلماً وکتم اسلامه من ابیه وامه :

ترجمہ : معاویہ کہا کرتا تھا کہ میں نے اسلام تو عام القضیہ میں قبول کر لیا تھا۔ آنحضورؐ سے بحالت اسلام ہی میں ملا تھا۔ البتہ اپنے اسلام کو اپنی ماں اور باپ سے چھپائے رکھا۔

(نیز اسد الغابہ ج ۴ ص ۳۸۵ ، ذکر معاویہ)

۷۔ بعض آئمہ اہل سنت کا تقیہ :

تاریخ الخلفاء، ذکر المامون، عبداللہ ابو العباس ص ۲۱۱ : کتب المامون الیه :

(اپنے نائب علی بغداد اسحاق بن ابراہیم)

ایضاً : فی اشخاص سبعة انفس وهم محمد بن سعد کاتب الواقدی ویحیی بن معین وابو خیثمه وابو مسلم مستملی یزید بن هارون واسماعیل بن داؤد واسماعیل بن مسعود واحمد بن ابراهیم الاورقی فاشخصو الیه فامتحنهم بخلق القرآن فاجابوه فردهم من الرقة الی بغداد وسبب طلبهم انهم توقفوا اولاً

ثمہ اجابوہ تقیۃ" (از ۲۱۱ تا ۲۱۴)

ترجمہ: مامون نے اپنے بغداد کے گورنر کو حکم دیا کہ محمد بن سعد کاتب واقدی، یحییٰ ابن معین، ابوخثیمہ، ابومسلم، یزید ابن ہارون، اسماعیل ابن داؤد، اسماعیل ابن مسعود اور احمد بن ابراہیم دورقی کو میرے پاس بھیجدے۔ جب یہ لوگ آئے تو مامون نے ان سے خلق قرآن کے عقیدہ کی بابت پوچھا۔ انہوں نے اقرار کیا۔ ہارون نے انہیں رقہ سے واپس بغداد بھیجدیا۔ انہیں بلانے کا سبب یہ تھا کہ یہ لوگ خلق قرآن کے مسئلہ میں خاموش تھے۔ جب ہارون کے پاس آئے تو تقیۃ" خلق قرآن کا اعتراف کرلیا۔

حافظ جی! تقیہ فطرت کا تقاضا اور عقل سلیم کا فیصلہ ہے۔ اپنی جان و مال یا کسی دوسرے مومن کی جان و مال بچانے کی خاطر تقیہ (یا آپ کے الفاظ میں) "جھوٹ بولنے" کو کوئی سلیم العقل بُرا یا قابل مذمت امر نہیں سمجھتا۔

قولہ: امام صادق کا فرمان ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کبھی کبھی تقیہ کرتے تھے۔

اقول: حافظ جی! تیسیر الوصول کی مندرجہ ذیل حدیث پر غور فرمائیے۔ گو الفاظ مختلف ہیں لیکن اس حدیث کا مضمون وہی ہے جو امام صادق علیہ السلام کے الفاظ کا مفہوم ہے۔

تیسیر الوصول: ج ۱: کتاب التفسیر (سورۃ المائدۃ) صفحہ ۱۲۹:

عن عائشہ قالت کان رسول اللہ ص یحرس لیلاً حتیٰ نزل واللہ یعصمک من الناس" فاخرج رسول اللہ ص راسہ من القبۃ فقال ایھا الناس انصرفوا فقد عصمنی اللہ۔

ترجمہ: عائشہ رض سے مروی ہے کہ آنحضور ص رات کے وقت اپنے لئے نگران مقرر کیا کرتے تھے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی "اللہ تجھے لوگوں سے تحفظ دے گا" تو آپ نے خیمہ سے سر باہر نکالا اور فرمایا! لوگو! اب تم چلے جاؤ مجھے اللہ نے تحفظ دے دیا ہے۔

مطلب یہ کہ اس آیت مبارکہ کے نزول سے قبل حضور ص اپنی حفاظت کا اہتمام فرماتے تھے۔ حفاظت کے اہتمام میں تقیہ بھی ہے۔ تقیہ کے معنی ہی بچانا، اپنی حفاظت کرنا ہے۔

قولہ: حج کی احادیث مختلفہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تقیہ پر محمول ہے۔

اقول: میں نہیں سمجھ سکتا کہ حافظ صاحب کو اس عبارت کے کس لفظ پر اعتراض ہے۔ اصل عبارت ملاحظہ فرمائیے:

باب چہل نہم: ذکر حجۃ الوداع صفحہ ۱۱۵:

مؤلف گوید کہ درباب حج آنحضرت احادیث مختلفہ واقع شدہ است ممکن است کہ بعضے محمول بر تقیہ بودہ باشند یا آنکہ در بعضے عمرہ را حج حساب کردہ باشد یا آنکہ حدیث دہ حج محمول باشد بر حجہائے کہ بعد از نبوت بجا آوردند:

ترجمہ: مؤلف عرض گزار ہے کہ آنحضور ص کے حج کے سلسلہ میں مختلف احادیث ہیں۔ ممکن ہے بعض احادیث تقیہ پر محمول ہوں۔ یا ممکن ہے کہ بعض احادیث میں عمرہ کو حج سے تعبیر کیا گیا ہو۔ یا ممکن ہے۔ دس حج والی حدیث ان حجوں پر محمول ہو جو آپؐ نے اعلان نبوت کے بعد کئے ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ مصنف (علامہ مجلسی علیہ الرحمہ) نے اس عبارت سے قبل حضور ص کے کل حجوں کے متعلق وارد احادیث کا ذکر کیا ہے۔ بعض احادیث میں ہے کہ کل بیس حج کئے۔ اور بعض میں دس حج کا ذکر ہے۔ احادیث کے تعارض کو دور کرنے کی خاطر فرمایا ہے۔ کہ اس تعارض کی وجہ یا تو یہ ہے کہ دس حج کی روایت بیان کرنے والے راوی نے تقیہ سے کام لیا ہو۔ یا یہ وجہ ہو کہ بیس حج کی روایت کے راوی نے عمروں کو بھی حج تصور کیا ہو۔ اور حج اور عمروں کی مجموعی تعداد بیس بتائی ہو۔ یا یہ وجہ ہو کہ دس حج کی روایت کے راوی نے صرف ان حجوں کی تعداد بتائی ہو۔ جو حضور ص نے بعد نبوت ادا فرمائے۔

اب میری سمجھ میں نہیں آتا کہ حافظ جی کو کس امر پر اعتراض ہے۔ اگر ان کے اعتراض کا مطلب یہ ہو کہ دیکھو شیعہ راوی روایت میں تقیہ کرتے ہیں تو ہمیں انکار نہیں کہ ہماری کتب حدیث میں متعدد احادیث موجود ہیں جو تقیہ پر مبنی ہیں۔ اسلام و مسلمین کی مفاد کی خاطر تقیہ ہمارے نزدیک واجب ہے۔

قولہ: نیز حضرت علیؑ کی ولایت ـ ـ ـ ـ ـ لوگوں سے ڈرتے تھے۔ خدا نے ڈانٹ کر تاکیدی وحی اتاری۔

اقول: حافظ جی: اسی وحی تاکیدی کا بھی ذکر کیا ہوتا جس کے ذکر شان نزول میں علامہ مجلسیؒ نے یہ الفاظ فرمائے ہیں۔ جن کا ترجمہ آپ نے "ڈانٹ کر تاکیدی وحی اتاری" کیا ہے۔

علامہ مجلسیؒ نے اس آیت کریمہ کے شان نزول کا ذکر کیا ہے۔

پ ۶: ع ۱۴: یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک۔ فان لم تفعل فما بلغت رسالتہ۔ واللہ یعصمک من الناس:

شان نزول کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

پس برپا دار اے محمدؐ علیؑ را علمے درمیان خلق۔ و برگیر برایشاں بیعت اورا و تازہ گرداں عہد و پیمانے را کہ از ایشاں گرفتہ بودم بدرستیکہ من ترا بجوار رحمت خود مے طلبم۔ پس حضرت رسول ص ترسید از قوم کہ مبادا اہل شقاق و نفاق پراگندہ شوند و بجہالت و کفر خود برگردند۔

جبریل نزد آنحضرت آمد در وقتی کہ پنج ساعت از روز گذشتہ بود بآیت زجر و تہدید و مبالغہ و با ضامن شدن عصمت از شر اعدا:

ترجمہ: اے محمدؐ علیؑ کو مخلوق میں بطور علامت کے پیش کر دے۔ تمام لوگوں سے بیعت علیؑ لے لے۔ اور ان سے اس معاہدہ کی تجدید کرا لے جو میں نے پہلے لے رکھا ہے۔ کیونکہ عنقریب میں تجھے اپنے

جوارِ رحمت میں بلانے والا ہوں۔ لیکن آنحضورؐ امت کے اس خوف سے کہ کہیں اہل نفاق بکھر نہ جائیں۔ اور لوگوں کو کفر و جہالت میں نہ لے جائیں۔

جبریل اس وقت آنحضورؐ کے پاس آیا جب دن کے پانچ گھنٹے گزر چکے تھے اور آیت زجر و تہدید لایا۔۔۔۔۔

حافظ جی: علامہ مرحوم نے وہی کچھ لکھا جو کچھ اس آیت کریمہ میں مذکور ہے۔ اس آیت کریمہ کے مضمون میں واضح دلالت موجود ہے کہ:

اللہ تعالیٰ نے تاکید و تہدید (بالفاظ حافظ ڈانٹ) بھی فرمائی۔

فان لم تفعل فما بلغت رسالته:

ترجمہ: اگر یہ حکم نہ پہنچایا تو گویا تو نے اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم و پیغام ہی نہیں پہنچایا۔

اور یہ بھی کہ حضورؐ لوگوں سے خائف تھے۔

واللہ یعصمک من الناس:

اگر خائف نہ تھے تو اس آیت کا نزول (عیاذاً بالناس) عبث قرار پائے گا۔

حافظ جی: اپنے ہم مذہب مفسرین کی تفاسیر کو پڑھیئے۔ ان میں بھی آپ اس آیت کی تفسیر میں لکھا دیکھیں گے کہ حضورؐ خائف بھی تھے اور تہدید (بقول حافظ "ڈانٹ" بھی ہوئی۔

تفسیر فتح القدیر: تفسیر آیت بلغ ما انزل الیک:

اخرج ابوالشیخ عن الحسن ان رسول اللهؐ قال ان الله بعثنی برسالته فضقت بها ذرعاً وعرفت ان الناس مکذبی فوعدنی لا بلغن او لیعذبنی:

ترجمہ: ابوالشیخ نے حسن سے روایت کی ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ اللہ نے مجھے اپنی جس رسالت کی تبلیغ پر مبعوث فرمایا، میں انتہائی پریشان ہوا اور مجھے معلوم تھا کہ امت مجھے یقیناً جھٹلا دے گی۔ اللہ نے مجھے وعید کی کہ میں وہ پیغام پہنچا دوں ورنہ سزا دے گا۔

آپ کے بعض مفسرین نے تو بعض دیگر آیات کی تفسیر میں بھی اس خوف اور تہدید (ڈانٹ) کا ذکر کیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ رئیس المفسرین آیت" وانذر عشیرتک الاقربین"، کی تفسیر میں فرماتے ہیں

البدایہ والنہایہ: ج ۳: باب امر الله تعالیٰ رسولہؐ با بلاغ الرسالۃ: صـ۳۸ـ:

کنز العمال: ج ۱۳: کتاب الفضائل: فضائل علی حدیث نمبر ۳۶۴۱۹ (ابن اسحاق، ابن جریر، ابونعیم، ابن مردویہ)

عن ابن عباس عن علی ابن ابی طالب قال لما نزلت هذا الاية لو وانذر عشيرتك الاقربين قال رسول اللهؐ عرفت انی ان بادات بها قوی رایت منهم ما اکره فصمت فجاءنی جبریلؑ

فقال یا محمدؐ ان لم تفعل ما امرک ربک به عذبک بالنار :

ترجمہ : ابن عباس نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت "اپنے اقرباء کو ڈراؤ" نازل ہوئی تو مجھے یقین تھا کہ جب میں نے اپنی قوم سے یہ تذکرہ کیا تو مجھے ان کی طرف سے ناگوار سلوک کا سامنا کرنا پڑے گا۔ چنانچہ میں خاموش رہا۔ پھر جبریلؑ نے آکر کہا: اے محمدؐ! اگر وہ کام جو اللہ نے آپؐ کے سپرد کیا ہے آپؐ نے نہ کیا تو اللہ کی طرف سے آپؐ کو سخت سزا ملے گی۔

حافظ جی! آپ کی احادیث تو بتاتی ہیں کہ اور بھی کئی موقعوں پر حضورؐ پر اللہ کا عتاب ہوا (بالفاظ حافظ "حضورؐ کو ڈانٹا")

ا : تسیر الوصول ج ۲ : کتاب الحدود : الباب الاول ص۳ :

عن ابی الزناد قال لما قطع النبیؐ الذین اسرقوا القاحه وسمل اعینهم بالنار عاتبه الله فی ذلک ونزل انما جزاء الذین یحاربون الله ورسوله الایة : (ابوداؤد ، نسائی)

ترجمہ : ابو الزناد سے مروی ہے کہ جب آنحضورؐ نے چوروں کے ہاتھ کاٹے اور ان کی آنکھوں میں آگ کی سلائیاں پھروائیں تو اللہ نے آنحضورؐ کو سرزنش کی اور یہ آیت نازل کی "جو لوگ اللہ اور رسولؐ سے نبرد آزما ہوتے ہیں" الخ

ب : تسیر الوصول : ج۲ : کتاب السبق والرمی : الفصل الثانی من صفات الخیل ص۱۵۲ :

عن یحییٰ بن سعید قال رؤی النبی صلعم یمسح وجه فرسه بردائه فقیل له فی ذالک فقال انی عوتبت اللیله فی الخیل :

ترجمہ : یحییٰ بن سعید سے مروی ہے کہ ایک صبح آپؐ کو اپنے گھوڑے کا چہرہ اپنی چادر سے صاف کرتے دیکھا گیا۔ جب وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا کہ رات گھوڑے کے سلسلہ میں مجھے سرزنش کی گئی ہے۔

قولہ : تیسرا یہ کہ لشکر اسامہ کو ـ ـ ـ ـ ـ نزاع نہ کرسکے :

اقول : حضورؐ نے لشکر اسامہ کو عین ایسے وقت میں روانہ ہونے کا حکم دیا جب حضورؐ کو یقین تھا کہ اب میرا وصال و انتقال ہونے والا ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث سے ظاہر ہے۔

۱۔ تسیر الوصول ج ۴ : کتاب الموت : الباب الاول ، ذکر وفاۃ رسول اللہؐ : ص۱۶۷ :

عن عائشۃؓ کان النبیؐ یقول وھو صحیح لن یقبض نبی حتیٰ یری مقعده من الجنة ثم یحییٰ او یخیّر : (بقدر ضرورت) (ثلاثة والترمذی)

ترجمہ : عائشہ سے مروی ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا۔ اس وقت تک نبی کی روح قبض نہیں کی جاتی جب تک وہ جنت میں اپنا مقام نہ دیکھ لے۔ اس کے بعد اسے موت یا مزید زندگی میں اختیار دے دیا جاتا ہے۔

۲۔ تسیر الوصول ، ج ۳ ، کتاب الفضائل : الباب الثالث ، الفصل الثانی ، الفرع الثانی ص۲۱۳ :

۲: عن ابی سعیدؓ قال خطب رسول اللہؐ الناس فقال ان اللہ خیر عبداً بین الدنیا و بین ما عندہ فاختار ما عندہ فبکی ابو بکرؓ فعجبنا لبکائہ ان یخبرؐ عن عبد خیر، فکانؐ ھو المخیر وکان ابو بکر اعلمنا:

ترجمہ: ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ آنحضورؐ نے خطبہ دیا اور فرمایا کہ اللہ نے انسان کو دنیا اور جو کچھ اس کے پاس ہے میں سے کسی ایک کے انتخاب کا اختیار دیا ہے۔ اور انسان نے جو اللہ کے پاس ہے کو اختیار کر لیا۔ یہ سن کر ابوبکر رو دیا۔ ہمیں اس وقت تو ابوبکر کے اس گریہ پر تعجب ہوا کہ انسان کے اختیار دینے پر رونے کی کون سی بات ہے۔ لیکن جب آنحضورؐ کا انتقال ہوا تو اس وقت پتہ چلا کہ ابوبکر ہماری نسبت زیادہ عالم تھا اسے پتہ چل گیا تھا کہ آنحضورؐ کو موت یا زندگی میں اختیار دیا گیا تھا۔

۳: تیسیر الوصول ج ۱ کتاب التفسیر سورۃ النصر ص ۱۹۴:

عن ابی عباس قال کان عمرؓ یدخلنی مع اشیاخ بدر فکان بعضھم وجد فی نفسہ فقال لم تدخل ھذا معنا ولنا ابناء مثلہ فقال عمرؓ انہ من علمتم فدعانی ذات یوم فادخلنی معھم فعلمت انہ مادعانی الا لیریھم، فقال ماتقولون فی قول اللہ عزّ وجلّ "اذا جاء نصر اللہ والفتح" فقال بعضھم امرنا نحمدہ ونستغفرہ اذا نصرنا و فتح علینا: وسکت بعضھم فلم یقل شیئاً فقال أکذا تقول یا ابن عباس قلت لا قال فما تقول قلت ھو اجل رسول اللہؐ اعلمہ لہ فقال اذا جاء نصر اللہ والفتح فذالک علامۃ اجلک فسبح بحمد ربک و استغفرہ انہ کان توابا: فقال عمرؓ ما اعلم منھا الا ما تقول (بخاری، ترمذی)

ترجمہ: ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ عمر مجھے اصحاب بدر کے پاس لے جاتا تھا۔ بعض بدری دل میں میرے آنے کو محسوس کرتے تھے۔ ایک نے ایک دن کہا: اسے آپ ہمارے پاس کیوں لاتے ہیں۔ حالانکہ ہمارے بھی تو اس جیسے بیٹے ہیں۔ عمرؓ نے کہا: یہ شخص ان میں سے ہے جنہیں تم اچھی طرح جانتے ہو۔ پھر ایک دن عمرؓ نے مجھے بلایا اور اصحاب بدر کے پاس لے گیا۔ میں یہی سمجھا کہ عمرؓ نے مجھے اس طرف اس لئے بلایا ہے کہ انہیں دکھا دے۔ پھر ان سے پوچھا کہ اس آیت کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔ جب اللہ کی مدد اور فتح آئے گی۔ بعض نے تو کہا کہ جب اللہ کی طرف سے ہماری مدد ہو اور ہمیں فتح حاصل ہو اس وقت ہمیں حمد اور استغفار کا حکم دیا ہے۔ اور بعض خاموش رہے۔ پھر مجھ سے پوچھا کہ تو اس سلسلہ میں کیا کہتا ہے میں نے کہا میرے نزدیک یہ آنحضورؐ کی موت کی طرف اشارہ ہے۔ گویا اللہ نے فرمایا ہے کہ جب اللہ کی مدد آئے اور فتح حاصل ہو تو یہ تیری وفات کی علامت ہوگی۔ اس وقت حمد، خدا کی تسبیح اور استغفار کرنا۔ عمرؓ نے کہا: میں بھی یہی سمجھتا ہوں جو تو نے سمجھا ہے۔

۴: تیسیر الوصول: ج ا۔ کتاب الحج، الباب السابع فی الرمی، الفصل الثالث ص۲۹۶:

عن جابر رأیت رسول اللہؐ یوم النحر یرمی علی راحلتہ و ھو یقول خذ وعنی مناسککم لا ادری لعلی لا احج بعد حجتی ھذا (مسلم، ابوداؤد، النسائی)

ترجمہ: جابر سے مروی ہے کہ میں نے آنحضورؐ کو قربانی کے دن سواری پر چڑھے ہوئے رمی کرتے دیکھا وہ فرما رہے تھے۔ مجھ سے احکام حج سیکھ لو۔ مجھے نہیں معلوم شاید اس کے بعد میں حج نہ کرسکوں۔

۵: تیسیر الوصول ج ا۔ کتاب الجہاد۔ الباب الثانی الفصل الاول ص۲۲۲:

عن سلمۃ بن نفیل الکندیؓ قال قال رسول اللہؐ لا یزال من امتی امۃ یقاتلون علی الحق و یزیغ اللہ تعالی لھم قلوب اقوام و یرزقھم منھم حتی تقوم الساعۃ وحتی یاتی وعد اللہ۔ الخیل معقود فی نواصیھا الخیر و ھو یوحی الیّ انی مقبوض غیر ملبث و انکم تتبعونی الا فلا یضرب بعضکم رقاب بعض وعقر دار المومنین بشام (نسائی)

ترجمہ: سلمہ ابن نفیل کندی سے مروی ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق کی خاطر برسرِ پیکار رہے گا۔ اللہ ان کے لئے کچھ لوگوں کے دل خوفزدہ کردے گا۔ اور انہیں ان سے رزق دے گا۔ حتیٰ کہ قیامت اور وعدہ خدا آجائے گا۔ گھوڑوں کی پیشانی سے ہر خوبی وابستہ ہے۔ اللہ نے مجھے وحی کی ہے کہ میں کوچ کرنیوالا ہوں۔ زیادہ دیر ٹھہرنے والا نہیں۔ تم میرے بعد آؤ گے۔ ایک دوسرے کی گردنیں نہ اڑانا۔ مومنین کے گھروں کا اصل و مرکز شام ہوگا۔

عین ایسے نازک وقت میں لشکر اسلام کو جہاد کے لئے روانہ کرنے میں آخر کیا سرّ و حکمت تھی؟

علامہ مجلسیؒ نے اس حکمت کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

حیات القلوب: ج ۲۔ باب شصت وسوم: در وصیت حضرتؐ ص۶۴۵:

چون حضرت رسولؐ از حجۃ الوداع مراجعت فرمود بر آں حضرتؐ معلوم شد کہ رحلت او بعالم بقا نزدیک شدہ پس اسامہ بن زید را امیر کرد و لشکر منافقان و اھل فتنہ و غیر ایشاں ترتیب داد و امر کرد او را با اکثر اصحاب بیروں رود غرض حضرت از فرستادن ایں لشکر آں بود کہ مدینہ از اھل فتنہ و منافقان خالی شود وکسی با حضرت امیر مومناں منازعہ نکند و امر خلافت بر آنحضرت مستقر گردد:

ترجمہ: آنحضورؐ کی وصیت: جب آپ حجۃ الوداع سے واپس تشریف لائے اور یہ معلوم ہوگیا کہ آپؐ کا وقت رحیل قریب تر ہوچکا ہے۔ اسامہ ابن زید کو امیر لشکر مقرر کیا۔ اور جملہ منافقین اور ایسے افراد جن سے کسی قسم کے فتنہ و فساد کا خوف تھا کو لشکر اسامہ میں شامل ہونے کا حکم دیا۔ اور فرمادیا کہ تمام صحابہ بیرون مدینہ چلے جائیں۔ آپ کا مقصد فقط یہ تھا کہ مدینہ منافقین اور فتنہ پردازوں سے پاک ہو جائے۔ اور خلافت کے سلسلہ میں حضرت علیؑ سے کسی قسم کا نزاع نہ ہو۔

اگر ایسے وقت میں لشکر روانہ کرنے میں یہی حکمت اور یہی راز ہو اور حضورؐ کا ارادہ یہی ہو کہ منافقین اور فتنہ پردازان کو صحابہ کے ساتھ مدینہ سے باہر بھیج دیا جائے تاکہ امام حق کی بیعت بغیر فتنہ و فساد کے انجام پا جائے۔ تو میں نہیں سمجھتا کہ اس میں کون سا امر قابل اعتراض ہے۔ مصلحت دین و مومنین کی خاطر ایسی تدابیر کرنا نہ صرف جائز بلکہ مستحسن و مستحب ہے۔

آپ کی کتب احادیث میں ایسی احادیث بھی موجود ہیں جو بتاتی ہیں کہ دو مسلمانوں کے درمیان فتنہ و فساد کو مٹانے کے لئے جھوٹ تک بولنا جائز ہے۔

تیسیر الوصول ج ۴، کتاب الکذب، الفصل الثانی ص۱۳۰:

عن اسماء بنت یزیدؓ قالت قال رسول اللہؐ یا ایھا الناس ما یحملکم علی ان تتا بعوا علی الکذب کتتا بع الفراش فی النار، الکذب کلہ علی ابن آدم حرام الاّ فی ثلاثۃ خصال: رجل کذب علی امرأتہ لیرضیھا و رجل کذب فی الحرب فان الحرب خدعۃ و رجل کذب بین مسلمین لیصلح بینھما:

ترجمہ: اسماء بنت یزید سے مروی ہے کہ آنحضورؐ نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ لوگو! آخر تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ کہ جھوٹ پر ایک دوسرے کے پیچھے اس طرح بھاگتے ہو جس طرح پروانے جلنے کی خاطر ایک دوسرے کے تعاقب میں جاتے ہیں۔ یاد رکھو انسان کے لئے ہر جگہ جھوٹ بولنا حرام ہے۔ البتہ تین مقام ایسے ہیں جہاں جھوٹ بولا جا سکتا ہے۔

۱۔ عورت کو راضی رکھنے کی خاطر شوہر جھوٹ بول سکتا ہے۔

۲۔ دشمن کو زیر کرنے کی خاطر جنگ میں جھوٹ بولا جا سکتا ہے۔ کیونکہ جنگ فریب ہے۔

۳۔ مومنین میں باہمی صلح کی خاطر مصلح جھوٹ بول سکتا ہے۔

اور حضورؐ کے بعد امر خلافت میں تو تمام امت مسلمہ کے اختلاف و فتنہ میں پڑ جانے کا خطرہ تھا اگر حضورؐ نے مسلمانوں کو اس خطرہ سے بچانے کیلئے یہ تدبیر کی ہو تو اس میں کیا قباحت ہے۔ خصوصاً جبکہ حضورؐ نے کسی غلط بیانی کا بھی سہارا نہیں لیا۔ بلکہ اس جہاد پر لشکر کو بھیجنے کو اس خاص وقت پر موقوف فرمایا۔

۲۔ انبیاء ماسلف بھی تو دینی مصلحت کے تحت ایسی تدابیر سے کام لیتے رہے۔ جن میں شیعہ عقیدہ کے مطابق تقیہ اور سنی مسلک کے مطابق جھوٹ تک سے کام لیا گیا۔

دیکھئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کے عجز و درماندگی اور خلاق عالم کی وحدانیت ثابت کرنے کیلئے جو تدبیر اختیار کی اس میں تقیہ یا جھوٹ سے کام لیا۔

تیسیر الوصول ج ۴ کتاب الکذب۔ الفصل الثانی ص۱۳۱:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہؐ لم یکذب ابراھیم النبی علیہ السلام الاّ ثلاث کذبات

ثنتان فی ذات اللّٰہ، قولہ اِنی سقیم وقولہ : بل فعلہٗ کبیرھم ھذا ، وواحدۃ فی سارۃ اخرجہ الخمسہ الا النسائی -

ترجمہ: ابوہریرہ سے مروی ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیمؑ نے پوری زندگی میں صرف تین جھوٹ بولے تھے۔ دو جھوٹوں کا تعلق اللہ سے تھا اور ایک جھوٹ کا ان کی اپنی بیوی سارہ سے تھا۔ اللہ سے متعلق دو جھوٹ یہ تھے۔ پہلا جھوٹ جب لوگوں نے کہا کہ آؤ عید پر چلیں ۔ تو جواب دیا۔ میں تو بیمار ہوں۔ حالانکہ بیمار نہ تھے۔ دوسرا جھوٹ اس وقت بولا جب بُت شکنی کی اور لوگوں نے پوچھا یہ بت تو نے توڑے ہیں انہوں نے کہا نہیں ان کے بڑے نے توڑے ہیں ۔ اور بیوی کے سلسلہ میں یہ جھوٹ تھا کہ جب بادشاہ نے پوچھا ۔ یہ عورت کون ہے ۔ تو کہا میری بہن ہے۔

دیکھئے حضرت ابراہیمؑ بیمار نہ تھے۔ اور کہا میں بیمار ہوں۔ (تاکہ بُت توڑنے کا موقعہ مل جائے) اور بُت خود توڑے اور فرمایا کہ اس بڑے بُت نے یہ کام کیا ہے (تاکہ بتوں کے کلام کرنے تک سے عجز ظاہر ہو جائے) صحاح ستہ میں سے نسائی کے علاوہ پانچ)

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے سگے بھائی بنیامین کو پنے سوتیلے بھائیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے ایسی تدبیر فرمائی ۔ جسے اللہ تعالیٰ نے الہام فرمایا تھا۔

پ ۱۳ ، ع ۳ :

کذالک کدنا لیوسف وکان لیاخذ اخاہ فی دین الملک الا ان یشاء اللہ -

ترجمہ: اسی طرح ہم نے یوسفؑ کو موقعہ فراہم کیا۔ حالانکہ وہ بادشاہ کی تعزیرات کے مطابق اپنے بھائی کو اپنے پاس نہیں رکھ سکتا تھا۔

خود ہی سونے کا پیالہ (جس سے غلہ ماپتے تھے) اپنے بھائی کے سامان میں رکھ دیا۔

پ ۱۳ ، ع ۳ :

فلما جھزھم بجھازھم جعل السقایۃ فی رحل اخیہ

ترجمہ: جب ان کا سامان پیک کروایا تو پیمانہ اپنے بھائی کے سامان میں رکھوا دیا۔

پھر خود ہی اعلان کرا دیا کہ تم چور ہو۔

ایضاً : ثم اذن مؤذن ایتھا العیر انکم لسارقون -

ترجمہ: پھر یوسفؑ کے منادی نے منادی کی کہ اے قافلہ والو ! تم چور ہو۔

۳: صحابہ مصلحت دین کی خاطر ایسی تدابیر سے کام لیتے تھے۔

۱: جس وقت نبی کریمؐ رحلت فرمائی تو حضرت ابوبکر موجود نہ تھے ۔ حضرت عمر نے اس خوف سے کہ حضرت ابوبکر کے پہنچنے سے قبل منافقین امر خلافت میں ایسا اقدام نہ کرلیں ۔ جو امت مسلمہ کے مفاد میں نہ

ہو ایسی ہی تدبیر کی۔

تیسیر الوصول : جلد ۲ کتاب الخلافۃ والامارۃ ، الباب الثانی صفحہ ۳۹ (ایک طویل حدیث)

عن عائشۃ رض قالت توفی رسول اللہ ص و ابوبکر بالسنح تعنی بالعالیۃ (موضع بعوالی المدینۃ) فقام عمر رض یقول و اللہ ما مات رسول اللہ ص لیبعثنہ اللہ تعالیٰ فلیقطعن ایدی رجال وارجلھم ۔ فجاء ابوبکر فکشف عن رسول اللہ ص فقبلہ وقال بابی انت و امی طبت حیاً ومیتاً والذی نفسی بیدہ لا یذیقک اللہ الموتتین ، ثم خرج فقال ایھا الحالف علی رسلک فلما تکلم ابوبکر جلس عمر فحمد اللہ ابوبکر و اثنی علیہ ثم قال الا من کان یعبد محمداً فان محمداً قد مات ومن کان یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت ۔ ۔ ۔ ۔ قالت فما کان من خطبتھما من خطبۃ الا نفع اللہ بھا لقد خوف عمر الناس وان فیھم لنفاقاً فردھم اللہ تعالیٰ بذالک ثم لقد بصر ابوبکر الناس فی اللہ تعالیٰ وعرفھم الحق الذی علیھم (اخرجہ البخاری والنسائی)

ترجمہ : عائشہ سے مروی ہے کہ آنحضور ص جب فوت ہوئے تو ابوبکر محلہ سنح میں تھا۔ یعنی ایسی جگہ تھا جو مدینہ کی بلندی پر واقع تھی۔ عمر اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے کہا۔ بخدا ... ہرگز نہیں مرا۔ اللہ ابھی اسے اٹھائے گا اور یہ اٹھ کر لوگوں کے ہاتھ اور پاؤں کاٹنے لگے گا۔

اتنے میں ابوبکر آگیا اس نے چہرہ رسول ص سے کپڑا ہٹایا۔ بوسہ لیا۔ اور کہا کہ میرے والدین آپ ص پر قربان جائیں آپ زندہ اور مردہ پاک تھے۔ مجھے اس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اللہ آپ ص کو دو موتیں نہیں دے گا۔ پھر باہر نکلے اور عمر سے کہا او قسم کھانیوالے خاموش رہ۔ جب ابوبکر نے بات کی تو عمر چپ ہو کر بیٹھ گیا۔ ابوبکر نے اللہ کی حمد و ثناء کی اور کہا۔ جو شخص محمد ص کی عبادت کرتا تھا تو دیکھ لو کہ وہ مر چکا ہے۔ اور جو اللہ کی عبادت کرتا ہے تو اللہ حیّ ولا یموت ہے۔

عائشہ کہتی ہے کہ دونوں کے خطبہ نے لوگوں کو بڑا فائدہ دیا۔ عمر نے تو صحابہ کو ڈرا دیا تھا۔ صحابہ رض میں منافق تھے اللہ نے انہیں اس کے خطبہ سے واپس لوٹا دیا۔ ابوبکر نے صحابہ کو اللہ کی راہ دکھادی اور جو حق تھا اس کی معرفت ہوگئی۔

بلاشک حضرت عمر کا یہ فرمانا کہ حضور ص فوت نہیں ہوئے۔ منافقین کو روکنے کیلئے تھا ورنہ یہ امر بعید از عقل و قیاس ہے کہ حضرت عمر کا سا شخص حضور ص کے وفات پانے کا عقیدہ و یقین نہ رکھتا ہو۔ خصوصاً جبکہ حضور ص اپنے وصال کے قریب تر ہونے کی خبر دے چکے ہوں۔

اب رہا یہ سوال کہ کیا یہ الفاظ حضرت عمر نے اپنے ارادہ و اختیار سے کہے تھے یا اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر کو ایسی حالت میں مبتلا کر دیا کہ یہ الفاظ بلا ارادہ و اختیار حضرت عمر سے سرزد ہوئے ؟

دونوں صورتوں میں ان کا یہ الفاظ زبان سے نکالنا اس امر کا ثبوت ہیں کہ مصلحت دین کی خاطر ایسی

تدابیر جائز، مستحسن اور مستحب ہیں۔
ب: محمد بن مسلمہؓ صحابی رسولؐ نے ایسی ہی تدبیر سے کعب بن اشرف کو قتل کیا۔ دل میں حضورؐ کی محبت تھی مگر زبان سے (عیاذاً باللہ) حضورؐ سے تنگ آجانے کا اظہار کیا۔
تیسیر الوصول، ج ۳ کتاب الغزوات، قتل کعب بن الاشرف ص۱۲۸:
عن جابرؓ قال قال رسول اللہؐ من لکعب ابن الاشرف فانہ قد آذی اللہ ورسولہ، فقال محمد بن مسلمةؓ أتحب ان اقتلہ؟ قال نعم قال أتاذن لی فی القول فیک۔ قال قل فاتاہ فقال لہ وذکر ما بینھما وقال ان ھذا الرجل قد ارادا لصدقة وقد عنانا فلما سمعہ قال وایضاً واللہ لتملنة۔ قال انا قد اتبعناہ الان ونکرہ ان ندعہ حتی ننتظر الی ای شئ یصیر امرہ۔ ثم قال وقد اردت ان تسلفنی سلفاً قال فما ترھننی؟ قال وما ترید قال ترھننی نساءکم فقال انت اجمل العرب أنرھنک نساءنا؟ قال فترھنونی اولادکم قال یسب ابن احدنا فیقال رُھن فی وسق او وسقین من تمر ولکن نرھنک اللأمة یعنی اسلاح قال نعم وواعدہ ان یاتیہ بالحارث ابن یونس وابی عیس ابن جبیر وعباد بن بشر قال فجاؤ و فدعوہ لیلاً فنزل الیھم فقالت لہ امرأتہ انی لاسمع صوتاً کانہ صوت الدم فقال انما ھو محمد ورضیع ابو نائلة وان الکریم لو دعی الی طعنة لیلاً لاجاب قال محمد اذجاء فسوف امد یدی الی رأسہ فاذا استمکنت منہ فدونکم قال فنزل وھو متوشح فقالوا نجد منک ریح الطیب قال نعم تحتی فلانة اعطر نساء العرب قال محمد فأذن لی ان اشم منہ۔ قال نعم فشم۔ فتناول فشم ثم قال أتاذن لی اعود قال فاستمکن منہ ثم قال دونکم فقتلوہ۔

ترجمہ: جابرؓ سے مروی ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ کوئی ہے جو کعب ابن اشرف کا قصہ پاک کر دے۔ اس نے اللہ اور رسولؐ کو اذیت دی ہے؟ محمد ابن مسلمہ نے عرض کی کیا آپؐ پسند فرماتے ہیں کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں: محمد نے کہا کیا مجھے اجازت ہے کہ میں اس سے گفتگو میں آپؐ کا گلہ کرلوں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں: محمد کعب کے پاس آیا۔ اور اس سے باتیں کیں۔ اس نے کہا کہ یہ شخص صدقہ چاہتا ہے۔ جبکہ اس کا مقصود ہم ہیں۔ جب اس نے سنا تو کہا: بخدا تم بھی اس سے رنجیدہ ہو۔
محمد نے کہا: ہم اس کی اتباع کر چکے ہیں۔ اب دیکھ رہے ہیں کہ اس کا معاملہ کہاں تک چلتا ہے پھر محمد نے کہا میں کچھ قرض چاہتا ہوں۔ کعب نے کہا رہن میں کیا رکھو گے؟ محمد نے کہا۔ تو کیا چاہتا ہے؟ کعب نے کہا۔ اپنی عورتیں گروی رکھ دو۔ محمد نے کہا۔ تو حسین ترین شخص ہے بھلا ہم عورتیں تیرے پاس کس طرح رکھ سکتے ہیں۔ کعب نے کہا: پھر بچے رہن رکھ دو۔ محمد نے کہا نسلوں تک ہمارے لئے گالی بن جائے گی۔ اور ہمارے بچوں کو کہا جائے گا کہ تھوڑی سی رقم کے عوض تمہیں گروی رکھا گیا تھا۔ اگر تو مان جائے تو ہم اپنے ہتھیار رہن رکھتے ہیں۔ کعب نے کہا۔ ٹھیک ہے۔ البتہ میں مقتنن ہوں گا۔ محمد نے حارث، ابن یونس۔

ابوعبس ابن جبیر اور عباد ابن بشر کو ضمانت کیلئے ساتھ لانے کا وعدہ کیا۔ رات کے وقت یہ لوگ آئے۔ کعب ان کے پاس آنے لگا تو اسے بیوی نے کہا۔ میرے کانوں میں موت کی گھنٹی بج رہی ہے۔ اور ناک میں خون کی بُو آرہی ہے۔ کعب نے کہا کہ ایک محمد ہے اور دوسرا میرا دوست ابو نائلہ ہے۔ اگر کسی کریم کو وقت شب بھی نیزہ زنی کی دعوت دی جائے تو وہ لبیک ہی کہتا ہے۔ محمد نے ساتھیوں سے کہا۔ جب کعب آجائے تو میں اپنا ہاتھ اس کے سر کی طرف بڑھاؤں گا۔ جب میرا ہاتھ پکا ہو جائے تو تم دیر نہ کرنا۔ کعب نیچے اترا۔ بڑا مسلح تھا۔ محمد نے کہا تجھ سے عطر کی خوشبو آرہی ہے۔ کعب نے کہا ہاں فلاں عورت جو تمام عرب کی عورتوں سے زیادہ عطر رکھتی ہے۔ وہی آج کل میرے تصرف میں ہے۔ اسی نے عطر لگایا ہے۔ محمد نے کہا۔ کیا مجھے تھوڑی سی خوشبو سونگھنے کی اجازت دے گا۔ کعب نے کہا کیوں نہیں۔ محمد نے آگے بڑھ کر خوشبو سونگھی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پھر دوسری مرتبہ اجازت مانگی۔ دوسری مرتبہ آگے بڑھا اور اسے قابو کر لیا۔ ساتھیوں سے کہا۔ اب وقت ہے۔ انہوں نے اسے قتل کر ڈالا۔

ج: حضورؐ کے صحابی حجاج بن علاطؓ سلمی نے اپنے بیوی بچے اور مال کو کفار مکہ کے ہاتھوں سے نکالنے کیلئے ایسی ہی تدبیر سے کام لیا۔ حالانکہ فتح خیبر میں خود شامل تھا۔ اور جانتا تھا کہ حضورؐ کو فتح مبین حاصل ہوئی ہے۔ لیکن کفار مکہ کو چکمہ دینے کے لئے مکہ جا کر یہ کہا کہ حضورؐ کو شکست ہوئی۔ حضورؐ (خاکم بدہن) اسیر ہو گئے۔ میں چاہتا ہوں کہ تجار کے پہنچنے سے پہلے شکست خوردگان کو خرید لوں۔ وغیرہ۔

سیرت النبیؐ (ابن ہشام) ج ۳، ذکر فتح خیبر ص ۳۹۸:

قال ابن اسحاق ولما فتحت خیبر کلم رسول اللهؐ الحجاج بن علاطؓ السلمی ثم البهزی فقال یا رسول اللهؐ ان لی بمکة مالاً عند صاحبتی ام شیبه بنت ابی طلحة وکانت عندها له منها معرض بن الحجاج ومال متفرق فی تجار اهل مکة فأذن لی یا رسول اللهؐ فاذن له قال لا بد لی یا رسول اللهؐ من ان اقول قال قل قال الحجاج فخرجت حتی اذا قدمت مکة وجدت بثنیة البیضاء رجالاً من قریش یتسمعون الاخبار ویسألون عن امر رسول اللهؐ وقد بلغهم انه قد سار الی خیبر وقد عرفوا انها قریة الحجاز ریفا ومنعة ورجالاً فهم یتحسسون الاخبار ویسألون الرکبان فلما رأونی قالوا الحجاج بن علاط (قال ولم یکونوا علموا اسلامی) عنده والله الخبر- اخبرنا یا ابا محمد فانه قد بلغنا ان القاطع قد سار الی خیبر وهی بلد یهود وریف الحجاز۔ قال قلت قد بلغنی ذالک وعندی من الخبر ما یسرکم قال فالتبطوا بجنبی ناقتی یقولون ایه یا حجاج قال قلت هزم هزیمة لم تسمعوا بمثلها قط وقتل اصحابه قتلا لم تسمعوا بمثله قط أسر محمد اسرا وقالوا لا نقتله حتی نبعث به الی اهل مکة حتی فیقتلوه بین اظهرهم بمن کان اصاب من رجالهم قال فقالوا وصاحوا بمکة وقالوا قد جاءکم الخبر وهذا محمد انما تنتظرون ان یقدم به علیکم فیقتل بین اظهرکم قال قلت

اعینونی علیٰ جمع مالی بمکۃ وعلیٰ غرمائی ارید ان اقدم خیبر فاصیب من فل محمدؐ واصحابہ:

ترجمہ: ابن اسحاق سے مروی ہے کہ جب خیبر فتح ہوگیا تو حجاج ابن علاط سلمی نے آنحضورؐ کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ حضورؐ! مکہ میں میرا بہت سا مال ہے۔ اسی طرح ام شیبہ بنت ابوطلحہ کے پاس متفرق مال کے علاوہ معرض ابن حجاج بھی ہے۔ علاوہ تجار مکہ کے پاس بھی میرا مال ہے۔ حضورؐ! اگر اجازت دیں تو میں وہ مال وصول کرکے آجاؤں؟ آپؐ نے اجازت دے دی۔ حجاج نے کہا حضورؐ! اگر مجھے آپؐ کا شکوہ کرنا پڑے تو اس کی بھی اجازت ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔ اجازت ہے۔ حجاج کہتا ہے کہ میں خیبر سے سوئے مکہ روانہ ہوگیا۔ جب مکہ پہنچا تو بضاد کے ٹیلہ پر مجھے قریش کے کچھ لوگ نظر آئے۔ جو خیبر کے حالات آنے والوں سے پوچھ رہے تھے۔ انہیں معلوم ہوچکا تھا کہ آپ خیبر کی طرف جاچکے ہیں۔ انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ خیبر حجاز کی زرخیز ترین بستی ہے۔ ہر آنیوالے سوار سے پوچھ گچھ کر رہے تھے۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو کہنے لگے حجاج بن علاط آگیا ہے۔ انہیں تا حال میرے مسلمان ہونے کا علم نہیں ہوا تھا۔ کہنے لگے حجاج کے پاس کوئی حتمی اطلاع ہوگی۔ انہوں نے کہا۔ حجاج ہم نے سنا ہے کہ وہ جابر خیبر پر چڑھ دوڑا ہے۔ خیبر یہودیوں کا شہر ہے اور حجاز کا زرخیز ترین خطہ ہے۔ میں نے کہا۔ میں بھی سن چکا ہوں اور میرے پاس ایسی اطلاع ہے۔ جس سے آپ خوش ہوجائیں گے۔ وہ سب میری ناقہ کے گرد ہوگئے۔ اور کہنے لگے۔ حجاج جلدی سنا۔ میں نے کہا۔ ایسی شکست ہوئی ہے کہ اس جیسی شکست تم نے کبھی نہ سنی ہوگی۔ محمدؐ کے اتنے صحابہ قتل ہوئے ہیں کہ تم نے اتنی تعداد کبھی نہ سنی ہوگی۔ محمدؐ گرفتار ہوگیا ہے۔ یہودی کہہ رہے تھے کہ ہم اسے قتل نہیں کریں گے۔ قریش مکہ کے حوالے کریں گے تاکہ وہ اپنے ہاتھ سے اسے قتل کریں۔۔۔۔ وہ لوگ خوشی سے چلانے لگے۔ مکہ میں منادی ہونے لگی۔ خوشی مناؤ۔ عنقریب محمدؐ گرفتار ہوکر آنے والا ہے تمہارے سامنے اسی جگہ قتل کیا جائے گا۔ میں نے کہا مہربانی کرکے میرے ساتھ میرے مال کی جمع اور میرے قرضوں میں تعاون کرو تاکہ میں جلد از جلد خیبر جاؤں اور محمدؐ اور اس کے گرفتار صحابہ کا حشر دیکھوں۔

۸: عبداللہ بن انیس نے خالد بن سفیان ہذلی کے قتل کے لئے ایسی تدبیر کی۔

تیسیر الوصول: ج ۲ کتاب الصلوٰۃ۔ باب الصلوٰۃ الخوف ص ۲۷۱:

عن عبد اللہ بن انیس قال بعثنی رسول اللہؐ نحو خالد بن سفیان الھذلی ان اقتلہ فرأیتہ وحضرت صلواۃ العصر فقلت انی لاخاف ان یکون بینی و بینہ ما ان اؤخر الصلواۃ فانطلقت امشی وانا اصلی و اومی ایماءً نحوہ فلما دنوت منہ قال من انت قلت رجل من العرب بلغنی انک تجمع لھذا الرجل فجئتک فی ذالک فقال انی لفی ذالک فمشیت معہ ساعۃ حتی اذا امکننی علوتہ بالسیف حتی برد۔ (ابوداؤد)

ترجمہ: عبداللہ ابن انیس کہتا ہے کہ آنحضورؐ نے مجھے خالد بن سفیان ہذلی کے قتل کو بھیجا۔ میں

وہاں گیا۔ خالد کو دیکھا۔ نماز عصر کا وقت ہوگیا۔ میں نے کہا۔ بری بات ہے کہ میرے اور اس کے درمیان اگر فاصلہ ہو جائے۔ اور میں نے نماز کو مؤخر کر رکھا ہو۔ چنانچہ میں نے چلتے ہوئے نماز شروع کر دی اشارہ سے نماز پڑھتا چلا گیا۔ جب میں اس کے قریب گیا تو اس نے کہا کون ہے؟ میں نے کہا ایک عرب ہوں۔ میں نے سُنا ہے کہ تو اس شخص (آنحضورؐ) کیلئے کوئی تدبیر سوچ رہا ہے۔ میں بھی اسی سلسلہ میں آیا ہوں۔ اس نے کہا واقعاً میں اس کوشش میں ہوں۔ میں اس کے ساتھ چلنے لگا۔ حتیٰ کہ جب مجھے موقعہ ملا تو میں نے تلوار کا وار کیا اور وہ ٹھنڈا ہوگیا۔

قولہ: کیا نبوت محمدیؐ کا انکار ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بہتر حربے کسی فرقے کو سوجھے۔

اقول: حافظ جی! قرآن و سنت کے مطابق حضورؐ کی نبوت پر ایمان کو انکار نبوت نہیں کہہ سکتے۔ انکار نبوت کے بہتر حربے تو وہ حربے ہیں جو آپ کے فرقے کو سوجھے ہیں۔

۱۔ حضورؐ نبی کریم کے ہر قول کو وحی و نص الٰہی تسلیم کرنے کی بجائے بعض احکام کو حضورؐ کے اجتہاد و استنباط کا نتیجہ سمجھا۔

۲۔ حضورؐ کو دیگر مجتہدین (صحابہ) کی طرح ایک ایسے مجتہد ہونے کا اعتقاد رکھنا جس سے خطا بھی ہو سکتی ہو۔

۳۔ حضورؐ کے حکم کو ترک کر کے کسی صحابی مجتہد کا قول اختیار کرنا۔

۴۔ سنت شیخین کو سنت رسولؐ کی طرح جزو دین قرار دینا۔ اور جو سنت شیخین پر کاربند نہ ہو اُسے کامل الایمان نہ سمجھنا۔ حتیٰ کہ اگر حضرت علی علیہ السلام جیسا دوسرا مجتہد (صحابی) بلکہ مجتہد اعلم بھی اگر شیخین کی سنت پر عمل کرنے سے انکار کرے تو اُسے خلافت کے قابل نہ سمجھنا۔

۵۔ شیخین کے متعلق اعتقاد رکھنا وہ حضورؐ کے حکم کو منسوخ کر سکتے ہیں۔

(مندرجہ ذیل دو احادیث پر غور فرمائیں)

تیسیر الوصول: ج اوّل، کتاب الحج، الباب الرابع فی احکام متفرقہ، الفصل السابع فی احادیث متفرقہ ص ۳۱۶:

عن ابی واقد اللیثیؓ قال سمعت النبیؐ یقول لازواجہ فی حجۃ الوداع ھذہ ثم ظھور الحصر (اخراجہ ابوداؤد) جمع حصیر والمراد لا تخرجن من بیوتکن بعد ھذہ الحجۃ

ترجمہ: میں نے آنحضورؐ سے سنا ہے کہ آپؐ حجۃ الوداع میں اپنی ازواج سے فرما رہے تھے۔ بس یہی ہے اس کے بعد حصر ہوگا۔ ابوداؤد نے روایت کی ہے۔ حصر، حصیر کی جمع ہے۔ مقصد یہ ہے کہ آپؐ نے ازواج سے فرمایا۔ اس حج کے بعد تم کبھی اپنے گھروں سے باہر نہ نکلنا۔

تیسیر الوصول: ج ا باب، فصل مثل مذکورہ بالا حدیث (مذکورہ حدیث کے متصل دوسری حدیث)

عن ابراهیم عن ابیه عن جدّه ان عمرؓ اذن لازواج النبیؐ فی آخر حجة حجتها یعنی فی الحج وبعث معهن عبد الرحمٰن بن عوف و عثمان بن عفان:

ترجمہ: ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ عمر نے ازواج کو اپنے آخری حج میں حج کیلئے گھروں سے باہر نکلنے کی اجازت دے دی تھی۔ اور ان کی نگرانی کے لئے عبدالرحمٰن بن عوف اور عثمان بن عفان کو بھیجا تھا۔

حضرت عمر نے ازواج نبیؐ کو حج کی اجازت دیکر نہ صرف مذکورہ بالا حکم رسولؐ کو منسوخ نہیں کیا بلکہ اس کے ساتھ حضورؐ کے ایک اور حکم کو بھی منسوخ کیا۔ وہ یہ کہ حضورؐ کا ارشاد تھا کہ کوئی عورت بغیر محرم کے ایک رات سے زیادہ سفر نہ کرے۔ لیکن حضرت عمر نے ازواج النبیؐ کے ساتھ اُن دو اشخاص کو بھیجا جن میں سے کوئی بھی کسی زوجۂ نبی کریمؐ کا محرم نہ تھا۔

ابوداؤد، کتاب المناسک، باب فی المرأة تحجّ بغیر محرم:

عن سعید بن ابی سعید عن ابیه عن ابی هریرة: لایحلّ لامرأة مسلمه تسافر مسیرة لیلة الّا ومعها رجل ذو حرمة:

ترجمہ: ابوہریرہ سے مروی ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا ہے۔ کسی مسلمان عورت کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ ایک رات کا سفر بھی محرم کے بغیر کرے۔

(کاش حضرت عمر نے ازواج النبیؐ کو یہ اجازت نہ دی ہوتی تو شاید واقعہ جمل وقوع پذیر نہ ہوتا)

سوال نمبر ۴۶: کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلقین اور رشتہ داروں کو رشتہ اسلام کی وجہ سے ماننا اور عزت کرنا احترام رسولؐ میں داخل اور ایمان بالرسالت کا شعبہ ہے کہ نہیں؟

اگر ہے تو شیعہ اسے صرف ۴ افراد میں منحصر کیوں سمجھتے ہیں؟

کیا ان چاروں کے سوا آپ کسی اور رشتہ دار اور قریبی کے متعلق کچھ مدح نہیں فرمائی۔ یا اپنے عمل سے کسی کی توقیر و عزت میں اضافہ نہیں فرمایا۔

اگر جواب نفی میں ہے تو حضورؐ کی سب طرز زندگی اور بلبیوں ارشادات سے اعراض کرکے صرف چار حضرات کو چند فضائل کی بنا پر مستحق عزت جاننا کیا نبوت کا انکار اور حبّ مرتضوی میں غلو نہیں ہے؟

کس اصول کی رو سے ان کے حق میں چند مدحیہ ارشادات واجب التسلیم ہیں اور بقیہ حضرات کے متعلق آپ کے دسیوں ارشادات اور عملی اعزازات قابل تسلیم نہیں ہیں؟

جواب: قولہ: کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلقین ——— ایمان بالرسالہ کا شعبہ ہے کہ نہیں؟

اقول: بلاشک حضورؐ کے متعلقین سے محبت حضورؐ سے محبت کی علامت اور ایمان بالرسالہ کا شعبہ ہے۔ بشرطیکہ:

۱۔ وہ رشتہ دار یا متعلقِ حضورؐ کامل الایمان ہو اور منافق نہ ہو۔ کیونکہ منافقین کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ پ ۵ ع ۱۸:

ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار:

ترجمہ: منافقین یقیناً جہنم کے آخری طبقہ میں ہوں گے۔

اور اس آیت سے قبل ان منافقین کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یا ایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا الکفرین اولیاء:

ترجمہ: اے ایمان والو! کفار کو دوست مت بناؤ۔

پس ایسا شخص جس کے متعلق ثابت ہوجائے کہ منافق ہے وہ چاہے حضورؐ کا کتنا ہی کیوں نہ ہو۔ محبت عزت و احترام کا مستحق نہیں۔

اب منافق کی پہچان کیا ہے۔

۱۔ مسلم: کتاب الایمان، باب حب الانصار وعلیؓ من الایمان وعلاماتہ وبغضھم من علامات النفاق صہ:

عن عدی بن ثابت قال قال علیؓ والذی فلق الحبۃ وبرأ النسمۃ انہ لعھد النبیؐ الیّ ان لا یحبنی الا مومن ولا یبغضنی الا منافق:

ترجمہ: عدی بن ثابت سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا ہے۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے دانہ میں شگاف ڈالا اور کونپل کو جنم دیا۔ نبی اکرمؐ نے مجھ سے عہد فرمایا تھا کہ صرف مومن مجھ سے محبت اور صرف منافق مجھ سے بغض رکھے گا۔

نیز: تیسیر الوصول ج ۳، الباب الثالث فی فضائل الصحابہ، ذکر علیؓ ابن ابی طالبؓ:

حدیث نمبر ۶:

عن زر بن حبیش ـ ـ ـ ـ الخ (اخرجہ مسلم، ترمذی، نسائی)

اصابہ، حرف الحاء، القسم الاول، ذکر نمبر ۱۷۱۹، الحسنؓ بن علیؓ بن ابی طالب صہ:

من طریق عبدالرحمن بن مسعود عن ابی ھریرۃ قال خرج علینا رسول اللہؐ ومعہ الحسنؓ والحسینؓ ھذا علی عاتقہ یلثم ھذا مرۃ وھذا مرۃ حتی انتھی الینا فقال من احبھما فقد احبنی ومن ابغضھما فقد ابغضنی:

ترجمہ: ابوہریرہ سے مروی ہے کہ آنحضورؐ باہر تشریف لائے جبکہ ان کے دونوں کندھوں پر حسنینؑ

سوار تھے۔ کبھی ایک کے بو سے لیتے تھے اور کبھی دوسرے کو چومتے تھے۔ جب آپؐ ہم تک پہنچے تو فرمایا یاد رکھو جس نے ان دونوں سے محبت کی گویا اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا گویا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔

۲۔ بشرطیکہ اس رشتہ دار یا متعلق نے حضورؐ کی مخالفت نہ کی ہو۔ اگر حضورؐ کی مخالفت میں اٹھا تو حقِ احترام کھو بیٹھے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: پ ۲۸، ع ۳

لا تجد قوماً یومنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا اباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم:

ترجمہ: تجھے ایسا گروہ ہرگز مومن نہ ملے گا جو ایسے افراد سے محبت کرتے ہوں جو اللہ اور رسولؐ سے منحرف ہوں۔ خواہ منحرفین خدا ور رسولؐ ان کے باپ، بیٹے، بھائی اور قبیلہ کیوں نہ ہوں۔

اب حضورؐ کی مندرجہ ذیل حدیث پر غور کیجئے۔

مشکواۃ (مترجم ج ۳) باب مناقب اہل بیت النبیؐ صـ۲۵۳:

صواعق محرقہ: باب فضائل اہل البیت صـ۱۸۵: الحدیث السادس عشر:

(اخرج الترمذی وابن ماجہ وابن حبان والحاکم)

ان رسول اللہؐ قال انا حرب لمن حاربھم وسلم لمن سالمھم:

ترجمہ: آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ میری ہر اس شخص سے جنگ ہے جو میرے اہلِ بیتؑ سے نبرد آزما ہو۔ اور ہر اس شخص سے صلح ہے جو ان سے صلح جوئی کرے۔

و عنہ (لے زید) ان رسول اللہؐ قال لعلیؑ وفاطمۃؑ والحسنؑ والحسینؑ انا حرب لمن حاربکم وسلم لمن سالمکم: (رواۃ الترمذی)

ترجمہ: زید سے مروی ہے کہ آنحضورؐ نے حضرت علیؑ، جناب زہراؑ اور حسنینؑ سے فرمایا جو تم سے لڑے گا۔ میں اس سے لڑوں گا۔ اور جو تم سے صلح کرے گا۔ میری اس سے صلح ہوگی۔

حضورؐ کے اس ارشاد کے مطابق جس نے ان چار حضرات کی مخالفت کی اس نے حضورؐ کی مخالفت کی اور محبت واحترام کے قابل نہ رہا۔

۳۔ بشرطیکہ اس رشتہ دار یا متعلقِ حضورؐ نے حضورؐ کو ایذاء نہ پہنچائی۔ کیونکہ:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: پ ۱۰، ع ۱۴:

والذین یوذون رسول اللہ لھم عذاب الیم:

ترجمہ: جو لوگ اللہ اور رسول کو اذیت دیتے ہیں ان کیلئے عذاب الیم ہے۔

نیز : ارشاد باری تعالیٰ ہے : پ ۲۲ ع ۴ :

اِنّ الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والآخرۃ :

ترجمہ : جو لوگ اللہ اور رسولؐ کو اذیت دیتے ہیں۔ اللہ نے دنیا اور آخرت میں لعنت کو ان کے تعاقب میں لگا دیا ہے۔

اب مندرجہ ذیل احادیث ملاحظہ ہوں۔

ا ۔ صواعق محرقہ ص۱۷۲ : المقصد الثانی :

فیما تضمنتہ تلک الایۃ من طلب محبۃ لہ (صلعم)

وخرج عمرو الاسلمی (وکان من اصحاب الحدیبیۃ) مع علیؑ فرأی منہ جفوۃ فلما قدم المدینۃ اذاع شکایتہٗ فقال لہ النبیؐ لقد آذیتنی فقال اعوذ باللہ ان اوذیک یا رسول اللہ فقال بلیٰ من آذیٰ علیاً فقد آذانی (اخرجہ احمد)

ترجمہ : عمرو اسلمی ایک مرتبہ حضرت علیؑ کے ساتھ گیا۔ اسے کسی مقام پر آپ سے شکایت ہوئی جب واپس مدینہ آیا تو اپنی شکایت کا ڈھنڈورا پیٹنے لگا۔ آنحضورؐ نے فرمایا۔ عمرو! تو نے مجھے بڑی اذیت دی ہے عمرو نے کہا۔ حضور! میں آپؐ کو اذیت دینے سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا۔ یاد رکھ جو علیؑ کو اذیت دے گا گویا اس نے مجھے اذیت دی ہے۔

ب : کنز العمال : ج ۱ حدیث نمبر ۱۳۴۳ :

ان اللہ عزوجل اشد غضبہ علی الیھود ان قالوا عزیز ابن اللہ واشدّ غضبہ علی نصاریٰ ان قالوا المسیح ابن اللہ واشدّ علی من اراق دمی وآذانی فی عترتی (ابن نجار)

ترجمہ : آنحضورؐ نے فرمایا : اللہ اس وقت یہودیوں پر سخت ناراض ہوا جب انہوں نے کہا کہ عزیز اللہ کا بیٹا ہے۔ اسی طرح اللہ اس وقت نصرانیوں پر انتہائی غضبناک ہوا جب انہوں نے کہا کہ عیسیٰ ابن اللہ ہے۔ اور اللہ کا غضب اس وقت بھی انتہا کو ہوگا جب میرا خون گرایا جائے گا اور مجھے میری عترت کے سلسلہ میں اذیت دی جائے گی۔)

ج : مطالب السؤل : ص۱۱

فالاول من ثبتت لہ الصفۃ بانہ قریشی۔

ترجمہ : علیؑ پہلا وہ شخص ہے جو طرفین سے قریشی ہے۔

ومنہ ما نقلہ الترمذی لسندہ عن ابن الزبیر عن رسول اللہؐ انہ قال فاطمۃؑ بضعۃ منی یوذینی ما یوذیھا وینصبنی ما ینصبھا :

ترجمہ : زبیر سے مروی ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا کہ فاطمہؑ میرا حصہ ہے۔ جو چیز اسے تکلیف دیتی

ہے وہ مجھے اذیت پہنچاتی ہے۔ اور جو چیز اسے غمزدہ کرتی ہے وہ مجھے غمزدہ کرتی ہے۔
سو حافظ جی! ان آیات و احادیث کی روشنی میں کسی ایسے شخص کا احترام جس نے بعد النبیؐ آل و عترت رسولؐ (اہل کساء) سے بغض رکھا۔ ان سے جنگ کی یا انہیں ایذادی، خدا و رسولؐ کے حکم کے خلاف اور باعث ناراضگی خدا و رسولؐ سمجھتے ہیں۔ خواہ وہ شخص حضورؐ کا کتنا ہی قریبی رشتہ دار کیوں نہ ہو۔

قولہ: شیعہ اسے صرف ۴ ، افراد ــ ــ ــ ــ کیوں سمجھتے ہیں۔

اقول: یہ حافظ صاحب کا صریح بہتان و افتراء ہیں۔ ہم حضورؐ کے ہر رشتہ دار، ہر ناصر دیار، ہر محب و جاں نثار کی حسب مراتب عزت کرتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ دشمن اہل بیت نہ ہو۔
میں حافظ صاحب کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ صرف ایک ہی ایسی شخصیت کا نام بتادیں جو حضورؐ کے متعلقین سے ہو اور بعد الرسولؐ آلؑ و عترتؑ رسولؐ کو ایذا نہ دی ہو۔ بلکہ اُن کا یار و مددگار رہا ہو۔ اور شیعہ اس کا احترام نہ کرتے ہوں۔ یہ تمام اصحاب رسولؐ میں سے چار کی تخصیص تو آپ کے ہم مسلک کا خاصہ ہے۔
آپ کا مروّج و مقبول نعرہ (جسے آپ نے اپنی اسی کتاب کے ٹائیٹل پر بھی درج فرمایا ہے) "ہادیانِ اسلام ـــ حق چار یار" ہے۔ کیا حضورؐ کے باقی صحابہ حضورؐ کے یار نہ تھے۔ یا حق پر نہ تھے۔ یہ چار کی تخصیص کیوں؟

قولہ: کیا ان چار کے سوا ــ ــ ــ ــ ــ ــ کے متعلق کچھ مدح نہیں فرمائی۔۔۔۔ عزت و توقیر میں اضافہ نہیں فرمایا۔

اقول: بے شک ان چار کے علاوہ بلیسیوں ایسے رشتہ داروں اور قریبیوں کی مدح فرمائی جو بعد رسولؐ آل و عترتِ رسولؐ سے متمسک ہونے والے تھے۔ اور شیعہ اس مدح و تبجیل کو تسلیم کرتے ہیں۔ اپنی کتب میں اس کا ذکر کرتے ہیں۔ ا
اس کے ساتھ شیعہ کا عقیدہ اور علم الیقین یہ بھی ہے کہ حضورؐ نے ہرگز ہرگز کسی ایسے شخص کی مدح و توصیف نہیں فرمائی جو مبغض و موذئ عترت ہو کیونکہ حضورؐ کا ہر فرمان مطابق وحی الٰہی ہے اور ناممکن ہے کہ احکام و ارشادات خداوندی میں اختلاف و تضاد ہو۔ حضورؐ موذئ عترت کو موذئ خدا اور رسول بھی فرمائیں اور پھر اُس کو مدح و توصیف کے قابل بھی قرار دیں۔ اگر کسی ایسے شخص کے متعلق کوئی ایسی حدیث جو اس کی مدح و توصیف پر مشتمل ہو قابل اعتبار نہ ہوگی بلکہ اسے خوش عقیدہ حضرات کی اختراع کہنا مناسب ہوگا۔

قولہ: حضورؐ کی سب طرز زندگی ــ ــ ــ ــ اور حب مرتضویؑ میں غلو۔

اقول: جی نہ، نہ یہ حضورؐ کی طرز زندگی سے اعراض ہے اور نہ بیسیوں ارشادات سے انکار، بلکہ

حضورؐ کی طرز زندگی اور ارشادات سے یہی مستنبط ہوتا ہے کہ ان ذوات مقدسہ سے ذرّہ برابر بغض رکھنے والا۔ انہیں ناراض کرنے والا قابل نفرت وقابل تبرّا ہے۔

کیا فرمایا؟ چار حضرات کو چند فضائل ـ ـ ـ تعجب ہے۔

اس امر پر نہیں کہ آپ ان کے فضائل کو چند اور دوسروں کے فضائل کو بیسیوں لکھ رہے ہیں۔ بلکہ تعجب اس امر پر ہے کہ آپ کی متعصّبانہ نگاہ کو یہ چند فضائل بھی کس طرح نظر آگئے۔

جبکہ ؎ عین السخط تبدی المساویا۔

بہرکیف یہ آپ کی مرضی کہ آپ ان کے فضائل کو چند فضائل کہیں۔ ورنہ شیعہ سُنی سب محدثین متفق ہیں کہ جو فضائل ان حضرات کے قرآن وحدیث میں بیان ہوئے ہیں۔ امت محمدیؐ کے کسی فرد کے بارے میں وارد نہیں ہوئے۔

۱۔ تاریخ الخلفاء، خلافت علیؑ، فصل فی الاحادیث الواردۃ فی فضلہ ص۱۱۴ :

قال الامام احمد بن حنبل ما ورد لاحد من اصحاب رسول اللہؐ من الفضائل ما ورد لعلیؑ (اخرجہ الحاکم)

ترجمہ: امام حنبل کا کہنا ہے کہ جتنے فضائل علیؑ کے منقول ہیں۔ صحابہ میں سے کسی بھی صحابی کے اتنے فضائل مروی نہیں ہیں۔

۲۔ اصابہ (ذکر علیؑ ابن ابی طالبؑ)

قال الامام احمد لم ینقل لاحد من الصحابۃ ما نقل لعلیؑ وقال غیرہ کان سبب ذالک بغض بنی امیۃ لہ فکان کل من کان عندہ علم من شئی من مناقبہ من الصحابۃ وکلما ارادوا اخمادہ وھددوا من حدث بمناقبہ لا یزداد الا انتشاراً :

ترجمہ: امام حنبل کا کہنا ہے کہ جتنے فضائل علیؑ کے منقول ہیں کسی صحابی کے اتنے فضائل منقول نہیں ہیں۔ ایک دوسرے نے کہا ہے کہ اس کا سبب علیؑ سے بنی امیہ کا بغض ہے۔ صحابہ میں سے جس کسی کے پاس جتنے مناقب حضرت علیؑ کے محفوظ تھے۔ بنی امیہ نے جتنا انہیں دبانے کی کوشش کی اور فضائل علیؑ کے اظہار پر جتنی پابندیاں لگائیں۔ وہ اتنی شدت سے پھیلتے چلے گئے۔

۳۔ صواعق محرقہ، الباب التاسع، الفصل الثانی فی فضائلہ علیؑ ص۱۲۰ :

وھی کثیرۃ شہیرۃ حتی قال احمد ما جاء لاحد من الفضائل ما جاء لعلیؑ وقال اسماعیل القاضی والنسائی وابوعلی النیشاپوری لم یرد فی حق احد من الصحابہ بالاسانید الحسان اکثر ما جاء فی علیؑ :

ترجمہ: احمد حنبل کا قول ہے کہ جس قدر فضائل علیؑ کے مروی ہیں صحابہ میں سے کسی کے بھی اتنے فضائل

نہیں ہیں۔ قاضی اسماعیل، نسائی اور ابو علی نیشاپوری نے کہا ہے کہ جس قدر احادیث حسان فضائل علیؑ کی ملتی ہیں۔ اس قدر کسی اور صحابی کی نہیں ملتیں۔

۴۔ صواعق محرقہ: الباب التاسع، الفصل الثالث ص۱۲۷:

اخرج الطبرانی و ابن ابی حاتم:

عن ابن عباس قال ما انزل اللہ یا ایھا الذین آمنو الا و علی امیرھا و شریفھا ولقد عاتب اللہ اصحاب محمدؐ فی غیر مکان و ما ذکر علیاً الا بخیر:

(واخرج ابن عساکر)

عنہ قال ما نزل من کتاب اللہ تعالیٰ ما نزل فی علیؑ:

(واخرج عنہ ایضاً)

قال نزل فی علیؑ ثلاثمائۃ آیۃ:

ترجمہ: ابو حاتم نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ قرآن میں جہاں کہیں یا ایھا الذین آمنو! سے خطاب کیا گیا ہے۔ وہاں علیؑ امیر المومنین مراد ہیں۔ اللہ نے تمام اصحابِ محمدؐ کو قرآن میں عتاب کیا ہے لیکن علیؑ کا تذکرہ جہاں بھی ہے مدح و ثناء سے ہے۔

ابن عساکر سے مروی ہے کہ جس قدر آیات حق علیؑ میں نازل ہوئی ہیں۔ اس قدر کسی اور صحابی کے حق میں آیات نہیں ملتیں۔ تین سو آیات فضائل علیؑ میں نازل ہوئی ہیں۔

۵۔ حضورؐ کی تمام امت (بمعہ صحابہ) کے اعمال و فضائل حضرت علی علیہ السلام کی ایک فضیلت کے برابر نہیں ہو سکتے۔

معارج النبوۃ فی مدارج النبوۃ، رکن چہارم، وقائع سال پنجم، غزوۂ خندق ص۱۶۰:

حضرت رسالت در بارہ امیر المومنین علیؑ چنیں فرمود، مبارزۃ علی ابن ابی طالب یوم الخندق افضل من اعمال امتی الی یوم القیامۃ:

ترجمہ: آنحضورؐ نے حضرت علیؑ کے متعلق یوں فرمایا ہے کہ جنگ خندق میں علیؑ کی مبارزت طلبی تاقیامت میری امت کے اعمال سے افضل ہے۔

۶۔ جناب حسنین علیہما السلام کے متعلق فرمایا،

تیسیر الوصول: ج ۳: کتاب الفضائل، ذکر الحسنؑ والحسینؑ ص۲۲۱:

عن ابی سعید قال قال رسول اللہؐ الحسنؑ و الحسینؑ سیدا شباب اھل الجنۃ:

(اخرجہ الترمذی وصححہ)

ترجمہ: ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ حسن اور حسین علیہما السلام جوانان

سید رضی الحسن نقوی
F-117/1 مارٹن کوارٹر جہانگیر روڈ
کراچی فون نمبر 083 29 49

جنت کے سردار ہیں۔

نیز فرمایا:

تیسیر الوصول: ج ۳ کتاب الفضائل، ذکر حذیفہ بن الیمان صفحہ ۲۷۶:

عن حذیفة رض قال سألتنی امی متی عہدک برسول اللہ ص فقلت مالی عہد منذ کذا و کذا فنالت منی فقلت لہا دعینی آتی رسول اللہ ص فاصلی معہ مغرب و اسالہ یستغفرلی ذلک فاتیتہ فصلیت معہ المغرب حتی صلی العشاء ثم انفتل فتبعتہ فسمع صوتی فقال من ھذا، حذیفة؟ قلت نعم قال ما حاجتک غفر اللہ لک و لامک، ان ھذا ملک لم ینزل الارض قط قبل ھذہ اللیلة استاذن ربہ ان یسلم علی و بشرنی ان فاطمة سیدة نساء اھل الجنة و الحسن و الحسین سیدا شباب اھل الجنة (اخرجہ الترمذی)

ترجمہ: حذیفہ سے مروی ہے کہ مجھ سے میری ماں نے پوچھا۔ کتنے دن ہوئے ہیں کہ تو نے آنحضور کی زیارت نہیں کی۔ میں نے کہا اتنے دن ہو گئے ہیں۔ تو میری ماں نے مجھے سخت سُست کہا۔ میں نے کہا۔ مجھے معاف فرمائیں۔ میں ابھی آپ کے پاس جاتا ہوں۔ مغرب وہیں پڑھوں گا۔ اور ان سے درخواست کروں گا کہ میرے اور آپ کے لئے دعائے مغفرت کریں۔ چنانچہ میں مسجد میں آیا۔ نماز مغرب آپ کی اقتدا میں پڑھی۔ نماز کے بعد آپ بیرون مسجد چلے گئے۔ میں آپ کے پیچھے ہولیا۔ آپ نے مجھے محسوس کیا اور پوچھا کون ہے۔ حذیفہ ہے؟ میں نے عرض کیا۔ ہاں حضور! آپ نے فرمایا۔ اللہ تجھے اور تیری ماں کو بخشے۔ کیا کوئی کام ہے۔ یہ دیکھو ایک ملک ہے جو قبل ازیں میرے پاس کبھی نہیں آیا۔ آج رات ہی آیا ہے مجھے سلام کرتا ہے۔ اور بشارت دے رہا ہے کہ فاطمہ نساء جنت کی سردار ہے۔ اور حسنین جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔

قولہ: آخر کس اصول کی رُو سے ۔ ۔ ۔ ۔ قابل تسلیم ہیں۔

اقول: حافظ جی! اُسی اصول کی رُو سے جو حضور نے بیان فرمایا کہ ہر ایسا جو میری آل و عترت سے بغض رکھے۔ ان کے خلاف جنگ کرے، انہیں ایذا دے۔ وہ اس شخص کی مانند ہے۔ جس نے مجھ سے بغض رکھا۔ مجھ سے جنگ کی، مجھے ایذا دی اور ایسا شخص میرے رشتہ، میری صحابیت کے شرف سے محروم اور منافق ہے۔

حضور کے صحابہ بھی صحابی اور منافق کی پہچان کے لئے یہی معیار اختیار کرتے تھے۔

صواعق محرقہ: المقصد الثالث فیما اشارت الایة من التحذیر من بغضہم صفحہ ۱۷۶:

اخرج احمد و الترمذی: عن جابر ما کنا نعرف المنافقین الا ببغضہم علیاً:

ترجمہ۔ ترمذی میں جابر سے مروی ہے کہ ہم منافقین کو بغض علی سے پہچانتے تھے

سو حافظ جی! شیعہ بھی صحابی اور منافق، رشتہ دار اور مخالف میں تمیز کرنے کیلئے یہی معیار رکھتے ہیں۔ حضورؐ کے متوسلین و متعلقین میں سے جو محبِ آل و عترت رسولؐ ہے۔ وہ صحابی و قریبی اور جو موذی و مخالف آلؑ ہے وہ منافق۔ خواہ بظاہر اس کے اعمال اچھے ہوں۔ بظاہر خدمت دین انجام دی ہوں۔ فتوحات کی ہوں وغیرہ۔

شیعہ مخالف آل و عترت کے اِن اعمال خیر کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔

صواعق محرقہ؛ مقصد مذکورہ بالا ص۱۷۲: ایضاً:

واخرج الدیلمی مرفوعاً وصححہ الحاکم خبر انہ صلعم قال یابنی عبد المطلب انی سالت اللہ لکم ثلاثاً، ان یثبت قائمکم وان یھدی ضالکم و یعلم جاھلکم وسالت اللہ ان یجعلکم جوداً انجباء ان رجلاً صفن بین الرکن والمقام (جمع قدمیہ) فصلی وصام ولقی اللہ وھو یبغض لاھل بیت محمدؐ دخل النار:

ترجمہ: حضورؐ نے فرمایا: اے بنی عبد المطلب میں نے تمہارے لئے اللہ سے تین چیزیں مانگی ہیں۔ اللہ تمہارے قائم کو ثابت قدم رکھے۔ تمہارے گمراہ کو ہدایت دے اور تمہارے جاہل کو علم دے۔ میں نے اللہ سے یہ بھی درخواست کی ہے کہ اللہ تمہیں سخی اور نجیب بنائے۔ اگر کوئی شخص رکن اور مقام کے مابین سکونت اختیار کرے، نمازیں پڑھے، روزے رکھے اور اس حال میں دربار خالق میں جائے کہ میرے اہل بیتؑ سے بغض رکھتا ہو تو جہنم میں جائے گا۔

اور جو موذی و مخالف آلؑ ہے وہ منافق۔ خواہ بظاہر اس کے اعمال اچھے ہوں، بظاہر خدمت دین انجام دی ہوں۔ وغیرہ:

سوال نمبر ۷۴: اگر اہل سنت کے سامنے شیعہ حضرات دوسرے رشتہ داروں کی عزت کا انکار نہ کرسکیں تو بھلا اپنے عقیدہ کی رو سے سچ سچ بتائیں پیغمبرؐ کی صاحبزادیوں کا کیوں انکار ہے کہ العیاذ باللہ پیغمبر سے رشتہ ابوت کاٹ کر ایک مجہول کو والد بناتے ہیں۔؟

حضورؐ کے ننھے صاحبزادوں کی نواسوں کی طرح محافل ذکر خیر کیوں منعقد نہیں ہوتیں۔؟

امہات المومنین ازواج مطہرات کو اہل بیت نبوی اور گھرانہ رسول سے کیوں خارج کیا جاتا ہے۔؟

ام المومنین حضرت عائشہ، حضرت حفصہ، حضرت ام حبیبہ دختر ابوسفیان و خواہر معاویہ وغیرھا سے کیوں دشمنی ہے اور ان پر تبرا بازی ہے۔؟

حضورؐ کی سگی پھوپھی حضرت صفیہ خواہر سید الشہدا حضرت حمزہ اور آپ کے صاحبزادے زبیر بن العوام سے کیوں نفرت اور ان کے ذکر خیر سے چڑ ہے۔؟

آپؐ کے دوسرے داماد ذوالنورین عثمان بن عفان اور حضرت ابو العاص زوج زینب سے کیوں دشمنی ہے۔؟

آپؐ کے مکرم چچا حضرت حمزہ سے سید الشہداء کا تمغۂ نبوی کیوں چھین کر حضرت حسینؓ بن علیؓ کو دے دیا گیا؟

آپؐ کے محترم چچا حضرت عباس کو کیوں ضعیف الایمان، ذلیل النفس، خوار (حیات القلوب ص۶۱۸، ج ۲) کے الفاظ سے گالیاں دی جاتی ہیں؟

آپؐ کے چچا زاد بھائی حضرت عبداللہ ابن عباسؓ حبر امت و ترجمان القرآن کی امانت و دیانت پر کیوں حملہ کیا جاتا ہے۔ (رجال کشی) ان دونوں باپ بیٹے کے متعلق یہ آیت کیوں پڑھی جاتی ہے۔
"جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا اور زیادہ گمراہ ہے" (حیات القلوب ص۶۱۸)

والد کی طرح محترم حضورؐ کے مثالی خسروں حضرت ابوبکر و عمر و ابوسفیان جیسے عظیم مسلمانوں سے کیوں شدید دشمنی ہے۔ اور ان پر (العیاذ باللہ) لعنت بھیجی جاتی ہے۔؟

اسی طرح آپؐ کے سالوں، سالیوں، خوشدامنوں بلکہ ابو العاص و عثمان کی اولاد (عبداللہ، علی، امامہ) نبیؐ کے نواسوں سے بھی نفرت کی جاتی ہے؟

حضورؐ کا بہن بھائی کوئی نہ تھا اگر ہوتا تو چچا زاد بھائی سے افضل مقام یقیناً ان کو ملتا۔ اور شیعہ کا ان پر مشتعل ہونا یقینی تھا۔؟

بظاہر والدین پیغمبر کا احترام کرتے ہیں۔ مگر یہ بھی شیعہ کی روایات صحیحہ کے خلاف ہے حضرت علیؓ نے حضورؐ سے رشتہ فاطمہؓ مانگتے وقت فرمایا تھا۔

ان اللہ ھدانی بک وعلی یدیک واستنقذنی مما کان علیہ آبائی واعمامی من الحیرۃ والشرک:

ترجمہ: اللہ نے مجھے آپؐ کے ذریعہ ہدایت دی۔ آپؐ کے ہاتھوں پر ہدایت دی اور جس مذہب پر میرے آباء تھے اس سے نجات دی۔ جو حیرت اور شرک تھا۔

(کشف الغمہ ص۱۲۸ جلد ۱، جلاء العیون ص۱۱۵ وغیرہ)

جواب: قولہ: پیغمبرؐ کی صاحبزادیوں۔ ۔ ۔ والد بناتے ہیں۔

اقول: حافظ جی! ان معظمہ خواتین (زینب، رقیہ، ام کلثوم) سے نہ حضورؐ کے رشتہ ابوت کو کاٹتے ہیں (یعنی نہ انکار کرتے ہیں) اور نہ اقرار کرتے ہیں۔ بلکہ اس امر میں شیعہ علماء توقف سے کام لیتے ہیں۔ کیونکہ ان کے متعلق کوئی ایسی مسلمہ صحیح حدیث نہیں ملتی جو حضورؐ کی ابوت کی قطعی دلیل ہو۔ اور جس سے ان بی بیوں کے بنات رسولؐ ہونے کا علم الیقین حاصل ہوتا ہو۔ اور بغیر علم الیقین انہیں بنات الرسول کہنا اپنے آپ کو خطرۂ عظیم میں ڈالنا ہے۔

صواعق محرقہ: المقصد الخامس، مما اشارت الیہ الایۃ من توقیرھم (اے اہلبیت) ص۱۸۵:
ینبغی لکل احد ان یکون لہ غیرۃ علیٰ ھذا النسب الشریف وضبطہ حتی لاینتسب الیہ احد الا بحق ولم تزل انساب اھل البیت النبوی مضبوطۃ:
ترجمہ: ہر ایک کا فریضہ ہے کہ اس نسب کے سلسلہ میں وہ غیور ہو۔ حتیٰ کہ کوئی شخص ناحق آنحضورؐ سے منسوب نہ ہونا ہے۔ اہل بیتؑ نبویؐ کے نسب ہر دور میں محفوظ اور مضبوط رہے ہیں۔
نیز صواعق محرقہ، تتمہ، باب وصیۃ النبیؐ، خاتمہ فی امور مہمۃ ص۲۴۰:
اولھا بتعیین ترک الانتساب الیہ الا بحق ففی البخاری ان اعظم الفری ان یدعی الرجل الیٰ غیر ابیہ او یری عینہ مالم تری الحدیث ..... من ھٰھنا توقف کثیر من قضاۃ العدل من الدخول فی الانساب ثبوتاً او انتفاءً لا سیما نسب اھل البیت الطاھر المطھر وعجب من قوم یبادرون الیٰ اثباتہ بادنیٰ قرینہ ممرحجۃ مموھۃ یسئلون عنہا یوم لا ینفع ولا بنون الا من اتی بقلب سلیم:
ترجمہ: عظیم ترین بہتان اگر کوئی ہے تو وہ یہ ہے کہ انسان اپنے کو ایسے باپ کا بیٹا بنائے جس کا نہ ہو۔ یا۔ اس کی آنکھ وہ کچھ دیکھے جسے اس نے نہ دیکھا ہو۔
..... یہی وجہ ہے کہ عادل قاضیوں کی اکثریت نے دخول نسب کی نفی یا اثبات میں توقف کیا ہے۔ خصوصاً اہلبیت طاہر اور مطہرؑ کے نسب میں۔ مجھے ان لوگوں سے انتہائی تعجب ہے جو کسی تحقیق کے بغیر نسب اہلبیت کے اثبات میں غیر معمولی عجلت سے کام لیتے ہیں۔ اور اس سلسلہ میں معمولی سے شک آمیز قرینہ تک کا سہارا لے لیتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے اس دن اس کا مواخذہ کیا جائے گا۔ جس دن نہ اولاد سود مند ہوگی۔ نہ مال، صرف قلب سلیم ہی باعث نجات ہوگا۔

علم الیقین کیوں حاصل نہیں ہوتا؟

۱۔ اس میں شک نہیں کہ شیعہ و سُنی دونوں مذاہب کی کتب میں ایسی روایات موجود ہیں۔ جن میں راویوں نے انہیں بنات النبیؐ کہا ہے۔ لیکن کوئی ایسی روایت نہیں ملتی کہ حضورؐ نے اپنی زبان مبارک سے انہیں بنت کہا ہو۔ جیسا کہ جناب زہرا صلواۃ اللہ علیہا کے متعلق ہے۔

تیسیر الوصول: جلد ۲، کتاب الحدود، الباب الخامس فی حد السرقہ ص۱۳:
عن عائشۃ ان قریشاً ھمھم شان المخزومیۃ التی سرقت فقالوا من یکلم فیھا رسول اللہؐ فقالوا ومن یجترئ علیہ الا اسامۃ بن زید حب رسول اللہؐ فکلمہ اسامۃ فقال اتشفع فی حد من حدود اللہ ثم قام فاختطب ثم قال انما ھلک الذین من قبلکم انھم کانوا اذا سرق فیھم الشریف ترکوہ واذا سرق فیھم الضعیف اقاموا علیہ الحد وایم اللہ لو ان فاطمۃؑ بنت محمدؐ سرقت لقطعت یدھا:
ترجمہ: عائشہ سے مروی ہے کہ قریش کے لئے مخزومیہ کی چوری اور اس پر ہاتھ کاٹنے کی سزا کا

اعلان ان کا مسئلہ بن گیا۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ کس میں اتنی ہمت ہے جو آنحضورؐ کو سفارش کرے اگر یہ کام کرسکتا ہے تو اسامہ ابن زید ہی کرسکتا ہے۔ اسامہ نے آنحضورؐ سے اس سلسلہ میں گفتگو کی تو آپؐ نے فرمایا۔ کیا تو حدود خدا میں سے حد کو معطل کرنے کی سفارش کرتا ہے۔ پھر آپؐ کھڑے ہوئے اور خطبہ دیا۔ اور فرمایا۔ تم سے پہلے لوگ بھی اس سے معذب ہوئے کہ اگر کوئی امیر چوری کرتا تھا تو اسے معاف کردیا جاتا تھا۔ اور اگر کوئی غریب چوری کرتا تھا تو اسے سزا دی جاتی تھی۔ بخدا اگر فاطمہ بنت محمدؐ بھی چوری کرے تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹوں گا۔

اگر حضورؐ کی اور بیٹیاں ہوتیں تو فاطمہؑ بنت محمدؐ کی بجائے بنت من بنات محمدؐ فرماتے۔

راویوں کا ان بیبیوں کو بنات رسولؐ کہنا قطعی دلیل نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اس زمانہ میں یہ دستور تھا کہ کسی شخص کے ربیب یا ربیبہ کو اس کا بیٹا یا بیٹی کہہ دیتے تھے۔ ممکن ہے راویوں نے دستور کے ماتحت بیٹیاں کہا ہو۔

ا: کتاب الاستغاثہ (ابوالقاسم کوفی) بیان تزویج خدیجہؑ صفحہ ۴۹:

فلما تزوج رسول اللہؐ خدیجہ ماتت حالة بعد ذالک بمدة یسیرة وخلفت الطفلتین زینب ورقیة فی حجر رسول اللہؐ و حجر خدیجة فربیّاهما وکان من سنة العرب فی الجاهلیة من یربّی یتیماً ینسب ذالک الیه:

ترجمہ: جب آنحضورؐ نے جناب خدیجہؑ سے شادی کی تو آپ کی بہن ہالہ کچھ مدت بعد فوت ہوگئی۔ اور وہ دو کمسن بچیاں زینب اور رقیہ جناب خدیجہؑ اور آنحضورؐ کی آغوش میں چھوڑ گئی۔ آپؐ نے ان کی پرورش کی، اور عرب کا رواج تھا کہ جو کسی کو پالتا تھا وہ پلنے والا نسب میں پالنے والے سے منسوب ہوجاتا تھا۔

ب: السیرة الحلبیه (مطبوعہ احیاء التراث العربی) باب تزویجہؑ و معارف (ابن قتیبہ) ازواج النبیؐ خدیجہؑ:

ربیؐ ابنها هنداً وکان ربیبه وکان یقول ---- الخ

هند بن هند وکان یقول انا اکرم الناس اباً و اماً و اخاً و اختاً ابی رسول اللہؐ (لانه تزوج امه وامی خدیجہؑ) واخی القاسمؑ واختی فاطمةؑ قتل هند هذا مع علی یوم الجمل:

ترجمہ: آنحضورؐ نے جب خدیجہ کے بیٹے ہند کی پرورش کی۔ ہند پالے پالک تھا۔ اور وہ کہا کرتا تھا کہ میں باپ، ماں، بھائی، بہن کے اعتبار سے سب لوگوں سے زیادہ مکرم ہوں۔ میرا باپ رسول اللہؐ ہے۔ میری ماں خدیجہؑ ہے۔ میرا بھائی قاسمؑ ہے اور میری بہن فاطمہؑ ہے۔

تیسیر الوصول: ج ا کتاب التفسیر، سورۃ الاحزاب صفحہ ۱۶۲:

عن ابن عمر قال ان زید بن حارثه مولیٰ رسول اللہؐ ماکنا ندعوه الا زید بن محمد حتی نزل

القرآن " ادعوهم لآبائهم الایة :

ترجمہ : ابن عمر سے مروی ہے کہ زید ابن حارثہ کو ہم اس وقت تک زید ابن محمدؐ کہہ کر بلاتے رہے جب تک قرآن کی یہ آیت نازل نہ ہوئی۔

" ہر ایک کو اس کے اپنے باپ کے نام سے پکارو"

۲ : حضور نبی کریمؐ نے جہاں بھی اپنے اقرباء یا اہل بیت کا ذکر کیا ہے ۔ ان بیبیوں کا ذکر نہیں کیا صرف فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا اور ان کی اولاد کا ذکر کیا ہے ۔

ا : سب سے پہلی آیت جو اقرباء کے متعلق نازل ہوئی " وانذر عشیرتک الاقربین " ہے ۔ اس کی تفاسیر میں دیکھئے صرف جناب فاطمہؑ کا نام بیٹیوں میں لیا ہے۔

البدایہ والنہایہ جلد ۳ ص۳۸ : (مطبوعہ دار الفکر العربی) باب امر اللہ رسولہؐ بابلاغ الرسالۃ :

عن عائشۃ قالت لما نزلت (وانذر عشیرتک الاقربین) قام رسول اللہؐ فقال یا فاطمۃ بنت محمدؐ یا صفیۃ بنت عبد المطلب یا بنی عبد المطلب لا املک لکم من اللہ شیئاً سلونی من مالی ما شئتم (مسند احمد)

ترجمہ : عائشہ سے مروی ہے کہ جب آیت " اپنے اقرباء کو ڈرا " نازل ہوئی۔ تو آنحضورؐ نے فرمایا ۔ اے فاطمہؑ بنت محمدؐ ، اے صفیہ بنت عبد المطلب ، اے بنی عبد المطلب ، جہاں تک اللہ کا تعلق ہے تو میں تمہاری کوئی سفارش نہ کر سکوں گا۔ میرے مال سے جو چاہو مجھ سے مانگ لو۔

حافظ جی ! اگر حضورؐ کی اور بیٹیاں ہوتیں تو یہاں اُن کا نام بھی لیتے ۔ خصوصاً جبکہ (باعتقاد اہل سنت) وہ بیٹیاں جناب زہراؑ سے بڑی تھیں۔

ب : مطالب السئول (مطبوعہ مطبع جعفری لکھنو) فضائل فاطمہؑ : (آیۃ المودۃ)

عن سعید بن جبیر عن ابن عباس لما نزل قولہ تعالیٰ (قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ) قالوا یا رسول اللہ من ھؤلاء الذین وجبت علینا مودتھم، قال علیؑ وفاطمۃؑ وابناھماؑ ۔ ومن جملۃ من نقل ذالک الامامان الثعلبی والواحدی :

ترجمہ : سعید ابن جبیر سے مروی ہے کہ ابن عباس نے بتایا ہے کہ جب آیت مودت نازل ہوئی تو صحابہ نے عرض کیا ، حضورؐ ! یہ کون لوگ ہیں جن کی محبت ہم پر واجب قرار دی گئی ہے ۔ آپؐ نے فرمایا : علیؑ ، فاطمہؑ اور ان کے بیٹے ۔ اس روایت کے ناقلین میں ثعلبی اور واحدی جیسے امام حدیث بھی شامل ہیں۔

یہاں بھی اقرباء کے ذکر میں سوائے جناب فاطمہؑ کے اور بیٹیوں کا ذکر نہیں۔

صواعق محرقہ ص۱۶۹ :

الایۃ الرابعۃ قولہ تعالیٰ قل لا اسئلکم علیہ اجراً :

اخرج احمد والطبرانی وابن حاتم والحاکم : عن ابن عباس ان ھذہ الایۃ لما نزلت قالوا یا رسول

اللہ من قرابتک ھولاء الذین وجبت علینا مودتھم قال علیؑ وفاطمۃ و ابنا ھما، وفی سندہ شیعی غال لکنہ صدوق:

ترجمہ: احمد، طبرانی، ابن حاتم اور حاکم نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب آیت مودت فی القربیٰ نازل ہوئی تو صحابہ نے عرض کیا۔ حضورؐ! آپؐ کے یہ اقرباء کون ہیں۔ جن کی محبت ہم پر واجب کی گئی ہے تو آپؐ نے فرمایا: علیؑ، فاطمہؑ اور ان کے بیٹے، اس روایت کی سند میں ایک غالی شیعہ ہے۔ لیکن ہے صدوق اور قابل اعتماد۔

ج: تفسیر درمنثور: آیت: وآت ذا القربیٰ حقہ (پ ۱۵ ع ۳)
مدارج النبوۃ (مطبوعہ نولکشور) رکن چہارم، سال ہفتم، صلح فدک ص۲۲۱:
درمنثور (مطبوعہ ایران) ج ۴ ص۱۷۷:
اخرج البزار وابویعلی وابن حاتم وابن مردویہ
عن ابی سعید قال لما نزلت ھذا الایۃ "وآتِ ذا القربیٰ حقہ" دعا رسول اللہ فاطمۃ فاعطاھا فدک:

جب آیت نازل ہوئی "اپنے قریبیوں کو اُن کا حق دو۔ تو رسول کریمؐ نے فاطمہؑ کو بلایا اور اُسے فدک عطا کیا۔

حافظ جی! اگر یہ محترمہ بیبیاں بیٹیاں ہوتیں تو انہیں بھی اپنے مال سے اُن کا حق عطا کرتے۔
ھ: حضورؐ نے جہاں بھی اہل بیت کا ذکر فرمایا ہے۔ ان بی بیوں کا نام شامل نہیں۔
تیسیر الوصول: ج ۳ کتاب الفضائل، فصل الثالث من باب الثالث ص۲۵۹: فی فضائل اہل البیتؑ:
عن سعد بن ابی وقاص لما نزلت ھذہ الایۃ: تعالوا ندع ابناء نا وابناءکم ونساءنا ونساءکم الایۃ دعا رسول اللہؐ علیاً وفاطمۃ وحسناً وحسیناً وقال اللھم ھؤلاء اھلی:
(اخرجہ الترمذی وصححہ)

ترجمہ: سعد ابن ابی وقاص سے مروی ہے کہ جب آیہ مباہلہ نازل ہوئی تو آپؐ نے علیؑ، فاطمہؑ اور حسنینؑ کو بلا کر عرض کیا۔ بارالہا! یہ میرے اہل ہیں۔

عن ام سلمۃؓ قالت نزلت ھذہ الایۃ وانا جالسۃ علی باب بیت النبیؐ "انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیراً" وفی البیت رسول اللہؐ وعلیؑ وفاطمۃ والحسنؑ والحسینؑ فجللھم بکساء وقال اللھم ھؤلاء اھل بیتی فاذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیراً" فقلت یا رسول اللہؐ ألست من اھل البیت فقال انک الی خیر انت من ازواج النبیؐ (اخرجہ الترمذی)

ترجمہ: ام المومنین ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ جب آیہ تطہیر نازل ہوئی۔ اس وقت گھر میں آنحضورؐ

علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ آپؐ کے پاس اس حالت میں تھے کہ آپؐ نے ان پر چادر ڈال رکھی تھی۔ اور عرض کر رہے تھے میرے اللہ بس میرے اہلبیتؑ یہی ہیں۔ ان سے ہر قسم کا رجس دُور رکھ۔ اور انہیں کما حقہٗ طاہر رکھ۔ میں کمرہ کے دروازہ پر بیٹھی سب کچھ دیکھ رہی تھی۔

ایضاً صـ۲۶۰ :

عن عائشہ خرج رسول اللہؐ وعلیہ مرط مرحل اسود فجاء الحسنؑ فادخلہ ثم جاء الحسینؑ فادخلہ ثم جاءت فاطمۃؑ فادخلہا ثم جاء علیؑ فادخلہ ثم قال " انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیراً : (اخرجہ مسلم)

ترجمہ: عائشہ سے مروی ہے کہ آنحضورؐ نے ایک منقش سیاہ چادر نکالی۔ اپنے اوپر اوڑھی۔ اتنے میں حسنؑ آگئے۔ اسے چادر میں داخل کرلیا۔ پھر حسینؑ آگئے۔ اسے بھی چادر میں داخل کیا۔ پھر فاطمہؑ آئی۔ اسے بھی چادر میں اپنے ساتھ کرلیا۔ پھر علیؑ آیا۔ اسے بھی زیر کساء کرلیا۔ پھر آیہ تطہیر پڑھی۔

ز : صواعق محرقہ (مطبوعہ مصر) صـ۱۵۳ : الباب الحادی عشر فی فضائل اہل البیت :

الایۃ الثامنہ : قولہ تعالیٰ وانی لغفار لمن تاب وعمل صالحاً ثم اھتدیٰ قال ثابت البنانی اھتدیٰ الی ولایۃ اھل بیتہؐ واخرج احمد انہؐ اخذ بید الحسنینؑ وقال من احبنی واحب ھذین واباھما وامھما کان معی فی درجتی یوم القیامۃ :

ترجمہ: جو ایمان لائے گا اور عمل صالح کرے گا۔ پھر ہدایت حاصل کرے گا تو میں یقیناً غفار ہوں۔ ۔ ۔ ۔ ثابت بنانی کا کہنا ہے کہ ہدایت سے مراد آنحضورؐ کے دونوں بیٹوں اور آپؐ کے اہل بیت کی راہنمائی حاصل کرنا ہے۔ ۔ احمد نے روایت کی ہے کہ آنحضورؐ نے جناب حسنینؑ کے ہاتھوں سے پکڑ کے فرمایا۔ جس نے ان دونوں، ان کے باپؑ اور ان کی ماں سے محبّت کی وہ قیامت میں میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

۳ : ایسے حالات ومقامات جہاں بیٹی فطری طور پر مضطرب ومحزون ہوجاتی ہے۔ اور باپ کی خدمت میں پہنچتی ہے۔ حضورؐ جب بھی ایسے حالات سے دوچار ہوئے تو صرف جناب زہراؑ کے مضطرب ہونے کا ذکر ملتا ہے۔

ا : بخاری کتاب الصلوٰۃ، باب المرءۃ تطرح عن المصلیّ شیأ من الاذیٰ صـ :

عمر بن میمون عن عبداللہ قال بینما رسول اللہؐ یصلی عند الکعبۃ وجمع القریش فی مجالسھم اذ قال قائل منھم أ لا تنظرون الی ھذہ المرائی ایکم یقوم الی جزور آل فلاں فیعمد الی فرثھا ودمھا وسلاھا فیجیٔ بہ ثم یمھلہ حتیٰ اذا سجد وضعہ بین کتفیہ فانبعث اشقاھم فلما سجد رسول اللہؐ وضعہ بین کتفیہ وثبت النبی ساجداً فضحکوا حتیٰ مال بعضھم علیٰ بعض من الضحک فانطلق منطلق الی فاطمۃ وھی جویریۃ فاقبلت تسعیٰ وثبت النبی ساجداً حتیٰ القتہ عنہ واقبلت علیھم تسبھم :

ترجمہ: عمر ابن میمون نے عبداللہ سے روایت کی ہے کہ آنحضورؐ بیت اللہ میں نماز پڑھ رہے تھے تمام قریشی ایک محفل میں وہیں اکٹھے تھے۔ ان میں سے کسی نے کہا۔ اس ریاکار کو تو دیکھو۔ کوئی ہے جو بنی فلاں کے اونٹ نحر کرنے کی جگہ چلا جائے۔ وہاں سے اونٹ کی اوجھڑی اٹھا کر لائے اور اس کے سجدہ میں جانے کا انتظار کرے۔ جب سجدہ میں جائے تو اوجھڑی اس کے کندھوں پر رکھ دے۔ ان میں سے بدبخت ترین شخص اٹھا اوجھڑی لایا اور بحالت سجدہ آپؐ کے اوپر ڈال دی۔ یہ دیکھ کر تمام قریشی ٹھاہ ٹھاہ کر کے ہنسنے لگے۔ حتیٰ کہ ایک دوسرے پر گر گئے۔ کسی نے جا کر جناب زہراؑ کو بتایا۔ اس وقت بچی تھیں۔ آئیں اوجھڑی ہٹائی۔ آنحضورؐ سجدے میں تھے۔ پھر قریش کو بددعا دے کر واپس گھر چلی گئیں۔

اگر یہ تین محترمہ خواتین حضورؐ کی صلبی بیٹیاں ہوتیں۔ تو جلنے والا ان کے پاس جاتا۔ جبکہ یہ تینوں بڑی اور کامل عمر کی تھیں۔

ب: معارج النبوۃ (ملا معین کاشفی مطبوعہ نولکشور) رکن چہارم، باب ششم، واقعات غزوۂ احد صفحہ ۱۰۴:

گویند کہ آواز شیطان کہ بقتل آنحضرتؐ خبر دادہ ندا میکرد از شوم او بمدینہ رسید تا در خانہائے مدینہ شنیدند فاطمہؑ چوں آواز شنید دست بر سر زنان از خانہ بیروں بیروں آمد و زار زار میگریست و اثر یتیمی بر روئے مبارک او ظاہر شدہ:

ترجمہ: کہا جاتا ہے کہ جب شیطان نے جنگ اُحد میں آنحضورؐ کی شہادت کا اعلان کر دیا تو یہ اعلان مدینہ میں بھی پہنچا۔ حتیٰ کہ گھروں میں عورتوں نے بھی سُنا۔ جب جناب زہراؑ نے یہ آواز سُنی تو سر پر ماتم کرتی ہوئی گھر سے باہر آئیں۔ زار و قطار رو رہی تھیں۔ یتیمی کے آثار نمایاں تھے۔

(جنگ احد کے وقت جناب ام کلثوم اور جناب زینب کا مدینہ میں ہونا ثابت ہے۔ گو جناب رقیہ وفات پا چکی تھیں مگر ان کی بے قراری اور گریہ زاری کا ذکر نہیں۔)

ج: مسلم: کتاب الجہاد، باب غزوۂ احد:

جرح وجہ رسول اللہؐ وکسرت رباعیتہ حشمت البیضۃ علیٰ راسہ فکانت فاطمۃؑ بنت رسول اللہؐ تغسل الدم وکان علیؑ ابن ابی طالبؑ یسکب علیہا بالمجن:

ترجمہ: آپؐ کا روئے مبارک مجروح ہو گیا سامنے والے دندان مبارک شکستہ ہو گئے۔ خود سر میں دھنس گیا۔ فاطمہؑ بنت رسول خون دھوتی تھیں اور علیؑ ابن ابی طالب ڈھال سے پانی ڈالتے تھے۔

اگر جناب زینب وام کلثوم بھی صلبی بیٹیاں ہوتیں تو فطری ہیجان و اضطراب سے مجبور ہو کر جناب زہرا سلام اللہ علیہا کی طرح باپ کی خدمت میں میدان جنگ میں جانے کا خطرہ بھی مول لیتیں۔

۳: کتب اخبار میں بعض ایسی اخبار منقول ہیں جو ان تین محترمہ خواتین کے بنات رسولؐ ہونے کو مشکوک

بنائی ہیں۔

ا: سیرۃ النبیؐ ابن ہشام جلد ۴، باب ذکر ازواجہؐ صفحہ ۳۲۱:

خدیجۃ بنت خویلد: وھی اول من تزوجؐ وزوجہ ابوھا خویلد بن اسد ویقال اخوھا عمرو بن خویلد واصدقھا رسول اللہؐ عشرین بکرۃ فولدت لرسول اللہ ولدہ کلھم الا ابراھیم وکانت قبلہ عند ابی ھالۃ بن مالک احد بنی اسید بنی عمرو بن تیم حلیف بنی عبدالدار فولدت لہ ھند بن ابی ھالۃ وزینب بنت ھالۃ وکانت قبل ابی ھالۃ عند عتیق بن عایذ بن عبداللہ بن مخزوم فولدت لہ عبداللہ و جاریۃ:

ترجمہ: جناب خدیجہؓ پہلی وہ خاتون ہیں جن سے آپؐ نے شادی کی۔ جناب خدیجہ کی آپؐ سے شادی ان کے والد خویلد ابن اسد نے کی تھی۔ بعض مؤرخین کے بقول جناب خدیجہؓ کی آپؐ سے شادی بی بی کے بھائی عمر ابن خویلد کے ذریعہ ہوئی تھی۔ آنحضورؐ نے خدیجہؓ کو حق مہر میں بیس نوخیز اونٹنیاں دی تھیں۔ آنحضورؐ کی تمام اولاد سوائے ابراہیم کے جناب خدیجہؓ سے تھی۔ آنحضورؐ سے قبل جناب خدیجہؓ ابوہالہ ابن مالک کی منکوحہ تھی۔ یہ شخص بھی اسید بن تیم سے تھا۔ یہ قبیلہ بنی عبدالدار کا حلیف تھا۔ جناب خدیجہ سے ابوہالہ کا ایک بیٹا ہند ابن ابوہالہ، زینب بنت ابی ہالہ پیدا ہوئے تھے۔ ابوہالہ سے پہلے جناب خدیجہ عتیق ابن عائذ ابن عبداللہ ابن مخزوم کے گھر تھیں۔ وہاں بی بی کے شکم سے عبداللہ اور ایک بچی پیدا ہوئی تھی۔

ب: ایضاً: صفحہ ۳۲۲:

وتزوج رسول اللہؐ ام سلمۃ بنت ابی امیۃ بن المغیرۃ المخزومیہ واسمھا ھند وزوجہ ایاھا سلمۃ ابنھا واصدقھا رسول اللہؐ فراشاً حشوہ لیف وقدحاً وصحفۃ وکانت قبلہ عند ابی سلمۃ بن عبدالاسد واسمہ عبداللہ فولدت لہ سلمہ وعمرو وزینب ورقیۃ:

ترجمہ: آنحضورؐ نے ام المومنین ام سلمہ بنت ابوامیہ ابن مغیرہ مخزومیہ سے شادی کی۔ آپ کا نام ہند تھا۔ آنحضورؐ کی اس مخدرہ سے شادی بی بی کے بیٹے سلمہ کے ذریعے ہوئی تھی۔ بی بی کو آپ نے حق مہر میں ایک گدا جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے۔ ایک مٹی کا پیالہ اور ایک کاسہ دیا تھا۔ آپؐ سے پہلے بی بی ابوسلمہ ابن عبدالاسد کے گھر میں تھیں۔ ابوسلمہ کا نام عبداللہ تھا۔ وہاں بی بی کے شکم مبارک سے سلمہ ابن عبداللہ، عمرو ابن عبداللہ، زینب بنت عبداللہ اور رقیہ بنت عبداللہ پیدا ہوئی تھیں۔

ج: ارجح المطالب صفحہ ۴۵۳: و ریاض النضرۃ: ج ۲ صفحہ ۲۰۲:

نیز: مودۃ القربیٰ: المودۃ الثامنۃ:

اعطاہ صھراً مثلی لیس لاحد صھراً مثلی:

عن ابی الحمراء ان رسول اللہؐ قال لعلی اُوتیت ثلاثاً لم یوتھن احد ولا انا، اوتیت صھراً

مثلی و لم اُوت انا مثلی و اُوتیت زوجة صدیقة مثل ابنتی و لم اوت مثلها و اوتیت الحسنؑ والحسینؑ من صلبک و لم اوت مثلهما من صلبی۔ ولکنک منی و انا منکم:

اخرجہ ابوسعید فی شرف النبوۃ، والدیلمی فی فردوس الاخبار (الامام الرضا فی مسندہ)

ترجمہ: ابوالحمرا سے مروی ہے کہ آنحضورؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا۔ تجھے تین ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سمیت کسی کو نہیں دی گئیں۔ تجھے مجھ جیسا سسر ملا ہے۔ جبکہ مجھے ایسا سسر نہیں ملا۔ تجھے میری بیٹی جیسی صدیقہ زوجہ ملی ہے۔ جبکہ مجھے ایسی زوجہ نہیں ملی۔ تجھے حسنینؑ دیئے گئے اور مجھے بیٹے نہ ملے۔ لیکن تو مجھ سے ہے اور میں تم سے ہوں۔

قولہ: حضورؐ کے ننھے صاحبزادوں کی نواسوں کی طرح محافل ذکر خیر کیوں منعقد نہیں ہوتیں۔

اقول: حافظ جی! آپ کی اس انوکھی منطق کا کیا جواب دوں۔

؎ تم ہی کہو یہ انداز گفتگو کیا ہے۔

حضرت اگر محافل کا انعقاد محبت کی علامت اور انعقاد نہ کرنا مخالفت کی نشانی ہے تو پھر آپ حضرات حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان کے ایام منانے اور ان کی سیرت کی محافل کی طرح دیگر صحابہ اور اقرباء رسول اللہؐ ذکر خیر کی محافل کیوں منعقد نہیں کرتے "کیا آپ کے اصول کے مطابق" یہ کہنا درست ہوگا کہ آپ حضرات کو سوائے ان اصحاب ثلاثہ کے باقی تمام صحابہ و اقرباء رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عداوت ہے۔

حافظ جی! عقل کے ناخن لو! محافل تذکیر ایام اللہ کے لئے قائم کی جاتی ہیں۔ حضورؐ کے سب صاحبزادے نہایت صغر سنی میں اس سے قبل کہ کوئی واقعہ اسلام یا کوئی یوم اللہ ان کے متعلق وقوع پذیر ہو۔ اس دنیا سے رحلت کر گئے۔ پھر کوئی محفل صرف ان کے نام سے کس طرح قائم ہو سکتی ہے۔

ہاں مجلس عزا میں حضرت ابراہیم ابن رسول اللہؐ کا اکثر ذکر آتا ہے۔

قولہ: امہات المومنین ازواج مطہرات کو اہل بیت نبوی اور گھرانہ رسول سے کیوں خارج کیا جاتا ہے۔

اقول: حافظ جی ازواج نبی کو اہل بیت رسولؐ سے ہم نے خارج نہیں کیا۔ بلکہ قرآن کریم مندرجہ ذیل آیت نے انہیں اہل بیت رسولؐ سے خارج کیا ہے۔

۱: پ ۵، ع ۲:

وان خفتم شقاق بینهما فابعثوا حکماً من اهله وحکماً من اهلها:

ترجمہ: اگر تمہیں ان کے نزع کا خطرہ ہو تو ایک ثالث مرد کی اہل سے اور ایک ثالث عورت کی اہل سے بھیج دو۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ عورت مرد کے اہل سے نہیں۔ بلکہ مرد کی اہل اور ہے۔ اور عورت کی اہل اور۔۔

ب : پ ۱۶، ع ۵ :

اذکر فی الکتب مریم اذا نتبذت من اھلھا مکاناً شرقیا : کتاب میں مریم کا ذکر کر جب وہ مشرق کیطرف اپنی اہل سے دور گئیں۔

جناب مریم سلام اللہ علیہا نہ کسی کی بیوی نہ خاوند، پھر اس کی اہل کون ؟ اس کی اصل وعترۃ :

ج : ازواج کو اہل بیت سے ہم نے خارج نہیں کیا۔ آپ کی کتب میں موجود حضورؐ کی مندرجہ ذیل احادیث نے کیا۔

مسلم (مع شرح نووی) جلد ۲ کتاب الفضائل ۔ باب من فضائل علیؑ صفحہ ۲۸ :

عن یزید بن حیان عن زید بن ارقم قال دخلنا علیہ فقلنا لہ لقد رأیت خیراً کثیراً لقد صاحبت رسول اللہؐ وصلیت خلفہ وساق الحدیث بنحو حدیث ابی حیان غیر انہ قال الا وانی تارک فیکم الثقلین احدھما کتاب اللہ وھو حبل اللہ من اتبعہ کان علی الھدیٰ ومن ترکہ کان علی الضلالۃ وفیہ فقلنا من اھل بیتہ نساءہ؟ قال لا ایم اللہ ان المرءۃ تکون مع الرجل العصر من الدھر ثم یطلقھا فترجع الی ابیہ وقومھا اھل بیتہ اصلہ وعصبتہ الذین حرموا الصدقہ بعدہ :

ترجمہ: یزید بن حیان نے زید بن ارقم سے روایت کی ہے۔ یزید کہتا ہے کہ ہم زید بن ارقم کے پاس گئے اور کہا تو نے خیر ہی خیر دیکھی ہے۔ آنحضورؐ کی صحبت کا شرف حاصل کیا ہے۔ آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی ہے۔ اور حدیث سنائی جو ابو حیان کی حدیث جیسی تھی۔ البتہ کہا۔ آنحضورؐ نے فرمایا۔ ہوشیار رہنا میں دو بھاری چیزیں تمہارے درمیان چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ان میں سے ایک کتاب خدا ہے۔ یہ اللہ کی رسی ہے۔ جو اس کی اتباع کرے گا ہدایت یافتہ ہوگا۔ جس نے اسے چھوڑا گمراہ ہوگا۔ اسی حدیث میں ہے۔ ہم نے پوچھا۔ کیا آپؐ کی ازواج آپ کے اہل بیت ہیں ؟ زید نے کہا بخدا ہرگز نہیں۔ عورت تو انسان کے ساتھ ایک وقت تک رہتی ہے۔ پھر اگر وہ چاہے تو اسے طلاق دے دے۔ اس صورت میں عورت واپس اپنے باپ اور قبیلہ میں چلی جاتی ہے۔ آنحضورؐ کے اہل بیت آپؐ کے اصل قبیلہ ہیں جن پر اللہ نے صدقہ حرام کیا ہے۔

۸ : تیسیر الوصول : ج ۱ کتاب الاعتصام بالکتاب والسنہ صفحہ ۲۴ :

عن زید بن ارقم قال قال رسول اللہؐ انی تارک فیکم ما ان تمسکتم بہ لن تضلوا بعدی ۔ احدھما اعظم من الاخر وھو کتاب اللہ تعالیٰ حبل ممدود من السماء الی الارض وعترتی اھل بیتی لن یفترقا حتی یردا علی الحوض ۔ فانظروا کیف تخلفونی فیھما :

ترجمہ : زید بن ارقم سے مروی ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا۔ میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ اگر تم نے ان سے تمسک رکھا تو میرے بعد گمراہ نہ ہو گے۔ دونوں میں سے ہر ایک

دوسری سے وزنی ہے۔ ایک اللہ کی کتاب ہے۔ جو مضبوط رسی ہے۔ اور آسمان وزمین کے مابین رابطہ ہے۔ اور دوسری میری عترت واہل بیت ہے۔ یہ دونوں حوض کوثر کے پاس پہنچنے تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گی۔ خیال رکھنا کہ میرے بعد ان سے کیا سلوک کرتے ہو۔

اس حدیث میں حضورؐ نے اہل بیتی کو عترتی کا بدل کل فرمایا ہے۔ یعنی میری عترت ہی میری اہل بیت ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ازواج عترۃ میں شامل نہیں۔

(تفریع) ملحوظ خاطر رہے کہ شیعہ ازواج رسولؐ کے اہل بیت سکنی ہونے سے انکار نہیں کرتے۔ اہل بیت نسبی ہونے سے انکار کرتے ہیں۔ اور جس اہل بیت کی طہارت کا ذکر آیت تطہیر میں ہے اور حدیث تمسک میں جن کی اطاعت کو حضورؐ نے لازم قرار دیا ہے۔ اس سے مراد اہل بیت نسبی ہیں۔ اہل بیت سکنی نہیں۔ (مفصل بحث سوال نمبر ۸۲ کے جواب میں دیکھیں)

قولہ: ام المومنین حضرت عائشہ، حضرت حفصہ ...... شدید دشمنی اور ان پر تبرا بازی ہے۔

اقول: امہات المومنین کے بارے میں شیعہ عقیدہ یہ ہے کہ ان کا مادرانہ احترام لازم و واجب ہے۔ لیکن اگر ان میں سے کسی سے ایسے امور سرزد ہوئے ہوں جو رسول کریمؐ اور اہل بیت رسول (خمسہ نجباء) کی ایذا و ناراضگی کا سبب ہوتے ہوں تو ان اعمال و افعال سے تبرا بھی لازم و واجب ہے۔ کیونکہ ارشاد خداوند عالم ہے۔

پ ۲۸ ع ۳

لا تجد قوما یومنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا آباءھم او اخوانھم او عشیرتھم:

ترجمہ: جو لوگ خلوص دل سے اللہ اور قیامت پر ایمان لا چکے ہیں۔ انہیں کبھی نہ دیکھے گا کہ وہ ایسے لوگوں سے محبت و دوستی رکھیں، جو اللہ اور رسولؐ کے منکر ہیں۔ خواہ منکرین توحید و رسالت ان کے باپ ہوں۔ بھائی ہوں یا قبیلہ کے اور افراد ہوں۔

اور حضور نبی کریمؐ کا فرمان ہے کہ جو میری اہل بیت کے مخالف ہیں۔ وہ میرے مخالف ہیں۔

البدایہ والنہایہ: جلد ۸ (وقائع سنۃ تسع واربعین من توفی فی ھذہ السنۃ ص:

قال احمد ثنا تلید بن سلیمان ثنا ابو الجحاف عن ابی حازم عن ابی ھریرۃ قال نظر رسول اللہؐ الی علیؑ وحسنؑ وحسینؑ وفاطمۃؑ وقال انا حرب لمن حاربکم وسلم لمن سالمکم:

ترجمہ: ابوہریرہ سے مروی ہے کہ آنحضورؐ نے جناب فاطمہ، حضرت علیؑ اور جناب حسنین کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ میری ہر اس شخص سے جنگ ہے جو تم سے جنگ کرے اور ہر اس شخص سے صلح ہے جو تم سے صلح کرے۔

جیسا کہ سابقہ سوال نمبر ۴۶ کے جواب میں مفصلاً ذکر ہوا۔
حافظ جی! امہات المومنین کے متعلق شیعوں کا عقیدہ اور رویہ وہی ہے جس کا اظہار جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام اور جناب عمار بن یاسرؓ نے جنگ جمل میں کیا۔
البدایہ والنہایہ مطبوعہ دارالفکر عربی، جلد ۷ صفحہ ۲۶۷:
وامر علیؑ ان یحملوا الھودج من بین القتلی وامر محمدؑ ابن ابی بکر وعماراً ان یضربا علیہا قبۃ وجاء الیہا اخوھا محمد فسالہا ھل وصل الیک شئی من الجراح فقالت لا۔ وما انت وذالک یاابن الخثعمیہ۔ وسلم علیہا عمار فقال کیف انت یا ام، فقالت لست لک بام قال بلیٰ وان کرھت و جاء الیہا علیؑ ابن ابی طالبؑ امیرالمومنین فقال کیف انت امہ۔ قالت بخیر فقال یغفر اللہ لک:
ترجمہ: حضرت علی علیہ السلام نے حکم دیا کہ محملی جنگ جمل کے مقتولین کے درمیان سے اٹھالیا جائے آپؑ نے محمد بن ابو بکر اور عمار یاسر سے فرمایا کہ محمل کے اوپر خیمہ نما کپڑا تان دو۔ پھر محمد بن ابو بکر بی بی کا بھائی آپ کے پاس آیا اور کہا۔ باجی! آپ کو تو کوئی زخم نہیں آیا۔ بی بی نے کہا۔ کوئی زخم نہیں آیا۔ لیکن تجھے میرے زخموں سے کیا ہے۔
پھر عمار نے آکر آداب عرض کیا اور عرض کیا۔ ماں جی خیریت تو ہے۔ بی بی نے فرمایا۔ میں تیری ماں نہیں بنتی۔ عمار نے عرض کیا۔ آپ پسند کریں یا نہ کریں ماں تو بہر صورت ہیں۔
پھر حضرت علیؑ آئے اور پوچھا۔ اماں جی۔ کیا حال ہے؟ بی بی نے کہا۔ الحمدللہ اچھی ہوں آپؑ نے فرمایا۔ اللہ آپ کو معاف کرے۔
حافظ جی! غور فرمایا آپ نے کہ حضرت علی علیہ السلام، محمد بن ابی بکرؓ، اور عمار یاسر جناب عائشہ کے خلاف صف آراء بھی ہوئے اور مادرانہ احترام بھی کیا۔
یہی ہے شیعوں کا طرز عمل جناب عائشہ کی نسبت ہم ان کا مادرانہ احترام بھی کرتے ہیں۔ اور ان کے جنگ جمل کے عمل قبیح سے تبرا بھی کرتے ہیں۔ دیگر امہات المومنین کی نسبت ہمارے طرز عمل کو اسی پر قیاس کریں۔ کے جنگ جمل کے۔

چونکہ ہمارے نزدیک ثابت ہے کہ حفصہ، عائشہ اور ام حبیبہ سے ایسے امور سرزد ہوئے جو اہل بیت رسولؐ کی ایذا اور ناراضگی کا باعث ہوئے۔ اس لئے ان کے اعمال سے تبرا بھی کرتے ہیں۔ اور ان کا مادرانہ احترام بھی کرتے ہیں۔ اگر یہ ہماری غلطی ہے تو اجتہادی غلطی ہے۔ جس پر مؤاخذہ نہیں کیا جاسکتا۔
قولہ: حضورؐ کی سگی پھوپھی صفیہ خواہر سیدالشہداء حمزہ اور آپ کے صاحبزادے زبیرالعوام۔۔۔۔۔ چڑ ہے۔
اقول: حافظ جی کا یہ قول کہ شیعہ کو جناب صفیہ سے دشمنی یا چڑ ہے، ایک بہتان عظیم ہے۔ میں نے

شیعہ کتب میں جناب صفیہ کی شان میں تحقیر کا کوئی معمولی سا اشارہ تک نہیں پایا۔

لہٰے ان کے فرزند زبیر بن العوام تو شیعہ نہ تو ان سے محبت کرتے ہیں۔ اور نہ نفرت۔ محبت اس لئے نہیں کرتے کہ حضرت علیؑ کے خلاف جنگ جمل میں لوگوں کو صف آرا کرنے والے یہی زبیر اور دوسرے طلحہ تھے جناب عائشہ کو حضرت علیؑ کے خلاف جنگ پر آمادہ کرنے والے یہی دو شخص تھے۔

اور نفرت اس لئے نہیں کہ حضرت علیؑ نے جب حضورؐ کی ایک حدیث یاد دلائی تو جنگ سے کنارہ کش ہو گئے۔

قابل احترام و محبت تب ہوتے اگر حدیث کو سن کر اور حق کے معلوم ہو جانے پر کنارہ کش ہونے کی بجائے حضرت علیؑ کے لشکریوں میں شامل ہو جاتے۔

ا : زبیر جنگ جمل کے محرک اور جناب عائشہ کے لشکر کے رکن اکبر تھے۔

تذکرۃ خواص الامہ : باب خلافۃ علیؑ، فصل جنگ جمل ص۶۶ :

وھرب الولید بن عقبہ وسعد بن ابی وقاص ومروان بن الحکم الی مکۃ وبھا عائشۃ وام سلمۃ وخرج طلحۃ والزبیر : ایضاً الی مکۃ فدخلا علی ام سلمۃ وشکوا الیھا وقالا اکرھنا و سألاھا الخروج قالت انما تریدان الفتنۃ فخرجا من عندھا ودخلا علی عائشۃ ذکرلھا مثل ذالک وقالا لھا تخرجین معنا فنقاتل ھذا الرجل فاجابھما :

ترجمہ : ولید بن عقبہ، سعد ابن ابی وقاص اور مروان ابن حکم مکہ بھاگ گئے۔ مکہ میں ام المومنین ام سلمہ اور ام المومنین عائشہ پہلے سے موجود تھیں۔ بعد میں طلحہ اور زبیر بھی مدینہ سے نکل کر مکہ آ گئے۔ یہ دونوں ام المومنین ام سلمہ کے پاس گئے۔ ان سے شکوہ کیا اور کہا ہمیں مجبور کیا گیا تھا۔ اب آپ میدان میں آئیں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ بی بی نے فرمایا۔ تم فتنہ پرور ہو۔ مجھ سے کوئی توقع مت رکھو۔ اس کے بعد یہ دونوں بی بی عائشہ کے پاس آئے اور اسے کہا۔ کہ اگر آپ ہمارا ساتھ دیں تو ہم علیؑ سے لڑتے ہیں۔ بی بی نے قبول کر لیا۔

ب : جب جناب عائشہ حوأب کے کتوں کے بھو نکنے کی آواز سن کر اور حضورؐ کی حدیث یاد کر کے واپس ہو جانے کا ارادہ کیا تو انہی دو نے جھوٹی قسمیں کھا کر آگے چلنے پر آمادہ کیا۔

خواص الامۃ (فی مسیر عائشہ الی البصرۃ) ص۶۷، ۶۸ :

البدایہ والنہایہ جلد ۷ ص۲۳۱ : (مطبوعہ دار الفکر عربی)

مروج الذہب (مطبوعہ دار الاندلس، بیروت) الجزء الثانی، ذکر موقعۃ الجمل : ص۳۵۷ :

واللفظ لخواص الامۃ،

ذا ابن جریر فی تاریخہ ان عائشہ اشترت الجمل من رجل من عرینہ بستمائۃ درھم وناقۃ

قال ابن جریر فمرّت علی ماءٍ یقال له الحوأب فنبحتها کلاب فقالت ما ھذا المکان فقال لھا سائق الجمل العرنی ھذا الحوأب فاسترجعت و صرخت با علی صوتھا ثم ضربت عضد بعیرھا فاناختہ ثم قالت انا و اللہ صاحبۃ کلاب الحوأب ردونی الی حرم اللہ و رسولہ قالتھا ثلاثۃ قال ابن سعید حکاہ ھشام ابن محمد الکلبی فقال طلحہ و الزبیر ما ھذا الحوأب و قد غلط العرنی ثم احضر و خمسین رجلاً فشھد و امعھما علی ذالک و حلفوا قال الشعبی فھی اول شھادۃ زور اقیمت فی الاسلام:

ترجمہ: ابن جریر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ بی بی عائشہ نے عرنیہ کے ایک شخص سے چھ سو درہم اور ایک ناقہ میں اونٹ خریدا۔ سوار ہو کر سوئے بصرہ روانہ ہوئیں۔ راستہ میں حوأب نامی بستی آئی۔ وہاں کے کتے بی بی کو بھونکنے لگے۔ بی بی نے اونٹ کی مہار پکڑنے والے سے پوچھا۔ اس جگہ کا کیا نام ہے ؟ اس نے بتایا۔ یہ حوأب نامی بستی ہے۔ بی بی نے انا اللہ و انا الیہ راجعون: پڑھا۔ باواز بلند چیخ ماری۔ اونٹ کو سختی کے ساتھ بٹھایا۔ اور کہا۔ بخدا! میں ہی بقول رسولؐ۔ حوأب کے کتوں والی ہوں۔ فوراً مجھے حرم خدا اور حرم رسولؐ میں واپس لے چلو۔ تین مرتبہ بی بی نے فرمایا۔ ابن سعید کا کہنا ہے کہ ہشام ابن محمد الکلبی راوی ہے کہ طلحہ اور زبیر فوراً آئے اور کہنے لگے۔ یہ کہاں حوأب ہے۔ عماری نے جھوٹ بولا ہے۔ پھر حوأب ہی سے پچاس آدمی لے کے آئے جنہوں نے قسم کھا کر شہادت دی کہ یہ حوأب نہیں۔ شعبی کہتا ہے کہ اسلام میں یہ پہلی جھوٹی قسم ہے۔

ج: جب حضرت علیؑ نے زبیر کو حضورؐ کا قول یاد دلایا تو جنگ سے کنارا کش ہو کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

البدایہ والنہایہ: ج ۷ (وقعۃ الجمل) ص ۲۶۳:

وقال (ای علیؑ) للزبیر ما اخرجک قال انت ولا اراک بھذا الامر اولی بہ منی۔ فقال لہ علی اما تذکر یوم مررت مع رسول اللہؐ فی بنی غنم فنظر الیّ وضحک وضحکت الیہ فقلت لہ لایدع ابن ابی طالب زھوۃ فقال لک رسول اللہؐ انہ لیس بمتمرد لتقاتلنہ و انت ظالم لہ۔ فقال الزبیر اللھم نعم و لو ذکرت ما سرت مسیری ھذا و اللہ لا اقاتلک ابداً:

ترجمہ: حضرت علیؑ زبیر سے فرمایا۔ تو نے کیوں خروج کیا ہے؟ زبیر نے کہا اقتدار کے لئے۔ آپؑ مجھ سے حکمرانی کیلئے کوئی اولیٰ اور بہتر تو نہیں ہیں۔ آپؑ نے فرمایا۔ کیا تجھے وہ دن یاد ہے جب تو آنحضورؐ کے ساتھ بنی غنم سے گزر رہا تھا۔ آنحضورؐ نے مجھے دیکھا اور مسکرا دیئے۔ پھر میں بھی انہیں دیکھ کر مسکرایا۔ تو نے کہا تھا۔ ابن ابی طالب میں فخر ہے۔ آنحضورؐ نے فرمایا۔ علیؑ فخر و تکبر کو چھو کر بھی نہیں گیا۔ ویسے ایک دن تو علیؑ سے جنگ کرے گا۔ اور تو ظالم ہو گا۔

زبیر نے کہا۔ واقعاً مجھے اب یاد آیا ہے۔ اگر پہلے یاد آجاتا تو کبھی اس راہ پر نہ چلتا۔ اب بھی قسم

کھا کر کہتا ہوں کہ میں جا رہا ہوں اور کبھی آپؑ سے جنگ نہ کروں گا۔

قولہ: آپؐ کے دوہرے داماد ذوالنورین عثمان بن عفان اور حضرت ابوالعاص زوج زینب سے کیوں دشمنی ہے۔

اقول: حافظ جی کا فرمان کہ ابوالعاص سے شیعوں کو دشمنی ہے تو یہ ان کے بلیسیوں بہتانوں میں سے ایک بہتان ہے۔ جب نہ روایت پیش کرنے کی پابندی ہو۔ نہ کسی کتاب کے حوالے کی ضرورت ہو تو حافظ آزاد ہیں۔ جس قدر چاہیں افتراء باندھیں۔

ابوالعاص ۸ھ میں اسلام لائے اور حضرت ابوبکر کے عہد میں ۱۲ھ کو فوت ہو گئے۔ (استیعاب)

نہ انہیں کوئی خدمت اسلام بجالانے کا موقعہ ملا نہ اہل بیت سے موافقت یا مخالفت کے اظہار کی نوبت آئی۔ محبت یا دشمنی کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔

حضرت عثمان کے متعلق میں حافظ جی کو ان کی کتب میں مذکورہ مندرجہ روایات کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔

۱۔ کنز العمال: ج ۶ ص ۳۸۵: کتاب الفضائل: ذکر فضائل عثمان:

صعد عثمان المنبر فقال جزاکم اللہ یا اصحاب محمدؐ شراً اذعتم السیئة کتمتم الحسنہ و اغریتم غوغاء الناس

ترجمہ: عثمان منبر پر آیا اور کہا۔ اے اصحاب محمد اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔ آپ لوگوں نے برائی کو کھلے عام کر دیا۔ برائی کو ظاہر کر دیا۔ نیکی کو چھپا دیا۔ اور عوام کو گلیوں میں لے آئے۔

۲: عقد الفرید رج ص ۲۱۵: ذکر عثمان بن عفان:

فقدموا المدینة فحاصروه وحاصره قوم من المهاجرین والانصار حتی دخلوا علیه فقتلوه:

ترجمہ: یہ لوگ مدینہ آئے۔ عثمان کا محاصرہ کیا۔ ان کے ساتھ کچھ مہاجرین اور انصار بھی محاصرہ میں شامل ہو گئے۔ حتیٰ کہ اس کے گھر گھسے اور اسے قتل کر دیا۔

۳: عقد الفرید رج ص ۲۲۸

من نائلہ بنت الفرافصہ الی معاویة ابن ابی سفیان، اما بعد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ انی اقصّ علیکم خبره انی شاهد امره کله ان اهل المدینة حصروه فی داره قد امندو امره الی محمّد بن ابی بکر وطلحه و زبیر فامر وهم یقتله:

ترجمہ: نائلہ بن فرافصہ کی طرف سے معاویہ ابن ابو سفیان کو۔ اما بعد: میں تجھے تمام قصہ سناتی ہوں۔ میں عینی شاہد ہوں اہل مدینہ نے عثمان کو اس کے گھر میں بند کر دیا۔ پھر معاملہ محمدؐ ابن ابوبکر کے ہاتھ میں دے دیا۔ طلحہ اور زبیر بھی اس کے ساتھ تھے۔ پھر انہوں نے اس کے قتل کا حکم دیا۔

۴: روضة الاحباب (مطبع منشی محمد بہادر امین آباد) جلد ۲، ذکر وقائع سال سی و چہارم، در

ابتدائے قتل امیر المومنین : صـ۲۶۵ـ :

در ایں سال بعضی از صحابہ رسول اللہؐ در مدینہ جمع آمدہ سخنان پریشان از طعن و عیب در شان امیر المومنین عثمان و مذمت افعال او برخلاف سنت نبویہؐ و اعمالِ عمال دمے کہ در اکناف و اطراف براراذل واشرافِ ہرناحیہ مے رفت برطیق عرض منہادہ امثاعہ مے نمودند :

ترجمہ : اس سال بعض صحابہ مدینہ میں جمع ہوئے ۔ عثمان کے سلسلہ میں زبان طعن درازکی ۔ افعال عثمان کی مذمت کی کہ وہ سنت نبویہ کے خلاف ہے ۔ عمال عثمان اور اعمال عثمان جو اطراف و لواح میں ہیں تمام شریفوں اور کمینوں کے درپے ازار ہیں ۔

۵ : تاریخ الخلفاء سیوطی (مطبع محمدی لاہور) خلافت معاویہ صـ۱۳۶ـ : سنہ ۶۰ھ

اخرج عن ابی الطفیل عامر بن واثلۃ الصحابی انہ دخل علی معاویہ فقال لہ معاویۃ ألست من قتلۃ عثمان ؟ قال لاولکنی ممن حضرہ فلم ینصرہ قال ومامنعک من نصرہ قال لم تنصرہ المہاجرون والانصار فقال معاویۃ اما لقد کان حقہ واجباً علیھم ان ینصروہ ۔ قال فمامنعک یا امیر المومنین من نصرہ ومعک اھل الشام فقال معاویۃ اما طلبی بدمہ نصرۃ لہ فضحک ابو طفیل ثم قال انت وعثمان کما قال الشاعر :

لا الفینک بعد الموت تندبنی   وفی حیاتی مازودتنی زادی

ترجمہ : ابوطفیل عامر بن واثلہ صحابی سے مروی ہے کہ میں معاویہ کے پاس گیا ۔ معاویہؓ نے مجھے کہا ۔ کیا تو عثمان کے قاتلوں سے ہے ؟ ۔ میں نے کہا کہ میں قاتلوں میں سے تو نہیں البتہ اس وقت وہیں موجود تھا ۔ معاویہ نے کہا ۔ تو نے عثمان کی مدد کیوں نہ کی ۔ میں نے کہا ۔ نہ مہاجرین نے اس کی مدد کی اور نہ انصار نے پھر میں کیسے کرتا ۔ معاویہ نے کہا کہ ان کا فرض تھا کہ عثمان کی مدد کرتے ۔ میں نے کہا ۔ سرکار کے پاس پورے شام کی حکومت تھی ۔ آپ نے عثمان کے مطالبہ کے باوجود اس کی مدد کیوں نہ کی ۔ معاویہ نے کہا ۔ میرا خونِ عثمان کا مطالبہ بھی تو عثمان کی نصرت ہی ہے ۔ میں ہنسا اور کہا تیر اور عثمان کا معاملہ اس شاعر کے شعر جیسا ہے ۔

میں دیکھ رہا ہوں کہ میری موت کے بعد تو مجھ پر آنسو بہائے گی
جبکہ میری زندگی میں تو نے مجھے ایک لقمہ تک دینا جائز نہیں سمجھا

سو حافظ جی یہ روایات اور ایسی بیسیوں اور روایات ظاہر کرتی ہیں کہ صحابہ رسولؐ عثمان سے ناراض تھے ۔ ایسے شخص سے محبت صحابۂ رسولؐ کی مخالفت ہوگی ۔

قولہ : آپؐ کے مکرم چچا حضرت حمزہ سے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حسینؑ بن علی کو دے دیا گیا ۔

اقول: حافظ جی ! اجازت ہے کہ ایسے مواقع پر قرآن کریم کی آیت "لعنۃ اللہ علی الکاذبین" پڑھوں۔ ہماری کتب میں جناب حمزہ رضؓ کے لئے "سید الشہداء کا خطاب (یا تمغہ) بتواتر ثابت ہے۔ اور مذکور رہے۔

کافی، جلد ۸ (الروضہ) فصل: ان اللہ اختار من بنی ہاشم سبعۃ ص۴۹ :

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال خرج النبیؐ مستبشراً یضحک فقال له الناس اضحک اللہ سنک یا رسول اللہ و زادک سروراً فقال رسول اللہؐ انه لیس یوم ولا لیلۃ الا ولی فیھا تحفۃ من اللہ۔ الا وان ربی اتحفنی فی یومی ھذا لم یتحفنی بمثلھا فیما مضیٰ ان جبریلؑ اتانی فاقرأنی من ربی السلام وقال یا محمد ان اللہ عزوجل اختار من بنی ہاشم سبعۃ لم یخلق مثلھم فیمن مضیٰ ولا یخلق مثلھم فیمن بقی انت یا رسول اللہؐ سید النبیین وعلیؑ بن ابی طالبؑ وصیک والحسنؑ والحسینؑ سبطاک سید الاسباط وحمزہ عمک سید الشہداء وجعفر ابن عمک الطیار یطیر مع الملائکۃ ۔۔۔ الخ

ترجمہ: امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ ایک دن آنحضورؐ گھر سے باہر تشریف لائے تو بہت خوش تھے۔ اور مسکرا رہے تھے۔ صحابہ نے عرض کیا حضورؐ! اللہ آپؐ کو ہمیشہ مسکراتا رکھے۔ اور ڈھیروں خوشیاں دے۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہر شب و روز مجھے اللہ کی طرف سے کوئی نہ کوئی تحفہ موصول ہوتا ہے۔ مگر آج جو تحفہ اللہ کی طرف سے عنایت ہوا ہے۔ اس جیسا تحفہ قبل ازیں کبھی نہیں ملا۔ ابھی ابھی جبریلؑ نے آکر اللہ کے سلام پہنچا کر بتایا ہے کہ اے محمدؐ! اللہ نے بنی ہاشم میں سے سات افراد کو مصطفےٰ کیا ہے۔ اور ان جیسے افراد نہ ماضی میں پیدا کئے ہیں اور نہ قیامت تک ان جیسے افراد آئیں گے۔

اے نبیؐ آپ سید الانبیا ہیں، علیؑ آپ کا وصی اور سید الاوصیا ہے، حسنینؑ آپ کے سبط اور سید الاسباط ہیں۔ آپؐ کا چچا حمزہ شہید اور اس وقت تک سید الشہداء ہے۔ اور آپ کا چچا زاد جعفر ملائکہ کے ساتھ مصروف پرواز رہتا ہے۔

حیات القلوب، جلد ۲، باب پنجاہ و ششم (احوال خویشان و خدمت گاران آنحضرتؐ ص۵۸۶ (مطبوعہ نولکشور)

در بصائر بسند معتبر از امام محمد باقر روایت کردہ است کہ بر ساق عرش نوشتہ است کہ حمزہ شیر خدا و شیر رسول خدا و سید الشہداء است

ترجمہ: بصائر میں امام محمد باقرؑ سے بسند معتبر مروی ہے کہ ساق عرش پر لکھا ہے کہ جناب حمزہؓ سید الشہداء اور شیر خدا و رسولؐ ہیں۔

اصول کافی: جلد ۱ رکتاب الحجۃ؛ باب ان الائمہ ورثوا علم النبیؐ و جمیع الانبیاء ص۲۲۴؛ حدیث ۲:

على قائمه العرش مكتوب حمزه اسد الله و اسد رسوله و سيد الشهداء وفي ذوآبة العرش علیؑ امیرالمومنین فهذا حجتنا علیٰ من انکر حقنا :

ترجمہ : قائمہ عرش پر لکھا ہے کہ جناب حمزہ شیر خدا اور شیر رسولؐ اور سید الشہداء ہیں۔ رکن فرق پر لکھا ہے کہ علیؑ امیر المومنین ہیں۔ بنا بریں جو شخص ہمارے حق کا منکر ہو گا ہماری حجت اس پر قائم ہے۔

ان احادیث و روایات کی موجودگی میں آپ کا یہ کہنا کہ شیعہ نے جناب حمزہؓ سے سید الشہداء کا تمغہ چھین لیا ہے۔ صریح بہتان نہیں ؟

کیا ایک خطاب جو بارگاہ رسالت سے ایک شخص کو ملا اس خطاب کو کسی دوسرے شخص کیلئے جو اس کا اہل ہو استعمال کرنا اس خطاب (تمغہ) کا چھیننا سمجھا جائے گا ؟

اگر حافظ جی کا جواب اثبات میں ہے تو پھر جہاں شیعوں نے ایک تمغہ چھینا ہے۔ اہل سنت دو تمغوں کے چھیننے والے ہیں۔

حضورؐ نے صدیق اور فاروق کے خطابات (تمغے) حضرت علیؑ کو عنایت فرمائے تھے۔ اہل سنت نے چھین کر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو دے دیئے۔

اِصابہ (ترجمہ ابی لیلیٰ الغفاری)

عن ابی لیلیٰ الغفاری قال سمعت رسول اللهؐ یقول ستکون فتنة فاذا کان ذالک فالزموا علیؑ بن ابی طالب فانه اول من آمن بی اول من یصافحنی یوم القیامة وھو الصدیق الاکبر وھو فاروق ھذه الامة وھو یعسوب المومنین والمال یعسوب المنافقین :

ترجمہ : ابو لیلیٰ غفاری سے مروی ہے کہ میں نے آنحضورؐ کو فرماتے سُنا ہے کہ میرے بعد فتنہ ہو گا۔ اس دور میں علیؑ ابن ابی طالبؑ کا دامن تھام لینا۔ یہی وہ شخص ہے جس نے سب سے پہلے اعلان اسلام کیا اور یہی شخص قیامت میں سب سے پہلے میرا مصافحہ کرے گا۔ علیؑ صدیق اکبر بھی ہے اور اس امت کا فاروق اعظم بھی ہے۔ علیؑ یعسوب المومنین ہے اور دولت یعسوب المنافقین ہے۔

ریاض النضرۃ : الجزء الثانی ، الباب الرابع ، الفصل الثانی ص۱۵۳ :

صواعق محرقہ باب ۹ فصل ۲ ص۸۴ :

عن ابی ذرؓ سمعت رسول اللهؐ یقول لعلی انت الصدیق الاکبر و الفاروق الاعظم الذی یفرق بین الحق والباطل :

ترجمہ : ابوذرؓ سے مروی ہے کہ میں نے آنحضورؐ سے سنا ہے۔ فرما رہے تھے۔ یا علیؑ تو صدیق اکبر اور وہ فاروق اعظم ہے جو حق و باطل میں امتیاز کرتا ہے۔

نیز کنز العمال : ج ۶ ص۱۵۶ :

اہل سنت کی کتب احادیث میں ایسی روایات بھی موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صدیق کا مصداق تمام عالم میں صرف تین ہیں۔ ان کے علاوہ کوئی اور صدیق کا حقیقی معنوں میں مصداق نہیں۔

صواعق محرقہ : الباب التاسع : فی مآثرہ وفضائلہ (اے علیؑ) الحدیث الثلاثون ص۱۲۵ :

اخرج ابن النجار ان رسول اللہؐ قال قال الصدیقون ثلاثۃ حبیب النجار مومن آل یٰسین قال یا قوم اتبعوا المرسلین و حزقیل مومن آل فرعون الذی قال اتقتلون رجلاً ان یقول ربی اللہ و علیؑ بن ابی طالب وھوا فضلھم :

ترجمہ : ابن نجار نے روایت کی ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا صدیق تین ہیں۔ حبیب نجار، مومن آل یٰسین، جس نے کہا تھا۔ اے لوگو ان مرسلین کی اتباع کرو۔ دوسرا مومن آل فرعون حزقیل جس نے کہا تھا کیا ایسے آدمی کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے کہ اللہ ایک ہے۔ اور تیسرا علیؑ ابن ابی طالب۔ یہ دونوں سے افضل ہے

نیز کنز العمال جلد ۱۱ : کتاب الفضائل : فضائل علیؑ حدیث نمبر ۳۲۸۹۷ :

حافظ جی ! ہم جناب حمزہؓ کو بھی سید الشہداء کہتے ہیں۔ اور امام حسین علیہ السلام کو سید الشہداء کہتے ہیں وہ مقدس ہستی جس کے متعلق حضورؐ نے سید شباب اہل الجنۃ ہونے کی شہادت دی۔ وہ شہدا کا ذکر ہو تو سید الشہداء ہے۔ اولیاء کا بیان ہو تو سید الاولیاء ہے۔

یہ شہادت میں جناب حمزہ کے ہم پلہ ہیں :

غنیۃ الطالبین : باب الامر بالمعروف، فصل :

وقد ذکرنا ان الشرط الخامس : عن ابی امامۃ قال قال رسول اللہؐ افضل الشھداء یوم القیامۃ حمزہ بن عبدالمطلب ورجل قام الی امام جائر فامرہ ونہاہ فقتلہ :

ترجمہ : ہم نے سابقاً ذکر کیا ہے کہ پانچویں شرط یہ ہے۔ ابو امامہ سے مروی ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا ہے۔ قیامت کے دن افضل الشہدا جناب حمزہ ہوں گے۔ اور دوسرا وہ شخص جس نے امام ظالم کے خلاف قیام کیا۔ اسے امر و نہی کی اور امام ظالم کے ہاتھ سے شہید کر دیئے گئے۔

قولہ : آپ کے محترم چچا حضرت عباس کو ۔ ۔ ۔ ۔ گالیاں دی جاتی ہیں۔

اقول : شیعہ جناب عباسؓ کا کما ینبغی احترام کرتے ہیں۔ شیعہ کتب میں ان کی مدح و توصیف میں روایات مذکور ہیں۔

۱ : حیات القلوب : ج ۲ (مطبوعہ نولکشور) باب پنجاہ ششم ، احوال خویشان و خدمتگاران آنحضرتؐ ص۵۸۵ :

ابن بابویہ بسند معتبر از امام رضا علیہ السلام روایت کردہ است کہ حضرت رسولؐ فرمود بہترین برادران من علیؑ است و بہترین عموہائے من حمزہ است و عباس با پدرم از یک اصل برآمدہ است :

ترجمہ: ابن بابویہ نے بسند معتبر امام رضاؑ سے روایت کی ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا ہے۔ علیؑ میرا بہترین بھائی ہے۔ حمزہ میرا بہترین چچا ہے اور عباس میرے والد کا پدری بھائی ہے۔

۲: مجالس المومنین: جلد اول: مجلس سوئم: ذکر اکابر شیعہ: طائفہ اولیٰ در مشاہیر بنی ہاشم عباس بن عبد المطلب صفحہ ۱۸۲: (مطبوعہ تہران)

عم حضرت پیغمبرؐ از جانب پدر است از سادات صحابہ آنحضرت و اصحاب امیر المومنین بودہ بعد از حضرت ابو طالبؑ تولیہ سقایۃ حاج نمودہ و حضرت پیغمبرؐ او را گرامی داشتے و تعظیم و تبجیل او نمودے و فرمودے کہ عباس بمنزلہ پدر من است:

ترجمہ: جناب عباس آنحضورؐ کے پدری چچا ہیں۔ اور سادات سے ہیں۔ حضرت نبیؐ اور حضرت علیؑ کے صحابہ سے تھے۔ جناب ابو طالبؑ کی طرف سے حاجیوں کی سقائی بھی کی تھی۔ آنحضورؐ انہیں محترم سمجھتے تھے اور آپؐ ان کی عزت و تعظیم کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ عباس کا مقام میرے نزدیک والد کا مقام ہے۔

حافظ جی نے حیات القلوب کی جس روایت کی طرف اپنے سوال میں اشارہ کیا ہے وہ روایت حیات القلوب کے اُس ایڈیشن میں ہے جو میرے پاس ہے ص۶۱۸ کی بجائے ص۵۸۶ پر ہے۔ اُس روایت کی عبارت ملاحظہ ہو۔

اور آئیے اس کے الفاظ پر غور کریں اور دیکھیں کہ (عیاذاً باللہ) حضرت عباس کو گالیاں دی گئی ہیں یا ایک حقیقت بیان کی گئی ہے۔

حیات القلوب جلد دوم (مطبع نولکشور) باب پنجاہ ششم ص۵۸۶:

کلینی بسند حسن روایت کردہ است کہ سدیر از حضرت امام محمد باقرؑ پرسید کہ کجا بود عزت و شوکت و کثرت بنی ہاشم کہ حضرت امیر المومنینؑ بعد از حضرت رسالتؐ از ابوبکر و عمر و سائر منافقان مغلوب گردید حضرت فرمود کہ از بنی ہاشم کہ ماندہ بود جعفر و حمزہ کہ در غایت ایمان و یقین از سابقین اولین بودند بعالم بقا رحلت کردہ بودند دو مرد ضعیف الیقین ذلیل النفس بودند کہ تازہ مسلمان شدہ بودند عباس و عقیل و ایشان را در جنگ بدر اسیر کردند و آزاد کردند ایمان چنین قوتے ندارد اگر حمزہ و جعفر حاضر میبودند در آں فتنہ ابوبکر و عمر یارائے آں نداشتند کہ حق امیر المومنین رغصب کنند:

ترجمہ: جناب کلینی نے بسند حسن روایت کی ہے کہ سدیر نے امام باقرؑ سے سوال کیا کہ اس وقت ہاشمی ہیبت اور شجاعت کو کیا ہو گیا تھا۔ جب بعد از نبیؐ حضرت علی علیہ السلام منافقین سے مغلوب ہو کر رہ گئے۔

آپؐ نے فرمایا بھلا بنی ہاشم سے بچ کون گیا تھا۔ جعفرؓ و حمزہؓ جو سابقین اولین سے تھے۔ شہید ہو چکے تھے۔ جناب عباس اور جناب عقیل انتہائی کمزور تھے۔ ویسے بھی جنگ بدر میں قید ہو کر آئے تھے۔ اور فدیہ دیکر آزاد کرائے گئے تھے۔ ہاں اگر حمزہ اور جعفر بعد از نبیؐ ہوتے تو پھر تاریخ اسلام کا نقشہ اور ہوتا۔

ملحوظ خاطر رہے کہ اصل روایت میں ضعیف الیقین اور ذلیل النفس کے ہیں۔ اور حافظ جی نے ضعیف الیقین کی بجائے ضعیف الایمان لکھا ہے۔

ان دونوں کے ضعیف الیقین اور ذلیل النفس (کمزور دل، جلد جُھک جانے والا) ہونے کی وجہ بھی روایت میں مذکور ہے کہ تازہ مسلمان ہوئے تھے۔ انہیں مسلمان ہوئے بہت تھوڑا عرصہ ہوا تھا۔ (صرف دو یا ڈھائی سال) کیونکہ ۸ھ میں بوقت فتح مکہ مسلمان ہوئے تھے۔ اور ۱۱ھ کے شروع میں حضورؐ کا وصال اور حضرت ابو بکر کی خلافت کا آغاز ہوا۔

ظاہر ہے کہ اتنے تھوڑے عرصہ میں ایک نو مسلم نہ حق الیقین کے درجہ تک پہنچ سکتا ہے۔ نہ غیرت و جرأت ایمانی سے متصف ہو سکتا ہے۔

مدینہ کے ماحول کے اعراب جب مسلمان ہوئے اور ایمان کا دعویٰ کیا تو خلاق عالم کی طرف سے تنبیہ نازل ہوئی۔

پ ۲۶، ع ۱۴:

قالت الاعراب آمنا قل لم تومنو ولکن قولوا اسلمنا لما یدخل الایمان فی قلوبکم:

ترجمہ: عرب کہتے ہیں کہ ہم ایمان لا چکے۔ انہیں کہدے کہ ایمان ابھی تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا تم کہو ہم نے اسلام قبول کر لیا ہے۔

ابھی تم حق الیقین کے درجہ کو نہیں پہنچے۔ کامل الیقین ہونے کیلئے ایک عرصہ تک حضورؐ کے فیض صحبت اور امتحان و ابتلاء میں کامیاب ہونا شرط ہے۔

ذلیل النفس کا لفظ نہ گالی ہے۔ اور نہ عربی و فارسی میں ان معنوں میں استعمال ہوتا جن معنوں میں اردو اور پنجابی میں۔ اردو زبان میں ذلیل کا لفظ خسیس، کمینے اور گھٹیا کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ لیکن عربی زبان میں کمزور اور بے مقدرت کے معنی میں۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے۔

پ ۴، ع ۴:

ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلہ فاتقوا اللہ لعلکم تشکرون:

ترجمہ: اور اللہ تمہاری مدد کر چکا ہے بدر کی لڑائی میں اور تم بے مقدور تھے پس ڈرتے رہو اللہ سے شاید تم احسان مانو۔

(موضح القرآن شاہ عبدالقادر دہلوی)

دیکھئے شاہ عبدالقادر نے اذلہ کے معنی بے مقدور کئے ہیں۔

حافظ جی اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اذلہ (جمع ذلیل) کہا ہے۔ کیا (عیاذاً باللہ) اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو گالی دے رہا ہے۔

عربی زبان میں گھٹیا، خسیس یا کمینے کیلئے لفظ رذیل یا ارذل استعمال ہوتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

پ ۱۹ ارع ۱۰:

قالوا انؤمن واتبعک الارذلون:

ترجمہ: وہ بولے کیا ہم تجھ کو مانیں اور تیرے ساتھ ہو رہے ہیں کمینے، (موضح القرآن)

یا جیسے مندرجہ ذیل روایت میں:

استیعاب (برحاشیہ اصابہ، مطبوعہ السعادۃ مصر) صفحہ ۲۵۴: ذکر ابن المبارک:

عن مالک بن مغول عن ابجر قال لما بویع لابی بکر جاء ابوسفیان بن حرب الی علیؑ فقال غلبکم ارذل بیت فی قریش اما واللہ لاملأنہا خیلا ورجالا قال فقال علیؑ مازلت عدو الاسلام واھلہ:

ترجمہ: مالک نے ابجر سے روایت کی ہے کہ جب ابوبکر کی بیعت ہوگئی تو ابوسفیان ابن حرب حضرت علیؑ کے پاس آیا اور کہا۔ قریش میں سے کمین آپ پر حکمران ہوگئے۔ بخدا اگر آپ کھڑے ہوں تو میں مدینہ کو سواروں اور پیادوں سے پر کردوں گا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ تو ہمیشہ سے اسلام اور اہل اسلام کا دشمن ہی رہا ہے۔

نیز: تاریخ کامل حدیث السقیفہ صفحہ ۳۲۶: (مطبوعہ دار صادر بیروت)

اگر اس پر بھی حافظ جی مصر ہوں کہ حضرت عباس کو ذلیل النفس کہہ کر گالی دی گئی ہے تو!

ایں گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند ؎

آپ کی کتب میں نہ صرف حضرت عباسؓ کو بلکہ ان کے ساتھ حضرت علیؑ کو بھی ذلیل کہا گیا ہے۔

تاریخ کامل ابن اثیر: جلد اول، حدیث سقیفہ صفحہ ۳۲۶:

قیل لما اجتمع الناس علیٰ بیعتہ ابی بکر اقبل ابوسفیان وھو یقول انی لاری عجاجۃ لایطفئھا الا الدم یاآل عبد مناف فیم ابوبکر من امورکم این المستضعفان؟ این الاذلان علیؑ والعباس:

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ جب لوگوں نے ابوبکر کی بیعت کرلی۔ تو ابوسفیان مدینہ میں آیا اور کہنے لگا۔ مجھے ایسا غبار نظر آرہا ہے۔ جسے خون کے علاوہ اور کوئی چیز فرو نہ کرسکے گی۔

اے آلِ عبد مناف: بھلا ابوبکر کب تمہارا انچارج ہوگیا ہے۔ وہ دونوں ذلیل کہاں گئے؟ علیؑ اور عباسؓ کہاں ہیں؟

اب ذرا حافظ جی یہ بھی دیکھ لیں کہ اہل سنت کی کتب حدیث میں حضرت عباسؓ کی کس طرح مدح سرائی کی گئی ہے۔

بخاری: جلد اول: بیان ماجاء فی القسمۃ وغیرھا فی المسجد، باب القسمۃ وتعلیق القنو فی المسجد حدیث نمبر ۸۲:

عن انسؓ قال اتی النبیؐ بمال من البحرین فقال انثروہ فی المسجد وکان اکثر مال اُتی بہ رسول اللہؐ فخرج رسول اللہؐ الی الصلاۃ ولم یلتفت الیہ فلما قضی الصلاۃ جاء فجلس الیہ فما کان یریٰ احداً الا اعطاہ اذجاء العباسؓ فقال یارسول اللہ اعطنی فانی فادیت نفسی وفادیت عقیلاً فقال لہ رسول اللہؐ خذ فحثا فی ثوبہ ثم ذھب یقلہ فلم یستطع فقال یارسول اللہ مر بعضھم یرفعہ علیّ قال لا قال فارفعہ انت علیّ قال لا فنثر منہ ثم ذھب یقلہ فلم یستطع فقال او مر بعضھم یرفعہ قال لا قال فارفعہ انت علیّ قال لا فنثر منہ ثم احتملہ فالقاہ علیٰ کاھلہ ثم انطلق فمال نرال رسول اللہؐ یتبعہ بصرہ حتیٰ مضیٰ عجباً من حرصہ فما قام رسول اللہ وثمہ منھا درھم:

ترجمہ: انسؓ سے مروی ہے کہ آنحضورؐ کے پاس بحرین سے مال آیا۔ آپؐ نے فرمایا اسے مسجد میں رکھ دو۔ اس وقت تک آنے والے مال سے وافر ترین مال تھا۔ آنحضورؐ نماز کو آئے اور مال پر توجہ نہ دی۔ جب نماز ختم ہوگئی تو مال کے پاس آئے اور تقسیم کرنے لگے۔ جو آجاتا تھا اسے دے دیتے تھے جناب عباس آئے اور عرض کیا۔ اے رسول خدا۔ مجھے بھی عنایت فرمائیے۔ میں نے اپنا اور عقیل کا فدیہ دیا ہے۔ آنحضورؐ نے فرمایا۔ آ لے لے۔ اس نے کپڑا بچھایا اسمیں چلو بھر بھر کر ڈالے۔ جناب عباس نے گٹھڑی باندھی اور اٹھانے لگا۔ لیکن اٹھا نہ سکا۔ عرض کیا حضور کسی کو حکم دیں کہ وہ میرے ساتھ اٹھوائے۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہرگز نہیں۔ جناب عباس نے کہا آپ ہی میرے اوپر رکھ دیجئے آنحضورؐ نے فرمایا۔ ہرگز نہیں۔ عباس نے گٹھڑی کھولی کچھ کم کیا۔ پھر بھی نہ اٹھا سکا۔ پھر اٹھوانے کی درخواست کی۔ آپؐ نے پھر منع کر دیا۔ دوسری مرتبہ پھر گٹھڑی کھولی اور کم کیا۔ اور اٹھا کر چلے گئے۔ جب تک عباس نظر آتا گیا آنحضورؐ اسے دیکھتے رہے حتیٰ کہ آنکھوں سے اوجھل ہوگیا۔ اس دن آنحضورؐ کیلئے ایک درہم بھی نہ بچا۔

حافظ جی! اس حدیث کو پڑھیئے اور بتائیے کہ آپؐ کے محترم چچا حضرت عباس کو کیوں حریص کہہ کر گالیاں دی جاتی ہیں۔

قولہ: آپؐ کے چچا زاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباس ـ ـ ـ ـ کی امانت دیانت پر کیوں

حملہ کیا جا رہا ہے۔

اقول : حافظ جی ! شیعہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا احترام کرتے ہیں۔ اور اُن سے محبت ومودت رکھتے ہیں۔ مندرجہ ذیل روایات اس امر کی شاہد ہیں۔

۱ : تحفۃ الاحباب (عباس قمی) ذکر عبداللہ ابن عباس ص۱۸۶ :

مجالس المومنین ، ذکر عبداللہ بن عباس ص۱۸۳ :

(بالفاظ مجالس المومنین) از اعاظم صحابہ پیغمبرؐ وافضل اولاد عباسؓ ومرید وتلمیذ حضرت امیرالمومنین بودہ در رکاب آنحضرت ہمیشہ با مخالفان مجاہدہ نمودہ علو درجہ او در علم تفسیر وفقہ وحدیث مشہور ومستغنی از ایراد تفصیل است :

ترجمہ : آنحضورؐ کے عظیم صحابہ اور شاگردوں اور حضرت علیؑ کے لائق ترین شاگردوں میں سے افضل اولاد عباس تھے۔ ہمیشہ آنحضرتؐ کے ہمرکاب رہے۔ اور آپ کے مخالفین سے لڑتے رہے۔ علم حدیث، تفسیر اور حدیث وغیرہ میں مشہور اور تفصیل سے بیان کرنے سے مستغنی ہیں۔

۲ : مجالس المومنین (ذکر عبداللہ بن عباسؓ) ص۱۸۴ :

او رہ اند کہ وقتی کہ امیرالمومنین او راجہت مصالحہ بسوئے طلحہ و زبیر فرستاد او را بتوصیف این کلمات مجسمہ سرفراز ساخت من کان لہ ابن عم مثل ابن عباس فقد اقر اللہ علینہ :

ترجمہ : مروی ہے کہ جب حضرت علیؑ نے عبداللہ ابن عباسؓ کو مصالحت کے لئے طلحہ اور زبیر کے پاس بھیجا۔ تو آپؑ نے عبداللہ کی تعریف یوں کی۔ جس شخص کا چچازاد ابن عباسؓ جیسا ہو۔ اللہ ہمیشہ اسے خوش رکھتا ہے۔

مصنف رجال کشی نے بے شک ایک روایت درج کی ہے۔ جس میں ہے کہ :

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے حضرت علیؑ نے بیت المال کا حساب طلب کیا۔ حضرت عبداللہ نے ناراض ہو کر حضرت علیؑ کو گستاخانہ جواب لکھا۔ اور بیت المال میں موجود تمام خزانہ لے کر مدینہ منورہ آگئے۔ حضرت علیؑ کے بار بار متنبہ کرنے پر بھی بیت المال کی رقم واپس نہ کی۔ رجال

رجال کشی کے علاوہ کسی شیعہ محدث یا مورخ کی کسی کتاب میں یہ روایت موجود نہیں۔ اور شیعہ علماء نے کشی کی اس روایت کی تردید کی ہے۔

تحفۃ الاحباب ، ذکر عبداللہ بن عباس ص۱۸۶ :

مجالس المومنین : ج ۱ ، ذکر عبداللہ بن عباس ص۱۸۹ تا ۱۹۰ :

(بالفاظ مجالس المومنین) علامہ حلیؒ (احلہ اللہ فی اعلیٰ الجنان)

اے آلِ عبد مناف: بھلا ابوبکر کب تمہارا انچارج ہوگیا ہے۔ وہ دونوں ذلیل کہاں گئے؟ علیؑ اور عباسؓ کہاں ہیں؟

اب ذرا حافظ جی یہ بھی دیکھ لیں کہ اہل سنت کی کتب حدیث میں حضرت عباسؓ کی کس طرح مدح سرائی کی گئی ہے۔

بخاری: جلد اول: بیان ماجاء فی القسمۃ وغیرھا فی المسجد، باب القسمۃ وتعلیق القنو فی المسجد

حدیث نمبر ۸۲:

عن انسؓ قال اتی النبیؐ بمال من البحرین فقال انثروہ فی المسجد وکان اکثر مال اُتی بہ رسول اللہؐ فخرج رسول اللہؐ الی الصلاۃ ولم یلتفت الیہ فلما قضی الصلاۃ جاء فجلس الیہ فما کان یری احداً الا اعطاہ اذجاء العباسؓ فقال یا رسول اللہ اعطنی فانی فادیت نفسی وفادیت عقیلاً فقال لہ رسول اللہؐ خذ فحثا فی ثوبہ ثم ذھب یقلہ فلم یستطع فقال یا رسول اللہ مر بعضھم یرفعہ علیّ قال لا قال فارفعہ انت علیّ قال لا فنثر منہ ثم ذھب یقلہ فلم یستطع فقال او مر بعضھم یرفعہ قال لا قال فارفعہ انت علیّ قال لا فنثر منہ ثم احتملہ فالقاہ علیٰ کاھلہ ثم انطلق فما زال رسول اللہؐ یتبعہ بصرہ حتیٰ مضیٰ عجباً من حرصہ فما قام رسول اللہ وثمہ منھا درھم:

ترجمہ: انس سے مروی ہے کہ آنحضورؐ کے پاس بحرین سے مال آیا۔ آپؐ نے فرمایا اسے مسجد میں رکھ دو۔ اس وقت تک آنے والے مال سے وافر ترین مال تھا۔ آنحضورؐ نماز کو آئے اور مال پر توجہ نہ دی۔ جب نماز ختم ہوگئی تو مال کے پاس آئے اور تقسیم کرنے لگے۔ جو آجاتا تھا اسے دے دیتے تھے جناب عباس آئے اور عرض کیا۔ اے رسول خدا۔ مجھے بھی عنایت فرمائیے۔ میں نے اپنا اور عقیل کا فدیہ دیا ہے۔ آنحضورؐ نے فرمایا۔ آ لے لے۔ اس نے کپڑا بچھایا انہیں چلو بھر بھر کر ڈالے۔ جناب عباس نے گٹھڑی باندھی اور اٹھانے لگا۔ لیکن اٹھا نہ سکا۔ عرض کیا حضور کسی کو حکم دیں کہ وہ میرے ساتھ اٹھوائے۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہرگز نہیں۔ جناب عباس نے کہا آپ ہی میرے اوپر رکھ دیجئے آنحضورؐ نے فرمایا۔ ہرگز نہیں۔ عباس نے گٹھڑی کھولی کچھ کم کیا۔ پھر بھی نہ اٹھا سکا۔ پھر اٹھوانے کی درخواست کی۔ آپؐ نے پھر منع کر دیا۔ دوسری مرتبہ پھر گٹھڑی کھولی اور کم کیا۔ اور اٹھا کر چلے گئے۔ (اُنکے حرص پر تعجب کرتے ہوئے) جب تک عباس نظر آتا گیا آنحضورؐ اسے دیکھتے رہے حتیٰ کہ آنکھوں سے اوجھل ہوگیا۔ اس دن آنحضورؐ کیلئے ایک درہم بھی نہ بچا۔

حافظ جی! اس حدیث کو پڑھیئے اور بتائیے کہ آپؐ کے محترم چچا حضرت عباس کو کیوں حریص کہہ کر گالیاں دی جاتی ہیں۔

قولہ: آپؐ کے چچا زاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباس ـ ـ ـ ـ کی امانت دیانت پر کیوں

حملہ کیا جا رہا ہے۔

اقول : حافظ جی ! شیعہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا احترام کرتے ہیں۔ اور اُن سے محبت و مودت رکھتے ہیں۔ مندرجہ ذیل روایات اس امر کی شاہد ہیں۔

۱ : تحفتہ الاحباب (عباس قمی) ذکر عبداللہ ابن عباس صفحہ ۱۸۹ :

مجالس المومنین ۔ ذکر عبداللہ بن عباس صفحہ ۱۸۳ :

(بالفاظ مجالس المومنین) از اعاظم صحابہ پیغمبرؐ و افضل اولاد عباسؓ و مرید و تلمیذ حضرت امیر المومنین بودہ در رکاب آنحضرت ھمیشہ یا مخالفان مجاھدہ نمودہ علو درجہ او در علم تفسیر و فقہ و حدیث مشھور و مستغنی از ایراد تفصیل است :

ترجمہ : آنحضورؐ کے عظیم صحابہ اور شاگردوں اور حضرت علیؑ کے لائق ترین شاگردوں میں سے افضل اولاد عباس تھے۔ ہمیشہ آنحضرتؐ کے ہمرکاب رہے۔ اور آپ کے مخالفین سے لڑتے رہے۔ علم حدیث، تفسیر اور حدیث وغیرہ میں مشہور اور تفصیل سے بیان کرنے سے مستغنی ہیں۔

۲ : مجالس المومنین د ذکر عبداللہ بن عباسؓ) صفحہ ۱۸۴ :

اورده اند کہ وقتی کہ امیر المومنین او را جہت مصالحہ بسوئے طلحہ و زبیر فرستاد او را بتوصیف این کلمات تجسہ سرفراز ساخت من کان لہ ابن عم مثل ابن عباس فقد اقر اللہ علینہ :

ترجمہ : مروی ہے کہ جب حضرت علیؑ نے عبداللہ ابن عباسؓ کو مصالحت کے لئے طلحہ اور زبیر کے پاس بھیجا۔ تو آپؑ نے عبداللہ کی تعریف یوں کی۔ جس شخص کا چچازاد ابن عباسؓ جیسا ہو۔ اللہ ہمیشہ اسے خوش رکھتا ہے۔

مصنف رجال کشی نے بے شک ایک روایت درج کی ہے۔ جس میں ہے کہ :

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے حضرت علیؑ نے بیت المال کا حساب طلب کیا۔ حضرت عبداللہ نے ناراض ہو کر حضرت علیؑ کو گستاخانہ جواب لکھا۔ اور بیت المال میں موجود تمام خزانہ لے کر مدینہ منورہ آگئے۔ حضرت علیؑ کے بار بار متنبہ کرنے پر بھی بیت المال کی رقم واپس نہ کی۔ رجال

رجال کشی کے علاوہ کسی شیعہ محدث یا مورخ کی کسی کتاب میں یہ روایت موجود نہیں۔ اور شیعہ علماء نے کشی کی اس روایت کی تردید کی ہے۔

تحفتہ الاحباب ، ذکر عبداللہ بن عباس صفحہ ۱۸۶ :

مجالس المومنین : ج ۱ ذکر عبداللہ بن عباس صفحہ ۱۸۹ تا ۱۹۰ :

(بالفاظ مجالس المومنین) علامہ حلیؒ (احلہ اللہ فی اعلیٰ الجنان)

در کتاب خلاصۃ الاقوال فی معرفتہ الرجال آوردہ کہ عبد اللہ عباس محبّ حضرت امیرالمومنین وتلمیذ او بود وحال او در بزرگی واخلاص بآنحضرت اشھر از ان است کہ مخفی ماند ابوعمرو کشی در کتاب خود بعضے روایات آوردہ کہ متضمن قدح است در ابن عباس وحال آں کہ شان ابن عباس اجلّ واعلیٰ از آنست وآن روایات را در کتاب کبیر رجال آوردہ ایم وجواب از نہا گفتہ ایم :

ترجمہ: کتاب خلاصۃ الاقوال فی معرفتہ الرجال میں علامہ حلیؒ نے لکھا ہے کہ عبداللہ ابن عباسؓ محبّ علیؑ اور شاگردِ علیؑ تھا۔ جناب ابن عباس کی حضرت علیؑ سے عقیدت اظہر من الشمس ہے۔ کشی نے اپنی کتاب میں بعض ایسی روایات کا تذکرہ کیا ہے۔ جن میں جناب ابن عباس قدح کی گئی ہے۔ لیکن ان کی ذات اس قدح سے عظیم تر اور اجل ہے۔ ہم نے اپنی کتاب کبیر میں وہ روایات بھی درج کی ہیں۔ اور ان کا جواب بھی دیا ہے :

مصنف کتاب رجال کشی نے غالباً یہ روایت سُنی موّرخین سے لی ہے۔ کیونکہ بعض سُنی موّرخین نے ابن عباسؓ کی ناراضگی اور بیت المال کے مال پر قابض ہونے کا ذکر کیا ہے۔

تذکرۃ الخواص (سبط ابن جوزی) فصل، قصۃ ماجرت لعلیؑ مع عبداللہ بن عباسؓ ص۱۶۱ :

ابوالاسود الدؤلی نے جناب امیرؑ کی خدمت میں خط ارسال کیا:

فکتب ابوالاسود الی علی علیہ السلام اما بعد فان اللہ جعلک والیا ومؤتمناً وقد بلوناک فوجدناک عظیم الامانۃ ناصحا للرعیۃ لا تاکل اموالھم ولا ترتشی فی الحکم وان ابن عمک قد اکل ما تحت یدیہ بغیر علمک لم یسعنی کتمانک ذالک فانظر رحمک اللہ فی ذالک :

ترجمہ: ابوالاسود نے حضرت علیؑ کو لکھا کہ: اما بعد: اللہ نے آپؑ کو حکمران اور امین بنایا ہے۔ ہم نے آپؑ کو آزمایا ہے اور آپؑ کو امانت کا پہاڑ پایا ہے۔ آپؑ رعیت کے لئے ناصح ہیں۔ رعیت کا مال نہیں کھاتے۔ نہ ہی فیصلہ میں رشوت لیتے ہیں۔ البتہ آپ کے چچازاد نے اپنے زیر تحت علاقہ میں آپ کی لاعلمی میں مال کھایا ہے۔ میں نے اسے چھپانا آپ سے مناسب نہیں سمجھا۔ اللہ آپؑ پر رحم فرمائے۔ اس طرف توجہ فرمائیے۔

جناب امیر علی علیہ السلام نے ابن عباس سے حساب مانگا اور ابن عباسؓ مالِ بیت المال لے کر مدینہ منورہ روانہ ہوگئے۔

ثم کتب الی ابن عباس اما بعد فاعلمنی ما اخذت من الخراج والجزیۃ وفی ای شئی وضعتہ فکتب الیہ ابن عباس ابعث الی اعملک من احببت فانی ظاعن والسلام ثم دعا ابن عباس اخوالہ من بنی ھلال ابن عامر فجاءہ الضحاک بن عبداللہ وعبداللہ بن رزیق فی جماعۃ واستدعیٰ قیسا فجاءتہ

فاخذ ما کان فی بیت المال من الاموال ولحق بالطائف؛

ترجمہ: حضرت علیؑ نے ابن عباس کو خط لکھا۔ مجھے بتا کہ کتنا خراج اور کتنا جزیہ وصول کیا ہے۔ اور اسے کہاں خرچ کیا ہے۔ ابن عباس نے جواب لکھا۔ آپ جس عامل کو چاہیں میری جگہ مقرر کر دیں۔ میرے ہاتھ صاف ہیں۔ اور میں اس کے آتے ہی چلا جاؤں گا۔ پھر ابن عباس نے اپنے ننہال پیغام بھیجا۔ ان میں سے ضحاک ابن عبید اللہ اور عبد اللہ زریق آئے۔ اس کے بعد آپ نے قیس کو بلایا بیت المال میں جو کچھ تھا وہ تمام مال قبضہ میں لیا۔ اور طائف چلے گئے۔

جناب امیرؑ نے بیت المال کا مال واپس کرنے کو کہا۔ لیکن ابن عباس نے انکار کر دیا۔ کتب الیہ امیرالمومنین۔۔۔۔

واختطفت ماقدرت علیہ من مال الامۃ اختطاف الذئب فاردۃ المعزی اما توقن بالمعاد ولا تخاف رب العباد اما یکبر علیک انک تاکل الحرام وتنکح الحرام۔۔۔۔

ترجمہ: حضرت علیؑ نے ابن عباس کو لکھا۔ جو تیرے ہاتھ آیا تو نے سمیٹ لیا۔ اور اس طرح سمیٹا جس طرح بھیڑیا تنہا بھیڑ کو جھپٹتا ہے۔ کیا تو قیامت پر یقین نہیں رکھتا۔ کیا تو رب العباد سے نہیں ڈرتا کیا تجھے احساس نہیں ہوا کہ تو نے مال حرام کھایا اور نکاح حرام کیا۔

قولہ: ان دونوں باپ بیٹے کے متعلق ۔۔۔۔۔۔ زیادہ گمراہ ہے۔
(حیات القلوب، ج ۲ صـ۶۱۸ـ)

اقول: حافظ جی نے اس عبارت کے متعلق اپنی سابقہ عبارت (آپ کے محترم چچا حضرت عباس ۔۔۔۔ الخ) کی طرح حیات القلوب، ج ۲ صـ۶۱۸ـ کا حوالہ دیا ہے۔

سابقہ عبارت میرے پاس موجود حیات القلوب کے ایڈیشن میں صـ۵۸۶ـ پر مل گئی۔ اس عبارت کو بھی اُس کے قریب، قبل یا بعد مل جانا چاہیئے تھا مگر ۵۸۰ صفحہ سے ۶۱۸ صفحہ تک بغور دیکھنے پر بھی حیات القلوب میں مجھے کوئی ایسی عبارت نہیں مل سکی۔ جس کا مذکورہ بالا معنی، مطلب ہو سکتا ہو۔ لہٰذا اس کے متعلق اظہار خیال سے قاصر ہوں۔

البتہ حافظ صاحب کو مسلم شریف میں مذکور مندرجہ ذیل حدیث کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عبد اللہ ابن زبیر حضرت عبد اللہ ابن عباس کو دل کا اندھا کہا کرتے تھے۔ دیکھیئے حافظ صاحب یہاں کیا فتویٰ صادر کرتے ہیں۔

مسلم جلد اول، کتاب النکاح، باب نکاح المتعۃ صـ۴۵۱ـ:

قال ابن شہاب اخبرنی عروۃ ابن زبیر ان عبد اللہ ابن الزبیر قام بمکۃ وقال ان اناسا اعمی اللہ قلوبھم کما اعمی ابصارھم یفتون بالمتعۃ یعرض برجل فناداہ فقال انک لجلف جاف

لعمری لقد کانت المتعۃ تفعل فی عھد امام المتقین :

(نودی) قولہ : ان اناساً اعمی اللہ قلوبھم کما اعمیٰ ابصارھم یفتون بالمتعۃ یعرض برجل یعنی یعرض بابن عباس ۔ قولہ لجلف جاف الجلف بکسر الجیم قال ابن السکیت وغیرہ الجلف ھو الجافی وعلیٰ ھذا القیاس انما جمع بینھما توکیداً لاختلاف اللفظ والجافی ھو الغلیظ الطبع القلیل الفھم والعلم والادب لبعدہ من اھل ذالک :

ترجمہ : ابن شہاب کا بیان ہے کہ مجھے عروہ ابن زبیر نے بتایا ہے کہ عبداللہ ابن زبیر مکہ میں مقیم تھا اور کہنے لگا کچھ لوگ آنکھوں کی طرح دل کے بھی اندھے ہیں ۔ اور جواز متعہ کا فتویٰ دیتے ہیں ۔ ابن زبیر ایک شخص پر طنز کر رہا تھا ۔ تو نالی کا کیڑا ہے ۔ مجھے اپنی جان کی قسم زمانہ رسولؐ میں متعہ کیا جاتا تھا ۔

(نودی) ایسے لوگ کہ اللہ نے آنکھوں کی طرح ان کے دل بھی اندھے کر دیئے ہیں اور جواز متعہ کا فتویٰ دیتے ہیں ۔ ابن زبیر یہ ابن عباس پر طنز کر رہا ہے ۔

قولہ : والد کی طرح محترم حضورؐ کے عالی خسروں ۔ ۔ ۔ ۔ سمجھی جاتی ہے ۔

اقول : سوال نمبر ۲۶ ۴ کے جواب میں مفصل و مدلل لکھ چکا ہوں ۔ کہ شیعہ مذہب کسی ایسے شخص کے احترام اور اس سے مودت کی اجازت نہیں دیتا ۔ جو بعد از رسول اللہؐ اہل بیت عترۃ (اہل کسا) میں سے کسی کی ناراضگی یا ایذا رسانی کا مرتکب ہوا ہو ۔ خواہ وہ حضورؐ کا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو ۔

فریقین کی کتب میں ایسی روایات موجود ہیں جو شاہد ہیں کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے جناب زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا اور علی علیہ السلام کو ناراض کیا اور انہیں ایذا پہنچائی ۔

۱ : تیسیر الوصول : ج ۴ ، کتاب الفرائض ، الفصل الثالث فی میراث رسول اللہؐ ص ۱۵ :

عن عائشہ قالت سألت فاطمۃؑ ابا بکر ان یقسم لھا میراثھا مما ترک رسول اللہؐ فقال ان رسول اللہؐ قال لا نورث ما ترکناہ صدقۃ فغضبت فھجرتہ فلم تزل کذالک حتیٰ توفیت و عاشت بعد رسول اللہؐ ستۃ اشھر الا لیالی :

(اخرج الخمسۃ الا الترمذی ولفظ البخاری)

ترجمہ : عائشہ سے مروی ہے کہ جناب فاطمہ نے ابوبکر سے ترکہ رسولؐ کا مطالبہ کیا ۔ ابوبکر نے کہا آنحضورؐ کا ارشاد ہے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا ۔ جو چھوڑ جاتے ہیں ۔ وہ صدقہ ہوتا ہے ۔ جناب فاطمہؑ ناراض ہوگئیں ۔ بات کرنا تک چھوڑ دیا ۔ اور تا وفات اسی طرح رہیں ۔ آنحضورؐ کے بعد چند راتیں کم چھ ماہ زندہ رہیں ۔

۲ : تاریخ الفداء ، جزو اول ص ۱۵۶ :

وکذالک تخلف عن بیعۃ ابی بکر ابوسفیان من بنی امیہ ثم ان ابا بکر بعث عمر بن الخطاب

الی علی ومن معہ لیخرجھم من بیت فاطمۃ وقال ان ابوا علیک فقاتلھم فاقبل عمر بشئ من نار علی ان یضرم الدار فلقیۃ فاطمۃ وقالت الی این ابن الخطاب أجئت لتحرق دارنا قال نعم او تدخلوفیما دخل فیہ الامۃ :

ترجمہ: بنی امیہ میں سے ابوسفیان نے بھی ابوبکر کی بیعت نہ کی۔ ابوبکر نے عمر ابن خطاب کو حضرت علیؑ اوران کے ساتھ دیگر افراد کی طرف بھیجا۔ تاکہ انہیں خانہ زہراؑ سے باہر نکال لائے۔ ابوبکر نے کہا اگروہ لوگ نکلنے سے انکار کریں تو بے شک ان سے جنگ کرنا۔ چنانچہ عمر آگ لے کر آیا تاکہ خانہ زہراؑ کو جلادے جناب فاطمہؑ نے عمر سے کہا۔ اے خطاب زادے۔ کیا تو آگ میرے گھر کو جلانے کی خاطر لایا ہے۔ عمر نے کہا۔ بالکل یہی بات ہے۔ یا۔ تم بھی امت کی طرح بیعت ابوبکر کرلو۔

۳ : کنز العمال: ج ۳ ص۱۳۹ :

عن زید بن اسلم انہ حین بویع لابی بکر بعد رسول اللہؐ کان علی والزبیر فی بیت علیؑ وفاطمۃؑ بنت رسول اللہؐ یشاورنھا ویتراجعون فی امرھم فلما بلغ ذالک عمر ابن الخطاب خرج حتیٰ دخل علیٰ فاطمۃ فقال یا بنت رسول اللہؐ واللہ ما من خلق احد احب الی من ابیک وما من احد احب الینا بعد ابیک منک وایم اللہ ماذاک بمانعی ان اجتمع ھؤلاء النفر عندک ان امرھم ان تحرق علیھم الباب فلما خرج عمر جاؤھا قالت أتعلمون ان عمر قد جائنی وقد حلف اللہ لان عدتم لتحرقن علیکم البیت :

ترجمہ: زید بن اسلم سے مروی ہے کہ آنحضورؐ کے بعد جب ابوبکر کی بیعت کی گئی تو علیؑ اور زبیر خانہ دختر رسولؐ میں تھے۔ جو بی بی کی تعزیت بھی کر رہے تھے اور اپنے سلسلہ میں مشورہ بھی کرتے تھے۔ جب عمر کو یہ اطلاع ملی تو وہ خانہ زہراؑ پر آیا اور کہا۔ اے دختر رسول تیرے باپ سے زیادہ مجھے کوئی پیارا نہ تھا۔ اوراب تجھ سے زیادہ مجھے کسی سے محبت نہیں ہے۔ لیکن اگر یہ لوگ اس گھر میں اس طرح جمع ہوتے رہے تو پھر مجھے تیرے اس گھر کو جلانے سے تیرے باپؐ اور تیری محبت رکاوٹ نہ بن سکے گی۔ جب عمر چلا گیا تو دختر رسولؐ نے آکر بتایا کہ عمر قسم کھا کے گیا ہے کہ وہ اس گھر کو جلادے گا۔

۴ : تاریخ طبری (مطبوعہ حسینیہ مصر) ج ۳، السنۃ الحادیۃ عشر ص۱۹۹ :

مختصراً : وتخلف علیؑ والزبیر واخترط الزبیر سیفہ وقال لا اغمدہ حتی یبایع علی فبلغ ذالک ابابکر وعمر فقال عمر خذوا سیف الزبیر فاضربوا بہ الحجر قال فانطلق الیھم عمر فجاء بھما تعباً وقال لتبایعان انتما طائعان او لتبایعان کارھان فبایعا :

ترجمہ: علیؑ اور زبیر نے بیعت سے انکار کر دیا۔ زبیر نے تلوار سونت لی۔ اور کہا جب تک علیؑ کی بیعت نہیں ہوگی۔ اس وقت یہ تلوار نیام میں نہیں جائے گی۔ جب اس بات کا علم عمر وابوبکر کو ہوا تو انہوں نے

کہا کسی طرح سے زبیر سے تلوار لے لو۔ اور اسے پتھر پر مار کر توڑ دو۔ پھر عمر آیا اور دونوں کو گرفتار کر کے لے گیا اور کہا۔ اگر دل آئے تو بخوشی بیعت کرلو۔ ورنہ بامر مجبوری بیعت کرلو۔

حافظ جی! قربان جاؤں آپ کی جرأت اندازانہ کے: ابوسفیان کو حضرت عمر اور حضرت ابوبکر کے ہم پلہ محترم خسروں اور عظیم مسلمانوں کی صف میں شامل کر دیا۔

حافظ جی کے بغیر کسی سنی مصنف کسی سنی عالم نے ابوسفیان کی مدح سرائی کا شرف حاصل نہیں کیا۔

۱: ابوسفیان کا احترام:

مسلم (مترجم: وحید الزمان مع مختصر شرح نووی) جلد ۶، کتاب الفضائل، باب فضائل ابوسفیان صخر بن حرب:

عن ابن عباس قال کان المسلمون لا ینظرون الی ابی سفیان ولا یقاعدون فقال للنبیؐ یا نبی اللہ ثلاث اعطینھن قال نعم قال عندی احسن العرب واجملہ ام حبیبۃ بنت ابی سفیان ازوجکھا قال نعم قال ومعاویۃ تجعلہ کاتبا بین یدیک قال نعم قال تومرنی اقاتل الکفار کما کنت اقاتل المسلمین قال نعم قال ابو زمیل ولولا طلب ذالک من النبیؐ ما اعطاہ ذالک لانہ لم یکن یسال اللہ شیئاً الا قال نعم:

ترجمہ: ابن عباس سے مروی ہے کہ مسلمان ابوسفیان کو اچھی نگاہ سے نہ دیکھتے تھے۔ اور نہ ہی ابوسفیان کو اپنے پاس بیٹھنے دیتے تھے۔ ابوسفیان نے آنحضورؐ سے کہا۔ اے خدا کے نبیؐ تین چیزیں ہیں۔ آپ عنایت فرمادیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں بتا۔ ابوسفیان نے کہا میری ام حبیبہ بیٹی عرب کی حسین ترین لڑکی ہے۔ اس سے نکاح کرلیں۔ آپؐ نے فرمایا ہاں ٹھیک ہے۔ ابوسفیان نے کہا۔ میرے معاویہ کو اپنے پاس بٹھالیں۔ کچھ لکھوالیا کریں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں ٹھیک ہے۔ ابوسفیان نے کہا۔ مجھے کفار سے جنگ کی اجازت دیں۔ جس سے میں مسلمانوں سے لڑا ہوں اس طرح کفار سے لڑوں گا۔ آپؐ نے فرمایا ٹھیک ہے۔

۲: ابوسفیان کا اسلام: (خوف سے ایمان لایا تھا)

ا: کامل ابن اثیر، ج ۱ ذکر فتح مکہ صفحہ ۲۴۵:

فلما راٰہؐ قال ویحک یا ابا سفیان اَلم یان لک ان تعلم اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ قال بلیٰ بابی انت وامی یا رسول اللہ لوکان مع اللہ غیرہ لقد اغنی عنی شیئاً فقال ویحک اَلم یان لک ان تعلم انی رسول اللہ فقال بابی انت وامی اما ھذا ففی النفس منھا شیئ قال العباس فقلت لہ ویحک تشہد شہادۃ الحق قبل ان تضرب عنقک فشہد:

ترجمہ: جب آنحضورؐ نے اسے دیکھا تو فرمایا۔ تف ہے تجھ پر اے ابوسفیان۔ کیا ابھی تک تجھے یقین

نہیں ہوا کہ اللہ ایک ہے؟ ابوسفیان نے کہا۔ کیوں نہیں۔ اے رسول خدا۔ اگر کوئی دوسرا خدا ہوتا تو یقیناً میری مدد کرتا۔ آپؐ نے فرمایا۔ تف ہے تجھ پر اے ابوسفیان۔ کیا ابھی تک تجھے میری رسالت کا یقین نہیں آیا۔ ابوسفیان نے کہا۔ حضورؐ اس سلسلہ میں ابھی تک میرے دل میں کچھ خدشہ ہے۔

جناب عباس نے فرمایا۔ تجھے ذلت نصیب ہو۔ گردن زدنی کے حکم سے قبل شہادت حق دیدے پس لاس کلمہ شہادت پڑھ لیا۔

باب: جنگ حنین میں پہلے مسلمانوں کو شکست ہوئی اور مسلمان بھاگے۔ تو خوشی کا اظہار کیا۔

کامل ابن اثیر: ج ۲ ذکر غزوہ ہوازن بحنین ص۲۶۳:

لما انهزم الناس تكلم رجال من اهل مكة بما فى انفسهم من الضغن۔ فقال ابوسفيان بن حرب لاتنتهى هزيمتهم دون البحر والازلام معه:

ترجمہ: جب لشکر کو شکست ہوئی تو مکی افراد نے اپنے اپنے کینے ظاہر کرنا شروع کر دیئے۔ ابوسفیان نے کہا ان کی شکست سمندر سے ورے ختم نہ ہوگی اور جوئے کے تیر اس کے پاس تھے۔

ج: حضرت ابوبکر کے خلیفہ بننے پر فتنہ برپا کرنے کی کوشش کی۔

کامل ابن اثیر: ج ۲: حدیث السقیفة ص۲۲۶:

استعاب، برحاشیہ اصابہ مطبوعہ السعادۃ مصر ص۲۵۲:

(واللفظ للاستعاب) ذکر المبارک عن مالک بن مغول عن ابن ابجر قال لما بويع لابى بكر جاء ابوسفيان بن حرب الى علىؑ فقال اغلبكم على هذا الامر ارذل بيت فى قريش اما والله لاملأنها خيلاً ورجالاً قال فقال علىؑ مازلت عدواً للاسلام واهله:

ترجمہ: مبارک نے مالک ابن مغول سے مالک نے ابن ابجر سے روایت کی ہے کہ جب ابوبکر کی بیعت ہوگئی تو ابوسفیان حضرت علیؑ کے پاس آیا اور کہا۔ قریش کے کمین آج ... بن گئے ہیں۔ اگر آپؑ تیار ہوں تو میں مدینہ کو سواروں اور پیادوں سے پُر کر دوں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ تو ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کا دشمن رہا ہے۔

روضۃ الاحباب، ج ۲، حدیث ثقیفہ بنی ساعدہ واختلاف مہاجر و انصار دبیعت اصحاب با حضرت ابوبکر ص۳۴:

در بعضی کتب است کہ چوں صحابہ با ابوبکر بیعت کردند ابوسفیان بن حرب بنزد علیؑ رفت دگفت روا باشد کہ فروترین اهل بیتی از قریش بر شما غالب گشتند دست خود بکشائی تا با تو بیعت کنم واللہ اگر خواهی برائے تو مدینہ را از سوار و پیادہ پر سازم۔ علیؑ مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ولے را از خود دور کرد وگفت تو بایں سخن بجز فتنہ ارادہ نکردہ تو ہمیشہ دشمن اسلام و مسلمانان بودہ:

ترجمہ : بعض کتب میں ہے کہ جب صحابہ نے ابو بکر کی بیعت کر لی تو ابوسفیان حضرت علیؑ کے پاس آیا اور کہا قریش کا کمین خاندان تمہا را حاکم ہوگیا ہے۔ اپنا ہاتھ آگے کیجئے تاکہ میں بیعت کروں۔ بخدا مدینہ کی گلیاں سواروں اور پیادوں سے پر کردوں گا۔ حضرت علیؑ نے اسے منع کیا اور فرمایا۔ تیرا مقصد صرف فتنہ انگیزی ہے۔ اور بس تو ہمیشہ سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہی سوچتا رہا ہے۔

قولہ : اسی طرح آپ کے سالوں، سالیوں ـ ـ ـ ـ ـ نفرت کی جاتی ہے۔

اقول : کون سے سالوں، سالیوں سے نفرت کی جاتی ہے ؟

شیعوں کی کون سی کتاب میں لکھا ہے کہ حضورؐ کے سالوں، سالیوں سے نفرت کرو؟

حافظ جی ! حضرت محمدؒ بن ابوبکرؓ بھی تو حضورؐ کے سالے ہیں۔ اور سالے بھی وہ کہ حضورؐ کی محبوب ترین زوجہ کے بھائی۔ کسی شیعہ کے سامنے ان کا ذکر کرکے دیکھو کہ وہ کس قدر ان کا احترام اور ان سے محبت و مودت کا اظہار کرتا ہے۔ دریں صورت کیا یہ آپ کا بہتان عظیم نہیں کہ شیعہ حضورؐ کے سالوں اور سالیوں سے نفرت کرتے ہیں۔

تحفۃ الاحباب (عباس قمی) مطبوعہ تہران، ذکر محمد بن ابوبکر ابن ابی قحافہ ص۳۰۶ :

محمد بن ابی بکر جلیل القدر عظیم المنزلۃ از خواص امیرالمومنین واز حواریین بلکہ بمنزلۂ فرزند آنجناب است ـ ـ ـ ـ ـ

اسی بیان میں آگے چل کر حضرت علیؑ سے نقل کیا ہے کہ : درحق محمد (علیؑ) فرمودہ :

انہ کان لی ربیباً وکنت لہ والداً اعدہ ولداً :

ترجمہ : محمد بن ابوبکر حضرت علیؑ کے اصحاب خاص سے تھا۔ قریب ترین حواریوں سے بلکہ آپؑ کے بیٹے کی حیثیت رکھتا تھا۔ ـ ـ ـ ـ ـ آگے چل کر حضرت علیؑ کا ایک جملہ نقل کیا ہے کہ :

اگرچہ محمد بن ابوبکر میرا پروردہ تھا لیکن میں اسے بیٹا سمجھتا تھا اور والد کی طرح شفقت سے پیش آتا تھا۔

اب یہ بھی دیکھ لیجئے کہ سُنی اس محترم سالے سے کس قدر نفرت کرتے ہیں۔

۱ : امیر معاویہ نے لشکر بھیج کر حضورؐ کے اس محترم سالے کو شہید کرایا۔

تذکرۃ الخواص، فی حدیث الخوارج، فی قتل الاشتر و محمد بن ابی بکر ص۱۱۴ :

ثم ولی علیؑ محمد بن ابی بکر مصر فسار الیھا فجھز الیہ معاویۃ عمرو بن العاص فی جیش کثیر ومعھم معاویہ بن خدیج و ذکر الواقدی ان علیاً انما ولی الاشتر بعد قتل محمد ولما التقوا ترجل محمد وقاتل فتفرق عنہ اصحابہ فاوی الی خربۃ فاخذوجیٔ بہ الی معاویہ بن خدیج وھو صائم عطشان فمنع الماء فقال یا بن الیھودیۃ انساجہ فبکیٰ اللہ فقتلہ والقاہ

فی جیفۃ حمار ثم حرقہ بالنار:

ترجمہ: حضرت علیؑ نے محمد بن ابوبکر کو مصر کا گورنر مقرر کیا۔ معاویہ نے محمد کے خلاف عمرو بن عاص کو ایک بہت بڑا لشکر دے کر بھیج دیا۔ معاویہ ابن خدیج بھی ان کے ساتھ تھا۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت علیؑ نے شہادت محمد کے بعد مالک اشتر کو مصر کا گورنر بنایا تھا۔ جب عمرو عاص کا لشکر پہنچا تو محمد نے مقابلہ کیا۔ محمد کے ساتھی کچھ شہید ہو گئے۔ کچھ ساتھ چھوڑ گئے۔ محمد گرفتار ہو کر معاویہ کے پاس لایا گیا۔ محمد روزہ سے تھا۔ معاویہ نے محمد سے کہا۔ اے جولاہا یہودیہ کے بیٹے اللہ نے تجھے رسوا کیا ہے۔ اس کے بعد گدھے کی کھال میں زندہ یا بروایتے قتل کے بعد بند کر کے جلوا دیا۔

۲: ام المومنین ام حبیبہ نے حضورؐ کے اس سالے کی شہادت پر خوشی منائی۔ اور ام المومنین عائشہ کا دل جلانے والی حرکات کیں۔

تذکرۃ الخواص: ص۱۱۴: (مذکورہ بالا عبارت کے متصل)

فلما بلغ ذالک عائشہ بکت بکاءً شدیداً وکانت تدعو فی صلاتھا علی معاویۃ وعمرو لما بلغ ام حبیبہ اخت معاویۃ بن ابی سفیان قتل محمدؓ وتحریقہ شوت کبشا وبعثت بہ الی عائشہ تشفیاً بقتل محمد بطلب دم عثمان - فقالت عائشۃ قاتل اللہ ابنۃ الفاھرہ واللہ لا اکلت شواءً ابداً۔

ترجمہ: جب یہ اطلاع عائشہ کو موصول ہوئی تو بہت روئی۔ اس کے بعد ہر نماز میں معاویہ کو بددعا کرتی تھی۔ جب شہادت محمد اور محمد کے جل جانے کا علم خواہر معاویہ ام حبیبہ بنت ابوسفیان کو ہوا تو اس نے ایک بکرا بھنوایا۔ اور قتل محمد کی خوشی میں عائشہ کو بھیجا۔ عائشہ نے کہا اللہ اس فاجرہ عورت کی بیٹی کو ذلیل کرے۔ آج کے بعد کبھی بھنا ہوا بکرا نہیں کھاؤں گی۔

حافظ جی سوائے امیر معاویہ کے حضورؐ کے کسی سالے یا سالی کے متعلق یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ شیعہ اس سے نفرت و عداوت رکھتے ہیں۔

اور غالباً "سالوں سالیوں" کے الفاظ سے حافظ جی کی مراد امیر معاویہ ہی ہیں۔ جمع مذکر اور جمع مونث کے صیغے اس فرد واحد کے لئے استعمال کئے ہیں۔ کیونکہ اہل سنت کے نزدیک "سالے" کا مصداق اول و تمام امیر معاویہ ہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضورؐ کے تمام سالے سالیوں کو چھوڑ کر صرف امیر معاویہ ہی کو "خال المومنین" کے خطاب سے نوازا جاتا ہے۔ تو اس کے متعلق شیعہ بلاشک خوش عقیدہ نہیں ہیں۔ نہ اس سے محبت و مودت رکھتے ہیں۔

شیعہ مذہب کا مسلمہ اصول ہے کہ ہر ایسا شخص قابل نفرت اور قابل تبرا ہے جس نے حضورؐ سے، حضرت علی علیہ السلام سے اور گیارہ آئمہ میں سے کسی سے جنگ کی ہو یا کسی ایک کو ہی ایذا پہنچائی ہو۔

دریں صورت شیعہ ایک ایسے شخص سے کس طرح محبت کر سکتے ہیں۔ جو نبی کریمؐ کے خلاف جنگوں میں شامل رہا۔ حضرت علیؑ اور حضرت امام حسن علیہم السلام سے عمر بھر لڑتا رہا۔ دین اسلام کو نقصان پہنچانے کے درپے رہا۔

ا: تیسیر الوصول: ج ۴ کتا الفتن، ذکر الفتن غیر المسمّاۃ صـ۲۱: حدیث نمبر ۷:

عن عبد الرحمٰن بن عبد رب الکعبہ قال دخلت المسجد فاذا عبد اللہ بن عمرو بن العاص جالس فی ظل الکعبۃ والناس مجتمعون الیہ فجلست الیہ ۔۔۔۔ فقال ۔۔۔۔۔۔۔۔ ومن بایع اماماً فاعطاہ صفقۃ یدہ وثمرۃ قلبہ فلیطعہ ما استطاع فان جاء آخر ینازعہ فاضربوا عنق الآخر: قال فدنوت منہ فقلت انشدک اللہ أ انت سمعت ھذا من رسول اللہؐ فاھوی الی اذنہ وقلبہ بیدہ وقال سمعتہ اُذنای ووعاہ قلبی فقلت ان ابن عمک معاویۃ یامرنا ان ناکل اموالنا بیننا بالباطل ونقتل انفسنا۔ واللہ تعالیٰ یقول "یا ایھا الذین آمنوا لاتاکلوا اموالکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم ولاتقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما" فسکت عنّی ساعۃ ثم قال اطعہ فی طاعۃ اللہ واعصہ فی معصیۃ اللہ: (اخرجہ مسلم والنسائی)

ترجمہ: عبد الرحمٰن ابن رب الکعبہ سے مروی ہے کہ میں مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا عبد اللہ ابن عمرو ابن عاص سایہ کعبہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ لوگ اس کے گرد جمع ہو رہے تھے۔ میں بھی بیٹھ گیا ۔۔۔۔۔ اس نے کہا۔ جس نے کسی امام کی بیعت کر لی۔ اسے اپنا ہاتھ اور دل دے دے۔ اب جتنا ممکن ہو اس کی اطاعت کرے۔ اگر کوئی دوسرا اس امام سے نزاع کرے تو دوسرے کا سر کاٹ دو۔

میں نے کہا۔ تجھے اللہ کی قسم ہے۔ کیا تو نے آنحضورؐ سے سُنا ہے؟ اس نے اپنا سر میرے قریب کیا۔ اور کہا۔ میرے کانوں نے سنا ہے اور میرے دل نے محفوظ رکھا ہے۔

میں نے کہا۔ آپ کا چچازاد معاویہ تو ہمیں کہتا ہے کہ ہم ایک دوسرے کا مال کھائیں۔ اور ایک دوسرے کو قتل کریں۔ جبکہ اللہ کہتا ہے:

"اے ایمان والو! ایک دوسرے کا مال باطل طریقہ سے نہ کھاؤ۔ ہاں اگر باہمی رضامندی سے تجارت ہو تو ٹھیک ہے۔ اور نہ ایک دوسرے کو قتل کرو۔ اللہ تمہارے لئے بڑا مہربان ہے"

کچھ دیر تو وہ خاموش رہا۔ پھر کہا۔ اطاعت خدا میں اس کی اطاعت اور معصیت خدا میں اس کی نافرمانی کیا کرو۔

مسلم: کتاب الامارات: باب وجوب الوفاء ببیعۃ:

ب: تاریخ کامل ابن اثیر (طبع بیروت) ذکر تسلیم الحسنؑ بن علیؑ الخلافۃ الی معاویہ صـ۴۸۷:

قال الحسن البصری، اربع خصال کن فی معاویۃ لو لم تکن فیہ الا واحدۃ لکانت موبقۃ:

انتزاؤه علیٰ ھذہ الامۃ بالسیف حتیٰ اخذ الامر من غیر مشورۃ وفیھم بقایا الصحابۃ وذو والفضیلۃ ۔ و استخلافہ بعدہ ابنہ سکیراً خمیراً یلبس الحریر یضرب بالطنابیر وادعاءہ زیاداً وقد قال رسول اللہؐ الولد للفراش وللعاھر الحجر وقتلہ حجراً واصحاب حجر فیا ویلا لہ من حجر یا ویلا لہ من حجر واصحاب حجر :

ترجمہ : حسن بصری کہا کرتا تھا۔ معاویہ میں چار ایسے کام تھے کہ اگر ان میں سے ایک بھی ہوتا تو جہنم کیلئے کافی تھا۔

۱۔ اس امت پر بزور تلوار قبضہ کیا۔ حالانکہ صاحبان فضل اور صحابہ موجود تھے۔ ان سے مشورہ تک نہ کیا۔

۲۔ اپنے بعد کے لئے اپنے مست ، شرابی ، ریشم پوش اور بینڈ باجوں سے کھیلنے والے بیٹے کو ولی عہد بنایا۔

۳۔ زیاد کو بھائی بنایا حالانکہ رسول خداؐ کا ارشاد ہے ۔ بیٹا صاحب فراش کا ہوتا ہے اور زانی کے حصہ میں پتھر ہوتے ہیں ۔

۴۔ حجر ابن عدی ، ابن حاتم طائی اور اس کے ساتھیوں کو شہید کیا۔ حجر اور اصحاب حجر کے قتل پر اسے ویل ہو (دو مرتبہ کہا)

قولہ : ابو العاص و عثمان کی اولاد (عبداللہ ، علی ، امامہ) ۔۔۔۔ نفرت کی جاتی ہے۔

اقول : حافظ جی ! جب اپنے دعویٰ کے ثبوت میں کسی شہادت و روایت پیش کرنے کے پابند نہیں تو جو جی میں آئے کہے جاؤ۔

عبداللہ بن عثمان ، علی بن ابو العاص و امامہ بنت ابو العاص سے نفرت و دشمنی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ عبداللہ اور علی دونوں صغر سن میں (اس سے قبل کہ ان سے اہل بیت کے متعلق کسی قسم کا کوئی فعل یا عمل سرزد ہو) فوت ہو گئے ۔ اور جناب امامہ بنت ابو العاص جناب زہرا سلام اللہ علیہا کی وصیت کے تحت حضرت فاطمہؑ کے بعد حضرت علیؑ کا حرم بنیں۔ اس لئے شیعوں کے نزدیک نہایت محترم اور قابل تعظیم ہیں۔

۱: شرح فقہ اکبر (ملا علی قاری) مجتبائی دہلوی ، فصل للسلف فی الشھادۃ بالجنۃ ص۱۳۳ :

فاطمۃ وزینب ورقیۃ وام کلثوم کن جمیعاً بنات رسول اللہؐ فعند ابی اسحاق ان زینب ولدت فی سنۃ ثلثین من مولد النبیؐ وادرکت الاسلام وھاجرت ۔ وماتت سنۃ ثمان من الھجرۃ عند زوجھا وابن خالتھا ابی العاص وقد ولدت لہ علیاً مات صغیراً قد ناھز الحلم وکان ردیف رسول اللہؐ علی ناقتہ یوم الفتح وولدت لہ ایضاً امامۃ التی حملھاؐ فی صلواتہ الصبح عاتقہ وکان اذ رکع وضعھا

واذا رفع راسه من السجود اعادها۔ تزوّجها علیؑ بن ابی طالبؑ بعد موت فاطمہ :

ترجمہ: ابواسحاق کے مطابق زینب کی اولادت آنحضور کی ولادت کے تیس برس بعد ہوئی۔ اس نے اسلام کا زمانہ دیکھا۔ اسلام قبول کیا۔ ہجرت کی۔ اپنے خالہ زاد شوہر ابن ابی العاص کے ہاں ۸ھ کو انتقال کیا۔ ایک بیٹا علی ابن ابوالعاص تھا جو بلوغ کے قریب پہنچنے کے بعد کمسنی ہی میں فوت ہوگیا تھا۔ فتح مکہ کے بعد یہ علی آنحضورؐ کے پیچھے سوار تھا۔ زینب ہی سے ایک بیٹی امامہ بھی تھی۔ جسے آنحضورؐ نماز صبح میں کندھے پر بٹھلاتے تھے۔ بوقت رکوع اسے زمین پر بٹھا دیتے تھے۔ بعد از سجدہ پھر اٹھالیتے تھے جناب فاطمہؑ کے بعد حضرت علیؑ نے اسی سے شادی کی تھی۔

۲: روضۃ الاحباب: ج ۱ رباب سوم در متممات و مکملات فصل دوم، در ذکر اولاد رسولؐ ص۶۰۱:

گویند بعد از ان رقیہ را از عثمان پسرے شد عبد اللہ نامش کردند در زمان اسلام و ے را ابو عبد اللہ مکنّی ساختند و آں پسر دو سالہ شد و خروس منقار بر چشمہ او زد و بآں سبب وفات یافت :

ترجمہ: کہا جاتا ہے کہ اس کے بعد عثمان کا ایک بیٹا رقیہ سے ہوا۔ اس کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ زمانہ اسلام میں عثمان کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ یہ بچہ دو برس کا تھا۔ کہ ایک مرغ نے اس کی آنکھ پھوڑ دی۔ جس کے بعد یہ فوت ہوگیا۔

قولہ: حضورؐ کا بہن بھائی کوئی نہ تھا ـــــ مشتغل ہونا یقینی تھا۔

اقول: حافظ جی آپ نے غلط کہا۔ حضورؐ کا بھائی تھا، اور بھائی بھی ایسا جس کی اخوت کا رشتہ قیامت کے دن بھی قائم رہے گا۔ جبکہ (تمام رشتے) باطل ہو جائیں۔

پ ۱۸ ع ۶ :

فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینھم :

وفاء الوفاء (سمہودی مطبوعہ بیروت) جلد اول رفصل الحادی عشر فی قدومہؐ رباطن المدینہ ص۲۶۷:

وقال ابن عبد البر کانت المواٰخاۃ مرتین۔ الاولی قبل الھجرۃ بمکۃ بین المھاجرین فاٰخی بین ابی بکر و عمر و ھکذا حتیٰ بقی علیؑ فقال رسول اللہؐ اما ترضی ان اکون اخاک قال بلی یا رسول اللہؐ قال فانت اخی فی الدنیا والاخرۃ والمواٰخاۃ الثانیۃ ما تقدم من مواخاۃ المھاجرین والانصار۔ ولابی داؤد عن انس بن مالک ثم آخی بین اصحابہ ودعا لکل واحد منھم دعوۃ وقال البشروا انتم فی اعلیٰ غرف الجنۃ وقال لعلیؑ ما اخرتک الا لنفسی انت اخی ووارث علمی وانت معی فی الجنۃ فی قصری مع ابنتی۔

ترجمہ: ابوالبرکات کا کہنا ہے کہ مواخات دو مرتبہ ہوئی۔ پہلی مواخات مکہ میں ہجرت سے قبل ہوئی تھی۔

اس میں ابوبکر اور عمر کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا گیا تھا۔ علیٰ ہٰذالقیاس دیگر صحابہ کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا گیا۔ آخر میں علیؑ بچ رہے۔ آنحضورؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا۔ کیا تو اس پر خوش نہیں کہ میں تیرا بھائی ہوں۔ حضرت علیؑ نے عرض کیا۔ کیوں نہیں یا رسول اللہؐ۔ آپؐ نے فرمایا تو دنیا و آخرت میں میرا بھائی ہے۔

دوسری مواخات وہ ہے جو مہاجرین اور انصار کے مابین ہوئی۔ ابوداؤد نے انس ابن مالکؓ سے روایت کی ہے کہ پھر آپؐ نے صحابہ میں مواخات کی۔ تمام کے لئے دعا کی۔ اور فرمایا۔ تمہیں جنت کے اعلیٰ مدارج کی مبارک باد۔ حضرت علیؑ سے فرمایا۔ تجھے میں نے اپنے لئے بچا رکھا ہے۔ تو میرا بھائی، میرے علم کا وارث اور جنت میں میرے محل میں میرے اور میری بیٹی کے ساتھ ہوگا۔

۲: تیسیرالوصول: جلد ۳، الباب الثالث فی فضائل الصحابہ، فصل ذکر علیؑ ص۲۳۷، حدیث ۲:

عن ابن عمر قال آخیٰ رسول اللہؐ بین اصحابہ فجاء علیؑ فقال آخیت بین اصحابک ولم تؤاخ بینی و بین احد فقال رسول اللہؐ انت اخی فی الدنیا والاخرۃ (الترمذی)

ترجمہ: ابن عمر سے مروی ہے کہ آنحضورؐ نے صحابہ کے مابین مواخات کی۔ حضرت علیؑ آئے اور عرض کیا۔ حضورؐ! آپؐ نے تمام صحابہ کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا ہے۔ لیکن مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا۔ آپؐ نے فرمایا۔ یا علیؑ دنیا و آخرت میں تو میرا بھائی ہے۔

شیعہ حضورؐ کے بھائی کو باقی سببی رشتوں، محترم خسروں، سالوں سے افضل سمجھتے ہیں اور اہلسنت کا اس پر مشتعل ہونا طبعی اور یقینی ہے۔ کیونکہ اس طرح اُن کی مذہبی قیادت و امامت کا سلسلہ مختل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سببی رشتوں (خسروں، سالوں) کو بھائی اور اولاد رسولؐ سے افضل دکھانے کیلئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جاتا۔ ان نسبی رشتہ داروں پر (معاذاً باللہ) غلط الزامات لگائے جاتے ہیں۔

الزام نمبر ۱:

حضرت علیؑ نوافل نہیں پڑھتے۔ صرف واجب نمازیں پڑھتے تھے۔

نسائی: ج ۱ کتاب قیام اللیل، باب الترغیب فی قیام اللیل ص۲۳۹: (مطبوعہ وزارت تعلیم اسلام آباد)

نیز: مسند: ج ۲، حدیث نمبر ۷۰۵:

عن علی بن حسینؑ عن ابیہ عن جدہ علیؑ بن ابی طالبؑ قال دخل علیّ رسول اللہؐ وعلیٰ فاطمۃ من اللیل فایقظنا للصلوٰۃ ثم رجع الی بیتہ فصلیٰ ھویاً من اللیل فلم یسمع لنا حساً فرجع الینا فایقظنا فقال قوما فصلیا قال فجلست وانا اعرک عینی واقول انا واللہ ما نصلی الا ما کتب علینا۔ انما انفسنا بید اللہ فان شاء یبعثنا بعثنا قال فولیٰ رسول اللہؐ وھو یقول ویضرب بیدہ علی فخذہ ما نصلی الا ما کتب علینا کان الانسان اکثر شیٔ جدلا:

ترجمہ: علیؓ ابن حسینؓ نے اپنے باپ کے ذریعہ اپنے دادا علیؓ سے روایت کی ہے کہ ایک رات آنحضورؐ ہمارے پاس آئے اور ہمیں جگا کر فرمایا۔ اٹھو نماز پڑھو۔ آپؐ پھر اپنے گھر پلٹ گئے اور کچھ دیر تک نماز میں مصروف رہے۔ انہیں ہمارے جاگنے کی کوئی آواز نہ پہنچی۔ دوسری مرتبہ پھر آئے۔ جگا کر فرمایا نماز پڑھو میں آنکھیں ملتا ہوا اٹھا۔ اور کہنے لگا بخدا میں نماز نہ پڑھوں گا۔ ہم وہی پڑھیں گے جو اللہ نے ہم پر فرض کر دی ہے۔ ہماری جان اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اگر ہمیں اٹھانا چاہے تو اٹھا لے گا۔

آنحضورؐ یہ کہتے ہوئے واپس پلٹے جبکہ آپؐ اپنا ہاتھ اپنی ران پر مار رہے تھے۔ ہم صرف وہی نماز پڑھیں گے جو ہم پر فرض کی گئی ہے۔ انسان سب سے زیادہ جھگڑالو ہے۔

الزام نمبر ۲:

صبح کی نماز پڑھنے میں بھی لیت ولعل کرتے تھے۔

بخاری: ابواب تقصیر الصلواۃ، باب ١٨، تحریض النبیؐ علی صلواۃ اللیل، حدیث نمبر ١٠٥٥ء

مسلم: ج ۱ کتاب الصلواۃ، باب الحث علی صلواۃ الوقت ص٢٦٤ (مع نوذی)

عن علیؓ ابن ابی طالبؑ ان النبیؐ طرقہ وفاطمۃ فقال اُلا تصلّون فقلت یا رسول اللہؐ انما انفسنا بید اللہ فاذا شاء ان یبعثنا بعثنا فانصرف رسول اللہؐ حین قلت ذالک ثم سمعت وھو مدبر یضرب فخذہ ویقول کان الانسان اکثر شئی جدلاً:

ترجمہ: حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ آنحضورؐ نے رات میں ہمارا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اور فرمایا کیا نماز نہیں پڑھتے۔ میں نے عرض کیا حضورؐ! ہماری جان اللہ کے ہاتھ میں ہے جب چاہے گا۔ ہمیں بیدار کر دے گا۔ آنحضورؐ یہ کہتے ہوئے واپس پلٹے۔ انسان سب سے زیادہ جھگڑالو ہے۔

الزام نمبر ۳:

حضرت علیؓ نے نشہ کی حالت میں نماز پڑھائی۔

تیسیر الوصول: ج ۱ کتاب التفسیر، سورۃ النساء ص١١٣:

عن علیؓ ابن ابی طالبؑ عنہ قال صنع لنا ابن عوف طعاماً فدعانا فاکلنا وسقانا خمراً قبل ان تحرم فاخذت منی وحضرت الصلاۃ فقدّمونی فقرأت:

قل یا ایھا الکافرون لا اعبد ما تعبدون: ونحن نعبد ما تعبدون فغلطت فنزلت لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ حتیٰ تعلموا ما تقولون:

ترجمہ: حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ ایک دن عبدالرحمٰن ابن عوف نے ہمارے لئے کھانا تیار کیا۔ اس نے ہمیں بلایا۔ ہم نے کھانا کھایا۔ پھر شراب پلائی۔ ابھی حرام نہیں ہوئی تھی۔ مجھے نشہ چڑھ گیا۔ میں نماز کو آیا۔ تو صحابہ نے مجھے آگے بڑھا دیا۔ میں نے یہ سورۃ پڑھی۔

قل ایہا الکافرون لا اعبد ما تعبدون ونحن نعبد ما تعبدون : مجھ سے غلط ہوگیا۔ اس وقت یہ آیت اتری۔ لاتقربوا الصلاۃ وانتم سکاریٰ حتی تعلموا ماتقولون :

لیکن دوسری طرف حضرت ابوبکر اور حضرت عثمان کی شان ملاحظہ فرماویں۔

تاریخ الخلفاء (ذکر ابوبکر الصدیق) فصل فی مولاہ ومنشاہ ، فصل صفحہ ۲۲ : محمدی لاہور ۱۳۰۴ھ :

اخرج ابن عساکر بسند صحیح عن عائشۃ واللہ ما قال ابوبکر شعراً قط فی جاھلیۃ ولا اسلام ولقد ترک وھو وعثمان شرب الخمر فی الجاھلیۃ واخرج ابونعیم بسند جید عنھا قالت لقد کان حرم ابوبکر الخمر علیٰ نفسہ فی الجاھلیۃ واخرج ابن عساکر عن ابی العالیۃ الریاحی قال قیل لابی بکر الصدیق فی مجمع من اصحاب رسول اللہؐ ھل شربت الخمر فی الجاھلیۃ فقال اعوذ باللہ فقیل ولم قال کنت اصون عرضی واحفظ مروتی فان من شرب الخمر کان مضیعاً فی عرضہ ومروتہ قال فبلغ ذالک رسول اللہؐ قال صدق ابوبکر صدق ابوبکر مرتین :

ترجمہ: ابن عساکر نے سند صحیح سے روایت کی ہے کہ عائشہ نے بیان کیا ہے کہ بخدا ابوبکر نے کبھی جاہلیت میں ایک شعر بھی نہ کہا تھا۔ نہ ہی زمانہ اسلام میں کبھی شعر پڑھا۔ عثمان اور ابوبکر نے تو شراب جاہلیت ہی میں چھوڑ دی تھی۔ ابونعیم نے ایک عمدہ سند سے عائشہ سے روایت کی ہے کہ ابوبکر نے تو جاہلیت میں شراب کو اپنے پر حرام کر دیا تھا۔

ابن عساکر نے ابوالعالیہ ریاحی سے روایت کی ہے کہ ابوبکر سے پوچھا گیا کہ آپ جاہلیت میں شراب پیتے تھے؟ اس نے کہا۔ توبہ ہے اللہ کی۔ پوچھا گیا کیوں؟ ابوبکر نے کہا۔ مجھے اپنی عزت اور مروت پسند تھی۔ اور جو شخص شراب پیتا ہے وہ ان دونوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ جب یہ بات آنحضورؐ کو معلوم ہوئی تو آپؐ نے دو مرتبہ فرمایا۔ ابوبکر نے سچ کہا ہے۔

الزام نمبر ۴ :

حضرت علیؑ حضورؐ کے اچھے داماد نہ تھے۔ ان کے برعکس ابوالعاص حضورؐ کے فرمانبردار اور اچھے داماد تھے۔

ابوداؤد : ج ا ر کتاب النکاح ، باب مایکرہ ان یجمع بینھن صفحہ ۲۸۰ : (اول)

عن ابن شھاب حدثہ ان علیؑ بن الحسینؑ حدثہٗ انھم حین قدموا لمدینۃ من عند یزیدؑ ابن معاویۃ بعد مقتل الحسینؑ بن علیؑ لقیہ مسعود بن مخرمہ فقال لہ ھل لک الیّ من حاجۃ تامرنی بھا فقلت لہ : لا۔ قال ھل انت معطی سیف رسول اللہؐ فانی اخاف ان یغلبک القوم علیہ وایم اللہ لان اعطیتنیہ لا تخلص الیہ ابداً ان علیؑ بن ابی طالبؑ خطب بنت ابی جہل علیٰ فاطمۃؑ فسمعت رسول اللہؐ وھو یخطب الناس فی ذالک علیٰ منبرہ ھذا وانا یومئذٍ محتلم فقال ان فاطمۃ منی

وانا اتخوف ان تفتن فی دینھا قال ثم ذکر صھراً لہ من بنی عبدالشمس فاثنی علیہ فی مصاھرتہ ایاہ فاحسن قال حدثنی فصدقنی ووعدنی فوفی لی وانی لست احرم حلالا واحل حراماً لکن واللہ لا یجمع بنت رسول اللہ وبنت عدو اللہ مکانا واحد حدثنا محمد بن یحیٰی بن فارس نا عبدالرزاق نا معمر عن الزھری عن عروۃ عن ایوب عن ابن ابی ملیکۃ بھذا الخبر فقال فسکت علی عن ذالک النکاح:

ترجمہ: ابن شہاب نے حضرت علیؑ بن حسینؑ سے روایت کی ہے کہ جب ہم یزید کی قید گزار کر مدینہ آئے تو مجھے مسور بن مخرمہ ملا۔ اس نے کہا اگر میرے لائق کوئی کام ہو تو فرمائیں۔ میں نے کہا کوئی کام نہیں۔ اس نے کہا کیا آپؑ مجھے تلوار رسولؐ دے دیں گے۔ مجھے خطرہ ہے کہیں یہ لوگ آپؑ سے تلوار نہ چھین لیں۔ اگر آپ مجھے دے دیں تو کوئی اس تک نہ پہنچ پائے گا۔ جب علیؑ ابن ابی طالبؑ نے ابوجہل کی بیٹی سے شادی کرنا چاہی، میں نے سُنا ہے آنحضورؐ منبر پر خطبہ دے رہے تھے میں اس وقت بالغ تھا آپؐ نے فرمایا میری فاطمہؑ بیٹی مجھ سے ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہیں اس کے دین میں کوئی فتنہ نہ ہو جائے۔ پھر آپ نے عبدالشمس کے ایک داماد کا تذکرہ کیا۔ اس کی دامادی کی تعریف کی کہ جب وہ بات کرتا تھا تو سچی کرتا تھا۔ اگر وعدہ کرتا تھا تو پورا کرتا تھا۔ میں اللہ کے حلال کو حرام اور حرام کو حلال تو نہیں کرتا۔ لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ رسول اللہ اور عدو اللہ کی بیٹی ایک چھت کے نیچے جمع نہیں ہو سکتیں۔

ہمیں محمد ابن یحیٰی ابن فارس نے، عبدالرزاق نے، معمر نے زہری سے روایت کی ہے زہری نے عروہ سے، عروہ نے ایوب سے، ایوب نے ابن ابی ملیکہ سے نقل کیا ہے۔ پھر علیؑ خاموش ہو گیا۔ اور نکاح نہ کیا۔

الزام نمبر۵:

حضرت علیؑ (عیاذاً باللہ) جھوٹے، غدار اور خائن اور گناہ گار تھے۔

مسلم: ج ۲ کتاب الجہاد والسیر، باب حکم الفئی:

عن الزھری ان مالک بن اوس حدثہ قال ارسل الیّ عمر بن الخطاب فجئتہ حین تعالی النھار قال فوجدتہ فی بیتہ جالساً علی سریرۃ مفضیاً الی رمالہ متکئاً علی وسادۃ من ادم فقال لی یامال انہ قد دف (مشیٰ مسرعا) اھل ابیات من قومک وقد امرت فیھم برضخ (العطیۃ القلیلۃ) فخذہ فاقسمہ بینھم قال قلت لو امرت لھذا غیری قال خذ یا مال فاجاء یرفأ فقال ھل لک یا امیرالمومنین فی عثمان وعبدالرحمان بن عوف والزبیر و سعد فقال عمر نعم فاذن لھم فدخلوا ثم جاء فقال ھل لک فی عباسؓ وعلیؓ قال نعم فاذن لھما فقال عباس یا امیرالمومنین اقض بینی وبین ھذا الکاذب الاثیم الغادر الخائن قال فقال القوم اجل یا امیرالمومنین

تا قفق بینهم وارحهم : ۔ ۔ ۔ ۔ الخ ۔

ترجمہ: زہری سے : زہری سے مروی ہے کہ مالک ابن اوس نے بیان کیا ہے کہ مجھے عمر ابن الخطاب نے بلا بھیجا۔ میں دن چڑھے آیا۔ میں نے دیکھا عمر اپنے تخت پر بیٹھا تھا۔ ایک تکیہ کا سہارا لے رکھا۔ جو چمڑا سے بنا ہوا تھا۔ مجھ سے کہا۔ اے مالک! تیری قوم کے کچھ افراد عزبت میں مبتلا ہیں۔ میں نے ان کے لئے کچھ عطا کا حکم دیا ہے۔ وہ لے اور جا کر تقسیم کر دے۔ میں نے کہا۔ اگر یہ کام کسی اور کے سپرد کرتا تو اچھا تھا۔ عمر نے کہا جا اور لے لے۔ اتنے میں دربان یرفا آیا اور پوچھا۔ عثمان، عبدالرحمٰن بن عوف، زبیر اور سعد آنا چاہتے ہیں۔ عمر نے کہا۔ آنے دو۔ پھر یرفا نے کہا علیؑ ابن اور عباس اجازت مانگتے ہیں۔ عمر نے کہا۔ انہیں بھی آنے دے۔ جب دونوں آئے تو عباس نے کہا۔ اے امیر میرے اور کاذب، گناہگار، غادر اور خائن کے درمیان فیصلہ کر۔ دوسرے لوگوں نے بھی کہا۔ ہاں امیر سچ ہے ان کے درمیان فیصلہ کر۔

قولہ: بظاہر والدین پیغمبر کا احترام کرتے ہیں۔ مگر یہ بھی شیعہ کی روایات صحیحہ کے خلاف ہے حضرت علیؑ نے حضورؐ سے رشتہ فاطمہؑ مانگتے وقت فرمایا تھا:

ان اللہ ھدانی بک وعلی یدیک	اللہ نے مجھے آپؐ کے ذریعے آپ کے ہاتھ
واستنقذنی مما کان علیہ آبائی	پر ہدایت دی اور مجھے اس گمراہی اور شرک
واعمامی من الحیرۃ والشرک :	سے چھڑا لیا۔ جس پر میرے باپ دادے
	اور چچے (حضورؐ کے والد) تھے۔

ذرا بتلائیے پیغمبر خدا کے رشتہ داروں سے شیعہ کی دشمنی میں کوئی شک وشبہ رہ جاتا ہے۔

اقول: حافظ جی نے جو حدیث استدلال میں پیش کی ہے وہ شیعہ کی روایات صحیحہ میں سے تو کیا سرے سے شیعہ روایت ہی نہیں ہے۔ یہ روایت مصنفِ کشف الغمہؒ نے اخطب خوارزمی کی کتاب مناقب سے نقل کی ہے (سوال نمبر۱ میں حافظ جی نے پھر اسی روایت کی بناء پر سوال کیا ہے۔ لہٰذا سوال نمبر۱ کے جواب میں اس روایت پر مفصل بحث کروں گا۔

اگر حضورؐ کے آباء کے متعلق شیعہ عقیدہ معلوم کرنا ہے تو شیعہ کی ان روایاتِ صحیحہ کو پڑھیئے۔

۱۔ تفسیر مجمع البیان، ج ۴ صفحہ ۳۲۲ : صحیح عندھم (علماء شیعہ)

اِن آباء النبیؐ الی آدمؑ کلھم کانوا موحدین اجمعت الطائفۃ علی ذالک وردوا عن النبیؐ قال لم یزل ینقلنی من اصلاب الطاھرین الی ارحام المطھرات حتی اخرجنی فی عالمکم ھذا لم یدنسنی بدنس الجاھلیۃ:

ترجمہ: آدمؑ سے لے کر جناب عبداللہؑ تک تمام آبائے نبی موحد تھے۔ اس پر تمام شیعہ کا اجماع ہے۔ آنحضورؐ سے روایات ہیں کہ اللہ ہمیشہ مجھے اصلاب طاہرہ سے ارحام پاکیزہ میں منتقل کرتا رہا۔ حتی کہ تمہارے

دور میں مجھے ظاہر کیا۔ مجھے جہالت کی کسی گندگی نے آلودہ نہیں کیا۔

۲۔ من لا یحضرہ الفقیہ: ج ۴، باب فی النوادر (وہو اخر ابواب الکتاب) ص۲۹۶:

فسکت رسول اللہؐ ثم قال یا جابر ان الانبیاء والاوصیاء مخلوقون من نور عظمۃ اللہ جل ثناءہ و یودع اللہ انوارھم اصلاباً طیبۃ وارحاماً طاھرۃ یحفظھا بملائکتہ ویربیھا بحکمتہ ویغذوھا بعلمہ:

ترجمہ: آنحضورؐ کچھ خاموش رہے پھر فرمایا۔ اے جابر انبیاء اور اوصیاء کے نور عظمت سے پیدا ہوتے ہیں۔ اللہ ان کے انوار کو اصلاب طاہرہ اور ارحام مطہرہ میں ودیعت کرتا ہے۔ ملائکہ ان کے نگران ہوتے ہیں۔ حکمت الہی اور علم الہی انکا مربی ہوتا ہے۔

۳۔ حیات القلوب: ج ۲، باب اول، فصل سوم، دربیان احوال آباء عظام آنحضرت ص۱۵:

اجماع علماء امامیہ گردیدہ است بر آنکہ پدر و مادر آنحضرتؐ تا آدمؑ مسلمان بودہ اند و نور آنحضرتؐ در صلب و رحم مشرک قرار نگرفتہ است:

ترجمہ: علماء امامیہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ آنحضورؐ کے والدین حضرت آدمؑ تک مسلمان تھے اور یہ کہ آنحضورؐ کا نور مبارک کسی مشرک یا مشرکہ کے رحم و صلب میں نہیں رہا۔

شرح باب حادی عشر (اعتقادیہ شیخ صدوق) باب الاعتقاد فی آباء النبی ص۱۴۵:

اعتقادنا فیہم انہم مسلمون من آدم الی ابیہ عبد اللہ وان اباطالب کان مسلماً و امہ آمنۃ بنت وھب کانت مسلمۃ قال النبیؐ اخرجت من نکاح ولم اخرج من سفاح من لدن آدمؑ:

سنی علماء و مفسرین نے بھی تسلیم کیا ہے کہ آباء نبیؐ کے متعلق شیعہ عقیدہ یہی ہے کہ حضورؐ کے تمام آباء از عبد اللہ تا آدم علیہ السلام سب مسلمان تھے۔

تفسیر کبیر: سورہ انعام (تفسیر آیہ: اذ قال ابراھیم لابیہ آزر ۔۷۴۔: المسئلۃ الرابعۃ)

قالت الشیعۃ ان احداً من آباء الرسول واجدادہ ما کان کافراً و انکروا ان یقال ان والد ابراھیم کان کافراً و ذکروا ان آزر کان عم ابراھیم ما کان والداً لہ:

ترجمہ: شیعہ کا کہنا ہے کہ آبائے رسولؐ اور آپؐ کے اجداد میں سے کوئی بھی کافر نہ تھا۔ شیعہ اس بات کے منکر ہیں کہ کہا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کا باپ کافر تھا۔ شیعہ کہتے ہیں کہ آذر حضرت ابراہیمؑ کا باپ نہیں چچا تھا۔

بخلاف اس کے اہل سنت کا مسلمہ عقیدہ ہے کہ حضورؐ کے والدین کافر تھے۔ ایک سنی صحیح معنوں میں سنی نہیں کہلا سکتا جب تک یہ عقیدہ نہ رکھے کہ حضورؐ کے والدین کافر تھے۔

شرح فقہ اکبر: (ملا علی قاری) مسائل عجیبہ: مطبع مجتبائی: ص۱۳۰، ۱۳۱:

دو الدا رسول اللہ ما تا علی الکفر ھذا ردّ علی من قال انہما ماتا علی الایمان او ماتا علی الکفر ثم احیا ھم اللہ فماتا فی مقام الایقان:

ترجمہ: آنحضورؐ کے والدین بحالت کفر مرے - یہ ان لوگوں کی تردید ہے جو یہ کہتے ہیں کہ وہ بحالت ایمان مرے ہیں۔ یا - یہ کہ مرے تو بحالت کفر ہوں - پھر اللہ نے انہیں مومن کرنے کے بعد دوسری مرتبہ مارا ہو۔

اب حافظ جی آپ ہی ذرا بتائیے کہ خاندان عترۃ رسولؐ سے سُنّی کی دشمنی میں کوئی شک و شبہ رہ جاتا ہے۔

گو کہ یہ پیش کردہ روایت شیعہ مرویات میں سے نہیں لہٰذا اس پر کسی وارد کردہ اشکال واعتراض کا رفع کرنا میری ذمہ داری نہیں بنتی - لیکن حافظ جی کی الزام واتہام تراشی کو عریاں کرنے کے لئے اشارہ کرنا چاہتا ہوں کہ اس روایت سے کسی طرح بھی عیاذاً باللہ حضورؐ کے والد ماجد کا کافر ہونا ظاہر نہیں ہوتا۔

حضورؐ کے دادا حضرت عبدالمطلبؑ کے دس فرزند تھے - جن میں سے شیعہ کے نزدیک چار (یعنی حضرت عبداللہ، ابوطالب، حمزہ، عباس) اور اہل سنت کے نزدیک صرف دو (یعنی عباس اور حمزہ) مسلمان ہوئے۔ باقی کافر تھے۔

حضرت علیؑ کا اشارہ ان کافر اعمام کی طرف ہے۔

میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ کون سا جذبۂ جنون تھا جس نے روایت کے ترجمہ میں " دادے اور چچے " کے آگے حافظ جی سے خط واحدانی میں " حضورؐ کے والد " کا لفظ لکھوایا اور ابولہبؑ کا نہیں لکھوایا) اگر حافظ جی یہ کہیں کہ " اعمام " جمع کا صیغہ ہے۔ لہٰذا مراد تمام چچے ہوں گے - اور اُن میں حضورؐ کے والد بھی شامل ہیں۔ تو یہ مغالطہ ہوگا۔ ہر سلیم العقل شخص جانتا ہے کہ جب ایک مخلوط جماعت کا ذکر ہو یا اس کو خطاب کیا جائے تو نام یا خطاب تمام جماعت کو ہوتا ہے - مراد اس سے صرف ایک صنف مذکور ہوتی ہے۔

علامہ اقبال کا شکوہ پڑھیئے - مسلمانوں کے عیوب گنتے ہوئے تمام مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہیں لیکن مراد وہی افراد ہیں جو اُن عیوب سے آلودہ ہیں۔

مندرجہ ذیل ارشاد خداوندی پر غور فرمائیے۔

<u>سورہ انفال پ ۱۰ ع ۵</u>:

ما کان النبیؐ ان یکون لہ اسریٰ حتیٰ یثخن فی الارض تریدون عرض الدنیا واللہ یرید الآخرۃ:

ترجمہ: نبی کو ہرگز یہ حق نہیں کہ اس کے قیدی ہوں تاآنکہ روئے زمین پر سختی کرے - تم دنیا کی دولت چاہتے ہو اور اللہ آخرت چاہتا ہے۔

آیت میں خطاب تمام مسلمانوں کو بمعہ حضورؐ کیا گیا ہے - حالانکہ حضورؐ اور بعض افضل و اکرم صحابہ

سید رضی الحسن نقوی
F-117/1 مارٹن کوارٹر جہانگیر روڈ
کراچی ★ فون نمبر 083, 29 49

اس آیت کا مصداق نہیں۔

پس تسلیم کرنا ہوگا کہ خطاب تمام مسلمانوں کو مگر مراد طامعین دنیا ہیں۔

سوال نمبر ۴۸: ذرا غور سے سچ سچ بتلائیں! شیعہ کے دینی پیشوا کسی ذاکر و مجتہد کے مندرجہ بالا سب رشتہ دار زندہ یا مردہ ہوں اور مسلمان ہوں۔ کیا اُن کی بدگوئی اور تبرا بازی کو وہ ذاکر و مجتہد سن کر برداشت کرے گا؟

یا ان کی عام بدگوئی سے اس ذاکر و مجتہد کی ہتک عزت نہیں ہوگی؟

کیا وہ ذاکر اپنے قریبی رشتہ داروں کے بدگو اور لاعن پر غم و غصہ کا اظہار نہ کرے گا۔ اور اُسے اپنا دشمن نہ سمجھے گا؟

اگر سب امور کا جواب اثبات میں ہے تو کس قدر غضب کی بات ہے کہ ایک شیعہ اپنے فاسق و بے دین پیشواؤں کے رشتہ داروں کا گلہ نہیں سن سکتا۔ نہ وہ برداشت کر سکتے ہیں کہ اُن کی ہتک عزت ہو۔ ایسا شخص ان کا شدید دشمن ہے۔ مگر وہ امام الانبیاء حضرت محمد مصطفٰے کی بیویوں، بیٹیوں، دامادوں، خسروں، پھوپھیوں، چچاؤں، ماموؤں اور سب رشتہ داروں پر معاندانہ حملے کرتا ہے۔ اور تبرے بکتا ہے فضائل اور ذکر خیر کو دباتا ہے۔ یہ کام اس کے نزدیک کفر کے بجائے عین اسلام، توہین کی بجائے عزت رسول ہے۔ اور ایسا تبرائی خواہ چوڑا چمار اور مے نوش ہی کیوں نہ ہو۔ پیغمبر اسلام کا دشمن نہیں دوست و محب کہلائے گا۔ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ کیا شیعہ کے دشمن رسول اور موذی رسول ہونے میں کوئی شک ہے۔ کہ ایک ذاکر و مجتہد جتنا اکرام بھی آپ کا نہیں کر سکے۔

جواب: قولہ:- ذرا غور سے سچ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ ذاکر و مجتہد سن کر برداشت کرے گا؟

اوّل: حافظ جی کسی عمل کے شرعاً مستحسن یا مستقبح ہونے کا معیار یہ نہیں کہ عوام مسلمان علماء یا ذاکر اور مجتہد وغیرہ برداشت کرتے ہیں یا نہیں کرتے۔

پ ۱۸ رع ۴:

لو اتبع الحق اھواءھم لفسدت السمٰوٰت والارض: اگر حق اُن کی پیروی کرے تو آسمان وزمین میں فساد پیدا ہو جائے

کسی عمل کے شرعاً حسن و قبیح کا مدار اس کے اصول شرعی کے موافق یا مخالف ہونے پر ہے۔ دین اسلام ہر مسلمان پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو واجب قرار دیتا ہے۔ پس ہر مسلمان کا فرض ہے کہ جہاں تک ممکن ہو ہر دوسرے مسلمان کو گمراہی سے بچائے۔ اس مقصد کے لئے اسے لازم ہے کہ ہر ایسے شخص کی گمراہی، غلط روی، نبی دشمنی کو آشکار و واضح کرے۔ جس کا ظاہری مقام و حالات عوام کو اس کی پیروی کی طرف راغب کرنے کا سبب بن سکتے ہوں۔ تاکہ عوام اس کی پیروی کر کے چاہِ ضلالت میں نہ گر جائیں۔ خواہ وہ شخص کسی ذاکر و مجتہد تو کیا کسی نبی و رسول کا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ حکم شرع کا لحاظ اس کے رشتہ کے لحاظ سے مقدم

ہے۔ یہ امر ذاکر، مجتہد (اگر دیندار و صالح ہیں) اور نبی و رسول یقیناً برداشت اور پسند کریں گے۔ کیونکہ گمراہ و بدکار اللہ و رسول اور مردِ مومن و صالح کو عزیز نہیں ہوتا خواہ رشتہ دار ہو۔

قولہ: یا ان کی عام بدگوئی اور تبرا بازی۔

اقول: اگر حافظ جی کسی کی ضلالت اور دشمنیٔ رسولؐ کے اظہار و بیان کو بدگوئی کا نام دے رہے ہیں تو وہ فاش غلطی پر ہیں۔ لوگوں کی ہدایت کے لئے اس سے کوئی چارہ ہی نہیں۔ اور اگر بدگوئی سے مراد ان کی گالی گلوچ کرنا۔ الزام و اتہام تراشنا ہے تو حاشا و کلاّ شیعہ مذہب میں نہ یہ درست ہے اور نہ اس کی اجازت دیتا ہے اگر کوئی جاہل شیعہ ایسی بدگوئی کا مرتکب ہوتا ہے تو شیعہ مذہب اس سے اور وہ مذہب سے بیزار ہے۔

اس تبرّا بازی سے حافظ جی کی مراد اگر اس کا حقیقی معنی (بیزار و لاتعلق ہونا) ہے تو یہ شیعہ مذہب کا ایک رکن ہے۔ اور اگر حافظ جی اس کے کوئی اور معنی لیتے ہیں تو شیعہ اس سے بری ہیں۔

قولہ: ان کی عام بدگوئی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہتک عزت نہیں ہوگی۔

اقول: ایسا گمراہ اگر ذاکر و مجتہد کا رشتہ دار ہے تو اس کی ضلالت کے اظہار و بیان سے ذاکر و مجتہد کی اور اگر کسی نبی و رسولؐ کا رشتہ دار ہے تو اس نبی و رسولؐ کی ہتک نہیں ہوگی۔ نہ ہو سکتی ہے۔ (لا تزر وازرۃ وزر اُخریٰ) ہر شخص اپنے اعمال کا ذمہ دار و جواب دہ ہے۔

اگر رشتہ داروں کی گمراہی و بداعمالی کا بیان کسی شخص کی ہتک کا باعث ہوتا تو قرآن کریم میں انبیاء کے قریبی رشتہ داروں کی گمراہی و بداعمالی کا ذکر خلاق عالم نازل نہ فرماتا۔ حالانکہ حضرت ابراہیمؑ کے باپ یا (بقول شیعہ چچا) کی گمراہی، نوحؑ کے بیٹے کی بداعمالیوں، نوحؑ و لوطؑ کی بیویوں کی نافرمانیوں کا ذکر موجود ہے۔

قولہ: کیا وہ ذاکر۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور اسے اپنا دشمن نہیں سمجھے گا۔

اقول: اگر وہ ذاکر اصول اسلام سے واقف اور دین اسلام کا پابند ہے اور اسے مسلمانوں کی ہدایت پسند ہے تو وہ نہ وہ ایسے شخص پر غم و غصہ کا اظہار کرے گا اور نہ دشمن سمجھے گا۔ اللہ کے ایک نبی یا ایک رسول کے متعلق تو تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ کہ ایک گمراہ اور غلط کار رشتہ دار کی گمراہی اور غلط کاری کے ذکر سے ناراض ہو جائے۔ اور اُسے دشمن سمجھے۔

بخلاف اس کے ایسے شخص کو دشمن سمجھے گا جس نے نبی کے گمراہ رشتہ داروں کی گمراہی پر پردہ ڈالا عوام کو اُس کی پیروی پر آمادہ کیا اور اُن کی گمراہی کا سبب بنا۔

یہی وجہ ہے کہ نبی یا امام ایسے رشتہ داروں کی گمراہی کو آشکارہ کرنے والوں پر ناراض ہونے کی بجائے خود بنفس نفیس اپنے رشتہ داروں کی گمراہی کا ذکر فرماتے ہیں۔ ان سے تبرّا کرتے ہیں۔

۱۔ نبی کریمؐ نے (بعقیدہ اہلسنت) اپنے والد کو دوزخی بتایا۔
تیسیر الوصول: ج ۴ کتاب اللواحق، الفصل الاول صفحہ ۲۶۹:

عن انس رض ان رجلاً قال یا رسول اللہ این ابی قال فی النار فلما قفا دعاہ فقال ان ابی و اباک فی النار!

ترجمہ: انس رض سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آنحضور ص سے پوچھا۔ قبلہ میرا باپ کہاں ہے؟ آپ ص نے فرمایا جہنم میں۔ وہ چلا گیا۔ آپ ص نے اسے پھر بلایا اور فرمایا میرا اور تیرا دونوں کے باپ جہنم میں ہیں۔

۲: حضرت علی ع خود اپنے والد کو گمراہ (ضال) بتاتے ہیں۔

ابو داؤد: ج ۳ کتاب الجنائز، باب الرجل یموت لہ القرابۃ المشرک ص۲۰۸:

عن ناحیہ بن کعب عن علی ع قال قلت للنبی ص ان عمک الشیخ الضال قد مات قال اذھب فوار اباک ثم لا تحدثن شیئاً حتی تاتینی فوار یتہ وجئتہ فامرنی فاغتسلت ودعالی:

ترجمہ: ناحیہ ابن کعب نے حضرت علی ع سے روایت کی ہے کہ میں نے آنحضور ص کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ ص کا بوڑھا گمراہ چچا فوت ہوگیا ہے۔ آپ ص نے فرمایا جا اور اپنے باپ کو دفن کردے۔ پھر اور کوئی بات نہ کرنا۔ حتیٰ کہ میرے پاس دفن کر کے آنا۔ میں نے آپ کو دفن کیا۔ آپ ص نے مجھے حکم دیا۔ میں نے غسل کیا۔ آپ ص نے مجھے دعا دی۔

۳۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ (یا چچا) آذر سے تبرا کیا۔

ماکان استغفار ابراھیم لابیہ الا عن موعدۃ وعدھا ایاہ فلما تبین لہ انہ عدو للہ تبرا

ص۱۱ : ابراہیم کا باپ کیلئے استغفار وعدہ کی وجہ سے جب انہیں معلوم ہوا کہ وہ دشمن خدا ہے تو اس سے تبرا کیا۔

قولہ: غضب کی بات ہے کہ ایک شیعہ اپنے فاسق و بے دین پیشواؤں۔ ۔ ۔ ۔ شدید دشمن ہے۔

اقول: شیعہ کسی ایسے شخص کو پیشوا تسلیم نہیں کرتے جو فسق و بے دینی میں مبتلا ہو سکتا ہو۔ بحمد للہ شیعہ انہیں اپنا پیشوا تسلیم کرتے ہیں جن کی معصومیت کی گواہی حضور ص سرور کائنات نے دی۔

لیکن اہل سنت نے اپنے پیشوا اپنی صوابدید اور اجماع پر قائم کئے۔ لہٰذا اُن کے پیشواؤں کی فہرست میں یزید بن معاویہ اور ولید بن یزید بن عبدالملک جیسے فاسقوں، بے دینوں کے نام شامل ہیں۔

قولہ: مگر وہ امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ص۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کفر کے بجائے عین اسلام ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عزت رسول ص ہے۔

اقول: سابقہ سوال نمبر ۴ کے جواب میں ان رشتوں کے متعلق وضاحت کر چکا ہوں۔ کہ ان رشتہ داروں میں سے جو صاحب فضل و تقویٰ ہیں۔ ان کی مدح و فضیلت بیان کرتے ہیں۔ ہم صاحب فضیلت کے فضائل اور ذکر خیر نہیں دباتے۔ بلکہ ذکر خیر کو دبانے والے وہ ہیں جو ذکر غیر اللہ (ذوات مقدسہ کو شرک بتاتے ہیں۔ ہاں جو ان رشتہ داروں میں سے دین میں احداث کرنے والا، رسول کریم ص کو ایذا دینے والا سمجھتے ہیں۔ ان سے اہل اسلام کو خبردار کرتے ہیں۔ اور اُن کی گمراہیوں کا ذکر واجب سمجھتے ہیں۔ یہی سنت اللہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کے گمراہ رشتہ داروں سے کسی قسم کی رعایت روا نہیں رکھی۔ قرآن کریم میں عہد نبویؐ کے قابل مذمت افراد میں سے سوائے حضورؐ کے چچے (ابولہب) کے کسی فرد کا نام لیکر مذمت نہیں فرمائی لیکن اس کی مذمت نام لیکر فرمائی ہے۔ (تبت یدا ابی لھب وتب)

حضورؐ کے ازواج سے بے راہ روی صادر ہوئی تو ذات باری تعالیٰ نے بغیر رو و رعایت کے ذکر فرمایا اور تنبیہہ کی۔

اِن تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما و ان تظاھرا علیہ فان اللہ ھومولہ وجبریل وصالح المومنین والملئکہ بعد ذالک ظھیرا:

ترجمہ: تم دونوں توبہ کرو۔ تمہارے دل ٹیڑھے ہیں۔ اگر تم دونوں نے اس کے خلاف مظاہرہ کیا تو اللہ، جبریل، صالح المومنین اور ملائکہ رسولؐ کے مددگار رہوں گے۔

علیٰ ہذا القیاس دیگر اقرباء رسول اللہؐ:

قولہ: کیا شیعہ کے دشمن رسول اور موذی رسول ہونے میں کوئی شک ہے۔

اقول: شیعوں پر دشمن رسول اور موذی رسول ہونے کا شک وشبہ ہی نہیں کیا جا سکتا۔ جبکہ شیعہ دین رسول کی تبلیغ اور سنت رسولؐ کے احیاء کرنے والوں کی تعریف اور ان کی پیروی کی ترغیب دیتے ہیں۔ دین میں احداث، سنت رسولؐ کی اماتت اور اپنی سنت کی اشاعت کرنے والوں کی مذمت کرتے اور تعارف کرا کے لوگوں کو ضلالت سے بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔

رسول اللہؐ کے دشمن وہ ہیں جو دین میں احداث کرنے والوں، سنت رسولؐ کی اماتت کے مرتکبوں کو اپنا راہبر اور قابل ستائش سمجھتے ہیں۔ کیونکہ وہ حضورؐ کے مقصد و مشن کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ اسی طرح حضورؐ کے موذی شیعہ نہیں بلکہ وہ ہیں جو حضورؐ کو ایذا پہنچانے والوں، حضورؐ سے جنگ کرنے والوں، حضورؐ کے دشمنوں سے محبت کرنے والے ہیں۔

سوال نمبر ۴۹:- اب آئیے اہل بیت مرتضویؑ کے گھر میں: ذرا بتائیے سیدنا علی المرتضیٰؑ کی کتنی اولاد ہوئی۔ ۳۵ عدد تک مذکر و مؤنث اولاد علماء انساب نے لکھی ہے۔ ۱۵ صاحبزادیاں بتائی گئی ہیں۔ جو اولاد اور شوہر والی بنیں۔ اس پاکیزہ گھرانہ میں کن کن افراد سے آپ کو الفت و عقیدت ہے۔

کیا حضرات حسنینؑ، زینبؑ وام کلثومؑ کے سوا اور کسی کا نام بھی مجالس میں لیا کرتے ہو۔ اور لوگوں میں ان کی تشہیر کرتے ہو۔ اگر نہیں تو کیا وہ حضرت علیؑ کے مذہب سے پھر گئے تھے۔ یا ان کے نام حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، اور عثمانؓ وغیرہ صحابہ کرام کے نام پر تھے۔

آخر کوئی وجہ تو ہے کہ شیعہ کے شہید ثالث نور اللہ شوستری نے اولاد و احفاد علیؑ سے جل کر یہ رباعی لکھی ہے۔

SYED RAZI-UL-HASSAN NAQVI
F-117/1, Martin Quater
Jahanger Road, Karachi.
PHONE: NO. 49 29 083.

مجالس المومنین صفحہ ۳۴۶ (مطبوعہ ایران)

اذا العلوی تابع ناصبیاً ... بمذہبہ فما ہو من ابیہ

وکان الکلب خیراً منہ طبعاً ... لان الکلب طبع ابیہ فیہ

جب حضرت علیؑ کی اولاد سنی مذہب والے کی تابعداری کرے تو وہ اپنے باپ کا جنا ہوا نہیں ہے۔ اس سے تو کتا بھی خاندانی طور پر بہتر ہے۔ کیونکہ کتے میں اپنے باپ کی عادت تو پائی جاتی ہے۔ اگر یہ لفظ ہم شوستری پر بول دیں تو کیا متعہ خانہ سے لے کر امام باڑے تک ہمارے خلاف جلوس نہ نکل پڑے۔

جواب: قولہ: اب آئیے اہل بیت مرتضویؑ _ _ _ _ نام بھی مجالس میں لیا۔

اقول: حافظ جی! قلم آپ کے ہاتھ میں ہے۔ خوف خدا مخلوق سے شرم وحیا آپ کو مانع نہیں۔ جس قدر بہتان وافترا چاہو شیعوں کے سر تھوپو۔ آپ کا مذہب آپ کو اس امر کی اجازت دیتا ہے۔ ورنہ شیعہ اولاد علیؑ میں سے ہر فرد کا تابعدار اور محب ہے۔ کیونکہ علی علیہ السلام کی اولاد کا ہر فرد الحمدللہ اپنے امام زمانہ (حسنؑ اور حسینؑ) کا تابعدار اور جاں نثار تھا۔ اور مجالس میں بھی حسب موقعہ ان کا ذکر آتا۔ کتب شیعہ میں ان کے اذکار موجود ہیں۔ اب یہ تو ناممکن ہے کہ ہر مجلس میں تمام کا ذکر ہو۔

حافظ جی! ذرا بتائیے حضورؐ کے اصحاب کتنی تعداد میں تھے۔ کتب فریقین میں ایک لاکھ سے زائد ہونا لکھی ہے۔ آپ کو ان پاکیزہ لوگوں میں سے کن کن سے الفت وعقیدت ہے؟

کیا کبھی اصحاب ثلاثہ (ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ) کے علاوہ کسی اور کا بھی یوم منایا؟

سیرت کانفرنس منعقد کی؟

اور لوگوں میں تشہیر کی؟

اہل بیت نبوی (نسبی) میں سے کسی کی یاد وذکر میں مجلس وجلسہ قائم کیا؟

(میرا روئے سخن بریلوی حضرات کی طرف نہیں۔ ان کی مثال پیش نہ کی جائے)

اگر نہیں تو کیا وہ عیاذاً باللہ حضورؐ کے مذہب سے پھر گئے تھے؟۔

اسلام انبیاء کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار بتاتا ہے۔ اور ان پر بالجملہ ایمان رکھنا لازم ہے۔ لیکن خلاق عالم نے قرآن کریم میں کتنے انبیاء کا ذکر فرمایا؟

صرف چند ایک کا۔

تو کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ عیاذاً باللہ، عیاذاً باللہ اللہ تعالیٰ کو باقی انبیاء سے الفت ومحبت نہ تھی۔

حافظ جی: جوش تعصب وغیظ نے آپ کی تو عقل مار دی ہے۔ اظہار محبت وعقیدت کے لئے مجالس میں ذکر کرنا ضروری نہیں۔ نہ مجالس کے انعقاد کا مقصد اظہار عقیدت ومحبت ہے۔ بلکہ مجالس ذکر کا مقصد تذکیر ایام اللہ اور بزرگان دین کے کارہائے نمایاں پیش کرکے وعظ ونصیحت کرنا ہے۔ دیکھئے خلاق عالم نے قرآن کریم میں

بعض انبیاء کے ذکر کرنے اور بعض کے ذکر نہ کرنے کی کیا سِرّ و حکمت بیان فرمائی ہے۔

پ ۱۴ ر ع ۱۳ :

لقد ارسلنا رسلاً من قبلک منھم قصصنا علیک و منھم من لم نقصص :

پھر ایک دوسری آیت میں اس کی حکمت بیان فرمائی۔

پ ۱۲ ر ع ۱۰ :

وکلاً نقص علیک من انباء الرسل ما نثبت فوأدک وجاءک فی ھذہ الحق و موعظۃ و ذکریٰ للمومنین :

ترجمہ: اور سب بیان کرتے ہیں ہم تیرے پاس رسولوں کے احوال سے جس سے تسلی دیں تیرے دل کو اور آئے تجھ کو اس صورت میں حقیقت اور نصیحت اور سمجھوتی ایمان والوں کو۔

(موضح القرآن شاہ عبدالقادر)

لہٰذا مجالس میں اُن اشخاص کا نام و ذکر آتا ہے ۔جن کے ساتھ کوئی دینی امر یا واقعہ عظیم تعلق رکھتا ہو۔

قولہ: آخر کوئی وجہ تو ہے کہ شیعہ کے شہید ثالث ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جلوس نہ نکل پڑے۔

اقول: حافظ جی! وجہ ظاہر ہے حضرت علی کی اولاد میں سے ایسا شخص جو اپنے علیؑ جیسے عظیم باپ (رہبر خلائق، نفس رسولؐ) کا دشمن ہو اور ایسے باپ سے جنگ کا خواہاں ہو اسے ہر ذی ہوش یا غیرت انسان اسی خطاب کے قابل سمجھے گا۔

شاعر نے ناصب اور تابع ناصب کو کتے سے بدتر کہا اور شرعی اصطلاح میں ناصب وہ ہے جو امام وقت کے خلاف عداوت رکھے ۔اور جنگ کرے۔

حافظ جی نے عمداً ناصب کا معنی ''دشمنی مذہب والا'' خیانت کرتے ہوئے کئے ہیں۔

شیعہ کتب حدیث کی مندرجہ ذیل احادیث ملاحظہ ہوں۔

ا روسائل الشیعہ (محمد بن الحسن الحر العاملی) کتاب النکاح ص۴۱۲ مطبوعہ تہران :

قال الصدوق من نصب حرباً لآل محمدؐ فلا نصیب لہ فلھذا حرم نکاحھم قال قال النبیؐ صنفان من امتی لا نصیب لھم فی الاسلام الناصب لاھلبیتی حرباً و مارق منھم ۔ ومن استحل لعن امیرالمومنین والخروج علی المسلمین وقتلھم ۔حرمت مناکحتہ لان فیھا القاء التھلکۃ والجہال یتوھمون ان کل مخالف ناصب ولیس کذالک :

ترجمہ: شیخ صدوق نے فرمایا ہے کہ جو شخص آلِ محمدؐ سے جنگ کرے اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ اسی لئے ان سے نکاح حرام ہے۔ آنحضورؐ نے فرمایا ہے۔ میری امت میں دو طبقے ایسے ہوں گے جن کا اسلام سے واسطہ نہ ہوگا۔

ا میرے اہلبیت سے جنگ کرنے والا۔

۲۔ میرے اہلبیت کو چھوڑ دینے والا۔ جو شخص حضرت علیؑ پر لعنت کو جائز سمجھے۔ مسلمانوں پر خروج کرے، مسلمانوں کو قتل کرے۔ اس سے نکاح حرام ہے۔ کیونکہ یہ ہلاکت میں کودنا ہے۔ جاہل یہ سمجھتے ہیں کہ ہر اہل سنت ناصبی ہے حالانکہ ایسا ہرگز نہیں۔)

۲۔ من لا یحضرہ الفقیہ: ج ۳، باب ما احل اللہ من النکاح وحرم ص۲۵۸:

قال النبیؐ صنفان من امتی لا نصیب لھم فی الاسلام، الناصب لاھل بیتی حرباً وغال فی الدین مارق منہ ومن استحل لعن امیرالمومنینؑ والخروج علی المسلمین وقتلھم حرمت مناکحتہ لان فیھا الالقاء بالایدی الی التھلکۃ والجھال یتوھمون ان کل مخالف ناصب ولیس کذالک:

ترجمہ: آنحضورؐ نے فرمایا۔ میری امت میں دو گروہ ایسے ہوں گے جن کا اسلام میں حصہ تک نہیں،

۱۔ میری اہلبیتؑ سے جنگ کرنیوالا۔

۲۔ اور دین میں غالی یعنی دین سے نکل جانے والا۔ جو شخص حضرت علیؑ پر لعنت کرے گا مسلمانوں پر خروج کرے گا۔ جو مسلمانوں کو شہید کرے گا۔ ایسے افراد سے نکاح تک حرام ہے۔ کیونکہ اس میں اپنے آپ کو ہلاکت کے سپرد کرنا ہے۔ جاہل یہ سمجھتے ہیں کہ ہر اہلسنت ناصبی ہے حالانکہ ایسی بات نہیں۔

اگر اہل سنت کے متعلق شیعہ عقیدہ جاننا ہو تو مندرجہ ذیل روایت کو پڑھیئے:

الفروع الکافی (فصل جنۃ الدنیا) ص۲۴۷:

قلت اصلحک اللہ فما حال الموحدین المقرین بنبوۃ محمدؐ من المسلمین الذین یموتو ولیس لھم امام ولا یعرفون ولایتکم فقال اما ھؤلاء فانھم فی حضرتھم لا یخرجون منھا فمن کان منھم لہ عمل صالح ولم یظھر منہ عداوۃ فانہ یخد لہ خداً الی الجنۃ فیدخل علیہ منہ الروح فی حضرتہ الی یوم القیامۃ فیلقی اللہ فیحاسبہ بحسناتہ وسیئاتہ فاما الی الجنۃ واما الی النار:

ترجمہ:۔ میں نے عرض کیا۔ حضورؐ اللہ آپ کو سلامت رکھے۔ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ جو نبوت کا اقرار تو کرتے ہیں لیکن مرتے دم تک اُن کا نہ کوئی امام ہوتا ہے اور نہ وہ آپؑ کی ولایت سے آشنا ہوتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا۔ ایسے گڑھے میں جو وہاں سے نکل نہیں پاتے۔ ان میں سے جن کے اعمال صالحہ ہوتے۔ اور ان سے ہماری عداوت کا مظاہرہ نہ ہوا۔ اسے جنت کی طرف متوجہ کیا جائے گا۔ اس کی قبر میں روح داخل ہوگی۔ اور تا قیامت یہی ہوگا۔ جب دربار باری میں جائے گا تو اللہ اس کا محاسبہ کرے گا۔ پھر یا جنت میں جائے گا یا جہنم میں۔

قولہ: اگر یہ لفظ ہم شوستری پر ۔۔۔۔ جلوس نہ نکل پڑے۔

اقول: حافظ جی! اگر آپ اولاد علیؑ میں سے ہیں اور پھر علیؑ کے دشمن، ان سے جنگ کے خواہاں بھی ہیں تو بلا شک آپ پر اس شعر کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور آپ کو ناراض ہونے اور شیعوں کے خلاف حلالہ خوان

ملاؤں سے لیکر قرآن فروش حافظوں تک سب کو اکٹھا کر کے جلوس نکالنے کا حق ہے ۔ اگر آپ علوی اور علیؑ کے دشمن نہیں تو اس شعر پر آپ کا بگڑنا بھڑکنا بے معنی ہے ۔

سوال نمبر ۵۰ : کیا جگر گوشۂ رسولؐ ، سید الامت مصلح اعظم حضرت امام حسن المجتبیٰؑ سے بھی کچھ نفرت اور دشمنی شیعہ کو ہے ۔ ورنہ حضرت امام حسینؑ کی طرح خاص محفل و ذکر و ماتم حضرت امام حسنؑ کے لیے عام شیعہ کیوں نہیں کرتے ؟

آپؑ کی صلح با معاویہ کا کارنامہ اور شیعہ کے مشتعل ہو کر قاتلانہ حملے کا ذکر کیوں نہیں کرتے ؟

آپؑ کے فضائل خاصہ کی تشہیر کیوں نہیں کرتے ؟

آپؑ کو لا ولد اور ابتر کیوں کہتے ہیں ؟

امامت آپؑ کی اولاد میں کیوں نہیں مانتے ؟

آپؑ کی اولاد کو واقعی سید کیوں نہیں مانتے ؟

علامہ کلینی نے کافی جلد ۴ کتاب الزیارات میں دیگر آئمہ اہل بیت کی طرح آپؑ کی قبر در مدینہ اور صلاۃ و سلام کا ذکر کیوں نہیں کیا ؟

کیا اس کی وجہ یہ تو نہیں کہ آپؑ نے خلافت حضرت معاویہ کو دے دی ۔ اور برسر عام بیعت کر کے مذہب شیعہ کی جڑیں کاٹ دیں ۔ جو آج تک بہتر شہداء کربلا کے خون سے آبیاری کے باوجود پنپ نہ سکا ۔ >

جواب : قولہ :۔ کیا جگر گوشۂ رسولؐ ۔ ۔ ۔ ۔ ذکر و ماتم عام شیعہ کیوں نہیں کرتے ۔

اقول : میرے تصور میں تو اس سے عظیم تر اور صریح تر بہتان ممکن نہیں جو حافظ جی نے شیعوں پر باندھا ہے کہ شیعوں کو اپنے دوسرے امامؑ سے (عیاذاً باللہ) نفرت اور دشمنی ہے ۔ اگر حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے خدانخواستہ اگر دشمنی یا نفرت ہوتی تو انہیںؑ اپنے آئمہ شامل ہی کیوں کرتے ؟ اہل کسائیں (جن کی محبت اور اطاعت کو واجب و لازم سمجھتے ہیں) کیوں شمار کرتے ؟

و باء و مصائب کے دنوں میں یہ حرز تحریر کر کے دروازوں پر نہ لگاتے ۔

لی خمسۃ اطفی بہا	حرّ الوباء الحاطمۃ
المصطفٰے والمرتضیٰؑ	وابنا ہما والفاطمۃؑ

حافظ جی ! ایک بالکل عقل سا دج (COMMAN SENS) رکھنے والے شخص سے بیان کر کے دیکھو کہ "شیعہ اپنے دوسرے امامؑ کے دشمن ہیں" ، وہ ہنس دے گا اور کہے گا ۔ یا تم پاگل ہو یا مجھے پاگل سمجھا ہے ۔ اگر دشمن ہیں تو وہ کون سی مجبوری ہے ۔ جس کی وجہ سے انہیں اپنا امام کہتے ہیں ۔

حافظ جی کا مزید بہتان عظیم کہ "شیعہ حضرت امام حسنؑ کیلئے حضرت امام حسینؑ کی طرح خاص محفل ذکر و ماتم منعقد نہیں کرتے ۔

حافظ جی دنیا جانتی ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام کی شہادت کے دن خصوصی مجلس عزا برپا کی جاتی ہے اور اگر ممکن ہو تو امام علیہ السلام کے جنازہ کی شبیہہ کا جلوس بھی نکالا جاتا ہے۔ لیکن :

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم — چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

ترجمہ : اگر دن کا اجالا چمگادڑ نہ دیکھ پائے — تو اس میں بھلا سورج کا کیا قصور ہے

حافظ جی! شیعہ اپنے ہر امام کے پیدائش کے دن محفل مسرت و میلاد اور شہادت کے دن مجلس عزا قائم کرتے ہیں اور انہیں خصوصی مجالس کہتے ہیں۔

حافظ جی میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ بار بار شیعہ دشمنی کے ثبوت میں یہی دلیل پیش کرتے ہیں کہ "دیکھو شیعہ محفل ذکر قائم نہیں کرتے۔ مجلس میں فلاں کا ذکر نہیں کرتے۔ اس سے ثابت ہوا کہ شیعہ کو فلاں سے دشمنی" لیکن سُنی بغیر حضورؐ اور اصحاب ثلاثہ کے کسی صحابی، کسی فرد اہلبیت کی خاص "محفل ذکر اور سیرت" قائم نہیں کرتے۔ پھر بھی اُن کی محبت مسلّم، یہ ایک چھت پر دو ہوائیں کیسے ؟

قولہ : آپؑ کا صلح با معاویہ کا کارنامہ اور شیعہ کا مشتعل ہو کر قاتلانہ حملے کا ذکر کیوں نہیں کرتے۔

اقول : کس نے آپ سے کہا کہ ہم صلح با معاویہ کا ذکر نہیں کرتے۔

حضرت اس خصوصی مجلس میں تو ذکر ہی اسی صلح کا ہوتا ہے۔ اس صلح اور صلح حدیبیہ کا تقابل کر کے اس فرزند رسولؐ کو متبع سنت رسول ثابت کرتے، معاویہ کی عہد شکنیوں، معاہدہ کی خلاف ورزیوں، معاویہ کی سازش سے شہادت کے وقوع کا ہی ذکر ہوتا ہے۔

امام علیہ السلام کے ساتھیوں میں سے بعض کا مشتعل ہو کر حملہ کرنے والوں کا تعارف کرایا جاتا ہے کہ

۱۔ ان میں بعض وہ تھے جو خوارج میں شمار ہوتے تھے۔ لیکن بغض معاویہ کے تحت اُس سے لڑنے کے لئے امام علیہ السلام کے لشکر میں شامل ہو گئے تھے۔

تذکرۃ الخواص : الباب الثانی فی ذکر الحسن، ذکر ما جری لہ بعد وفاۃ امیر المومنین علیہ السلام صفحہ ۲۰۰ :

فی روایۃ ابن عبد البر المالکی فی کتاب الاستیعاب وکنیتہ ابو عامر ان سفیان ابن یالیل الخارجی وقیل بن لیلی نادہ یا مذل المومنین وفی روایۃ ھشام ومسود وجوہ المومنین فقال لہ ویحک ایھا الخارجی لا تعنفنی فان الذی احوجنی الی ما فعلت قتلکم ابی وطعنکم ایای وانتھابکم متاعی :

ترجمہ : استیعاب میں ابن عبد البر مالکی کی روایت یوں ہے۔ اس کی کنیت ابو عامر تھی کہ سفیان ابن یالیل خارجی اور بعض کے بقول ابن لیلی نے آپ کو باواز بلند کہا۔ اے مذل المومنین۔

ہشام کی روایت میں ہے کہ اس نے کہا۔ کہ مومنین کو روسیاہ کرنے والے۔ آپؑ نے فرمایا تو ذلیل ہو اے خارجی مجھے ایسا طعنہ مت دے۔ مجھے اس صلح پر جس چیز نے مجبور کیا ہے۔ وہ تمہارا میرے باپؑ کو شہید کر دینا۔

مجھے نیزہ مارنا اور میرا سب کچھ لوٹ لینا ہے۔

۲۔ ان مشتعل ہونے والوں میں بعض وہ تھے جو امام کے متعلق شیعہ عقیدہ (کہ امام منصوص من اللہ اور معصوم ہوتا ہے) نہیں رکھتے بلکہ اپنے جیسا انسانِ خطا کار، اہلِ اسلام کے اجماع سے امامت پر فائز سمجھتے تھے۔

تیسیر الوصول: جلد اول، کتاب التفسیر، سورۃ القدر صفحہ ۱۹۲:

عن یوسف بن سعد قال قام رجل الی الحسنؑ بن علیؑ بعدما بایع معاویۃ ۔ فقال سوّدت وجوہ المومنین او یا مسوّد وجوہ المومنین فقال لا تؤنبنی رحمک اللہ فان النبیؐ رأی بنی امیۃ علی منبرہ فساءہ ذالک ۔ فنزلت انا اعطینا الکوثر ، وانا انزلناہ فی لیلۃ القدر وما ادراک ما لیلۃ القدر لیلۃ القدر خیر من الف شہر ملکھا بعدک بنی امیہ قال القاسم بن الفضل رحمہ اللہ فعددنا فاذا ھی الف شہر لا تزید ولا تنقص: (اخرجہ الترمذی)

ترجمہ: یوسف ابن سعد سے مروی ہے کہ امام حسنؑ ابن علیؑ کی صلح معاویہ کے بعد ایک شخص کھڑا ہوا۔ اور کہنے لگا تو نے تو مومنین کے منہ پر کالک مل دی۔ یا۔ اے مومنین کو روسیا کرنے والے۔ آپؑ نے فرمایا۔ اللہ تجھ پر رحم کرے۔ مجھے مطعون مت کر۔ آنحضورؐ نے بنی امیہ کو اپنے منبر پر دیکھا تو آپ کو رنج ہوا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی؛ انا اعطیناک الکوثر: اور انا انزلناہ فی لیلۃ القدر وما ادراک ما لیلۃ القدر لیلۃ القدر خیر من الف شہر: آپؑ کے بعد زمام حکومت بنی امیہ کے ہاتھوں میں آئے گی۔

قاسم ابن فضل کہتا ہے کہ ہم نے بنی امیہ کے ایام اقتدار کو گنا تو پورے ایک ہزار ماہ بنے۔ نہ ایک کم نہ زیادہ۔

تمام کتب تاریخ پڑھ جائیے ایک بھی مخلص شیعہ کا نام ان مشتعل ہونے والوں میں نہیں ملے گا۔

قولہ: آپؑ کے فضائل خاصہ کی تشہیر کیوں نہیں کرتے؟

اقول: میں حافظ کی اس اصطلاح "فضائل خاصہ" کو نہیں سمجھ سکا۔ میں نہیں جانتا کہ کسی بشر کے "فضائل خاصہ" کون سے ہوتے ہیں۔ اور "فضائل عامہ" کون سے۔ ورنہ شیعہ روایات وتاریخ کی ہر ایسی کتاب جس میں امام حسن علیہ السلام کے سوانح حیات کا ذکر ہو ان میں متعدد صفحات پر مشتمل امام علیہ السلام کے فضائل کا ذکر ملے گا۔

جلاء العیون اور منتہی الآمال میرے سامنے ہیں۔

منتہی الآمال، باب چہارم فصل دوم، در فضائل و مکارم اخلاق امام حسن علیہ السلام (۲۰۴ سے ۲۰۸ تک پانچ فل سکیپ صفحات پر مشتمل ہے)

اور جلاء العیون، باب چہارم، فصل دوم، در بیان بعضے از فضائل آنحضرت (۲۴۲ سے ۲۳۵ تک

گیارہ صفحات پر مشتمل ہے)

قولہ: آپؑ کو ابتر لا ولد کیوں کہتے ہیں؟

اقول: اس سفید جھوٹ، صریح بہتان کا کیا جواب دوں۔ کون عقل کا اندھا امام حسن علیہ السلام کو لاولد کہے گا۔

۱۔ جبکہ تمام کتب تاریخ اسلام امام حسنؑ کی اولاد کے غزوات کے ذکر سے پر ہیں۔ جو وہ خلفاء بنی امیہ اور بنی عباس کے خلاف لڑے۔ کیونکہ واقعہ کربلا کے بعد حسینی سادات ظاہری دنیاوی خلافت کے حصول کے لئے جنگ و جہاد کو ناجائز سمجھتے تھے۔ لیکن حسنی سادات ظاہری خلافت کے حصول میں کوشاں رہے۔ ۲

عراق و ایران میں اب بھی سیاہ اور سبز عمامہ کی علامت سے سادات حسینی اور سادات حسنی کی پہچان کی جاتی ہے۔ حسینی سید سیاہ عمامہ باندھتا ہے اور حسنی سبز۔

۲۔ شیعہ امام حسن علیہ السلام کو لاولد کس طرح کہہ سکتے ہیں جبکہ شیعہ کتب میں امام حسن علیہ السلام کے فرزندوں میں سے آٹھ فرزندان کا میدان کربلا میں امام حسین علیہ السلام کے ساتھ موجود اور بعض کے شہید ہونے کا ذکر موجود ہے۔

دیکھئے: منتہی الامال، ذکر اولاد الحسنؑ ص۲۲۵:

پس مجموع آنکہ از فرزندان حسنؑ کہ در سفر کربلا ملازمت رکاب امام حسینؑ داشتند ہشت تن بشمار رفتہ:

ترجمہ: تمام جو کہ امام حسنؑ کے فرزندوں میں سے سفر کربلا میں امام حسینؑ کے ہمرکاب تھے آٹھ افراد شمار ہوتے ہیں۔

اور مجالس عزا میں ان کی شہادت کا ذکر کیا جاتا ہے۔ خصوصاً قاسم بن امام حسنؑ کہ ساتویں محرم کی شب کی مجلس ان کے ذکر شہادت کے لئے مخصوص ہوتی ہے۔ اور شہزادہ قاسم کی کربلا میں شادی کی یاد میں (بعض مقامات پر) مہندی کی شبیہہ برآمد کی جاتی ہے۔

۳۔ شیعہ نہ صرف امام حسن علیہ السلام کو صاحب اولاد مانتے ہیں بلکہ ان کی اولاد میں سے اکثر صاحبانِ فضل و تقویٰ کا انتہائی احترام کرتے ہیں۔ اُن کی قبور کی زیارت کو باعث نجات اخروی جانتے ہیں۔

دیکھئے: مفاتیح الجنان (معرب) الخاتمہ المطلب الثانی فی زیارۃ الابناء العظام للآئمہؑ:

عبد العظیم اللازم التعظیم، ینتھی نسبہ الشریف لوسائطہ اربع الی سبط خیر الوریٰ الامام الحسن علیہ السلام۔ فھو عبد العظیم بن عبد اللہ بن علی بن زید بن حسن بن علی بن ابی طالبؑ مرقدہ الشریف فی الری معروف۔ فی فضل زیارۃ عبد العظیم روایات متضافرۃ وروی ان من زار قبرہ وجب لہ الجنۃ:

ترجمہ: مطلب ثانی آئمہ علیہم السلام کے بیٹوں کی زیارت کے بیان میں۔

"دوسری زیارت" واجب التعظیم عبدالعظیم۔ ان کا نسب چار واسطوں سے سبط خیرالوریٰ امام حسن علیہ السلام سے جا ملتا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ عبدالعظیم بن عبداللہ بن علی بن زید بن حسن بن علی بن ابی طالبؑ:

قولہ: امامت آپؑ کی اولاد میں کیوں نہیں مانتے۔

اقول: حافظ جی! خلافت و امامت اہل سنت کے نزدیک ایک دنیاوی سیاسی منصب ہے۔ جو لوگوں کے انتخاب و اجماع سے حاصل ہوتا ہے۔ بخلاف اس کے شیعہ عقیدہ کے مطابق امامت ایک دینی اور خلاق عالم کا عطا کردہ منصب ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اسے اپنی مخلوق کا ہادی و امام بناتا ہے۔

پ ۸، ع ۲:

اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ:

ترجمہ: اللہ بہتر جانتا ہے جہاں بھیجے اپنے پیغام۔ (موضح القرآن شاہ عبدالقادر)

فریقین کی کتب احادیث میں روایات موجود ہیں۔ کہ رسول اللہؐ نے وحی الٰہی کے ماتحت نص فرمادی کہ امامت امام حسین علیہ السلام کی اولاد میں ہوگی۔

ینابیع المودۃ، الباب السادس والخمسون ص۲۵۸:

عن سلیم بن قیس الھلالی عن سلمان الفارسی قال دخلت علی النبیؐ والحسینؑ علی فخذیہ وھو یقبل عینیہ ویقبل فاہ ویقول انت سید بن سید انت امام ابن امام انت حجۃ ابن حجۃ انت ابو حجج تسعۃ تاسعھم قائمھم:

ترجمہ: سلیم بن قیس ہلالی نے جناب سلمان فارسی سے روایت کی ہے کہ میں آنحضورؐ کے پاس گیا۔ امام حسینؑ آپؐ کے زانو پر بیٹھے تھے۔ اور آپؐ ان کا بوسہ لے رہے تھے۔ کبھی آنکھیں اور کبھی منہ چومتے تھے۔ اور فرماتے تھے تو سید ابن سید ہے۔ تو امام ابن امام ہے۔ تو حجت ابن حجت ہے۔ تو نو حجت ہائے خدا کا باپ ہے۔ نواں قائم ہوگا۔

۲۔ مودۃ القربیٰ، المودۃ التاسعہ:

وعن اصبغ بن نباتۃ عن عبداللہ بن عباس قال سمعت رسول اللہ یقول انا وعلیؑ والحسنؑ والحسین وتسعۃ من ولد الحسین مطھرون معصومون:

ترجمہ: اصبغ ابن نباتہ سے مروی ہے کہ عبداللہ ابن عباس نے بتایا ہے کہ میں حضورؐ کے پاس گیا آپؐ نے فرمایا۔ میںؐ علیؑ۔ حسنؑ۔ حسینؑ اور اولاد حسینؑ میں سے نو معصوم اور مطہر ہیں۔

ان نصوص کی موجودگی میں اولاد حسن علیہ السلام کو امام اور حجت خدا تسلیم کرنا۔ ارشادات رسول اللہؐ سے روگردانی ہوگی۔

حافظ جی! اگر امام حسن علیہ السلام کی اولاد کو امام نہ ماننا امام حسنؑ کی دشمنی کی علامت ہے تو پھر آپ کے نزدیک (اہل سنت) امام حسنؑ اور امام حسینؑ دونوں کے دشمن ٹھہریں گے۔ کیونکہ اہل سنت ان دونوں کی اولاد کو امام نہیں مانتے۔ بلکہ آئمہ اربعہ (ابوحنیفہ، مالک، شافعی، احمد حنبل) کو امامان حق تسلیم کرتے اور ان میں سے کسی ایک کی تقلید کو واجب ولازم قرار دیتے ہیں۔؟

قولہ: آپؑ کی اولاد کو واقعی سید کیوں نہیں مانتے؟

اقول: حافظ جی! باندھے جاؤ شیعوں پر بہتان پہ بہتان لگائے جاؤ۔ ان پر تہمت پہ تہمت۔ آپ کا مذہب آپ کو اس کی اجازت دیتا ہے اور خوفِ خدا اور خلق سے حیا سے آپ بالا وارفع ہیں تو بس!

ع تیر پہ تیر چلاؤ تمہیں ڈر کس کا ہے

شیعہ کتب میں جہاں بھی امام حسنؑ کی اولاد کا ذکر آیا ہے۔ اُن کے ناموں کے ساتھ سید یا سادات لفظ موجود ہے۔

مثال کے طور پر دیکھئے: مجالس المومنین کی ابتداء میں (فہرست عنادین وبعض مطالب)

	مطلب	صفحہ
جلد دوم:	سادات حسنی سلاطین اندلس	۲۸۶
جلد سوم:	سادات حسنی کہ در یمن ظہور نمودند	۲۸۸
جلد ششم:	سادات گیلاں بعض سادات حسنی سلاطین گیلان	۳۱۷

پھر کتاب میں جہاں ان مطالب کا ذکر شروع کیا ہے۔ وہاں مندرجہ ذیل عنوانات دیئے ہیں۔

ص۲۸۶: جلد دوم: در متقدمین سادات ولایۃ ولایات کہ سلاطین بودند۔

ادریس بن عبداللہ المحض بن حسن بن حسن المجتبیٰ بن علی المرتضیٰؑ۔

ص۲۸۹: جلد سوم: در سادات رفیع الدرجات:

یحییٰ بن قاسم رسّی ابراہیم طباطبا بن اسماعیل دیباج بن عمر بن حسن مثنیٰ بن حسن المجتبیٰؑ۔

ص۳۱۷: جلد ششم: در قدمائے سادات صاحب سعادات کہ سلطنت گیلان یافتہ اند۔

حسن بن زید بن محمد بن اسماعیل جالب الحجارہ بن حسن بن زید بن حسن مجتبیٰؑ۔

اگر یہ امام حسن علیہ السلام کی اولاد کو واقعی سید ماننا نہیں ہے۔ تو میں نہیں جانتا کہ کسی کو واقعی سید ماننے کی کیا صورت ہے اور غیر واقعی سید ماننے کی کیا۔

قولہ: علامہ کلینی نے کافی: جلد ۴: کتاب الزیارات میں دیگر آئمہ اہل بیت کی طرح آپؑ کی قبر در مدینہ اور صلاۃ وسلام کا ذکر کیوں نہیں کیا؟

اقول: حیران ہوں کہ حافظ جی کی اس غلط بیانی کو کس امر سے تعبیر کروں۔ اِسے ان کی دروغ گوئی یا تجاہل عارفانہ سمجھوں یا ان کی جہالت پر محمول کروں۔ کیونکہ:

فروع کافی جلد ۴ کتاب الحج ابواب الزیارات ص۵۵۹: پر امام حسن علیہ السلام کی زیارت با ایں الفاظ درج ہے۔

باب زیارۃ من بالبقیع۔ اذا اتیت القبر بالبقیع فاجعله بین یدیک ثم تقول السلام علیکم آئمۃ الھدیٰ، السلام علیکم اھل التقویٰ۔۔۔ الخ:

ترجمہ: جب آپؑ جنت البقیع میں مزار مبارک پر آئیں تو اسے اپنے سامنے کریں۔ اور یوں کہیں۔ اے آئمہ ہدیٰ میرا سلام۔ اے اہل تقویٰ میرا سلام۔

تاریخ وحدیث سے معمولی واقفیت رکھنے والا بھی جانتا ہے کہ بقیع کی یہ قبر آئمہ اہل بیت (امام حسنؑ، امام زین العابدینؑ، امام محمد باقرؑ، امام جعفر صادقؑ) کی طرف منسوب ہے۔ اور مشہور بین الخاص والعام ہے۔ اسی لئے مصنف کافی علیہ الرحمہ نے قبر کو ان چار آئمہ علیہم السلام کے اسماءِ مبارکہ کی طرف مضاف کرنے کی بجائے اختصار کے مدِنظر "القبر البقیع" لکھ دیا ہے۔ اور اسی لئے سلام میں جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔

اہل سنت کی روایات کے مطابق تو جناب زہرا سلام اللہ علیہا بھی یہیں ان آئمہ معصومین کے ساتھ دفن ہیں۔ گویا ان پانچ معصومین کی قبریں اس طرح متصل ہیں کہ ایک قبر معلوم ہوتی ہے۔ اور پانچوں معصومینؑ پر مشترکہ صورت میں سلام پڑھا جاتا ہے۔

دیکھئے مندرجہ ذیل روایات کو!

۱۔ وفاء الوفاء (سمہودی) جلد ۴ الفصل السادس فی تعیین قبور بعض من دفن بالبقیع، قبر بعض ابناء الامام علی ابن ابی طالب ص۹۰۵:

قال المسعودی فی مروج الذھب ان ابا عبد اللہ جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علیؑ توفی سنۃ ثمان واربعین ومائۃ ودفن بالبقیع مع ابیه وجدہ۔ قال: وعلی قبورھم فی ھذا الموضع من البقیع رخامۃ علیھا مکتوب: بسم اللہ الرحمن الرحیم: الحمد للہ مبید الامم ومحیی الرمم۔ ھذا قبر فاطمۃؑ بنت رسول اللہؐ سیدۃ نساء العالمین وقبر الحسن بن علیؑ وعلیؑ بن الحسین بن علیؑ وقبر محمدؑ بن علیؑ وجعفرؑ بن محمدؑ علیھم السلام:

ترجمہ: مسعودی نے مروج الذہب میں کہا ہے کہ ابوعبداللہ جعفرؑ ابن محمدؑ ابن علیؑ ابن حسینؑ ابن علیؑ ابن ابی طالبؑ ۱۴۸ھ میں فوت ہوا۔ مدینہ میں اپنے والد اور داد کے جوار میں دفن ہوئے۔ جنت البقیع میں اس مقام پر ایک پتھر ہے جس پر لکھا ہوا ہے۔ اس اللہ کی حمد ہے جو امتوں کو ہلاک کرنے بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ کرنے والا ہے یہ

فاطمہ بنت محمد رسول اللہ کا مزار ہے۔ جو نساءِ عالمین کی سردار ہے۔ اور اس کے ساتھ حسنؑ ابن علیؑ اور علیؑ ابن حسینؑ ابن علیؑ کا مزار ہے۔ اور محمدؑ ابن علیؑ اور جعفرؑ ابن محمدؑ کے مزار ہیں۔

۲۔ نیز: وفاء الوفاء: ج ۴ صفحہ ۹۰۹:

وذکر ابن النجار انّ مع الحسنؑ فی قبرہ ابن اخیہ زین العابدین علی بن الحسین وابا جعفر الباقر محمد بن زین العابدین وجعفر الصادق ابن الباقر رضوان اللہ علیہم اجمعین:

وذکر الغزالی نحوہ صفحہ ۲۲:

ترجمہ: ابن نجار نے لکھا ہے کہ حسنؑ کے نشانِ قبر میں ان کا بھتیجا زین العابدینؑ، ابو جعفرؑ محمد باقرؑ ابن زین العابدینؑ اور جعفر صادقؑ ابن باقر رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ان کے علاوہ چند افراد کا ذکر کیا ہے۔ دفن ہیں۔

۳۔ مطالب السئول: الباب السادس:

فی ابی عبد اللہ جعفرؑ بن محمدؑ الصادق وقبرہ بالمدینۃ بالبقیع وھو القبر الذی فیہ ابوہ الباقر وجدّہ زین العابدین وعم جدّہ الحسنؑ بن علیؑ للہ درّہ من قبر ما اکرمہ واشرفہ واعلیٰ قدرہ عند اللہ تعالیٰ:

ترجمہ: ابو عبداللہ جعفرؑ ابن محمدؑ صادق ان کا مزار معلی مدینہ میں جنت البقیع میں ہے۔ یہ وہی نشان مزار ہے جس میں آپؑ کے والد محمد باقرؑ، دادا علیؑ ابن حسینؑ دادا کے چچا حسنؑ ابن علیؑ سب دفن ہیں۔ اللہ انہیں جزائے خیر دے۔ کتنی باکرامت، ذی شرف اور اللہ کے نزدیک جلیل القدر مزار ہیں۔

حافظ جی! امام حسن علیہ السلام کی زیارت شیعوں کے نزدیک موجب ثواب عظیم اور اجر جزیل ہے۔ اسی ابواب الزیارات کے بالکل شروع میں باب اول: زیارۃ النبیؐ میں حدیث نمبر ۴ نقل کی ہے دیکھنے سے آپ کی متعصبانہ نگاہ قاصر رہی)

عن المعلیٰ ابی شھاب قال الحسین لرسول اللہؐ یا ابتی من زارنی حیاً ومیتاً او زار اباک او زار اخاک او زارک کان حقاً علیّ ان ازورہ یوم القیامۃ واخلصہ من ذنوبہ:

ترجمہ: معلی ابن شہاب سے مروی ہے کہ امام حسینؑ نے آنحضورؐ کی خدمت میں عرض کیا۔ جو آپؐ کی زیارت کرے گا۔ اسے کتنا ثواب ملے گا؟ آپؐ نے فرمایا۔ بیٹے! جو زندگی میں یا بعد از حیات میری، تیری، تیرے باپ یا تیرے بھائی کی زیارت کرے گا۔ میرا حق ہے کہ قیامت کے دن میں اس کی زیارت کو جاؤں۔ اور اسے گناہوں سے نجات دلاؤں۔

دیکھا حافظ جی! حضرت امام حسن علیہ السلام کی زیارت ہمارے نزدیک موجب شفاعت رسول اللہؐ اور باعث نجات ہے گناہوں سے۔

یہاں اس امر کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ حافظ جی کی عبارت سے یہ متبادر ہوتا ہے کہ گویا "فروع کافی" کے ابواب الزیارات میں باقی تمام آئمہ علیہم السلام کا ذکر سوائے امام حسن علیہ السلام موجود ہے۔ حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں۔ ان ابواب میں صرف مندرجہ ذیل زیارات کا ذکر ہے۔

۱۔ باب (۴) زیارۃ النبی صفحہ ۵۴۸۔
۲۔ باب (۸) آئمہ اربعہ (زیارۃ من البقیع) جیسا کہ ذکر ہوا۔
۳۔ باب (۹) قبور شہداء
۴۔ باب (۱۴) امیرالمومنین علی علیہ السلام کی زیارت ص۵۷۰۔
۵۔ باب (۱۶) امام حسین علیہ السلام کی زیارت ص۵۷۶۔
۶۔ باب (۱۷) امام ابی الحسن موسیٰ علیہ السلام ابی جعفر الثانی (محمد تقی) علیہ السلام کی زیارت ص۵۸۳۔
۷۔ باب (۲۲) امام ابی الحسن الرضا علیہ السلام کی زیارت ص۵۸۴۔

باقی آئمہ علیہم السلام یعنی (امام علی نقی، حسن عسکری، امام صاحب الزمان علیہم السلام) اور جناب فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کی زیارات کا ذکر نہیں۔

معلوم حافظ جی ان کے متعلق کیوں نہیں کہا کہ شیعوں کو (عیاذاً باللہ) ان سے دشمنی و نفرت ہے۔

قولہ: کیا اس کی وجہ یہ تو نہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آبیاری کے باوجود نہ پنپ سکا۔

اقول: جی نہیں! نہ شیعوں کو (عیاذاً باللہ) امام حسن علیہ السلام سے نفرت ہے اور نہ یہ خلافت کا معاویہ کے حوالے کرنا مذہب شیعہ کی جڑیں کاٹنا ہے۔

یہ ٹھیک ہے کہ آنجناب خلافت سے دستبردار ہو گئے۔ لیکن ایسے حالات میں اور بر سر عام ایسے اعلانات اور ارشادات کے بعد جو معاویہ کے خلافت کے مستحق نہ ہونے اور خلافت معاویہ کے ظلم و غضب پر مبنی ہونے پر دلالت کرتے تھے۔ اور اس طرح خلافت معاویہ کو حق و درست سمجھنے والوں کے مذہب و عقیدہ کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیا۔

۱۔ تاریخ کامل (ابن اثیر) جلد ۳، ذکر تسلیم الحسن الخلافہ الی معاویہ ص۲۰۶:
۲۔ تذکرۃ الخواص (سبط ابن جوزی) فی صلح الحسن مع معاویہ ص۲۰۶:

(بلفظ کامل) الا ان معاویۃ دعانا لامر لیس فیہ عز ولا نصفۃ فان اردتم الموت رددناہ علیہ وحاکمناہ الی اللہ عزوجل بظبی السیوف وان اردتم الحیوۃ قبلناہ واخذنا لکم الرضیٰ فناداہ من کل جانب البقیہ۔ البقیۃ وامضی الصلح:

ترجمہ: دیکھو لو معاویہ نے ہمیں ایسی بات کی دعوت دی۔ جس میں نہ عزت ہے، نہ انصاف۔ اگر تم جان لڑا مرنا چاہو تو یقین رکھو کہ موت ہم اس کا مقدر بنا دیں گے۔ اور تلوار کی نوک سے ہم اسے اللہ کے دربار میں کھڑا

کریں گے۔ اور اگر تمہیں زندگی عزیز ہے تو ہم معاویہ سے صلح قبول کر لیتے ہیں اور تمہارے لئے معاویہ کی رضا حاصل کرتے ہیں۔ ہر طرف سے آوازیں آنے لگیں۔ ہمیں زندگی چاہیئے۔ چنانچہ آپؑ نے صلح کر لی۔

۳۔ صواعق محرقہ (مکتبہ القاہرہ) الباب العاشر فی خلافۃ الحسن، الفصل الاول ص۱۳۷:

ان معاویۃ نازعنی حقا ھولی دونہ فنظرت اصلاح الامۃ وقطع الفتنۃ وقد کنتم بایعتمونی علی ان تسالموا من سالمنی وتحاربوا من حاربنی فرأیت ان اسالم معاویۃ واضع الحرب بینی وبینہ وقد بایعتہ ورأیت ان حقن الدماء خیر من سفکھا ولم ارد بذالک الا صلاحکم:

ترجمہ: معاویہ نے مجھ سے ایسی بات پر جھگڑا کیا ہے۔ جو میرا حق ہے۔ معاویہ کا نہیں۔ میں نے امت کی سلامتی اور فتنہ کا خاتمہ صلح میں دیکھا ہے۔ تم لوگوں نے میری اس بات پر بیعت کی تھی کہ جس سے میں صلح کروں گا تم بھی صلح کر لوگے۔ اور جو مجھ سے جنگ کرے گا تم اس سے جنگ کروگے۔ میں یہی مناسب سمجھتا ہوں کہ معاویہ سے صلح کر لوں۔ اور جنگ کو موقوف کر دوں۔ میں نے اس سے صلح کر لی ہے۔ کیونکہ خونریزی کی نسبت جانوں کا تحفظ مجھے عزیز ہے۔ اور اس صلح سے میرا مقصد صرف اور صرف تمہاری بھلائی ہے۔

حافظ جی! امام حسن علیہ السلام اور معاویہ کے درمیان ہونے والی جنگوں کے حالات اور صلح کے وقت امام علیہ السلام کے ارشادات کو ایک غیر جانبدار منصف مزاج شخص کے سامنے رکھ کر دریافت کریں کہ یہ امور شیعہ مذہب کی جڑ کاٹتے ہیں یا سُنی مذہب کی بیخ کنی کرتے ہیں۔

شیعہ کتب میں امام علیہ السلام کے خلافت سے دستبردار ہونے اور معاویہ سے صلح کا ذکر تو ہے۔ لیکن معاویہ کی بیعت کا ذکر نہیں ہے۔ عقل سلیم بھی تسلیم نہیں کرتی کہ امام علیہ السلام نے اس شخص کی بیعت کی ہو گی۔ جس کی خلافت کو خود مبنی بر ظلم و غضب فرمارہے ہیں۔

قولہ: آج تک بہتر شہداء کربلا کے خون سے آبیاری کے باوجود نہ پنپ سکا۔

اقول: حافظ جی! دنیا میں اللہ تعالیٰ کی ایسی مخلوقات بھی موجود ہے جو دن کو تاریک اور رات کو روشن کہتی ہے۔ اگر شہداء کربلا کی عظیم قربانی آپ کو رائیگان نظر آتی ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ ورنہ تمام مفکرین اسلام اور علماء دین اسی ذبح عظیم کو اسلام کی نشاۃ ثانیہ قرار دیتے ہیں۔ (جیسا کہ سوال نمبر ۳۱ کے جواب میں مذکور ہوا۔

قارئین کرام! یہ ہے "الحق یعلو ولا یعلیٰ" یعنی حق ہمیشہ غالب و سرفراز رہتا ہے کبھی مغلوب نہیں ہوتا کا بیّن و روشن ثبوت کہ حافظ جی جو سوال نمبر ۲ میں کہہ آئے ہیں۔ کہ حضرت علیؑ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ شیعہ مذہب کے داعی نہ تھے۔ اب یہاں تسلیم کر رہے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام نے یہ عظیم قربانی شیعہ مذہب کی بقاء اور آبیاری کیلئے دی۔

حافظ جی! اُس مذہب کی حقانیت میں بھی شک و شبہ کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے۔ جس کی آبیاری کیلئے

فرزندِ رسولؐ جگر گوشۂ بتولؑ نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا ہو۔

سوال نمبر ۱۵: شیعہ کے دعویٰ حب آلِ رسولؐ کی یہ حقیقت معلوم ہو چکنے کے بعد اگر کوئی شخص یہ کہے کہ بانیان تشیع نہ صحابہ کرام کے کچھ لگتے تھے نہ رسولؐ و اہل بیتؑ رسولؐ کے محب تھے۔ صرف چار حضرات کی محبت کا دعویٰ کر کے پورے اسلام کو ختم کرنا، صحابہ و اہل بیت کے گھر گھر اور ایک ایک فرد کے درمیان نفاق دشمنی مشہور کرنا تھا۔ تاکہ حضرت محمد رسول اللہؐ کی تعلیم و تربیت کی ناکامی آشکارا کر کے قرآن پاک اور دعویٰ نبوت کی تغلیط ذہنوں میں بٹھادی جائے۔ کیا ایسے شخص کی بات غلط ہوگی۔ دلائل سے واضح کریں۔

جواب ۱: قولہ: دعویٰ حب آلِ رسولؐ کی یہ حقیقت معلوم ہو چکنے کے بعد:

اقول: قارئین کرام! حافظ جی کی تمام عبارت پر ایک دفعہ پھر نظر ثانی فرمائیے۔

حافظ جی نے (عیاذاً باللہ) شیعہ کے دشمن آلِ رسولؐ ہونے کے ثبوت میں صرف ایک امر کا ذکر کیا کہ! (حضرات حسنینؑ، زینبؑ و ام کلثومؑ کے سوا اور کسی کا نام بھی مجالس میں لیا کرتے ہو) اور سمجھ لیا ہے کہ شیعوں کے خلاف وہ تیر چلایا ہے کہ اب جانبر ہو ہی نہیں سکتے۔

اذا صلیّ الحائک رکعتین فانتظر الوحی:

ترجمہ: جب کوئی جولاہا دو رکعت نماز پڑھ لیتا ہے تو وہ اپنے آپ کو نبی سمجھ کر وحی کا انتظار کرنے لگتا ہے۔

حافظ جی کے نزدیک دشمنی کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ مجالس میں ذکر نہ آیا ہو۔

حافظ جی! آپ کو اپنا یہ (افلاطونی) کلیہ مبارک، لیکن اسے صرف شیعوں پر آزمانے کے علاوہ دیگر مقامات پر آزما کے تو دیکھو۔ کیا نتائج برآمد ہوتے ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ سبحانہ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں میں سے صرف چند انبیاءؑ کا ذکر قرآن میں فرمایا ہے۔ لہٰذا جن کا ذکر نہیں فرمایا۔ ان سے عیاذاً باللہ اللہ تعالیٰ کو۔۔۔۔

۲۔ حضور نبی کریمؐ نے اپنے تقریباً ایک لاکھ صحابہ میں سے چند کا اپنے دہن مبارک سے ذکر فرمایا لہٰذا (عیاذاً باللہ) صحابہ سے حضورؐ کو محبت نہ تھی۔

۳۔ اہل سنت اپنی مجالس، محافل اور کانفرنسوں میں سوائے خلفائے راشدین کے (یا زیادہ سے زیادہ عشرہ مبشرہ کے) کسی کا ذکر نہیں کرتے۔ لہٰذا صحابہ اور اہل بیتؑ کے دشمن۔

قولہ: اگر کوئی شخص یہ کہے کہ بانیان تشیع نہ صحابہ کرام کے کچھ لگتے تھے، نہ رسولؐ اور اہل بیتؑ رسولؐ کے محب تھے۔

اقول: محبت کی علامت وہ نہیں جسے حافظ جی علامت قرار دے رہے ہیں۔

آئیے محبت کی علامات اہل سنت کے ایک امام یعنی ابو الفضل قاضی عیاض سے دریافت کریں۔

قاضی موصوف نے اپنی کتاب :

اشارات ، القسم الثانی ، الباب الثانی ، فصل فی محبتہ ؐ :

میں محبت کی علامات (اتباع ، حضورؐ کے متعلقین کا احترام وغیرہ) کا ذکر کیا ہے۔ اُن تمام علامات کی بناء پر اہل سنت و اہل تشیع کی محبت کو پرکھنا تطویل کا باعث ہوگا۔

اُن علامات میں صرف ایک کو اس وقت معیار قرار دے لیتے ہیں جو اس مقام کے مناسب ہے۔

اشارات صلاتہ ، ومنہا محبۃ من احب النبی ؐ۔

ومن ھو ینسبہ من آل بیتہ واصحابہ والمھاجرین والانصار وعداوۃ من عاداھم وبغض من البغض اللہ ورسولہ ومعادات من عاداہ ومجانبۃ من خالف سنۃ قال اللہ تعالیٰ لا تجد قوماً یؤمنون باللہ والیوم الاخر لوٰأدون من حاد اللہ ورسولہ :

ترجمہ : ان میں سے ایک یہ ہے۔ آنحضورؐ ، آپؐ کی عترتؑ اور آپؐ کے مہاجر اور انصار صحابہ سے محبت ان کے دشمن سے عداوت ، دشمن خدا و رسولؐ سے بغض ، ان کے اعدا سے عداوت ، سنت کے تارک سے دوری۔ ارشاد قدرت ہے۔ جو لوگ اللہ اور رسولؐ پر ایمان رکھتے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی منکر خدا و رسولؐ سے محبت نہیں رکھے گا۔

محبت کی اس علامت کو معیار بناتے ہوئے اگر اہل سنت و اہل تشیع کے محبوبین و محترمین پر نگاہ ڈالی جائے تو صاف عیاں ہے کہ اہل سنت بعض ان ہستیوں سے بھی انتہائی محبت و احترام ملحوظ رکھتے ہیں جنہوں نے اہل بیت و صحابہ رسولؐ سے عداوت رکھی۔ اور ان پر مظالم کے پہاڑ ڈھائے۔

۱۔ امیر معاویہ :

امیر معاویہ کی اہل بیت (حضرت علی ، حضرت حسن علیہم السلام) سے عناد و عداوت تو کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ اور صحابہ سے عداوت کے ثبوت میں مندرجہ ذیل روایت پڑھیئے :

مختصر تذکرۃ القرطبی (عبد الوہاب شعرانی) باب مقتل السید الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ صلاتہ :

وقال ابو عمر شیبانی ولما وجہ معاویۃ بشراً الی قتل شیعۃ علیؑ سار حتی اتی المدینۃ فقتل ابنی عبید اللہ بن عباس وفر اھل المدینۃ حتی دخلوا الحرۃ حرۃ بنی سلیم فقتل خلقاً کثیراً من احیاء بنی سعد وربطوا الخیل فی مسجد رسول اللہؐ وراثت الخیل بین القبر والمنبر وانزیلت بکارۃ نحو الف بکر :

ترجمہ : ابو عمرو شیبانی کہتا ہے کہ جب معاویہ نے بشر کو شیعیان علیؑ کے قتل کیلئے بھیجا۔ بشر مدینہ میں آیا۔ عبید اللہ ابن عباس کے دو کمسن بچوں کو شہید کیا۔ اہل مدینہ نے شہر سے بھاگ کر حرۂ بنی سلیم میں پناہ لی۔ بشر نے بنی سعد کی کئی شاخوں کے بہت سے افراد شہید کئے۔ مسجد نبوی میں گھوڑے باندھے۔ مزار معلیٰ اور

اور منبر کے مابین گھوڑوں نے لید کی۔ کم و بیش ایک ہزار باکرہ لڑکیوں کی بکارت زائل کی گئی۔

۲۔ یزید بن معاویہ:

یزید نے جو ظلم اہل بیت (اولادِ علیؑ اور اولاد جعفر طیارؑ) پر ڈھائے۔ وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔

اصحاب رسولؐ پر جو ظلم ڈھائے اُن کا اندازہ مندرجہ ذیل روایت سے لگائیے۔

تاریخ الخلفاء (مطبوعہ مطبع مجیدی لاہور) ذکر یزید بن معاویہ: صفحہ ۱۴۲:

وفی سنة ثلث وستين بلغه ان اهل المدينة خرجوا عليه وخلعوه فارسل اليهم جيشا كثيفا و امرهم بقتالهم ثم المسير الى مكة لقتال ابن زبير فجاؤ وكانت وقعة الحرة على باب طيبة وما ادراك ما وقعة الحرة ذكرها الحسن مرة فقال والله ما كاد ينجو منهم احد قتل فيه خلق من الصحابة ومن غيرهم ونهبت المدينة وافتض فيها الف عذراء فانا لله وانا اليه راجعون:

ترجمہ: یزید بن معاویہ کا تذکرہ:

۶۳ھ میں اسے اطلاع ملی کہ اہل مدینہ نے اس کی بیعت ختم کر دی ہے۔ اس نے ان کے لئے بہت بڑا لشکر بھیجا۔ اسے حکم دیا کہ اہل مدینہ سے جنگ کرنے کے بعد مکہ جا کر ابن زبیر سے جنگ کرنا۔ یہ لوگ آئے اور جنگ حرہ مدینہ کے دروازہ پر ہوئی۔ کسے کیا معلوم کہ جنگ حرہ کیا تھی۔ ایک مرتبہ حسن نے اس کا تذکرہ کیا تھا۔ کہ! بخدا! اس سے کوئی بھی نہ بچا۔ صحابہ کی ایک بہت بڑی تعداد قتل ہوئی۔ غیر صحابہ بھی بے شمار قتل ہوئے۔ مدینہ کو لوٹا گیا۔ ایک ہزار باکرہ لڑکیوں کی عصمت زائل کی گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

کیا خیال ہے حافظ جی! اہلِ بیت اور صحابہ رسولؐ کے ایسے دشمنانِ عنید اور عدوان شدید سے بغض رکھنے کی بجائے محبت و احترام کا سلوک کرنیوالوں کو محبان اہل بیت اور دوستدارانِ صحابہ کہہ سکتے ہیں۔ جبکہ ارشاد الٰہی کے موجب اللہ و رسولؐ کے دشمن کو دوست رکھنے والا مومن ہی نہیں ہو سکتا۔

اب حافظ جی اور حافظ جی کے ہم خیال حضرات کے دعوئے حُبِّ آلِ رسولؐ اور حُبِّ صحابہ کی یہ حقیقت معلوم ہو چکنے کے بعد اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ان حضرات کے بانیان مذہب نہ صحابہ کرام کے کچھ لگتے تھے۔ نہ رسولؐ و اہل بیتؑ کے محب تھے۔ صرف اصحاب ثلاثہ کی محبت کا دعویٰ کر کے پورے اسلام کو ختم کرنا چاہتے تھے۔ تو ایسے شخص کی بات غلط ہوگی۔

حافظ جی دلائل سے واضح کریں۔

قولہ: صحابہ و اہلِ بیتؑ کے گھر۔۔۔۔۔ واضح کریں۔

اقول: حافظ جی نے اپنی اس عبارت میں شیعوں پر پہلا بہتان عظیم یہ باندھا ہے کہ شیعوں کو تمام صحابہ، تمام اہلِ بیتؑ میں سے صرف چار حضرات (علیؑ، حسنؑ، حسینؑ اور جناب زہرا سلام اللہ علیہا) سے محبت ہے۔ باقی

سب سے دشمنی ہے۔ گویا جناب حمزہؓ، حضرت جعفر طیارؓ بن ابی طالبؑ، عقیلؓ ابن ابی طالب سے بھی دشمنی ہے۔ اگر شیعوں کو ان حضرات سے دشمنی ہے تو حافظ جی کے مشار الیہ چار ذوات مقدسہ سے بھی محبت نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ حضرات اُن چار کی محبوب ترین ہستیاں تھیں۔

اس امر کے ثبوت میں کہ شیعوں کے نزدیک صحابہؓ اور اہلبیتؑ دونوں کی محبت واجب ہے۔ ذیل کی عبارت کو ملاحظہ فرمائیں۔

فروع کافی، جلد ۷، کتاب الوصایا، باب صدقات النبیؐ، وصیۃ امیر المومنین علی علیہ السلام ص۵۱:

(امام جعفر صادق علیہ السلام نے جناب امیر کی وصیت کا ذکر فرمایا ہے۔ جو کافی طویل ہے۔ اس میں یہ ارشادات بھی شامل ہیں)

اللہ۔ اللہ۔ فی الصلاۃ فانھا خیر العمل۔ اللہ۔ اللہ فی الزکواۃ فانھا تطفیٔ غضب ربکم۔ اللہ۔ اللہ فی ذریۃ نبیکم۔ فلا یظلمن بحضرتکم و بین ظھرانیکم وانتم تقدرون الدفع عنھم۔ اللہ۔ اللہ فی اصحاب نبیکم الذین لم یحدثوا احداثاً ولم یووا محدثاً فان رسول اللہؐ اوصی بھم۔ ولعن المحدث والموی المحدث:

ترجمہ: (میں تمہیں اللہ کا خوف اور اس کا غضب یاد دلاتا ہوں) اللہ۔ اللہ نماز کے بارے میں کیونکہ یہ بہترین عمل ہے۔ اور اللہ۔ اللہ زکواۃ کے بارے میں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو بجھاتی ہے۔ اور اللہ۔ اللہ تمہارے نبیؐ کی ذریت کے بارے، تمہارے سامنے ہرگز ظلم نہ ہو۔ جبکہ تم اس ظلم کو اُن سے دُور کر سکو۔ اللہ۔ اللہ تمہارے نبیؐ کے اصحاب کے بارے میں۔ جنہوں نے نہ دین میں خود احداث کیا اور نہ احداث کرنے والے کو پناہ دی۔ کیونکہ رسول اللہؐ نے اُن کے بارے میں وصیت فرمائی اور احداث کرنے والے اور احداث کرنے والے کو پناہ دینے والے پر لعنت فرمائی۔

پس حافظ جی! اہل تشیع اہلؑ بیت اور صحابہ کے تمام ایسے افراد سے جو دین میں احداث کے مرتکب نہیں ہوئے۔ صوم و صلواۃ اور زکواۃ کی طرح واجب جانتے ہیں۔

محدث اور محدث کو پناہ دینے پر لعنت سنی احادیث سے بھی ثابت ہے۔

غنیۃ الطالبین ص۱۹۸:

لعنۃ اللہ علیٰ من احدث احداثا اوآوی محدثاً:

ترجمہ: اللہ کی لعنت ہو اس پر جس نے دین میں احداث کیا۔ یا احداث کرنے والے کو پناہ دی۔

حقیقت یہ ہے کہ حافظ جی اور حافظ جی کے ہم خیال اور ہم مذہب کو نہ صحابہ سے محبت ہے اور نہ اہل بیت سے۔ انہیں اُن اشخاص سے محبت رہی ہے جو سریر آرائے خلافت و حکومت رہے۔

صحابہ میں سے چار حضرات کو خلافت نصیب ہوئی۔ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، اور

حضرت علیؑ۔ بد قسمتی سے حضرت علی علیہ السلام کے بعد حکومت ایسے اشخاص کے ہاتھ آئی جو حضرت علیؑ سے خاندانی دشمنی رکھتا تھا۔ اس لئے آنجناب کی ذات سے کی جانے والی محبت میں کچھ مخالفت اور ناپسندی کی تلخی بھی موجود ہے۔

آئمہ اہلِ سنت میں سے ایک امام کی رائے ملاحظہ فرمائیے:

وفیات الاعیان، ترجمہ علی بن جہم:

وکونه منحرفاً عن علیؑ ان محبة علی لا تجتمع مع التسنن: اسکا علی سے منحرف ہونا۔ کہتا تھا سنی ہو اور محبت علی یکجا نہیں ہوسکتے

پس اہل سنت کو صحابہ اور اہل بیت میں سے صرف اصحاب ثلاثہ سے محبت ہے۔ باقی صحابہ کے متعلق اہل سنت کی کتب احادیث میں جس طرح مارح سرائی کی گئی ہے۔ وہ ملاحظہ ہو۔

۱۔ تاریخ الخلفاء، ذکر ابوبکر الصدیق، فصل فی الاحادیث الواردہ فی فصلہ وحدہ ص۴۷:

اخرج ابن عساکر عن المقدام قال استتب عقیلؑ ابن ابی طالبؑ و ابوبکر قال کان ابوبکر سبّاباً اونسابا غیر انه تحرج من قرابته من النبیؐ فاعرض عنه۔ شکا الی النبیؐ فقام رسول اللہؐ فقال تدعون لی صاحبی ما شانکم و شانه ما منکم رجل الا علی بابه ظلمة الا ظلمة ابی بکر فان علی بابه النور:

ترجمہ: ابن عساکر نے مقدام سے روایت کی ہے کہ ایک دن عقیلؑ ابن ابوطالبؑ اور ابوبکر نے ایک دوسرے کے خلاف گالیوں کا تبادلہ کیا۔ ابوبکر بھی عرب کا نساب بھی معروف تھا۔ اور گالی دینے والوں میں بھی اپنی نظیر آپ تھا۔ لیکن عقیلؑ کے مقابلہ میں آنحضورؐ کی وجہ سے کمزور رہا۔ اور جاکر آنحضورؐ کو شکوہ کیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ کیا تم میرے ساتھی کے ہم پلہ بنتے ہو۔ اس کی شان بھلا تمہاری شان جیسی ہے۔ تم میں سے ہر ایک کے دروازہ پر ظلمت ہی ظلمت ہے۔ لیکن ابوبکر کے دروازہ پر نور ہی نور ہے۔

۲۔ تیسیر الوصول۔ باب التفسیر۔ سورۃ الجمعۃ ص۱۹۱:

عن جابرؓ قال بینا نحن نصلی مع النبیؐ اذ اقبلت عیر تحمل طعاماً فالتفتوا الیها حتی ما بقی مع النبیؐ الا اثنا عشر رجلاً منهم ابوبکر و عمر فنزلت "اذا راُوا تجارة او لهواً":

ترجمہ: جابرؓ سے مروی ہے کہ ہم آنحضورؐ کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے۔ کہ اتنے میں ایک قافلہ غلہ لے کر آیا۔ صحابہ نے اسے دیکھا اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ حتیٰ کہ آنحضورؐ کے ساتھ بارہ صحابہ بچ گئے۔ ابوبکر اور عمر بھی دوڑ کر باقی رہ جانے والوں میں تھے۔ اس وقت سورہ جمعہ کی یہ آیت نازل ہوئی۔ اذا راُوا تجارة اولهوا: الخ۔

۳۔ وفاء الوفاء۔ الفصل الحادی عشر ص۴۷۲:

قال قتیبة بن سعد قال اللیث بن سعد قال معاویة بن صالح۔ فقال الناس اغلق ابوابنا وترک باب خلیله قال رسول اللہؐ قد بلغنی الذی قلتم فی باب ابی بکر وانی اری علی باب

ابی بکر نور او ابی عمر ابوبکر ظلمة :

ترجمہ: پس لوگوں نے کہا ہمارے دروازے بند کر دیئے اور اپنے خلیل کا دروازہ چھوڑ دیا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا جو کچھ تم نے ابوبکر کے دروازے کے متعلق کہا وہ مجھ تک پہنچا۔ میں ابوبکر کے دروازے پر نور اور تمہارے دروازوں پر ظلمت دیکھتا ہوں۔

۴۔ تیسیر الوصول: ج ۱ کتاب تعبیر الرویاء الفصل الثانی ص۲۱۱ :

عن ابی بکرة قال قال رسول اللہؐ ذات یوم من رأی منکم رؤیا فقال رجل انا رایت کان میزاناً نزل من السماء فوزنت انت وابوبکر فرجحت انت بابی بکر ووزن ابوبکر وعمر فرجح ابوبکر ووزن عمر وعثمان فرجح عمر۔ ثم رفع المیزان فاستاء لہا رسول اللہؐ (ترمذی ابوداؤد)

ترجمہ: ابوبکر سے مروی ہے کہ ایک دن آنحضورؐ نے پوچھا۔ تم میں سے کسی نے آج رات کوئی خواب دیکھا ہے۔ ایک شخص نے کہا۔ ہاں حضورؐ! میں نے دیکھا ہے۔ آسمان سے ایک ترازو اترا اس میں آپؐ کو اور ابوبکر کو تولا گیا۔ آپؐ وزنی نکلے۔ پھر ابوبکر اور عمر کو تولا گیا تو ابوبکر وزنی نکلا۔ پھر عمر اور عثمان کو تولا گیا تو عمر وزنی نکلا۔ اس کے بعد ترازو ہی اٹھا لیا گیا۔

۵۔ تیسیر الوصول: ج ۱ کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة الباب الاول ص۲۵ :

عن ابی ھریرة قال قال رسول اللہؐ انما مثلی ومثلکم کمثل رجل استوقد ناراً فلما اضاءت ما حولہ جعل الفراش وھذہ الدواب التی تقع فی النار تقع فیھا فجعل ینزعھن ویغلبنہ فیقتحمن فیھا فانا اخذ بحجزکم من النار وانتم تقحمون فیھا :

ترجمہ: ابوہریرہ سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔ میری اور تمہاری مثال اس جیسی ہے جس نے آگ روشن کی ہو۔ جب اس کا اردگرد روشن ہو گیا تو یہ پروانے اور حشرات جو آگ میں گرتے ہیں۔ وہ گرنے لگے۔ اور آگ بجھانے والا انہیں آگ سے نکالنے لگا۔ اور وہ بار بار آگ میں جانے لگیں۔ میں تمہیں آگ سے نکالتا ہوں لیکن تم بار بار آگ میں گرنے کی کوشش کرتے ہو۔

۶: تیسیر الوصول: ج ۱ کتاب التفسیر سورة الحجر ص :

عن ابن عباس کانت امرأة تصلی خلف رسول اللہؐ حسناء من احسن الناس فکان بعض القوم یتقدم حتی یکون فی الصف الاول لئلا یراھا ویتاخر بعضھم حتی یکون فی الصف الاخیر حتی یراھا فاذا رکع نظر من تحت ابطہ فانزل اللہ: لقد علمنا المستقدمین منکم ولقد علمنا المستاخرین :

ترجمہ: ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک انتہائی حسین عورت آنحضورؐ کی اقتدا میں نماز پڑھتی تھی۔ بعض صحابہ اگلی صف میں کھڑے ہونے کی کوشش کرتے تھے تاکہ دوران نماز وہ نظر نہ آئے۔ اور بعض

ہوا یہ عمداً آخری صف میں کھڑے ہونے کی کوشش کرتے تھے۔ تاکہ دوران نماز وہ زیادہ سے زیادہ نظر آئے۔ اور ایسے صحابہ رکوع میں بغلوں کے درمیان سے اسے جھانکتے رہتے تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ہمیں اگلی صف میں کھڑے ہونے والوں اور پچھلی صف میں کھڑے ہونے والوں، سب کی نیت معلوم ہے۔

۷ : تیسیر الوصول : ج ا، کتاب الجہاد، الباب الثالث، الفصل الثالث، فی الغنائم ص۲۵۰:

عن المسور بن مخرمہ رض ان عمرو بن عوف اخبرہ ان رسول اللہ بعث ابا عبیدۃ الی البحرین یاخذ بجزیتہا فلما قدم بالمال سمعت الانصار بقدومہ فوافوا صلاۃ الفجر مع رسول اللہ فلما انصرف تعرضوا فتبسم ثم قال اظنکم سمعتم ان ابا عبیدۃ قدم بشئ فقالوا۔ اجل فقال ابشروا واملوا مایسرکم فواللہ ما الفقر اخشی علیکم لکن اخشی علیکم ان تبسط علیکم الدنیا کما بسطت علی من قبلکم فتنافسوا فیہا فتہلککم کما اہلکتہم:

ترجمہ : مسور بن مخرمہ رض سے روایت ہے کہ اسے عمر بن عوف رض نے خبر دی کہ رسول اللہ نے ابو عبیدہ کو جزیہ وصول کرنے کیلئے بحرین بھیجا۔ جب وہ مال لے کر آیا اور انصار نے اس کے آجانے کے متعلق سُنا تو صبح کی نماز میں سب پہنچ گئے۔ جب رسول اللہ نماز سے فارغ ہوئے تو سامنے آگئے۔ پس حضورؐ مسکرائے اور فرمایا۔ میرا گمان ہے کہ تم نے سن لیا ہے کہ ابو عبیدہ کچھ مال لایا ہے۔ انہوں نے کہا۔ ہاں۔ حضورؐ نے فرمایا خوش ہو جاؤ اور اس چیز کی امید رکھو جو تمہیں خوش کر دے گی۔ میں تم پر فقر سے نہیں ڈرتا۔ بلکہ اس امر سے ڈرتا ہوں کہ دولت تمہارے پاس بہت زیادہ ہو جائے۔ جس طرح تم سے پہلوں پر ہوئی پھر تم اس میں ایک دوسرے سے حسد کرو۔ پس وہ تمہیں اس طرح ہلاک کر دے۔ جس طرح اس نے (پہلوں) کو ہلاک کیا تھا۔

(عیاذاً باللہ! انصار کے حرص کی کیا تصویر پیش کی ہے)

۸ : تاریخ الخلفاء، ذکر خلافت ابی بکر فصل ۲۔ (بعد ذکر فیما ورد عنہ عن تعبیر الرویا)

ص۲۳ : (فائدہ)

اخرج البیہقی فی الدلائل عن اسماء بنت ابی بکر قالت لما کان عام الفتح خرجت ابنۃ لابی قحافۃ فلقیتہا الخیل وفی عنقہا طوق من ورق فاقتطعہ انسان من عنقہا فلما دخل رسول اللہ المسجد قام ابوبکر وقال انشدکم باللہ والاسلام طوق اختی فواللہ ما اجابہ احد ثم قال الثانیۃ فما اجابہ احد ثم قال یا اختہ احتسبی طوقک فواللہ ان الامانۃ فی الناس لقلیل:

ترجمہ : بیہقی نے دلائل میں اسماء بنت ابوبکر سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے موقعہ پر ابو قحافہ کی بیٹی نکلی۔ راستہ میں چند گھڑ سوار ملے۔ اس کے گلے میں ایک ہار تھا۔ ایک شخص نے اس کی گردن سے لوچ لیا۔

جب آنحضورؐ داخل مسجد ہوئے تو ابوبکر نے کھڑے ہو کر کہا۔ میں آپ لوگوں کو اللہ اور اسلام کا واسطہ دیتا ہوں میری بہن کا مار دے دو۔ کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر دوسری مرتبہ کہا۔ لیکن پھر بھی کسی نے جواب نہ دیا۔ ابوبکر نے اس سے کہا۔ بہن اب اللہ پر بھروسہ کرو۔ بخدا لوگوں سے امانت ختم ہو گئی ہے۔

حافظ جی نے اس عبارت میں شیعوں پر دوسرا بہتان یہ باندھا ہے کہ شیعوں نے "صحابہ اور اہل بیت کے گھر گھر اور ایک فرد کے درمیان نفاق دشمنی مشہور کرنا تھا"۔

شیعہ بلاشک دشمنان خدا، رسول خداؐ اور اہل بیت رسولؐ کی عداوت کی تشہیر کو فرض سمجھتے ہیں۔ صحابہ کے باقی باہمی مشاجرات و مجادلات سے انہیں کوئی سروکار نہیں۔ اس لئے کہ دشمنان خدا و رسولؐ اور اہل بیتؑ کے دشمنوں سے محبت بعنوائے ارشاد ربی "لا تجد قوماً یومنون باللہ والیوم الآخر یوآدون من حاد اللہ ورسولہ": دولت ایمان سے محروم کر دیتی ہے۔ اور حضورؐ کی اس حدیث کے ماتحت:

کنز العمال ج ۶ ص ۱۵۵:

میکون بعدی قوم یقاتلون علیاً علی اللہ جھادھم فمن لم یستطع جھادھم بیدہ فبلسانہ ثم لم یستطع بلسانہ فبقلبہ لیس وراء ذالک شئ:

پس ہم جہاد باللسان اور جہاد بالقلب واجب جانتے ہیں۔

یہ گھر گھر اور فرد فرد کی عداوت کی تشہیر کا کار خیر تو سُنی رواۃ و محدثین نے سرانجام دیا۔ مندرجہ ذیل احادیث و روایات ملاحظہ ہو۔

تیسیر الوصول: ج ۴ ذکر الفتن غیر المسماۃ حدیث نمبر ۱۲ ص ۱۹۱:

قال رسول اللہؐ اذا فتحت علیکم خزائن فارس والروم ای قوم انتم؟ قال عبدالرحمٰن بن عوف نکون کما امرنا اللہ تعالیٰ فقالؐ بل تتنافسون و تتحاسدون ثم تتدابرون و تتباغضون ثم تنطلقون الی مساکن المھاجرین متحملون بعضھم علی رقاب بعض:

ترجمہ: آنحضورؐ نے فرمایا۔ اس وقت تم کیسی قوم ہو گے۔ جب روم اور ایران کے خزانے تمہارے سامنے کھلے ہوں گے۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا۔ ہم ویسے ہوں گے۔ جیسے ہمیں اللہ اور اس کے رسولؐ نے حکم دیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں ہاں۔ تم دولت پر مرو گے۔ ایک دوسرے سے حسد کرو گے۔ پھر پچھلے قدموں پر لوٹو گے۔ ایک دوسرے سے بغض کرو گے۔ پھر تم مہاجرین کے گھروں میں گھسو گے۔ اور بعض کو دوسرے بعض پر سوار کر دو گے۔

۲: تفسیر کبیر آیت:

تفسیر کبیر آیۃ: "لو انفقت ما فی الارض جمیعاً ما الفت"

فلما جاء الرسولؐ ودعاھم الی عبادۃ اللہ والاعراض عن الدنیا والاقبال علی الآخرۃ

زالت الخشونة والخصومة عنھم وعادوا اخوانا متوافقین ثم بعد وفاتہؐ لما فتحت علیھم ابواب الدنیا ولو توجھوا الی طلبھا عادوا الی محاربة بعضھم بعضاً ومقاتلة بعضھم بعضاً :

ترجمہ: اس آیت کی تفسیر: اگر تو روئے ارض کا سب کچھ بھی خرچ کر ڈالے تو ان میں محبت پیدا نہیں کر سکتا ۔ ۔ ۔ ۔ میں لکھا ہے کہ جب آنحضورؐ آئے تو انہوں نے صحابہ کو عبادت خدا اور دنیا سے چشم پوشی کی دعوت دی ۔ آخرت کی طرف توجہ دلائی ۔ ان کے دلوں سے سختی اور عداوت زائل ہو گئی ۔ وہ ایک دوسرے کے بھائی بھائی بن گئے ۔ لیکن آپؐ کی وفات کے بعد جب فتوحات نے دولت کے انبار لگا دیئے اور صحابہ طلب دنیا کی طرف متوجہ ہوئے ۔ تو پھر ایک دوسرے سے برسرِ پیکار ہو گئے ۔ اور ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے ۔

اب حافظ جی! آپ لاکھ کہیں کہ صحابہ کے باہمی محاربات و مقاتلات کو شیعہ مشہور کرتے اور تم ان کے بیان سے زبان بند رکھو تو کیا ہوتا ہے

؎ جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستین کا

قولہ :۔ حضرت محمدؐ رسول اللہؐ کی تعلیم ۔ ۔ ۔ ۔ کی تغلیط ذہنوں میں بٹھا دی ۔

اقول :۔ اگر صحابہ کے باہمی مشاجرات کے ذکر سے حضورؐ کی تعلیم کی تغلیط ذہنوں میں بیٹھتی ہے تو یہ کام آپ کے محدثین و مورخین نے پوری طرح سرانجام دیا ۔ اب آپ کی مرضی اُن پر جو فتویٰ داغیں ۔

قولہ :۔ کیا ایسے شخص ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دلائل سے واضح کریں ۔

اقول :۔ میں نے جو احادیث بطور شواہد پیش کیں ۔ کیا وہ دلائل کافی نہیں ۔

اگر آپ انہیں کافی نہ سمجھتے ہوں تو اپنی کتب احادیث و تواریخ میں جناب عثمان کے خلاف فتنہ، جنگ جمل، جنگ صفین، واقعہ حرّۂ اولیٰ، واقعہ حرّۂ ثانیہ کو پڑھیں ۔

دیکھیں کہ آپ کے محدثین و مورخین نے کس طرح صحابہ کو صحابہ کے خلاف تلوار چلاتے ہوئے دکھایا ہے ۔